تاریخِ طبری میں خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق مرویات کا تحقیقی مطالعہ

جامعاتی تحقیقات (سلسلہ رسائلِ علمیہ)

معاویہ رضی اللہ عنہ

تاریخِ طبری میں مذکور روایات کا تنقیدی و تقابلی جائزہ

تألیف د. خالد بن محمد الغیث

ترجمہ: ابومصعب اثری

ناشر:

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

یہ کتاب دراصل ایک علمی تحقیق ہے جو محقق نے دکتورا کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پیش کی، جو کہ جامعہ اُم القُریٰ مکہ مکرمہ کے شعبہ اعلیٰ تاریخی وتہذیبی مطالعات، شاخِ تاریخ اسلام سے متعلق ہے۔
اس تحقیق کا دفاع 24 / 12 / 1418ھ کو ہوا، اور اس کی بناء پر محقق کو دکتورا کی ڈگری ''امتاز'' کے ساتھ دی گئی۔

موقعِ تاریخ کی نیک تمنائیں
WWW.ALTAREEKH.COM

مرويات خلافة معاوية في تاريخ الطبري

سلسلة الرسائل الجامعية (١٧)

مروِيات

خلافَة معاوِية رضي الله عنه

في تاريخ الطبري

دراسة نقدية مقارنة

تأليف

د. خالد بن محمد الغيث
عضو هيئة التدريس بجامعة أم القرى
قسم التاريخ الإسلامي

دار الأندلس الخضراء
للنشر والتوزيع
بجدة

مقدمہ

إن الحمد الله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ باالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت کے خواستگار ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، اور جسے وہ گمراہ کردے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ }

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ (آل عمران: ۱۰۲)

{ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا }

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیے، اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داریوں کا بھی خیال رکھو، بے شک اللہ تم پر نگران ہے۔ (النساء: ۱)

{ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (۷۰) يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا

عَظِيْمًا }

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو، وہ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، وہ بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔'' (الاحزاب: ۷۰-۷۱)

امابعد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں دل کو صاف رکھنا، ان کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آنا اور ان کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا، اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کا بنیادی حصہ ہے۔

اسی بارے میں امام ابن الصلاح فرماتے ہیں:

پھر یہ کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں، اور جو ان میں سے فتنوں میں مبتلا ہوئے، وہ بھی اسی اجماع میں شامل ہیں، ان تمام علما کے نزدیک، جن کے قول کو اجماع میں معتبر سمجھا جاتا ہے۔ یہ اس حسنِ ظن کی بنا پر ہے جو ان کے بارے میں رکھا جاتا ہے، اور ان کے وہ عظیم کارنامے مدنظر رکھے جاتے ہیں جو ان سے صادر ہوئے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس بات پر اجماع قائم کر دیا، کیونکہ وہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) دین کے ناقلین ہیں، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

(ابن الصلاح: المقدمہ ۴۲۸)

یہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم، جو فتنہ کے حالات میں شامل رہے، دشمنانِ اسلام کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کا دروازہ بن گئے۔ اس حوالے سے عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک معاویہ رضی اللہ عنہ ایک کسوٹی ہیں، جسے ہم دیکھیں کہ وہ ان کے بارے میں ٹیڑھی نگاہ رکھتا ہے، تو ہم اسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملے میں مشکوک سمجھتے ہیں۔

(ابن كثير:البداية والنهاية:۱۳۹/۸)

اسی طرح ربیع بن نافع الحلبی کا قول ہے:

معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ایک پردہ ہیں، جب کوئی شخص اس پردے کو ہٹاتا ہے تو وہ اس کے پیچھے موجود لوگوں پر جری ہو جاتا ہے۔

(ابن كثير:البداية والنهاية:١٣٩/٨)

اسی وجہ سے اس تحقیق کے موضوع تاریخ طبری میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے متعلق روایات: ایک تنقیدی وتقابلی مطالعہ کا انتخاب کیا گیا، تاکہ اس جلیل القدر صحابی کی سیرتِ مبارکہ کو واضح کیا جا سکے، جسے شدید تحریف کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

چونکہ اکثر تاریخی مصادر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ضعیف یا من گھڑت روایات سے بھرے ہوئے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تاریخی مصادر عام طور پر محض روایات کو نقل کرنے پر اکتفا کرتی ہیں، ان پر نقد وتبصرہ نہیں کرتیں۔

ابن خلدون اس حوالے سے فرماتے ہیں:

مورخین، مفسرین اور ناقلین میں سے اکثر کو حکایات اور واقعات کے بیان میں غلطیوں کا سامنا ہوا، کیونکہ وہ محض نقل پر اعتماد کرتے ہیں، خواہ وہ صحیح ہو یا ضعیف۔

(ابن خلدون: المقدمة١٣/١)

لہٰذا ضروری ہے کہ محدثین کے طرز پر روایات کے سند ومتن کا تنقیدی جائزہ لیا جائے، تاکہ اہلِ خواہش وبدعت کی گھڑی ہوئی روایات کو منہدم کیا جا سکے اور صحیح درجہ رکھنے والی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے اس دور کی تاریخ کو ازسرِ نو مرتب کیا جا سکے۔

تاریخ طبری کا انتخاب اس لیے کیا گیا کیونکہ یہ نہایت اہمیت کی حامل اور عظیم علمی قدر ومنزلت رکھنے والی کتاب ہے، علاوہ ازیں، طبری کے بعد کے مؤرخین اسی پر انحصار کرتے ہیں۔

(ابن الأثير : الكامل في التاريخ . ٣/١)

تحقیق میں مستعمل بنیادی مصادر:

اس تحقیق میں سب سے زیادہ اعتماد احادیث کی بنیادی کتب پر کیا گیا، جیسے کہ:

صحیح مسلم

صحیح بخاری

المعجم الکبیر للطبرانی

المستدرک علی الصحیحین للحاکم

المطالب العالیہ فی زوائد المسانید الثمانیہ لابن حجر

یہ تمام کتب اہم تاریخی واقعات پر مشتمل ہیں، جو عمومی تاریخی کتب میں دستیاب نہیں۔

اسی طرح ابن سعد کی طبقات کے وہ حصے بھی مستفید ہوئے جو پہلے مفقود تھے، بالخصوص چوتھے اور پانچویں طبقے کے بیانات، کیونکہ ان میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی تفصیلی سوانح موجود ہیں۔

کتبِ انساب:

انساب الاشراف (البلاذری)

دیگر تاریخی مصادر:

تاریخ خلیفہ بن خیاط

تاریخ الیعقوبی

تاریخ دمشق (ابن عساکر)

المنتظم (ابن جوزی)

الکامل فی التاریخ (ابن الاثیر)

الإعلام بالحروب الواقعة فی صدر الإسلام (البیاسی)

عہدِ معاویہ تاریخ الاسلام (الذہبی)

البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)

یہ تمام مصادر تقابلی تحقیق کے لیے بنیادی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

جدید مراجع:

جدید تحقیقات میں کئی کتب کا مطالعہ کیا گیا جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور خلافت سے متعلق ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

پہلی کتاب: ''خلافتِ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما'' (تألیف د.عمر سليمان العقيلي)

یہ کتاب بہترین ابواب بندی اور منظم علمی مواد پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کی تألیف کا بنیادی مقصد یہ بیان کیا ہے کہ بنی امیہ پر بے حد ظلم کیا گیا، کیونکہ اموی تاریخ کو عباسی دور میں قلم بند کیا گیا، لہٰذا اسے ازسرِ نو جانچنے اور موضوعی تحقیق کی ضرورت ہے۔ (د.عمر العقيلي: خلافة معاوية بن أبي سفيان.٩)

تاہم، مؤلف -جزاه الله خيراً- اپنے مقصد کو مکمل طور پر حاصل نہ کر سکے، جس کی بنیادی وجوہات یہ ہیں:

مصادر پر نقد کا فقدان مؤلف نے اکثر روایات کو بغیر تنقید کے قبول کیا۔

محدود مصادر احادیث کی بنیادی کتب سے استفادہ نہیں کیا گیا۔

دوسری کتاب: ''معاوية بن أبي سفيان صحابي كبير وملك مجاهد'' (تأليف الأستاذ / منير محمد الغضبان)

یہ کتاب مؤلف کے انصاف پسندی پر مبنی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے اسلامی تاریخ میں کوئی ایسی شخصیت، جو ابتدائی صحابہ میں سے ہو اور جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر تربیت پائی ہو، کو اتنی تحریف، بہتان اور افتراء کا سامنا کرنا پڑا ہو جتنا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو ہوا ہے۔ لہٰذا، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے بارے میں لکھنا ضروری تھا۔

(منير الغضبان: معاوية بن أبي سفيان ٥)

اس کتاب میں مؤلف نے محدثین کے اصول پر روایات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے، جو قابلِ تحسین ہے۔ (منير الغضبان: معاوية بن أبي سفيان ٦، ٧)

البتہ، مصنف -جزاه الله خيراً- پھر بھی اپنے مطلوبہ نتائج تک نہیں پہنچ سکے۔ وہ خود فرماتے ہیں: ''میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں تاریخی روایات سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی مکمل اور صحیح تصویر پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہوا، البتہ میں نے تحقیق کا دروازہ کھول دیا ہے، امید ہے کہ کوئی اور محقق اس کام کو مکمل کرے گا۔'' (منير الغضبان : معاوية بن أبي سفيان ٦)

تحقیقی کمزوریوں کی وجوہات:

۱۔ روایات کے متن پر تنقید نہیں کی گئی، حالانکہ یہ حدیثی منہج کا بنیادی اصول ہے۔

۲۔ محدود مصادر کا استعمال، جس کی وجہ سے تحقیق میں خلا باقی رہا۔

۳۔ ادبی اسلوب کا زیادہ استعمال، جو بعض مقامات پر تحقیقی پہلو کو متاثر کرتا ہے۔

تیسری کتاب: ''معاویہ بن ابی سفیان'' (تأليف الأستاذ / بسام العسلي.)

یہ کتاب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی عسکری اور انتظامی قیادت پر روشنی ڈالتی ہے، لیکن اس میں

تاریخی روایات کی تنقید نہیں کی گئی اور انہیں مسلمہ حقائق کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

چوتھی کتاب: ''معاوية الرجل الذی أنشأ دولة'' (تأليف الأستاذ / إبراهيم الأبياري)

اس کتاب کا بیشتر حصہ جاہلیت میں ہاشمیوں اور امویوں کے درمیان مسابقت کے تصور کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے گرد گھومتا ہے، اور یہ کہ یہ مسابقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی جاری رہی یہاں تک کہ خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی۔ (إبراهيم الأبياري : معاوية الرجل الذي أنشأ دولة . ٣)

اور مصنف اپنی کتاب میں اس خیال کو اپناتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ دونوں ریاستوں کا قیام اموی اور عباسی ریاستوں کا قیام محض اس تنافس کا تسلسل تھا جو جاہلیت میں ہاشمیوں اور امویوں کے درمیان موجود تھا!۔(إبراهيم الأبياري : معاوية الرجل الذي أنشأ دولة . ٢٧٤-٢٧٥)

مصنف پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مصادر سے بغیر کسی نقد وتمحیص کے اخذ کیا ہے، اسی طرح بعض صحابہ پر بدگمانی کی ہے اور ان کی نیتوں اور مقاصد پر الزام عائد کیا ہے۔ (إبراهيم الأبياري: معاوية الرجل الذي أنشأ دولة. ١٣١، ١٧٣، ٢٣٣، ٢٤٩.)

پانچویں کتاب: معاوية فی الميزان (مصنف: عباس محمود العقاد، اور العقاد کی وفات کے بعد اس کتاب کا نام تبدیل کر کے ''معاویہ بن ابی سفیان'' رکھ دیا گیا!!)

یہ کتاب ان بدترین کتب میں شمار ہوتی ہے جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھی گئی ہیں، اور چونکہ اس کتاب میں کئی خامیاں پائی جاتی ہیں، میں یہاں صرف ان میں سے چند نمایاں خامیوں کا ذکر کروں گا:

۱۔ سیدنا معاویہ، عمرو بن العاص، اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بدگمانی رکھنا۔
(عباس العقاد: معاوية بن أبي سفيان. ٣،٣٥،٤١،٤٢،٤٧،٩٠،١٠١،١٢٠،١٢٥،١٢٦)
جو کہ بعض صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام، ان کے شرف اور ان کے عظیم مرتبے سے لاعلمی کو ظاہر کرتا ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ مصنف نے مصادر سے بغیر کسی تنقید و تحقیق کے اخذ کیا ہے۔

۲۔ نیتوں اور مقاصد پر الزام لگانا۔

(عباس العقاد: معاوية بن أبي سفيان. ۱۲،۱۰۱،۱۰۹)

حالانکہ یہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتا ہے۔اس بنا پر، العقاد کی یہ کتاب، جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھی، اس صحابی جلیل پر ایک محاکمہ بن کر رہ گئی، اوراس میں وہ عدل و انصاف موجود نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں کرنے کا حکم دیا ہے، حالانکہ کتاب کا نام معاویہ میزان میں رکھا گیا ہے!

۳۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرنے کا سلسلہ ان مؤرخین اسلام تک جا پہنچا جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں انصاف کرتے ہیں یا ان کے فضائل میں سے کچھ ذکر کرتے ہیں۔(عباس العقاد : معاوية بن أبي سفيان:۹۱)

تو ان مؤرخین سے بڑھ کر کوئی گمراہ اور جاہل نہیں، جنھوں نے ۴۱ ہجری کے سال کو عام الجماعۃ کا نام دیا، اس لیے کہ یہ وہ سال تھا جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کو سنبھالا اور کوئی دوسرا اس میں شریک نہ تھا؛ کیونکہ صدرِ اسلام نے ایسا کوئی سال نہیں دیکھا جس میں امت اتنی منتشر ہوئی ہو جتنی اس سال ہوئی، اور جس میں ہر گروہ اتنے بکھراؤ کا شکار ہوا جتنا کہ اس سال ہوا۔

(سابقه حواله، ص ۱۲۵)

حالانکہ عام الجماعۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامات میں سے ایک نشانی ہے۔

(انظر مبحث وقوع الصلح بين الحسن ومعاوية رضي الله عنهما۔دیکھیں: سیدنا حسن اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کے وقوع کا مبحث۔)

اور سیدنا حسن اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کی ایک نمایاں فضیلت ہے،لیکن خواہش نفس آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرا کر دیتی ہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

تحقیق کا خاکہ:

میں نے اس تحقیق کو ایک مقدمہ، ایک تمہید، چھ ابواب اور ایک خاتمہ میں تقسیم کیا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مقدمہ: اس میں میں نے اس موضوع کی اہمیت اور اس کے انتخاب کی وجہ بیان کی ہے۔

تمہید: اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات کے چند پہلو شامل ہیں، ان کا خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں موقف، ساتھ ہی امام طبری رحمہ اللہ کی سوانح اور ان کے ان راویوں کا تذکرہ جن کا ذکر اصل تحقیق میں آیا ہے۔

فصل اول: طبری کی مرویات میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سوانح۔

اس فصل میں درج ذیل مباحث شامل ہیں:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا نسب

ان کے خاندان کا تذکرہ

ان کی سیاست وتدبیر

صحابہ وتابعین کی ان کے بارے میں آراء

ان کی بیماری، وصیت اور وفات رضوان اللہ علیہ۔

فصل دوم: طبری کی مرویات میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت کے انعقاد کا بیان۔

میں نے اس باب میں اہلِ عراق کی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے خلافت کی بیعت، سیدنا حسن اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کے واقع ہونے، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے امراء کے صلح سے متعلق موقف پر گفتگو کی ہے۔

فصل سوم: طبری کی مرویات میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں خوارج کا موقف۔

اس باب میں کوفہ اور بصرہ میں خوارج کی تحاریک پر گفتگو کی گئی ہے۔

فصل چہارم: طبری کی مرویات میں خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران ولایات اور امراءِ حج۔

اس باب میں عراق، حجاز اور مصر کے گورنروں کے تذکرے کے بعد خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران امراءِ حج پر بحث کی گئی ہے۔

فصل پنجم: طبری کی مرویات میں خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران جہاد کے واقعات۔

اس فصل میں درج ذیل امور پر گفتگو کی گئی ہے، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جہاد کی عارضی معطلی، خلافتِ معاویہ کے دوران جہاد کی محاذوں اور ان کے حالات، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی جہادی پالیسی۔

فصل ششم: طبری کی مرویات میں خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران ان پر لگائے گئے الزامات کی حقیقت۔

اس باب میں درج ذیل موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے: زیاد بن ابیہ کا نسب، سیدنا عبد الرحمن بن خالد بن ولید کے قتل میں زہر دینے کا معاملہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کو مدینہ سے دمشق منتقل کرنے کا مسئلہ، سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے زہر دیے جانے کا معاملہ، سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کا قتل، یزید بن معاویہ کی ولی عہدی کی نامزدگی۔

خاتمہ: اس میں تحقیق کے اہم نتائج کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

تحقیقی منہج:

۱۔ میں نے تاریخ طبری میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے متعلق مرویات محمد ابو الفضل ابراہیم کی تحقیق کردہ نسخے سے اخذ کیں، کیونکہ یہ تاریخ طبری کے تمام طبعات میں سب سے مستند شمار کی جاتی ہے۔ میں نے ان روایات کو ان کے موضوعات کے مطابق چھ ابواب میں تقسیم کیا، جبکہ واقعات کی تاریخی ترتیب کو برقرار رکھا۔

۲۔ ہر روایت کو ایک مخصوص نمبر دیا اور اس کے بعد اس کا اصل حوالہ تاریخ طبری میں درج کیا۔ اس تحقیق میں (۳۶۹) روایات کو شامل کیا گیا ہے۔

۳۔ میں نے قال الطبری کا تکرار ختم کرنے کے لیے، ہر روایت کے آغاز میں اس کا ذکر نہیں کیا، سوائے ان روایات کے جنہیں طبری نے بغیر سند کے بیان کیا۔

۴۔ میں نے طبری کے رجال کا تعارف کرایا، خاص طور پر عدالت پر زور دیا۔

۵۔ میں نے تاریخ طبری کی روایات کو دیگر کتبِ حدیث، طبقات، تاریخ اور ادب سے موازنہ کیا، اور درج ذیل اصول اپنائے: میں نے تاریخ طبری کی روایات کو دیگر کتبِ حدیث، طبقات، تاریخ اور ادب سے موازنہ کیا۔ اور درج ذیل اصول اپنائے: صحیح روایات کو ضعیف روایات پر مقدم رکھا، صحیح روایات کو حسن روایات پر بھی ترجیح دی، جب دونوں میں تعارض ہو۔

۶۔ بعض ضعیف روایات کو واقعات کی تصویر مکمل کرنے کے لیے شامل کیا، لیکن درج ذیل علل کی موجودگی میں انہیں خارج کر دیا:

أ۔ اگر روایت عقیدے کے کسی بنیادی اصول کے خلاف ہو۔

ب۔ اگر روایت شریعت کے کسی مسلمہ اصول کے منافی ہو۔

ج۔ اگر روایت میں کسی صحابی کی عدالت پر طعن ہو، کیونکہ صحابہ کی عدالت قطعی طور پر ثابت ہے۔

د۔ اگر روایت میں صحابہ کے معاشرتی واخلاقی اوصاف کی خلاف ورزی پائی جائے۔
۷۔ میں نے طبری کی اسناد پر ہر روایت کے آغاز میں صحیح یا ضعیف ہونے کا حکم نہیں لگایا، اس کے درج ذیل اسباب ہیں:
أ۔ اگر کسی روایت کے متن میں علت قادحہ پائی گئیں، تو میں نے متن کے مقام پر اس کا تنقیدی جائزہ لیا اور اسناد پر حکم لگایا۔
ب۔ کسی ضعیف روایت کو استشہاد کے طور پر پیش کرنا، اس کی حیثیت کمزور کر دیتا ہے، اور اس سے عبرت و نصیحت کا پہلو کمزور ہو جاتا ہے۔(د.عبد العزيز الحميدي:التاريخ الإسلامي مواقف وعبر ۱/۳۸)
ج۔ تاریخ طبری میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے متعلق صحیح سند کے ساتھ روایات کم ہیں، لہٰذا ہر روایت پر فوراً حکم لگانے کے بجائے مکمل تنقیدی تجزیہ ضروری ہے۔
۸۔ میں نے حواشی میں حوالہ دیتے وقت صرف مصنف، کتاب کا نام، جلد اور صفحہ کا ذکر کیا ہے، جبکہ دیگر تفصیلات مراجع ومصادر کی فہرست میں شامل کی ہیں۔
آخر میں، میں اللہ عزوجل کا شکر گزار ہوں، جس کی بے شمار نعمتوں اور توفیق سے یہ تحقیق مکمل ہوئی۔

میں ان تمام اساتذہ، محققین اور ناقدین کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے تحقیق میں رہنمائی، تنقید اور اصلاح کے ذریعے اسے بہتر بنانے میں مدد دی۔ خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں: ڈاکٹر جمیل المصری (رحمہ اللہ) جو اس تحقیق کے تاریخی مشرف تھے۔ ڈاکٹر منصور العبدلی (رحمہ اللہ) جو شرعی مشرف کی حیثیت سے تحقیق میں شامل رہے۔ ڈاکٹر محمود عبیدات اور ڈاکٹر محمد المنسی عاصی جنہوں نے تحقیق کی جانچ اور علمی نقائص کی نشاندہی میں بھرپور تعاون کیا۔

آخر میں، میں وہی دعا کرتا ہوں جس کی ہمیں ہمارے رب نے تعلیم دی:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ.

(اور وہ جو ان کے بعد آئے، کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔)

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه وسلم۔

تمہید

۱۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف
۲۔ خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف
۳۔ امام طبری رحمہ اللہ کا تعارف
۴۔ امام طبری رحمہ اللہ کی اسناد کے رجال کا تذکرہ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

اور اس میں بعض ایسے پہلو شامل ہیں جو طبری نے اپنی تاریخ میں ذکر نہیں کیے۔

پیدائش:

ابن حجر فرماتے ہیں:

آپ کی ولادت بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل ہوئی، اور ایک قول یہ ہے کہ سات سال قبل، جبکہ ایک اور روایت کے مطابق تیرہ سال قبل، مگر پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔
(الاصابة: ١٥١/٦)

قبولِ اسلام:

نووی (شرح صحیح مسلم: ٢٣١/٨) اور ابن القیم (زاد المعاد: ١٢٦/٢) نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے ہیں۔ یعنی انہوں نے 8 ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ جبکہ ابونعیم اصفہانی (معرفة الصحابة: مخطوط، ١٨٤ب) اور امام ذہبی (تاريخ الاسلام، دورِ معاويه: ص ٣٠٨) نے ذکر کیا ہے کہ آپ فتح مکہ سے کچھ پہلے ہی اسلام لا چکے تھے۔

قبولِ اسلام کے وقت میں اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابتدا میں اپنے اسلام کو مخفی رکھا تھا، جیسا کہ امام ذہبی نے اس بات کو قطعی طور پر بیان کرتے ہوئے لکھا:

آپ نے اپنے والد (ابوسفیان) کے خوف سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا۔
(ابن سعد : الطبقات: تحقيق د. عبد العزيز السلومي ١٣١/١)

اور عمرۃ القضاء (7 ہجری) کے دوران اسلام قبول کر لیا۔ (أي في سنة ٧هـ. النووي: شرح صحيح مسلم. ٨/٢٣١)

پھر عام الفتح (8 ہجری) میں اپنے اسلام کو ظاہر کیا۔ (تاريخ الإسلام، دورِ معاويه: ص ٣٠٨)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے جسمانی اوصاف:

امام ذہبی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں:

آپ لمبے قد، گورے رنگ، خوبصورت اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔

(تاریخ الإسلام، ص ۳۰۸)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

محدثین اور مؤرخین نے اس جلیل القدر صحابی کے بے شمار فضائل ذکر کیے ہیں، جن کا احاطہ یہاں ممکن نہیں، لہٰذا قرآن، حدیث، اور دیگر معتبر ذرائع سے چند نمایاں فضائل ذکر کیے جاتے ہیں:

پہلا: قرآن کریم سے فضائل

۱۔ غزوۂ حنین میں شرکت۔

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین کے متعلق فرمایا:

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكَافِرِيْنَ﴾

پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر تسکین نازل فرمائی اور وہ فوجیں اتاریں کہ جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا، اور کافروں کو یہی سزا ہے۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے غزوہ حنین میں شرکت کی، اور وہ ان مؤمنین میں سے تھے جن پر اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی سکینت نازل فرمائی۔

(ابن تیمیه، الفتاوی: ٤/٤٥٨)

۲۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں ''الحسنیٰ'' (جنت) کا وعدہ دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ۚ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

تم میں سے اور کوئی اس کے برابر ہو نہیں سکتا جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، یہ (لوگ) ہیں کہ اللہ کے نزدیک جن کا بڑا درجہ ان لوگوں پر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا، اور دونوں سے اللہ نے الحسنیٰ (جنت) کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

(سورة الحديد: الآية ١٠).
سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جن سے اللہ نے ''الحسنیٰ'' (جنت) کا وعدہ کیا، کیونکہ انہوں نے غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں خرچ کیا اور قتال میں حصہ لیا۔(ابن تيميه، الفتاوى: ٤٥٩/٤)

دوسرا: حدیث نبوی سے فضائل

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی: (اے اللہ! اسے ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا، اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔)
امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(اللهم اجعله هاديا: أي للناس، أو دالاً على الخير. المباركفوري: تحفة الأحوذي.١٠/٢٣٠) (مهديا: أي مهتديا في نفسه. المصدر السابق. ٢٣٠/١٠) (الترمذي: السنن مع شرحها تحفة الأحوذي١٠/٢٢٩، ٢٣٠؛ محمد ناصر الدين الألباني: صحيح سنن الترمذي. ٢٣٦/٣) (الترمذي: السنن مع شرحها تحفة الأحوذي. ٢٣٠/١٠)

ایک اور روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:
اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا۔
اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا گیا ہے۔ الهيثمي : موارد الظمآن ، تحقيق حسين الداراني ، عبده كوشك . ٢٤٩/٧.

۲۔ صحیح مسلم کی روایت اور اس کی وضاحت:

كنت ألعب مع الصبيان فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، فتواريت خلف باب، قال: فجاء فحطأني حطأةً وقال: اذهب وادع لي معاوية، قال: فجئت فقلت: هو يأكل، قال: ثم قال لي: اذهب فادع لي معاوية، قال: فجئت فقلت: هو يأكل، فقال: لا أشبع الله بطنه.(مسلم: صحيح مسلم بشرح النووي. ١٥٦/١٠)
میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں

دروازے کے پیچھے چھپ گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلمنے مجھے بلایا اور میرے کندھوں پر ہاتھ مارا، اور فرمایا: جاؤ، معاویہ کو میرے پاس بلاؤ۔ میں گیا اور آکر عرض کی: وہ کھانے میں مشغول ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: جاؤ، معاویہ کو بلاؤ۔ میں دوبارہ گیا اور واپس آکر عرض کی: وہ کھا رہے ہیں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس کے پیٹ کو سیر نہ کرے۔

نووی نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

(امام مسلم نے اس حدیث سے یہ سمجھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بددعا کے مستحق نہیں تھے، اسی لیے انہوں نے اسے اس باب* میں شامل کیا۔ بلکہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مزاح اور شفقت کے کہی تھی، جیسا کہ بعض صحابہ کے ساتھ ایسا ہوا ہے۔)

* باب کا عنوان (جس شخص پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی، اسے برا بھلا کہا، یا اس کے خلاف بددعا کی، حالانکہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔ مسلم : صحيح مسلم بشرح النووي : ١٦/١٥٤، (النووي: شرح صحيح مسلم. ١٦/١٥٤)

اسی بنیاد پر بعض علماء نے اسے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں شمار کیا۔ اسی لیے ابن عساکر نے حدیث (لا أشبع الله بطنه) اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے، کے بارے میں کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سب سے صحیح روایت ۔۔۔ہے، اس کے بعد حدیث ۔۔۔اے اللہ! اسے کتاب کی تعلیم دے۔ آتی ہے، اور اس کے بعد حدیث ۔۔۔اے اللہ! اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ آتی ہے۔

ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) ١٦/٦٩٧ .

اور اسی حدیث کے بارے میں ذہبی نے کہا:

(میں کہتا ہوں: شاید یوں کہا جائے کہ یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک فضیلت ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! جس پر میں لعنت کروں یا اسے برا بھلا کہوں، تو اسے اس کے لیے پاکیزگی اور رحمت بنا دے)۔

(سير أعلام النبلاء، ١٤/١٣٠)

۳۔ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ(۱) اپنی خالہ حضرت اُم حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا(۲) سے روایت کرتے ہیں:

(نام النبي صلى الله عليه وسلم يومًا قريبًا مني ، ثم استيقظ يبتسم

، فقلت : ما أضحكك ؟ قال : أناس من أمتي عرضوا علي ، يركبون هذا البحر الأخضر ، كالملوك على الأسرة ، قالت : فادع الله أن يجعلني منهم ، فدعا لها ، ثم نام الثانية ، ففعل مثلها ، فقالت قولها ، فأجابها مثلها ، فقالت : ادع الله أن يجعلني منهم ، فقال : أنت من الأولين ، فخرجت مع زوجها عبادة بن الصامت(٣) غازيًا أول ما ركب المسلمون البحر مع معاوية (٤)، فلما انصرفوا من غزوتهم قافلين ، فنزلوا الشأم ، فَقُرِّبت إليها دابةٌ لتركبها فصرعتها فماتت)(٥)

ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب ہی سو گئے۔، پھر آپ بیدار ہوئے اور مسکرا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے، جو اس سبز سمندر میں سوار ہیں، بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہوئے ہیں۔ میں (ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے۔تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا فرمائی۔ پھر آپ دوبارہ سو گئے، اور جب بیدار ہوئے تو پھر اسی طرح مسکرائے۔ میں نے وہی بات کہی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہی جواب دیا۔ میں نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اولین (یعنی پہلے لوگوں) میں سے ہو۔ چنانچہ جب مسلمان پہلی مرتبہ سمندر میں روانہ ہوئے، تو ام حرام رضی اللہ عنہا اپنے شوہر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس غزوہ میں شریک ہوئیں۔ جب وہ جہاد سے واپس لوٹے اور شام میں اترے، تو ان کے لیے ایک سواری قریب کی گئی تا کہ وہ اس پر سوار ہو سکیں، مگر وہ ان کو گرا بیٹھی، جس کے نتیجے میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ڈاکٹر خالد الغیث کی تعلیق:

۱۔ انس بن مالک بن نضر، ابوحمزہ انصاری خزرجی نجاری، امام، مفتی، قاری، محدث، اور اسلام کے بڑے راویوں میں سے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ موجود تھے جبکہ اس وقت وہ کم عمر تھے اور خدمت انجام دے رہے تھے۔ اس کے بعد کے تمام معرکوں میں بھی شریک رہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین کے صدقات کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔ ان سے مروی احادیث کی تعداد ۲۲۸۶ ہے۔ سن ۹۳ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔
(الذہبی، سیر أعلام النبلاء: ۳۹۵/۳)

۲۔ ام حرام بنت مِلحان بن خالد بن زید بن النجار کے متعلق ابن عبدالبر کہتے ہیں:
میں ان کے کسی صحیح نام تک نہیں پہنچ سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اکرام فرماتے، ان کے گھر تشریف لے جاتے اور وہیں قیلولہ فرماتے تھے۔ وہ 27 ہجری میں غزوۂ قبرص میں شہید ہوئیں، اور اس لشکر کے امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تھے، جو خلافتِ عثمانی میں ہوا تھا۔ ان کی قبر جزیرۂ قبرص میں واقع ہے اور ''قبر المرأۃ الصالحۃ'' (نیک عورت کی قبر) کے نام سے معروف ہے۔ امام ذہبی کہتے ہیں: ''مجھے خبر ملی ہے کہ فرانک (عیسائی یورپی) ان کی قبر کی زیارت کرتے ہیں۔ (مآخذ: ابن عبد البر، الاستیعاب۱۹۳۱/٤؛ ابن الاثیر، اسد الغابہ ٣١٧/٦؛ ابن حجر، فتح الباری ٧٩/١١؛ امام ذہبی، سیر أعلام النبلاء ٣١/٣)

۳۔ عبادہ بن صامت بن قیس انصاری خزرجی، بیعتِ عقبہ میں نقباء میں سے ایک تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔ 34 ہجری میں رملہ میں وفات پائی، اور ایک قول کے مطابق بیت المقدس میں وفات ہوئی، جبکہ بعض نے کہا کہ وہ 45 ہجری تک زندہ رہے۔ (ابن حجر، الإصابة: ٦٢٤/٣)

۴۔ اور یہ واقعہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی شام کی امارت کے دوران، خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، سن 27 ہجری میں پیش آیا۔ (طبری، التاریخ: ٢٥٨/٤)

۵۔ البخاري : صحيح البخاري مع الفتح . ٢٢/٦

۶۔ ابن حجر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان ناس من أمتي عرضوا علي غزاةً... (میرے سامنے میری امت کے کچھ لوگ مجاہدین کی حیثیت سے پیش کیے گئے...) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ درحقیقت ان پر خوش ہونے، ان سے اعجاب کے اظہار اور ان کے بلند مرتبے کو دیکھ کر مسرت کی وجہ سے تھی۔

۴۔ یہ وہ روایت ہے جسے امام بخاریؒ نے ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے طریق سے بیان کیا ہے، انہوں نے فرمایا:
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:
میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا، اس کے لیے جنت واجب ہو گئی (۱)۔
ام حرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں شامل ہوں؟ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تم ان میں شامل ہو۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا، ان کی مغفرت کر دی گئی (۲)۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں ان میں شامل ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔

مہلب رحمہ اللہ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس حدیث میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے منقبت ہے، کیونکہ وہی سب سے پہلے سمندری جہاد کرنے والے تھے۔

ڈاکٹر خالد الغیث کی تعلیق:

۱۔ قد أوجبوا: یعنی انہوں نے ایسا عمل کیا جس کے باعث ان کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ ابن حجر: فتح الباری: ۱۲۱/٦۔

۲۔ مدينة قيصر : يعني القسطنطينية ، ابن حجر : فتح الباري . ١٢٠/٦

۳۔ البخاري : صحيح البخاري مع الفتح . ٢٢/٦

۴۔ المہلب بن احمد بن ابی صفرہ الاسدی الاندلسی، صحیح بخاری کے شارح، فصیح اللسان ائمہ میں سے ایک تھے۔ سن 435 ہجری میں وفات پائی۔ الذہبی: سير أعلام النبلاء: ۵۷۹/۱۷۔

۵۔ ابن حجر: فتح الباری: ۱۲۰/٦

تیسرا: اہلِ علم کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتماد اور ان کے فقہ کا اعتراف

۱۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف (ثناء)

بخاری میں موجود روایت کے مطابق:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک غلام وہاں موجود تھا، اس نے واپس آ کر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اطلاع (۱) دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: انہیں چھوڑ دو (۲)، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے۔

بخاری کی دوسری روایت میں آیا ہے:

کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے وتر صرف ایک رکعت ادا کی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ فقیہ (۳) (سمجھ دار) ہیں!

ڈاکٹر خالد الغیث کی تعلیق:

۱۔ پس وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور (ان سے یہ معاملہ بیان کیا)، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو۔ یہاں ایک حذف ہے جس پر سیاق وسباق دلالت کرتا ہے، یعنی اس کی تقدیر یوں ہے: پس وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور یہ بات ان سے بیان کی، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: انہیں چھوڑ دو۔ (ابن حجر: فتح الباری، ۱۳۱/۷)

۲۔ دَعْهُ: یعنی اس (معاملے) میں گفتگو کرنے اور اس پر انکار کرنے کو چھوڑ دو۔ (ابن حجر: فتح الباری، ۱۳۱/۷)

۳۔ فَإِنَّهُ صَحِبَ: یعنی انہوں نے کوئی بھی کام کسی مستند دلیل کے بغیر نہیں کیا۔

۴۔ البخاري : صحيح البخاري مع الفتح . ۱۳۰/۷

اور اس مقام کے مناسب یہ ہے کہ ان بعض فقہی مسائل کا ذکر کیا جائے جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں، اور ان مسائل میں سے کچھ یہ ہیں:

أ۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے رضی اللہ عنہ یہ اثر منقول ہے کہ انہوں نے ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھا(۱)۔

ب۔ استسقاء (بارش کے لیے دعا) صالح لوگوں کے ذریعے کرنا(۲): (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے ذریعے استسقاء کیا، جس کے صالح ہونے کا علم تھا)۔

ج۔ زکوٰۃ الفطر میں گندم (بُر) سے نصف صاع ادا کرنا(۳): (فقہاء کے درمیان اختلاف تھا کہ زکوٰۃ الفطر میں گیہوں (بُر) سے نصف صاع دینا کافی ہے یا پورا صاع؟ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نصف صاع کے قائل تھے۔)

د۔ احرام سے پہلے جسم کو خوشبو لگانے کی اجازت (۴): (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا جواز ثابت ہے، اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے قائل تھے۔)

ھ۔ مکہ مکرمہ میں خرید وفروخت کا جواز (۵): (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکہ میں جائیداد خریدنا اور بیچنا جائز تھا۔)

و۔ لعان کے ذریعے میاں بیوی کے درمیان تفریق(۶): (اگر کوئی شوہر بیوی پر زنا کا الزام

لگائے اور لعان کرے، تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے۔)

ز۔ نشے کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے(۷): (یہ ایک مشہور فقہی مسئلہ ہے، اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے قائل تھے۔)

ح۔ مسلمان کو کافر کے بدلے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا(۸): (اس معاملے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف یہی تھا، جو جمہور اہلِ علم کے نزدیک راجح ہے۔)

ط۔ قاتل کو اس وقت تک قید میں رکھنا، جب تک مقتول کا بیٹا بالغ نہ ہو(۹): (تاکہ مقتول کا بیٹا بالغ ہو کر خود فیصلہ کرے کہ قصاص لینا ہے یا معاف کرنا ہے۔)

ڈاکٹر خالد الغیث کی تعلیق

۱۔ البخاري : صحيح البخاري مع الفتح . ۱۳۰/۷

۲۔ (ابن قدامة: المغني، ۳٤٦/۳)

۳۔ (ابن القيم: زاد المعاد، ۱۹/۲)

۴۔ (ابن قدامة : المغني:۷۷/۵)

۵۔ (ابن قدامة : المغني، ۳٦٦/٦)

٦۔ (ابن القيم: زاد المعاد، ۱۸۱/۵)

۷۔ (ابن القيم: زاد المعاد، ۲۱۱/۵)

۸۔ (ابن قدامة: المغني، ٤٦٦/۱۱)

۹۔ (ابن قدامة: المغني، ۵۷۷/۱۱)

۲۔ عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح و ثناء کرنا۔

امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ (۱) فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک معاویہ رضی اللہ عنہ ایک کسوٹی (آزمائش) ہیں، پس جسے ہم دیکھیں کہ وہ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے، ہم اسے تمام صحابہ کے بارے میں (بدگمانی کا) موردِ الزام ٹھہراتے ہیں (۲)۔

۱۔ عبداللہ بن المبارک المروزی، ایک ثقہ، ثبت، فقیہ، عالم، سخی اور مجاہد تھے، جن میں تمام بھلائیوں کی صفات یکجا تھیں۔ ان کا انتقال 181 ہجری میں ہوا۔ ان کی روایات صحاح ستہ کے تمام محدثین نے نقل کی ہیں۔ (ابن حجر: التقريب ۳۲۰)

۲۔ (ابن كثير : البداية والنهاية . ۱۳۹/۸)

۳۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۱) کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر ثناء وتوصیف کرنا۔

امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا:

آپ رحمہ اللہ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو کہے کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتبِ وحی نہیں کہتا، نہ ہی میں اسے خال المومنین کہتا ہوں، کیونکہ اس نے خلافت تلوار کے ذریعے حاصل کی تھی؟

تو امام احمد نے جواب دیا: یہ نہایت برا اور فاسد قول ہے، ایسے لوگوں سے دور رہا جائے، ان کے ساتھ نہ بیٹھا جائے، اور ان کے حال سے لوگوں کو خبردار کیا جائے (۲) ۔اس کی اسناد صحیح ہے (۳)۔

۱۔ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، جلیل القدر ائمہ میں سے ایک، ثقہ، حافظ، فقیہ، اور حجت تھے۔ وہ 241 ہجری میں وفات پا گئے۔ ان سے صحاحِ ستہ کے مصنفین نے روایت لی ہے۔(ابن حجر: التقريب، ص ۸٤)

۲۔ الخلاَّل : السنة (تحقيق د.عطية الزهراني) ٤٣٤/۲.

۳۔ الخلاَّل : السنة (تحقيق د.عطية الزهراني) ٤٣٤/۲.

۴۔ امام ربیع بن نافع الحلبی (۱) رحمہ اللہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر ثناء و توصیف کرنا۔

امام ربیع بن نافع فرماتے ہیں:

معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ایک پردہ (ستر) ہیں، پس جب کوئی شخص اس پردے کو چاک کرتا ہے، تو وہ اس کے بعد دیگر صحابہ پر بھی جری ہو جاتا ہے (۲)۔

۱۔ الربیع بن نافع الحلبی، ثقہ، حجت اور عبادت گزار تھے۔ سنہ 241 ہجری میں وفات پا گئے۔ ان سے بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔(ابن حجر: التقريب: ۲۰۷)

۲۔ (ابن كثير : البداية والنهاية، ۱۳۹/۸)

۵۔ قاضی ابن العربی کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اوصاف پر تبصرہ۔

ابن العربی نے ان خصوصیات کا ذکر کیا ہے جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ میں جمع تھیں، ان میں سے انہوں نے ذکر کیا:

(۔۔۔انہوں نے اسلامی خلافت وحکومت کی حفاظت کی، سرحدوں کی نگرانی کی، فوجوں کی اصلاح کی، دشمنوں پر غلبہ پایا، اور لوگوں کی سیاست کو عمدہ انداز میں سنبھالا۔)(۱)

محب الدین الخطیب اس پر حاشیہ لکھتے ہیں:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمت کا یہ عالم تھا کہ جب وہ جنگِ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ معرکہ آراء تھے، اسی دوران جب انہیں معلوم ہوا کہ رومی بادشاہ سرحدوں کے قریب اپنی فوج کے ساتھ پہنچ چکا ہے، تو انہوں نے اسے سخت دھمکی آمیز پیغام بھیجا۔ (۱)

۶۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنا

یہ تواتر سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے صحابہ کو مقرر فرمایا۔

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امین تھے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے وحی لکھواتے تھے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کا گورنر مقرر کیا، حالانکہ وہ لوگوں کے بارے میں گہری بصیرت رکھتے تھے، اور اللہ نے ان کی زبان اور دل پر حق جاری فرما دیا تھا، اور انہوں نے اپنی پوری خلافت میں ان پر کوئی الزام نہیں لگایا۔(۱)

۱۔ (ابن تيميه : مجموع الفتاوى، ٤٧)

۷۔ ابن کثیر کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ثناء وتوصیف کرنا۔

ابن کثیر کہتے ہیں:

(اور رومی بادشاہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طمع کیا، حالانکہ پہلے وہ ان سے خائف اور مغلوب تھا، اور اس کے لشکر مغلوب ہو چکے تھے۔ جب رومی بادشاہ نے دیکھا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں مشغول ہیں، تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ اسلامی علاقوں کے قریب آیا اور اس میں اپنی کامیابی کی امید رکھی۔

تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے خط لکھا:

اللہ کی قسم! اگر تو باز نہ آیا اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ گیا، تو میں اور میرے چچا زاد بھائی (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) تمہارے خلاف صلح کر لیں گے، اور تمہیں تمہاری تمام زمینوں سے نکال باہر کریں گے، اور زمین کو تم پر تنگ کر دیں گے باوجود اس کے کہ وہ وسیع ہے!

جب رومی بادشاہ نے یہ خط پڑھا تو وہ خوفزدہ ہو گیا، پیچھے ہٹ گیا اور صلح کی درخواست کی۔(۲)

سن 41 ہجری میں تمام رعایا نے ان کی خلافت پر بیعت کر لی، اور وہ تنہا خلیفہ بن گئے۔ اس دوران جہاد مسلسل جاری رہا، اللہ کا کلمہ بلند رہا، اور اسلامی سلطنت کے اطراف سے ان کے پاس غنیمتیں آتی رہیں۔ مسلمان ان کے دور میں آرام، عدل، درگزر اور عفو کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔(۳)

ابن کثیر مزید کہتے ہیں:

وہ بردبار/حلیم (۴)، باوقار، لوگوں میں سردار، معزز، عادل، بہادر اور سخی تھے۔

وہ اچھی سیرت والے، درگزر کرنے والے، معافی میں حسین، اور پردہ پوشی میں کثرت کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔(۵)

۱۔ (ابن العربی : العواصم من القواصم، ص ۲۱۱-۲۱۰ ھامش ۳۹۵)

۲۔ ابن ابی الدنیا اور ابوبکر بن ابی عاصم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم (بردباری) کے بارے میں مستقل تصنیف لکھی ہے، اور شاید یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکتوں میں سے ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے فرمائی تھی۔ (الذھبی: تاریخ الاسلام، عہدِ معاویہ) ۳۱۵

۳۔ (ابن کثیر : البدایة والنهایة، ۱۱۸/۸)

۴۔ (ابن کثیر : البدایة والنهایة، ۱۱۹/۸)

۵۔ (ابن کثیر : البدایة والنهایة، ۱۱۸/۸)

چوتھا: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایتِ حدیث

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ میں شامل ہیں، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فتحِ مکہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلسل رہے، کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے اور کاتبِ وحی بھی تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۶۳(۱) احادیث روایت کیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے ان کی چار احادیث پر اتفاق کیا، جبکہ بخاری نے چار اور مسلم نے پانچ احادیث الگ سے روایت کیں۔(۲)

۱۔ (ابن حزم، أسماء الصحابة الرواة، ص: ٥٥)

۲۔ (الذهبي، سير أعلام النبلاء، ٣/١٦٢)

پانچواں: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی رعایا کے لیے نصیحت اور رہنمائی۔

[۱] امام بخاری رحمہ اللہ نے حمید بن عبدالرحمن [1] کے طریق سے روایت کیا ہے کہ:

انہوں نے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو (اس سال جب وہ حج کے لیے آئے) منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے ایک گچھا [2] (قصہ) بالوں کا لیا، جو ایک محافظ کے ہاتھ میں تھا، اور فرمایا: اے اہلِ مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ [3] میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جیسی چیز سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بنی اسرائیل اسی وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے یہ (مصنوعی بال) اختیار کر لیے۔) [4] [5]

[۲] طبرانی نے حسن سند کے ساتھ روایت نقل کی ہے، انہوں نے کہا: ہمیں ابو زرعہ

---

[1]: حمید بن عبدالرحمن بن عوف ثقہ راوی ہیں، ان کی وفات 105 ہجری میں ہوئی۔ ان سے صحاحِ ستہ کے تمام محدثین نے روایت لی ہے۔ ابن حجر التقریب: ۱۸۲

[2]: قُصَّةً مِنْ شَعْرٍ: یعنی وہ چیز جسے عورتیں اپنے بالوں سے جوڑتی ہیں، چاہے وہ قدرتی بال ہوں یا کسی اور چیز (مثلاً کپڑے کے ٹکڑے) سے بنے ہوں۔ ابن حجر، فتح الباری :۱۰/ ۳۸۷-۳۸۸

[3]: تمہارے علماء کہاں ہیں؟: اس جملے میں اس وقت مدینہ میں علماء کی قلت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہو کہ وہ علماء کو حاضر کریں تا کہ وہ اس برائی کے انکار میں ان کی مدد کریں، یا پھر ان پر یہ نکیر کریں کہ انہوں نے اس فعل کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے اس پر انکار کیوں نہیں کیا۔ ابن حجر، فتح الباری :۱۰/ ۳۸۷-۳۸۸

[4]: بنی اسرائیل ہلاک ہو گئے۔۔۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ عمل (مصنوعی بال جوڑنا) ان پر حرام تھا، پس جب انہوں نے اسے اختیار کیا تو یہ ان کی ہلاکت کا سبب بن گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دیگر منہیات (حرام کردہ امور) کا بھی ارتکاب کیا، جس نے ان کی ہلاکت میں مزید اضافہ کر دیا۔ ابن حجر، فتح الباری : ۱۰ / ۳۸۷-۳۸۸

[5]: البخاري : صحيح البخاري مع الفتح . ٥٩١/٥

عبدالرحمن بن عمرو الدمشقی [۱] نے حدیث بیان کی، ہمیں یحییٰ بن صالح الوحاظی [۲] نے حدیث بیان کی، ہمیں محمد بن مہاجر مہاجر انصاری [۳] نے حدیث بیان کی، کیسان مولیٰ معاویہ [۴] سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو چیزوں سے منع فرمایا ہے، اور میں بھی تمہیں ان سے منع کرتا ہوں: نوحہ، شراب، بے پردگی، تصویریں، درندوں کی کھالیں، گانا، سونا، الحِرُّ [۵]، اور حریر (ریشمی کپڑا) [۶]۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کا خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں موقف

معاویہ رضی اللہ عنہ کا خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں موقف پر گفتگو ہمیں براہِ راست اس معاملے کی اصل جڑ تک لے جاتی ہے، اور وہ ہے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت۔ جب منافقین [۷] کے ہاتھوں عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی اور علی رضی اللہ عنہ نے قاتلوں پر

---

[۱]: عبدالرحمن بن عمرو الدمشقی، ابوزرعہ ثقہ، حافظ، اور صاحبِ تصانیف تھے۔ سن 281 ہجری میں وفات پائی۔ (ابن حجر، التقريب، ص ٣٧٤)

[۲]: یحییٰ بن صالح الوحاظی سچے (صدوق) تھے، اور اہلِ رائے میں سے تھے۔ سن ٢٢٢ ہجری میں وفات پائی۔ (ابن حجر، التقريب، ص ٥٩١)

[۳]: محمد بن مہاجر الانصاری ثقہ تھے۔ سن 170 ہجری میں وفات پائی۔ (ابن حجر، التقريب، ص ٥٠٩)

[۴]: کیسان، مولیٰ معاویہ رضی اللہ عنہ ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ ابن حبان : الثقات . ٣٤٠/٥

[۵]: الحِرُّ: اس سے مراد فرج ہے، اور اس کا مطلب زنا ہے۔ ابن حجر : فتح الباري . ٥٧/١٠

[۶]: الطبراني : المعجم الكبير . ٣٧٣/١٩

[۷]: یہ نام (یعنی منافقین) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والوں کے لیے استعمال فرمایا، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے ابن ماجہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اگر اللہ ایک دن تمہیں اس معاملے (خلافت) کا والی بنا دے، اور منافق تم سے مطالبہ کریں کہ تم وہ قمیص اتار دو جو اللہ نے تمہیں پہنائی ہے، تو اسے مت اتارنا۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی۔ (محمد ناصر الدين البانی، صحيح سنن ابن ماجه، ٢٥/١)

فوری قصاص نافذ نہ کیا، تو اس کے نتیجے میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے حوالے کریں۔ اللہ ان سب پر اپنی رضا نازل فرمائے۔

یہی وہ بات ہے جسے یحییٰ بن سلیمان الجعفی (۱) نے اچھی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابو مسلم الخولانی نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

(أنت تنازع عليا أم أنت مثله؟

فقال : لا والله ، إني لأعلم أنه أفضل مني وأحق بالأمر مني ، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما ، وأنا ابن عمه ، والطالب بدمه ، فأتوه ، فقولوا له ،فليدفع إلي قتلة عثمان وأسلم له ، فأتوا عليا ، فكلموه ، فلم يدفعهم إليه)

(ابو مسلم الخولانی نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ علی رضی اللہ عنہ سے تنازع کر رہے ہیں، یا آپ ان کے برابر ہیں؟

تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں، لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ مظلومانہ قتل کیے گئے؟ اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں اور ان کے خون کا طلب گار ہوں۔ پس تم علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ مجھے عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو سونپ دیں، تو میں ان کے لیے خلافت تسلیم کرلوں۔ پس وہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بات کی، لیکن انہوں نے قاتلوں کو ان کے حوالے نہیں کیا۔) (۲)

وفي رواية :

(فأتوه فكلموه فقال : يدخل في البيعة ويحاكمهم إلي ، فامتنع

---

(۱): یحییٰ بن سلیمان بن یحییٰ الجعفی، ابوسعید الکوفی، جو بعد میں مصر میں سکونت پذیر ہوئے، صدوق تھے لیکن غلطیاں بھی کرتے تھے۔ وہ دسویں طبقے کے راویوں میں سے تھے۔ ان کی وفات 237 ہجری یا 238 ہجری میں ہوئی۔ بخاری اور ترمذی نے ان سے روایت لی ہے۔ ابن حجر: التقریب، ۵۹۱۔

(۲): الذهبي : سير أعلام النبلاء ۱٤۰/۳؛ ابن كثير : البداية والنهاية ۱۲۹/۸؛ ابن حجر : فتح الباري ۹۲/۱۳

معاوية ،فسار علي في الجيوش من العراق حتى نزل بصفين وسار معاوية حتى نزل هناك ، وذلك في ذي الحجة سنة ست وثلاثين ، فتراسلوا فلم يتم لهم أمر ، فوقع القتال)

اور ایک روایت میں ہے:

پس وہ (لوگ) علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے گفتگو کی، تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاویہ بیعت میں داخل ہو جائیں اور پھر (قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملے میں) ان (قاتلوں) کو میرے پاس مقدمہ کے لیے پیش کریں۔ پس معاویہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا، تو علی رضی اللہ عنہ عراق سے اپنی فوجیں لے کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ صفین [۱] پہنچ گئے، اور معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنی فوج لے کر وہاں پہنچے۔ یہ واقعہ ذوالحجہ ۳۶ ہجری میں پیش آیا۔ پھر دونوں کے درمیان مراسلت ہوئی، مگر کوئی نتیجہ نہ نکل سکا، پس جنگ چھڑ گئی۔ [۲]

إذًا فأصل الخلاف بين علي ومعاوية رضي الله عنهما لم يكن حول اعتراض معاوية على أحقية علي بالخلافة ، بل كان بسبب تأجيل إقامة القصاص على قتلةعثمان رضي الله عنه ؛ إذ كان علي رضي الله عنه يرى تأجيل إقامة القصاص على قتلة عثمان رضي الله عنه حتى تستتب الأمور وتهدأ الأنفس بعد استشهاد عثمان رضي الله عنه ـ

پس ثابت ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف کی بنیاد یہ نہ تھی کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق دار ہونے پر کوئی اعتراض تھا، بلکہ اختلاف کی اصل وجہ قصاصِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نفاذ میں تاخیر تھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ قصاص کے نفاذ کو اس وقت تک مؤخر رکھا جائے جب تک حالات مستحکم نہ ہو جائیں اور لوگوں کے جذبات شہادتِ عثمان

---

[۱]: صفین: ایک مقام جو رقہ کے قریب فرات کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ یہ آج کل شام میں واقع ہے۔ دیکھیں: یاقوت: معجم البلدان ٤١٤/٣ ؛ ڈاکٹر صلاح الدين المنجد: معجم أماكن الفتوح ٧٤٤

[۲]: ابن حجر : فتح الباري . ٩٢/١٣

رضی اللہ عنہ کے بعد پُرسکون نہ ہو جائیں۔
ابن حزم رحمہ اللہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

(ولكنهم كانوا عددًا ضخمًا جمًا لا طاقة له عليهم ، فقد سقط عن علي رضي الله عنه ما لا يستطيع عليه ، كما سقط عنه وعن كل مسلم ما عجز عنه من قيام بالصلاة والصوم والحج ولا فرق)

لیکن باغی گروہ ایک بہت بڑی تعداد میں تھا، جن پر قابو پانا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ پس سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے وہ چیز ساقط ہوگئی جس پر ان کی قدرت نہ تھی، جیسے کہ نماز، روزہ اور حج کی ادائیگی میں کسی بھی مسلمان سے وہ چیز ساقط ہو جاتی ہے جس کی انجام دہی سے وہ عاجز ہو، اور اس میں کوئی فرق نہیں۔ [1]

اسی طرح ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس اہم مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

لم يكن علي مع تفرق الناس عليه متمكنا من قتل قتلة عثمان إلا بفتنةٍ تزيد الأمر شرا وبلاءً ، لأنهم كانوا عسكرًا ، وكان لهم قبائل تغضب لهم ، والمباشر منهم للقتل . وإن كان قليلاً . فكان ردؤهم أهل الشوكة ، ولولا ذلك لم يتمكنوا.

علی رضی اللہ عنہ لوگوں کے اختلاف اور تفرقے کی حالت میں قاتلانِ عثمان کو قتل کرنے پر قادر نہ تھے، مگر اس صورت میں کہ ایک اور فتنہ کھڑا ہو جاتا جو معاملے کو مزید بگاڑ دیتا اور مصیبت میں اضافہ کر دیتا، کیونکہ وہ (قاتلانِ عثمان) ایک باقاعدہ لشکر کی حیثیت اختیار کر چکے تھے اور ان کے پیچھے ایسے قبائل تھے جو ان کے لیے غضبناک ہو جاتے۔ اگرچہ براہِ راست قتل کرنے والوں کی تعداد کم تھی، مگر ان کی پشت پر طاقتور لوگ تھے۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو وہ (قاتلانِ عثمان) یہ سب کچھ کر ہی نہ سکتے تھے [2]۔

اور اس اختلاف نے، جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تھا، سن ۳۷ ہجری میں دونوں فریقوں کے درمیان جنگِ صفین کے بھڑک اٹھنے کا سبب بنا۔

---

[1]:ابن حزم : الفصل . ٢٤٣/٤

[2]:ابن تيمية : منهاج السنة . ٤٠٧/٤

وقد أدى هذا الخلاف بين علي ومعاوية رضي الله عنهما إلى نشوب معركة صفين بين الطرفين في سنة ٣٧هـ[1]

اور یہ اختلاف، جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تھا، سن ۳۷ ہجری میں دونوں فریقوں کے درمیان جنگِ صفین کے بھڑک اٹھنے کا سبب بنا۔

اور اس امت کے عالم، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اس اختلاف کے انجام کے بارے میں ایک اہم موقف تھا، اور اس میں ان کی غیر معمولی فراست کی دلیل بھی پائی جاتی ہے۔ اس حوالے سے عبد الرزاق نے صحیح سند کے ساتھ زہدم الازدی کے طریق سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

(كنا عند ابن عباس يوما ، فقال : والله لأُحدثنكم بحديث ما هو بسرٍّ ولا علانية ، ما هو بسر فأكتمكموه ، ولا علانية فأخطب به ، وإنه لما وثب على عثمان فَقُتل ، قلت لابن أبي طالب : اجتنب هذا الأمر فَستكفاه ، فعصاني ، وما أُراه يظفر ، وأيم الله لَيظهْرن عليكم ابن أبي سفيان ؛ لأن الله قال :) ومن قُتلَ مظلُوما فَقَد جعلْنا لوليه سلْطَانا ، وأيم الله لتسيرن فيكم قريش بسيرة فارس والروم)......

ہم ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھے، تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں ایسی بات سناؤں گا جو نہ تو کوئی راز ہے کہ میں اسے تم سے چھپاؤں، اور نہ ہی کوئی علانیہ اعلان ہے کہ میں اسے منبر پر بیان کروں۔ جب لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور وہ شہید کر دیے گئے، تو میں نے ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: اس معاملے سے الگ رہیں، یہ خود ہی سنبھل جائے گا، لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی، اور مجھے نہیں لگتا کہ وہ (اس میں) کامیاب ہوں گے۔ اللہ کی قسم! عنقریب ابن ابی سفیان (معاویہ) رضی اللہ عنہما تم پر غالب آجائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور جو کسی مظلوم کو قتل کرے تو ہم نے اس کے ولی کو (قصاص کا) اختیار دیا ہے[2]۔ اللہ کی قسم!

---

[1] عن معركة صفين انظر الطبري : التاريخ ٤٨ ، ٣٨ ، ١٠/٥ ، ٤٦٣/٤؛ د. يحيى اليحيى : مرويات أبي مخنف ٣٧٥ ، ٢٧٧؛ عبد الحميد فقيهي : خلافة علي بن أبي طالب .

[2] :(سورة بنى اسرائيل: ٣٣)

قریش تم پر ویسے ہی حکومت کریں گے جیسے فارس اور روم حکومت کیا کرتے تھے۔
انہوں نے کہا: ہم نے پوچھا: اے ابن عباس! اگر ہم اس وقت کو پالیں تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟
انہوں نے کہا: تم میں سے جو شخص اس (حق) کو پہچان کر اس پر عمل کرے گا، وہ نجات پا جائے گا، اور جو چھوڑ دے گا - اور تم یقیناً چھوڑ دو گے - تو وہ ان گزشتہ قوموں کی طرح ہلاک ہو جائے گا جو تباہ ہو گئیں۔ [1]

ولا شك أن الحق الذي سعى له علي رضي الله عنه وهو أخذ البيعة منمعاوية رضي الله عنه وطائفته بعد امتناعهم عن ذلك مقدم على الحق الذي سعى له معاوية رضي الله عنه وهو إقامة القصاص على قتلة عثمان رضي الله عنه.

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ حق، جس کی طلب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ سے بیعت لینا جبکہ وہ اس سے انکار کر رہے تھے یہ اس حق پر مقدم تھا، جس کی طلب میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھے یعنی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر قصاص قائم کرنا۔

پس، یہ مسئلہ اولیات کا تھا یعنی اہم (بیعت میں داخل ہونا) کو کم اہم (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر قصاص قائم کرنے) پر مقدم کرنا۔ یہی وہ حکمت تھی جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سمجھا اور اس کے لیے جدوجہد کی، باوجود اس کے کہ ان کے مددگار کم تھے، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، رضی اللہ عنہ۔

اور اس فتنے کے بارے میں ابن کثیر کہتے ہیں:

(ثم كان ما كان بينه . يقصد معاوية . وبين علي بعد قتل عثمان، على سبيل الاجتهاد والرأي ، فجرى بينهما قتال عظيم ... وكان الحق والصواب مع علي، ومعاوية معذور عند جمهور العلماء سلفًا وخلفًا)

(پھر جو کچھ ان (یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ) اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد پیش آیا، وہ اجتہاد اور رائے کے طور پر تھا، تو ان کے درمیان بڑی جنگ

---

[1]: عبد الرزاق : المصنف .١١/٤٤٨

ہوئی... اور حق وصواب علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، جبکہ معاویہ رضی اللہ عنہ عند جمہور العلماء، سلفاً وخلفاً، معذور تھے۔)[1]

اور اس بارے میں ابن خلدون فرماتے ہیں:

(ولما وقعت الفتنة بين علي ومعاوية ... كان طريقهم فيها الحق والاجتهاد ، ولم يكونوا في محاربتهم لغرض دنيوي ، أو لإيثار باطل ، أو لاستشعار حقد كما قد يتوهمه متوهم ، ويترع إليه ملحد ، وإنما اختلف اجتهادهم في الحق ، وسفَّه كل واحد نظر صاحبه باجتهاده في الحق ، فاقتتلوا عليه ، وإن كان المصيب عليا ، فلم يكن معاوية قائما فيها بقصد الباطل وإنما قصد الحق وأخطأ ، والكل كانوا في مقاصدهم على حق)

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان فتنہ برپا ہوا۔۔۔تو ان کا طریقہ حق اور اجتہاد پر مبنی تھا، اور وہ اپنی جنگ کسی دنیوی مقصد، کسی باطل کو ترجیح دینے، یا کسی دل میں چھپے کینہ کی بنا پر نہیں کر رہے تھے، جیسا کہ بعض وہم میں مبتلا لوگ گمان کرتے ہیں یا بعض ملحدین اس کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کا اختلاف حق کے اجتہاد میں تھا، اور ہر ایک نے دوسرے کے اجتہاد کو نادرست سمجھا، اس لیے وہ اس پر قتال پر آمادہ ہوئے۔ اگرچہ حق پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے، تاہم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس معاملے میں باطل کے ارادے سے نہیں کھڑے ہوئے، بلکہ وہ حق ہی کے طلبگار تھے، البتہ اجتہاد میں خطا ہوئی۔ اور سب کے سب اپنی نیتوں میں حق پر تھے[2]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں ہی حق کے متلاشی تھے اور ان کا مقصود صرف اور صرف حق تھا، تاہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ حق کے زیادہ قریب تھے بہ نسبت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے۔ اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے:

(أن النبي صلى الله عليه وسلم ذكر قوما يكونون في أمته يخرجون

---

[1]:ابن كثير : البداية والنهاية ١٢٦/٨

[2]:ابن خلدون : المقدمة . ٢٥٧/١

في فرقة من الناس سيماهم التحالق . قال : هم شر الخلق أو من شر الخلق ، يقتلهم أدنى الطائفتين إلى الحق.)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں [۱] کا ذکر فرمایا جو آپ کی امت میں ظاہر ہوں گے، جو لوگوں کے ایک گروہ [۲] سے نکلیں گے، ان کی علامت سر منڈوانا ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بدترین مخلوق ہوں گے یا بدترین مخلوقات میں سے ہوں گے، انہیں وہ جماعت [۳] قتل کرے گی جو حق [۴] کے زیادہ قریب ہوگی۔

---

[۱]: یہ لوگ خوارج ہیں۔ النووي : شرح صحيح مسلم . ١٦٨-١٦٤/ ٧

[۲]: یعنی جو بھی افتراق مسلمانوں کے درمیان واقع ہو، وہی افتراق ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان پیش آیا۔ النووي : شرح صحيح مسلم . ١٦٨-١٦٤/ ٧

[۳]: وہ دونوں گروہ سیدنا علی اور سیدنا معاویہ کے تھے، رضی اللہ عنہما۔ النووي : شرح صحيح مسلم . ١٦٨-١٦٤/ ٧

[۴]: مسلم : صحيح مسلم بشرح النووي ١٦٧/٧

امام طبری رحمہ اللہ کا مختصر تعارف [1]

(۲۲۴ھ - ۳۱۰ھ)

وہ محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب، ابوجعفر الطبری رحمہ اللہ ہیں، جن کا تعلق طبرستان کے شہر آمل [2] سے تھا۔ آپ 224 ہجری میں پیدا ہوئے اور ایک نیک وصالح گھرانے میں پرورش پائی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور آٹھ سال کی عمر میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔ [3]

اور طبری رحمہ اللہ جس نیک ماحول میں پروان چڑھے، اس کا ان کے علم کے لیے یکسو ہونے پر بڑا اثر پڑا۔ اس بارے میں طبری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

(میرے والد نے خواب میں دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوں، اور میرے ساتھ ایک تھیلی [4] ہے جو پتھروں سے بھری ہوئی ہے، اور میں ان کے سامنے انہیں پھینک رہا ہوں۔ پس معبّر (خواب کی تعبیر کرنے والے) نے کہا: یہ جب بڑا ہوگا تو دین میں نصیحت کرے گا اور شریعت کا دفاع کرے گا۔ چنانچہ میرے والد

---

[1]: میں نے امام طبری کی سوانح میں زیادہ تفصیل نہیں دی، کیونکہ ان کے بارے میں بہت سے معاصرین نے لکھا ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

1. د. حسين عاصى: أبو جعفر الطبري وكتابه تاريخ الأمم والملوك
2. د. عماد الدين خليل: في التاريخ الإسلامي فصول في المنهج والتحليل ١١٣
3. د. عبد العزيز ولي: أثر التشيع على الروايات التاريخية في القرن الأول الهجري ٢١٩
4. د. فؤاد سزكين: تاريخ التراث العربي ٥١٨/١
5. د. محمد الزحيلي: الإمام الطبري
6. د. محمد السلمي: منهج كتابة التاريخ الإسلامي ٤٣٦
7. محمد أبو الفضل إبراهيم: *مقدمة تحقيق تاريخ الطبري ١/٥
8. د. محمد الوافي: منهج البحث في التاريخ ٢٥٦
9. يسري عبد الغني عبد الله: معجم المؤرخين المسلمين ١١٤

[2] آمل: یہ طبرستان کا مرکزی شہر ہے۔ طبرستان ایک وسیع خطہ ہے جوری، قومس، بحر خزر، دیلم اور جیل کے علاقوں کے درمیان واقع ہے۔ موجودہ دور میں یہ ایران کے جنوبی ساحل کے ساتھ بحر قزوین کے متصل واقع ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیں: یاقوت: معجم البلدان ۱۳/ ٤ لسترنج: بلدان الخلافہ۔

[3]: السبكي : طبقات الشافعية ١٢٠/٣؛ ياقوت الحموي : معجم الأدباء . ٤٩/١٨

[4]: المخلاة: وہ تھیلی یا برتن جس میں تروتازہ نباتات رکھی جاتی ہیں۔ (الفیروزآبادی: القاموس المحیط ۱۲۵۳)

نے میرے طلبِ علم میں مدد کرنے کا اہتمام کیا، حالانکہ اس وقت میں ایک چھوٹا بچہ تھا۔)[1]

جب طبری رحمہ اللہ جوان ہوئے تو ان کے والد نے انہیں طلبِ علم کے لیے سفر کی اجازت دے دی۔ ان کے والد مختلف اوقات میں ان کے پاس سامان بھیجتے رہتے تھے تا کہ وہ روزی کی فکر میں مبتلا ہو کر طلبِ علم سے محروم نہ ہو جائیں۔[2]

ابن جریر نے طلبِ علم کے لیے بہت زیادہ سفر کیے اور عراق، شام، مصر، اور دیگر اسلامی علاقوں کے نامور علماء و فضلاء سے ملاقات کی۔[3]

متعدد علماء نے طبری رحمہ اللہ کی تعریف کی ہے، چنانچہ الفرغانی کہتے ہیں:

(وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حق کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں ہوتی تھی، حالانکہ انہیں جاہلوں، حاسدوں اور ملحدوں کی طرف سے شدید اذیت اور الزامات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ لیکن جہاں تک اہلِ دین وعلم کا تعلق ہے، تو وہ ان کے علم، دنیا سے بے رغبتی، اس کے ترک، اور ان کی قناعت کا انکار نہیں کرتے تھے۔ اللہ ان پر رحمت کرے، وہ اس قلیل حصے پر قناعت رکھتے تھے جو انہیں طبرستان میں اپنے والد کی چھوڑی ہوئی معمولی جائیداد سے حاصل ہوتا تھا۔)[4]

- اور خطیب بغدادی نے ان کے بارے میں کہا:

(وہ علمائے کرام کے ایک جلیل القدر امام تھے، ان کے قول کو حجت مانا جاتا اور ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا، کیونکہ وہ گہری معرفت اور فضیلت کے حامل تھے۔ انہوں نے علوم کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کر لیا تھا کہ ان کے زمانے میں کوئی بھی اس میں ان کا شریک نہ تھا۔ وہ حافظِ قرآن تھے، قرآن کے معانی کے ماہر، اس کے احکام میں گہری بصیرت رکھنے والے، سنت اور اس کے طرق، صحیح وضعیف، ناسخ ومنسوخ کو پہچاننے والے، صحابہ وتابعین کے اقوال کے عالم، حلال وحرام کے مسائل کے ماہر، اور تاریخ و

---

[1]: ياقوت الحموي : معجم الأدباء . ٤٩/١٨

[2]: جب طبری رحمہ اللہ جوان ہوئے تو ان کے والد نے انہیں طلبِ علم کے لیے سفر کی اجازت دے دی۔ ان کے والد مختلف اوقات میں ان کے پاس سامان بھیجتے رہتے تھے تا کہ وہ روزی کی فکر میں مبتلا ہو کر طلبِ علم سے محروم نہ ہو جائیں۔

[3]: الخطيب البغدادي : تاريخ بغداد ١٦٢/٢؛ الذهبي : سير أعلام النبلاء . ٢٦٧/١٤

[4]: الذهبي : سير أعلام النبلاء ٢٧٤/١٤

سیرتِ اقوام پر گہری نظر رکھنے والے تھے۔

ان کی مشہور تصنیف تاریخ الامم والملوک ہے، اور انہوں نے تفسیر میں ایسی کتاب لکھی جس کی نظیر کسی نے نہیں پیش کی۔ اسی طرح، انہوں نے ایک کتاب تہذیب الآثار کے نام سے لکھی، جس جیسی کوئی اور کتاب میں نے نہیں دیکھی، مگر وہ اسے مکمل نہ کر سکے۔ انہوں نے اصولِ فقہ اور فروعِ فقہ میں بھی کئی کتب تصنیف کیں، فقہاء کے اقوال میں سے خاص آراء کو منتخب کیا، اور بعض فقہی مسائل میں منفرد آراء پیش کیں جو انہی سے محفوظ کی گئی ہیں)[١]

اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں کہا:

وہ اپنے زمانے کے یگانہ علماء میں سے تھے، علم، ذکاوت اور کثرتِ تصانیف میں بے نظیر، ایسی شخصیت کم ہی دیکھی جاتی ہے۔[٢]

اور انہوں نے مزید فرمایا:

(وہ ثقہ، صادق، اور حافظ تھے۔ تفسیر میں امام، فقہ، اجماع اور اختلاف میں پیشوا، تاریخ اور سیرتِ اقوام کے بڑے عالم، قراءت، زبان اور دیگر علوم میں ماہر تھے)[٣]

طبری کی تاریخ کئی ناموں سے معروف ہے، یہ (تاریخ الامم والملوک)[٤] بھی کہلاتی ہے اور (تاریخ الرسل والملوک)[٥] بھی۔ طبری نے اپنی تاریخ کا آغاز کائنات کے ذکر سے کیا، پھر حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے انبیاء، رسولوں اور بادشاہوں کا تذکرہ کیا، ان کے حالات اور ان کے زمانے میں پیش آنے والے واقعات کو بیان کیا، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے بعد، طبری نے اپنی تاریخ کو مسلم امت کی تاریخ میں تبدیل کرتے ہوئے سنہ ا ہجری سے سنہ ۳۰۲ ہجری تک سال بہ سال ترتیب دی، اور ہر سال کے دوران پیش آنے والے اہم واقعات کو درج کیا۔[٦]

---

[١]: الخطيب البغدادي : تاريخ بغداد . ١٦٣/٢

[٢]: الذهبي : سير أعلام النبلاء . ٢٦٧/١٤

[٣]: الذهبي : سير أعلام النبلاء .٢٧٠/١٤

[٤]: الخطيب البغدادي : تاريخ بغداد . ١٦٣/٢

[٥]: ياقوت الحموي : معجم الأدباء . ٦٨/١٨

[٦]: الطبري : التاريخ ٧ ، ٦/١؛ ياقوت الحموي : معجم الأدباء ٧٠-٦٨/١٨؛ د.محمد السلمي : منهج كتابة التاريخ الإسلامي . ٤٣٩-٤٤١

یہ اور چونکہ طبری کا تعلق محدثین کے مکتبہ فکر سے تھا، تو اس کا اثر ان کے تاریخ نویسی کے منہج پر بھی پڑا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تاریخ میں ان خبروں اور روایات پر زیادہ توجہ دی جو اسناد کے ساتھ مروی تھیں۔ انہوں نے ان روایات کی ایک بہت بڑی تعداد جمع کی اور یہ بذات خود ایک عظیم کام ہے، جس پر طبری شکریہ کے مستحق ہیں اور اپنی تاریخ میں محدثین کے طرز پر انہیں مدون کیا۔ لیکن رحمہ اللہ نے اپنی روایت کردہ خبروں میں صحت کی شرط عائد نہیں کی، اور اس بارے میں انہوں نے اپنے قول کے ذریعے عذر پیش کیا:

(پس اگر میری اس کتاب میں کوئی ایسی خبر ملے جسے ہم نے گذشتہ لوگوں میں سے کسی سے نقل کیا ہو، اور اسے پڑھنے والا ناپسند کرے یا سننے والا قابلِ اعتراض سمجھے، کیونکہ وہ اس کی صحت کا کوئی پہلو نہ جان سکے اور اس کا کوئی حقیقی مفہوم نہ پائے، تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اس میں ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی، بلکہ یہ (کمی) ان راویوں کی طرف سے ہوئی ہے جنہوں نے اسے ہم تک پہنچایا ہے۔ ہم نے تو صرف اسی طرح روایت کیا ہے جیسے ہمیں پہنچایا گیا۔)[1]

تاریخ طبری کی اسناد میں رجال کے تراجم[2]

(۱) اَبان بن صالح بن عمیر القرشی، جو کہ قریش کے موالی میں سے تھے، کو ائمہ حدیث نے ثقہ قرار دیا ہے۔ وہ سن ۱۱۵ ہجری میں وفات پا گئے۔ امام بخاری نے ان سے معلق روایت نقل کی ہے، جبکہ اَبوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔[3]

(۲) احمد بن ثابت الرازی کو کذاب (جھوٹا) قرار دیا گیا ہے۔[4]

(۳) احمد بن زہیر بن حرب بن شداد بن ابوخیثمہ، جو کہ حافظ ابن الحافظ تھے، کو ثقہ، عالم، متقن اور ایام الناس (تاریخی واقعات) کا بصیرت رکھنے والا کہا گیا ہے۔ وہ سن ۲۹۹ ہجری میں وفات پا گئے۔[5]

---

[1]: الطبري : التاريخ ٨/١

[2]: یہ بحث ان رجال کے ناموں پر مشتمل نہیں ہے جن کی اسناد طبری میں تو موجود ہیں، لیکن جن کے تراجم مجھے دستیاب مصادر میں نہیں مل سکے۔

[3]: المزي : تهذيب الكمال . ٩/٢

[4]: الرازي : الجرح والتعديل . ٤٤/٢

[5]: ابن حجر : لسان الميزان . ١٧٤/١

(۴) احمد بن محمد بن ثابت بن شبویہ المروزی ثقہ تھے۔[۱]

(۵) اسحاق بن ابراہیم الثقفی، ابویعقوب کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، مگر ان میں ضعف بھی پایا جاتا ہے۔[۲]

(٦) اسحاق بن ادریس الاسواری البصری کے بارے میں دارقطنی نے کہا: منکر الحدیث (منکر روایات بیان کرنے والا)۔ اور نسائی نے کہا: بصری متروک (بصری راوی ہے اور متروک الحدیث ہے)۔[۳]

(۷) اسحاق بن خَلید، غالباً سعید بن العاص کے مولیٰ تھے۔ انہیں ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔[۴]

(۸) اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ الاموی، جو کہ بنوامیہ کے مولیٰ تھے، متروک الحدیث تھے۔ وہ سن 144 ہجری میں وفات پا گئے۔[۵]

(۹) اسحاق بن عیسیٰ الطَّبَّاع صدوق تھے [٦]

(۱۰) اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ منکر الحدیث تھے اور کسی قابل نہیں تھے۔[۷]

(۱۱) اسماعیل بن ابراہیم بن عُلیہ ثقہ حافظ تھے۔ وہ سن ۱۹۳ ہجری میں وفات پا گئے۔[۸]

(۱۲) اسماعیل بن راشد السُّلَمی کو ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں تابعین کے بعد والے طبقے (اتباع التابعین) میں ذکر کیا ہے۔[۹]

(۱۳) ابواسماعیل الہمدانی، غالباً اسماعیل بن مجالد الہمدانی ہیں، جو علی بن محمد المدائنی کے شیخ تھے۔ صدوق تھے لیکن غلطیاں کرتے تھے۔[۱۰][۱]

---

[۱]: ابن حجر : التهذيب . ۷۱/۱

[۲]: ابن حجر : التقريب . ۹۹

[۳]: ابن حجر : لسان الميزان . ٤٤/۱

[۴]: ابن حبان : الثقات . ٤۷/٦

[۵]: ابن حجر : التقريب . ۱۰۲

[٦]: ابن حجر : التقريب . ۱۰۲

[۷]: أحمد بن حنبل : المسائل) رواية ابنه صالح ٤۱/۳

[۸]: ابن حجر : التقريب . ۱۰۵

[۹]: ابن حبان : الثقات . ۳٤/٦

[۱۰][۱]: المزي : تهذيب الكمال ۱۸٤/۳؛ ابن حجر : التقريب . ۱۰۹

(۱۴) الاسود بن قیس العَبدِی، العجلِی، الکُوفی ثقہ تھے۔ [۱]

(۱۵) اُشعث بن عبداللہ بن جابر الحدانی، صدوق۔ [۲]

(۱۶) ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری ثقہ تھے۔ [۳]

(۱۷) بُسر بن عبید اللہ الحضرمی ثقہ حافظ تھے۔ [۴]

(۱۸) ابو بکر الھُذَلِی اخباری تھے مگر متروک الحدیث تھے [۵]۔ ان کا انتقال ۱۶۷ ہجری میں ہوا۔

(۱۹) الجارود بن أبي سبرة الهذلي صدوق تھے۔ ان کا انتقال ۱۲۰ ہجری میں ہوا۔ [۶]

(۲۰) جرِیر بن حازم بن زید بن عبداللہ الازدی ثقہ تھے، لیکن قتادہ سے ان کی روایات میں ضعف پایا جاتا ہے۔ اگر وہ حفظ سے روایت کرتے، تو ان سے وہم ہو جاتا تھا۔ وفات سے قبل اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، مگر حالتِ اختلاط میں روایت نہیں کی۔ [۷]

(۲۱) جریر بن یزید بن جریر بن عبداللہ البجلی کو ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ [۸]

(۲۲) جعفر بن برقان الکلابی صدوق تھے، لیکن زہری کی حدیث میں وہم کا شکار ہوتے تھے۔ ان کا انتقال ۱۵۰ ہجری میں ہوا۔ [۹]

(۲۳) جعفر بن حذیفہ الطائی مجہول راوی ہیں۔ [۱۰][۱]

(۲۴) جعفر بن سلیمان الضبعی صدوق اور زاہد تھے، لیکن تشیع کا رجحان رکھتے تھے۔ ان کا

---

[۱]: ابن حجر : التقريب . ١١١

[۲]: المصدر السابق . ١١٣

[۳]: المصدر السابق . ٦٢١

[۴]: المصدر السابق . ١٢٢

[۵]: المصدر السابق . ٢٦٥

[۶]: المصدر السابق . ١٣٧

[۷]: المصدر السابق . ١٣٨

[۸]: ابن حبان : الثقات . ١٤٣/٦

[۹]: ابن حجر : التقريب . ١٤٠

[۱۰][۱]: الرازي : الجرح والتعديل . ٤٧٦/٢

انتقال ۱۷۸ ہجری میں ہوا۔ [1]

(۲۵) جُویریہ بن أسماء بن عبید الضبعی صدوق راوی تھے۔ ان کا انتقال ۱۷۳ ہجری میں [2]

(۲۶) حاتم بن قُبیصہ البصری کا رازی نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کے بارے میں جرح یا تعدیل بیان نہیں کی۔ [3]

(۲۷) الحارث بن حَصِیرَۃ الازدی کوفہ کے غالی شیعہ (المحترقین في التشیع) میں شمار ہوتے تھے۔ اگرچہ وہ ضعیف تھے، مگر ان کی احادیث لکھی جاتی تھیں [4]، بشرطیکہ وہ اپنی بدعت کے موافق روایت نہ کریں۔

(۲۸) الحارث بن محمد بن ابی اسامہ، سچّے (صدوق) راوی تھے۔ [5]

(۲۹) حبان بن موسی السلمی ثقہ [6] تھے، لیکن وہ مجالد بن سعید الہمدانی سے اختلاط کے بعد روایت کرتے تھے۔

(۳۰) حرملہ بن عمران التجیبی ثقہ تھے، ان کا انتقال ۱۶۰ ہجری میں ہوا۔ [7]

(۳۱) الحسن بن رشید مجہول راوی ہیں۔ [8]

(۳۲) حمید بن ہلال العدوی ثقہ راوی ہیں۔ [9]

(۳۳) خالد بن القاسم المدائنی کذاب تھا، متروک الحدیث تھا، اس کا انتقال ۲۱۱ ہجری میں ہوا۔ [10]

(۳۴) خلاد بن عبیدہ البکراوی کو رازی نے ذکر کیا ہے، لیکن ان پر جرح یا تعدیل ذکر نہیں کی۔

---

[1]:ابن حجر : التقريب . ١٤٠.

[2]:المصدر السابق . ١٤٣

[3]:الرازي : الجرح والتعديل ٣/ ٢٦٠

[4]:ابن عدي : الكامل في ضعفاء الرجال . ٢٠٧/٦

[5]:الذهبي : السير . ٣٨٨/١٣

[6]:ابن حجر : التقريب . ١٥٠

[7]:المصدر السابق ١٥٦

[8]:الرازي : الجرح والتعديل . ٣/١٤

[9]:ابن حجر : التقريب . ١٨٢

[10]:الذهبي : ميزان الاعتدال . ٦٣٧/١

(١)

(٣۵) خلاد بن یزید الباہلی، البصری، الارقط کے لقب سے معروف تھے صدوق اور جلیل القدر راوی تھے[٢]

(٣٦) زکریا بن ابی زائدۃ الھمدانی ثقہ تھے، لیکن تدلیس کرتے تھے۔ ان کا سماع ابی اِسحاق سے آخری دور میں ہوا۔ ان کا انتقال ١۴٧ ہجری یا اس کے کچھ بعد ہوا۔[٣]

(٣٧) زہیر بن حرب النسائی ثقہ اور ثبت راوی تھے، ان کا انتقال ٢٣۴ ہجری میں ہوا۔[۴]

(٣٨) زیاد بن عبد اللہ البِکّائی صدوق اور مغازی میں ثبت تھے، لیکن ابن اسحاق کے علاوہ دیگر رواۃ سے روایت کرنے میں کمزور تھے۔[۵]

(٣٩) سُحَیم بن حفص العَجیفی، ابو الیقظان اخبار، انساب، مآثر اور مثالب کے عالم تھے۔ وہ اپنی روایات میں ثقہ تھے۔ ان کا انتقال ١٧٠ ہجری میں ہوا۔[٦]

(۴٠) سعید بن زید الازدی صدوق تھے، لیکن ان سے بعض وہم واقع ہوئے ہیں۔ ان کا انتقال ١٦٧ ہجری میں ہوا۔[٧]

(۴١) ابو عمرو المدنی، شاید سعید بن سلمہ بن ابی حسام العدوی مولاہم ہیں۔ وہ صدوق تھے، ان کی کتاب صحیح تھی، لیکن حافظے سے روایت کرتے وقت غلطیاں کرتے تھے۔[٨]

(۴٢) سعید بن عبد العزیز التنوخی ثقہ اور امام تھے۔[٩]

(۴٣) سعید بن کیسان المقبری ثقہ تھے، لیکن وفات سے چار سال قبل ان میں تغیر آ گیا تھا۔ ان کی روایات حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مرسل ہیں۔ ان کا انتقال تقریباً

---

[١]: الرازي : الجرح والتعديل . ٣٦٧/٣

[٢]: ابن حجر : التقريب .١٩٧

[٣]: ابن حجر : التقريب . ٢١٦

[۴]: المصدر السابق . ٢١٧

[۵]: المصدر السابق . ٢٢٠

[٦]: ابن النديم : الفهرست . ١٨٧

[٧]: ابن حجر : التقريب . ٢٣٦

[٨]: المصدر السابق .

[٩]: المصدر السابق . ٢٣٨

۱۲۰ ہجری میں ہوا۔ (۱)

(۴۴) سفیان بن عیینہ الہلالی ثقہ، حافظ تھے، اور کبھی کبھار تدلیس کرتے تھے، لیکن صرف ثقہ راویوں سے۔ (۲)

(۴۵) سلمہ بن عثمان کو رازی نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کے بارے میں جرح یا تعدیل بیان نہیں کی۔ (۳)

(۴۶) سلیمان بن ارقم البصری ضعیف ہے۔ (۴)

(۴۷) سلیمان بن ایوب، غالباً سلیمان التیمی کا بیٹا ہے، صدوق ہے لیکن غلطیاں کرتا تھا۔ (۵)

(۴۸) سلیمان بن بلال التیمی، ان کا تعلق بنوتمیم کے مولٰی سے تھا، ثقہ تھے، اور ۱۷۷ھ میں وفات پائی۔ (۶)

(۴۹) سلیمان بن صالح اللیثی، بنولیث کے مولٰی، ابوصالح المروزی، ثقہ تھے۔ (۷)

(۵۰) سلیمان بن مسلم العجلی کو ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۸)

(۵۱) سلیمان بن المغیرہ القیسی ثقہ ہیں۔ (۹)

(۵۲) ابوالسوار العدوی کے نام میں اختلاف ہے، لیکن وہ ثقہ ہیں۔ (۱۰)

(۵۳) سُوید بن عبدالعزیز بن نُمَیر السُّلَمی، ان کا تعلق بنی سُلیم کے موالی میں سے تھا، وہ دمشق کے رہنے والے تھے۔ وہ ضعیف راوی ہیں۔ سن ۱۹۴ ہجری میں وفات پائی۔ (۱۱)

(۵۴) شعیب بن عمرو الاموی کو رازی نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کے بارے میں کوئی جرح یا

---

(۱): ابن حجر : التقريب . ٢٣٦

(۲): المصدر السابق . ٢٨٧

(۳): الرازي : الجرح والتعديل . ١٦٧/٤

(۴): ابن حجر : التقريب . ٢٥٠

(۵): المصدر السابق

(۶): المصدر السابق

(۷): المصدر السابق . ٢٥٢

(۸): ابن حبان : الثقات . ٣٩٣

(۹): ابن حجر : التقريب . ٢٥٤

(۱۰): المصدر السابق . ٦٤٦

(۱۱): المصدر السابق . ٢٦٠

تعدیل بیان نہیں کی۔ [1]

(۵۵) الصَّقعَب بن زُہیر الازْ دِي ثقہ راوی ہیں۔ [2]

(۵۶) عامر بن شراحیل الشَّعْبِي ثقہ، مشہور، فقیہ اور فاضل تھے۔ [3]

(۵۷) عبدالاعلی بن مسہر الغسانی ثقہ اور حافظ ہیں۔ [4]

(۵۸) عبدالاعلی بن میمون بن مَہران الجزری کو ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ [5]

(۵۹) عبدالرحمن بن ابان بن عثمان بن عفان ثقہ، کم روایت کرنے والے (مُقِلّ)، اور عبادت گزار تھے۔ [6]

(۶۰) عبدالرحمن بن جُندب الازْ دِی اُس لشکر میں شامل تھے جسے حجاج بن یوسف نے سن ۷۶ ہجری میں شبیب خارجی سے جنگ کے لیے بھیجا تھا، لیکن شبیب نے انہیں شکست دی اور ان سے بیعت طلب کی، تو انہوں نے اس کی بیعت کر لی۔ ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ [7]

(۶۱) عبدالرحمن بن صالح الازْ دِی رافضی تھا، وہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عیوب بیان کرتا تھا۔ سن ۲۳۵ ہجری میں ہلاک ہوا۔ [8]

(۶۲) عبدالرحمن بن صُبَیح الازْ دِی ممکن ہے کہ وہی عبدالرحمن بن صُبَیح ہوں، جن کے بارے میں رازی نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کیا، لیکن ان کے بارے میں کوئی جرح یا تعدیل بیان نہیں کی۔ [9]

(۶۳) عبدالرحمن بن عبداللہ بن ذَکْوَان، جو ابن ابي الزناد کے نام سے معروف ہیں، اصمعی

---

[1]: الرازي : الجرح والتعديل . ٣٥٠/٤.

[2]: ابن حجر : التقريب . ٢٧٧

[3]: المصدر السابق . ٢٨٧

[4]: ابن حجر : التهذيب . ٩٨/٦

[5]: ابن حبان : الثقات .١٢٩/٧.

[6]: ابن حجر : التقريب . ٣٣٥

[7]: الطبري : التاريخ ٢٤٤/٦؛ ابن حبان : الثقات . ٦٩/٧

[8]: المزي : تهذيب الكمال . ١٧٧/١٧

[9]: الرازي : الجرح والتعديل . ٢٤٥/٥

کے شیوخ میں سے تھے۔ وہ صدوق تھے، لیکن جب بغداد آئے تو ان کا حفظ کمزور ہو گیا۔ سن ۱۷۴ ہجری میں وفات پائی۔ ①

(۶۴) عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی ثقہ اور جلیل القدر ہیں۔ ②

(۶۵) عبداللہ بن احمد بن شبویہ المروزی کو ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے ③

(۶۶) عبداللہ بن شَوْذَب الخُر اسَانِی صدوق اور عبادت گزار تھے۔ سن ۱۵۶ ہجری میں وفات پائی۔ ④

(۶۷) عبداللہ بن صالح بن محمد الجہنی، جنہیں ابو صالح المصری کہا جاتا ہے، امام لیث کے کاتب تھے۔ وہ صدوق تھے، لیکن ان سے بہت زیادہ غلطیاں ہوتی تھیں۔ ان کی کتاب میں روایتیں ثابت تھیں، مگر وہ خود غفلت کا شکار تھے۔ سن ۲۲۲ ہجری میں وفات پائی۔ ⑤

(۶۸) عبداللہ بن عُقْبَہ الغَنَوِی وہ شخص تھا جس نے کربلاء میں سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ بعد میں وہ عبدالرحمن بن الاشعث کے ساتھ معرکہ دَیر الجماجم (۸۳ ہجری) میں مارا گیا۔ ⑥

(۶۹) عبداللہ بن عون بن ارطبان: ثقہ، ثبت اور فاضل تھے۔ سن ۱۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ ⑦

(۷۰) عبدالملک بن عمیر بن سُوَید اللَّخْمِی ثقہ، فصیح اور عالم تھے، لیکن ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا، اور کبھی کبھار تدلیس بھی کرتے تھے۔ سن ۱۳۶ ہجری میں وفات پائی۔ ⑧

(۷۱) عبدالملک بن قُرَیب الاصمعی لغت، نحو، غریب الحدیث، تاریخ، لطائف اور نوادر کے ماہر تھے۔ وہ صدوق تھے۔ سن ۲۱۶ ہجری میں وفات پائی۔ ⑨

---

①: المزي : تهذيب الكمال ۳۸۳/۱۸؛ ابن حجر : التقريب . ۳٤۰

②: ابن حجر : التقريب . ۳٤۷

③: ابن حبان : الثقات . ۳٦٦

④: ابن حجر : التقريب . ۳۰۸

⑤: المصدر السابق .

⑥: الطبري : التاريخ . . ۳۵۷/٦ ، ٤٤۸/۵

⑦: ابن حجر : التقريب . ۳۱۷

⑧: المصدر السابق . ۳٦٤

⑨: المزي : تهذيب الكمال ۳۸۲/۱۸؛ ابن حجر : التقريب . ۳٦٤

(۷۲) عبدالملک بن نوفل العامری مقبول راوی تھے۔ [۱]

(۷۳) عبید بن الحُرّ الجُعفِی کورازی نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کے بارے میں کوئی جرح یا تعدیل بیان نہیں کی۔ [۲]

(۷۴) عثمان بن عبدالرحمن الحرّانِی صدوق راوی ہیں۔ [۳]

(۷۵) علی بن رباح اللخمِی، جن کی کنیت ابوعبداللہ المصری تھی، ثقہ راوی تھے۔ انہوں نے 110 ہجری کے بعد کسی سال وفات پائی۔ [۴]

(۷۶) علی بن مجاہد بن مسلم القاضی، الکابلی متروک راوی تھے۔ وہ ۱۸۰ ہجری کے بعد وفات پا گئے۔ [۵]

(۷۷) علی بن محمد بن عبداللہ المدائنی، جن کی کنیت ابوالحسن تھی، سیر، مغازی، انساب اور ایامِ عرب کے بارے میں غیر معمولی علم رکھتے تھے۔ وہ اپنی منقولات میں مصدق تھے۔ سن ۲۲۳ ہجری میں وفات پائی، اور بعض نے ۲۲۵ ہجری کا قول بھی ذکر کیا ہے۔ [۶]

(۷۸) عمر بن شَبَّة بن عُبَیدَة النُّمَیرِی، جن کی کنیت ابوزید تھی، بصرہ کے نحوی اور اخباری تھے۔ وہ ثقہ اور سیر وایامِ عرب کے بڑے عالم تھے۔ ان کی کئی تصانیف تھیں۔ سن ۲۶۲ ہجری میں وفات پائی۔ [۷]

(۷۹) عمر بن صالح، جن کی کنیت ابوحفص تھی، ازدی بصری تھے۔ وہ منکر الحدیث تھے۔ [۸]

(۸۰) عمر بن بشیر الھمدانی، الکوفی کو ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ [۹]

(۸۱) عمرو بن عبداللہ الھمدانی، جن کی کنیت ابواسحاق السَّبِیعِی تھی، ثقہ، کثیر الروایہ اور عبادت گزار تھے۔ زندگی کے آخری حصے میں ان کا حافظہ متاثر ہو گیا تھا۔ سن ۱۲۹ ہجری میں وفات

---

[۱]: ابن حجر : التقريب . ٣٦٦

[۲]: الرازي : الجرح والتعديل . ٣١١/٥

[۳]: ابن حجر : التقريب . ٣٨٥

[۴]: المصدر السابق . ٤٠١

[۵]: المصدر السابق . ٤٠٥

[۶]: الذهبي : السير . ٤٠١/١٠

[۷]: المزي : تهذيب الكمال . ٣٨٦/٢١

[۸]: البخاري : الضعفاء الصغير . ١٦٢

[۹]: ابن حبان : الثقات . ١٧٢/٧

پائی۔[1]

(۸۲) عمرو بن ہاشم، جن کی کنیت ابو مالک الجُنْبِی الکوفی تھی، لَیِّن الحدیث تھے۔ ابن حبان نے ان پر حد سے زیادہ سختی کی ہے۔[2]

(۸۳) عوانہ بن الحکم الکلبی ایک نامور اخباری تھے۔ وہ اپنی منقولات میں صدوق تھے۔ سن ۱۴۷ ہجری میں وفات پائی۔[3]

(۸۴) عوف بن ابی جَمیلہ الاعرابی ثقہ تھے، لیکن ان پر قدریہ اور تشیع کی نسبت کی گئی۔ سن ۱۴۶ ہجری میں وفات پائی۔[4]

(۸۵) عیسیٰ بن عاصم الاسدي، الکوفی ثقہ راوی ہیں۔[5]

(۸۶) غالب بن سلیمان العتکی، الخراسانی ثقہ ہیں۔[6]

(۸۷) غسان بن مضر الأزدی ثقہ ہیں۔ سن 184 ہجری میں وفات پائی۔[7]

(۸۸) الفضل بن عطیہ بن عمرو، بنی عبس کے مولیٰ، صدوق ہیں، لیکن کبھی کبھار وہم کا شکار ہوتے ہیں۔[8]

(۸۹) فُضیل بن خُدَیج مجہول ہیں۔[9]

(۹۰) فُلَیح بن سلیمان المدنی صدوق ہیں، لیکن ان سے بہت زیادہ غلطیاں ہوتی تھیں۔ سن ۱۶۸ ہجری میں وفات پائی۔[10]

(۹۱) فِیل، مولیٰ زیاد بن اُبیہ، کو بخاری اور رازی نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کے بارے میں کوئی

---

[1]: ابن حجر : التقريب . ٤٢٣

[2]: المصدر السابق . ٤٢٧

[3]: الذهبي : السير . ٢٠١/٧

[4]: ابن حجر : التقريب . ٤٣٣

[5]: المصدر السابق . ٤٣٩

[6]: ابن حجر : التقريب . ٤٤٢

[7]: المصدر السابق .

[8]: المصدر السابق . ٤٤٦

[9]: الرزاي : الجرح والتعديل . ٧٢/٧

[10]: ابن حجر : التقريب . ٤٤٨

جرح یا تعدیل بیان نہیں کی۔ [١]

(٩٢) القاسم بن سَلاَّم البَغدَادِی، جن کی کُنیت ابو عبید تھی، ثقہ ہیں اور فاضل تھے۔ [٢]

(٩٣) قَبِیصہ بن جابر الاَسَدِی ثقہ ہیں اور مُخَضرَم تھے۔ [٣]

(٩٤) کثیر بن زیاد البُرسَانِی ثقہ ہیں۔ [٤]

(٩٥) لُبطہ بن الفرزدق کو ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ [٥]

(٩٦) لوط بن یحیی، جن کی کنیت ابو مخنف تھی، کے بارے میں ابن کثیر نے کہا: وہ شیعہ تھے، اور محدثین کے نزدیک ضعیف الحدیث ہیں، لیکن ایک اخباری اور حافظ تھے، ان کے پاس ایسی روایات ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ملتیں۔ اسی وجہ سے بعد کے مؤرخین میں سے بہت سے لوگ ان کی روایات پر انحصار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ وہ سن ١٥٧ ہجری میں وفات پا گئے۔ [٦]

(٩٧) مجالد بن سعید الھمدانی شیعہ [٧] تھے۔ ہیثمی نے ان کے بارے میں کہا: ان کے بارے میں کلام کیا گیا ہے، مگر ان کی توثیق بھی کی گئی ہے۔

میں کہتا ہوں: ان کے بارے میں اور ان جیسے دیگر راویوں کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ ان سے وہ رِوایات قبول نہ کی جائیں جو ان کی بدعت کے موافق ہوں۔ [٨]

(٩٨) المُحِلّ بن خلیفہ الطائی ثقہ ہیں۔ [٩]

(٩٩) محمد بن اُبان القُرَشی صدوق ہیں، لیکن ازدی نے ان پر کلام کیا ہے۔ سن ٢٣٨ ہجری میں وفات پائی۔ [١٠١]

(١٠٠) محمد بن اسحاق بن یسار المدنی، جو بعد میں عراق میں سکونت پذیر ہوئے، امام المغازی

---

[١]: البخاري : التاريخ الكبير ١٤٠/٧؛ الرازي : الجرح والتعديل ٩٠/٧ .

[٢]: ابن حجر : التقريب . ٤٥٠

[٣]: المصدر السابق . ٤٥٣

[٤]: المصدر السابق . ٤٥٩

[٥]: ابن حبان : الثقات . . ٣٦١/٧

[٦]: الذهبي : السير ٣٠٢/٧؛ ابن كثير : البداية والنهاية . ٢٠٣/٩

[٧]: الذهبي : ميزان الاعتدل . ٤٣٨/٣

[٨]: الهيثمي : مجمع الزوائد . ٢١١/٤

[٩]: ابن حجر : التقريب . ٥٢٢

[١٠١]: ابن حجر : التهذيب . ٢/٩

تھے۔ وہ صدوق تھے، لیکن تدلیس کرتے تھے، اور ان پر تشیع اور قدریہ کی نسبت کی گئی۔ سن ۱۵۰ ہجری میں وفات پائی، اور بعض کے مطابق اس کے بعد وفات ہوئی۔ (۱)

(۱۰۱) ابو محمد الاموی، غالباً اسماعیل بن عمرو بن سعید بن العاص ہیں۔ وہ تابعی اور ثقہ تھے۔ بنی عباس کی خلافت کے اوائل میں مدینہ میں وفات پائی۔ (۲)

(۱۰۲) محمد بن حفص التیمی کو رازی نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کے بارے میں کوئی جرح یا تعدیل بیان نہیں کی۔ (۳)

(۱۰۳) محمد بن الزبیر الحنظلی متروک ہے۔ (۴)

(۱۰۴) محمد بن السائب الکلبی، جو انساب کا ماہر تھا، تفسیر اور روایت میں متہم بالکذب ہے اور اس پر رفض کی نسبت کی گئی ہے۔ (۵)

(۱۰۵) محمد بن سعد بن منیع صدوق اور فاضل ہیں۔ سن ۲۳۰ ہجری میں وفات پائی۔ (۶)

(۱۰۶) محمد بن سلیم ابو ہلال الراسبی کے بارے میں ابن حبان نے کہا: میں ابو ہلال الراسبی کے بارے میں اس جانب مائل ہوں کہ وہ روایات ترک کر دی جائیں جن میں وہ اکیلے ہوں اور ثقہ راویوں کے خلاف ہوں، اور ان روایات سے استدلال کیا جائے جو ثقہ راویوں کے موافق ہوں، نیز ان منفرد روایات کو قبول کیا جائے جن میں انہوں نے کسی ثبت راوی کی مخالفت نہ کی ہو اور جن میں نکارت نہ ہو۔ (۷)

(۱۰۷) محمد بن عبد الرحمن بن أبي ذئب القرشی العامری ثقہ، فقیہ اور فاضل ہیں۔ سن ۱۵۸ ہجری میں وفات پائی۔ (۸)

(۱۰۸) محمد بن عمر الواقدی علم کے بڑے ذخائر میں سے ایک ہے، باوجود اس کے کہ اس کا ضعف متفق علیہ ہے۔ غزوات اور تاریخ کے باب میں اس کی روایات کی ضرورت پڑتی ہے،

---

(۱): ابن حجر : التقريب . ٤٦٧

(۲): ابن حجر : التهذيب . ٣٢٠/١

(۳): الرازي : الجرح والتعديل .٢٣٦/٧

(۴): ابن حجر : التقريب . ٤٧٨

(۵): المصدر السابق . ٤٧٩

(۶): المصدر السابق . ٤٨٠

(۷): ابن حبان : المجروحين . ٢٨٣/٢

(۸): ابن حجر : التقريب . ٤٩٣

اور اس کے آثار بغیر احتجاج کے ذکر کیے جاتے ہیں۔ البتہ فرائض (احکامِ وراثت) کے باب میں اسے بیان کرنا مناسب نہیں۔ وہ سن ۲۰۷ ہجری میں بغداد میں وفات پا گیا۔[1]

(۱۰۹) محمد بن الفضل بن عطیہ کو محدثین نے کذاب قرار دیا۔ سن ۱۸۰ ہجری میں وفات پائی۔[2]

(۱۱۰) محمد بن مُخنَف مجہول ہے۔[3]

(۱۱۱) محمد بن مسلم بن شِہاب الزُّہرِی فقیہ اور حافظ ہیں۔ ان کی جلالتِ قدر اور اتقان پر اتفاق ہے۔ سن ۱۲۵ ہجری میں وفات پائی۔[4]

(۱۱۲) محمد بن ابی موسیٰ الثقفی، اور بعض کے نزدیک محمد بن موسیٰ، کو رازی نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کے بارے میں کوئی جرح یا تعدیل بیان نہیں کی۔[5]

(۱۱۳) محمد بن یحییٰ بن علی الکنانی ثقہ ہیں۔[6]

(۱۱۴) مخلد بن حسین الازدی البصری ثقہ اور فاضل ہیں۔ سن ۱۹۱ ہجری میں وفات پائی۔[7]

(۱۱۵) مرّۃ بن مُنقِذ بن النعمان العَبدِی جنگِ جمل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے، لیکن بعد میں کربلاء میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔[8]

(۱۱۶) مسلم بن عبدالرحمن الجَرمی کو رازی نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کے بارے میں کوئی جرح یا تعدیل بیان نہیں کی۔[9]

(۱۱۷) مسلم العِجلِی کو ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔[10][1]

(۱۱۸) مسلمہ بن محارب الزیادی کو رازی نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کے بارے میں کوئی جرح یا

---

[1]: الذهبي : السير . ٤٥٤/٩

[2]: ابن حجر : التقريب . ٥٠٢

[3]: الرازي : الجرح والتعديل . ١٠٠/٨

[4]: بن حجر : التقريب . ٥٠٦

[5]: الرازي : الجرح والتعديل . ٨٣/٨

[6]: ابن حجر : التقريب . ٥١٣

[7]: المصدر السابق . ٥٢٣

[8]: الطبري : التاريخ . ٤٦٨/٥ ، ٥٢٢/٤

[9]: الرازي : الجرح والتعديل . ١٨٨/٨

[10][1]: ابن حبان : الثقات . ٣٩٨/٥

تعدیل بیان نہیں کی۔[1]

(۱۱۹) مصعب بن حیان النَّبَطی لَیِّن الحدیث ہے۔[2]

(۱۲۰) معبد بن خالد الجُدَلی ثقہ اور عابد ہیں۔ سن ۱۱۸ ہجری میں وفات پائی۔[3]

(۱۲۱) معمر بن راشد الازدی ثقہ اور ثبت ہیں۔[4]

(۱۲۲) معمر بن مُثنّٰی، جن کی کنیت ابوعبیدہ تھی، صدوق اور اخباری ہیں۔ ان پر خوارج کے نظریے کی نسبت کی گئی۔ سن ۲۰۸ ہجری میں وفات پائی۔[5]

(۱۲۳) المفضل بن فضالہ بن عبید القتبانی ثقہ، فاضل اور عابد ہیں۔ سن ۱۸۱ ہجری میں وفات پائی۔[6]

(۱۲۴) مقاتل بن حیان النَّبَطی صدوق اور فاضل ہیں۔ سن ۱۵۰ ہجری کے قریب وفات پائی۔[7]

(۱۲۵) موسیٰ بن عبدالرحمن الکندی المسروقی ثقہ ہیں۔[8]

(۱۲۶) موسیٰ بن علی بن رِیاح اللخمی صدوق ہیں، لیکن کبھی کبھار خطا کرتے تھے۔ سن ۱۶۳ ہجری میں وفات پائی۔[9]

(۱۲۷) میمون بن مہران الجزری ثقہ اور فقیہ ہیں۔[10]

(۱۲۸) نجیح بن عبدالرحمن السِّندی، جن کی کنیت ابومعشر تھی، ضعیف ہے۔[11]

(۱۲۹) النضر بن صالح بن حبیب العبسی مجہول ہے۔[12]

---

[1]: الرازي : الجرح والتعديل . ٢٦٦/٨

[2]: ابن حجر : التقريب . ٥٣٣

[3]: المصدر السابق . ٥٣٩

[4]: ابن حجر : التقريب . ٥٤١

[5]: المصدر السابق .

[6]: المصدر السابق . ٥٤٤

[7]: المصدر السابق .

[8]: المصدر السابق . ٥٥٢

[9]: المصدر السابق . ٥٥٣

[10]: المصدر السابق . ٥٥٦

[11]: المصدر السابق . ٥٥٩

[12]: الرازي : الجرح والتعديل . ٤٧٧/٨

(۱۳۰) نوح بن قیس بن رباح الازدی صدوق ہیں، لیکن ان پر تشیع کی نسبت کی گئی۔ سن ۱۸۳ ہجری میں وفات پائی۔ (۱)

(۱۳۱) ہشام بن حسان الازدی ثقہ ہیں اور ابن سیرین کے بارے میں سب سے زیادہ ثابت راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ابن حجر نے انہیں مدلسین کے تیسرے درجے میں شامل کیا ہے۔ سن ۱۴۷ ہجری میں وفات پائی۔ (۲)

(۱۳۲) ہشام بن سعد المدنی صدوق ہیں، لیکن وہم کا شکار ہوتے تھے۔ ان پر تشیع کی نسبت کی گئی۔ سن ۱۶۰ ہجری میں وفات پائی۔ (۳)

(۱۳۳) ہَمَّام بن غالب التمیمی، المعروف الفرزدق کے بارے میں ابن حبان نے کہا: (وہ کھلے عام فاسق تھا، حرمات کو پامال کرنے والا، اور پاک دامن خواتین پر تہمت لگانے والا تھا۔ جس میں ان میں سے کوئی ایک صفت بھی پائی جائے، اس کی روایت کو ہر حال میں ترک کرنا واجب ہے۔ (۴)) وہ سن ۱۲۰ ہجری میں بصرہ میں وفات پا گیا۔ (۵)

(۱۳۴) ہَمَّام بن مُنَبِّہ الصَّنعانِی ثقہ ہیں۔ (۶)

(۱۳۵) الولید بن ہشام القَحْذَمی ثقہ ہیں۔ سن ۲۲۲ ہجری میں وفات پائی۔ (۷)

(۱۳۶) یزید بن أبي حبیب المصری، جن کے والد کا نام سُوَید تھا، ثقہ اور فقیہ ہیں، لیکن مرسل روایات بیان کرتے تھے۔ سن ۱۲۸ ہجری میں وفات پائی۔ (۸)

(۱۳۷) یعقوب بن ابراہیم الدَّورَقی ثقہ ہیں۔ سن ۲۵۲ ہجری میں وفات پائی۔ (۹)

یونس بن یزید بن ابی النجاد الاَیْلِی ثقہ ہیں، لیکن ان کی زہری سے روایات میں کچھ معمولی وہم پایا

---

(۱): ابن حجر : التقريب . ٥٦٧

(۲): ابن حجر : التقريب ٥٧٢؛ تعريف أهل التقديس . ١١٤

(۳): ابن حجر : التقريب . ٥٧٢

(۴): ابن حبان : المجروحين . ٢٠٤/٢

(۵): ياقوت : معجم الأدباء . ٢٩٧/١٩

(۶): ابن حجر : التقريب . ٥٧٤

(۷): ابن حبان : الثقات . ٥٥٥/٧

(۸): ابن حجر : التقريب . ٦٠٠

(۹): المصدر السابق . ٦٠٧

جاتا ہے۔[1]

---

[1]: المصدر السابق . ٦١٤

فصل اول

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت و حالات سے متعلق طبری کی مرویات پر مشتمل ہے۔اس باب میں درج ذیل موضوعات شامل ہیں

- سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا نسب اور کنیت
- سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اخلاقی صفات
- آپ کے خاندان کا ذکر
- آپ کی سیاست اور تدبیر
- سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان
- سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان
- قبیصہ بن جابر الاسدی کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان
- سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیماری
- آپ کی وصیت
- آپ کی وفات
- آپ کی عمر
- آپ کی خلافت کی مدت

نسبِ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی کنیت

[۱] قال الطبری:

جہاں تک ان کے نسب کا تعلق ہے تو وہ ابوسفیان کے بیٹے ہیں [۱]۔ ابوسفیان کا اصل نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب تھا، اور ان کی والدہ ہند [۲] بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی تھیں۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی [۳]۔ یہ خبر ابن سعد [۴]، خلیفہ بن خیاط [۵]، ابن قتیبہ [۶]، اور طبرانی [۷] نے طبری کی روایت کے ہم معنی نقل کی ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی ظاہری جسمانی خصوصیات

[۲] قال الطبری:

(ایک دن معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا حرقانیہ عمامہ [۸] باندھا اور سرمہ لگایا، تو وہ ایسا کرنے کے

---

[۱]: ابوسفیان قریش کے اشراف میں سے تھے، اور صاحبِ رائے، بُردبار اور نہایت زیرک شخص تھے۔ تاہم، ابتدائی دور میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں سخت کوشاں رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ میں شریک رہے۔ وہ فتحِ مکہ کے سال مسلمان ہوئے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین اور محاصرۂ طائف میں شریک ہوئے۔ غزوۂ طائف کے دوران ان کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی، اور پھر معرکۂ یرموک میں رومیوں کے خلاف جنگ کے دوران ان کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔ رحمہ اللہ، وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں وفات پا گئے۔ (المقدسی، التبيين في أنساب القرشيين، ص ۲۰۲)

[۲]: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ فتحِ مکہ کے سال مسلمان ہوئیں۔ وہ ایک سمجھدار، شاعرہ اور غیرت مند خاتون تھیں۔ ان کا انتقال خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ (المقدسی، التبيين، ص ۲۱۸؛ ابن حجر، الإصابة، ۱۵۶/۸، ۳۲۸/۵)

[۳]: ۳۲۸/۵

[۴]: الطبقات (تحقيق د.عبد العزيز السلومي) . ۱۲۹/۱

[۵]: الطبقات ۲۰

[۶]: المعارف ۳۴۹ ، ۳۴۴

[۷]: المعجم الكبير . ۳۰۴/۱۹

[۸]: حرقانیہ: یعنی وہ (عمامہ) جس کا رنگ آگ سے جلی ہوئی چیز کے مشابہ ہو۔ (الفيروزآبادی، القاموس المحيط، ص ۱۱۲۸)

بعد لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت نظر آتے تھے۔)[1]
یہ خبر طبری کے علاوہ کسی اور کے ہاں مذکور نہیں پائی۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کا ذکر

[۳] قال الطبری:
(ان کی ازواج میں سے ایک میسون[2] بنت بحدل تھیں، جو بحدل بن انیف بن ولجہ بن قنافہ بن عدی بن زہیر بن حارثہ بن جناب الکلبی کی بیٹی تھیں۔ انہی کے بطن سے یزید بن معاویہ[3] پیدا ہوئے۔)[4]
یہ خبر کلبی[5] اور ابن سعد[6] نے طبری کی روایت کے ہم معنی ذکر کی ہے، لیکن ان دونوں کے ہاں میسون کے دادا کا نام دلجہ آیا ہے، جبکہ طبری کے ہاں ولجہ مذکور ہے۔

[۴] قال علی:
(میسون نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں یزید کے ساتھ (أَمَةَ رَبِّ المشارق)[7] کو جنم دیا، مگر وہ بچپن میں وفات پا گئی۔ ہشام[8] نے اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ذکر نہیں کیا)[9]

---

[1]: ۳۳۱/۵

[2]: میسون بنت بحدل الکلبیة، یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ایک صاحبِ عقل وفہم خاتون تھیں۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق - تراجم النساء - (تحقیق: د. سکینہ الشہابی)، ص ۳۹۷۔

[3]: یزید بن معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما، کنیت ابو خالد، خلافتِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دوران پیدا ہوئے۔ وہ ایک قوی، بہادر، مدبر، دور اندیش، فطین اور فصیح شخص تھے، اور ان کا کلام بھی عمدہ تھا۔ انہوں نے 60 ہجری میں اپنے والد معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلافت سنبھالی، جبکہ ان کی عمر 33 سال تھی، کیونکہ ان کے والد نے ان کے لیے بیعت کا معاملہ پہلے ہی طے کر دیا تھا۔ ان کے دور میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، واقعۂ حرہ اور عبداللہ بن زبیر کا مکہ میں پہلا محاصرہ پیش آیا۔ تاہم، ان کی بعض لغزشوں کے باوجود ان کی ایک بڑی فضیلت قسطنطنیہ کی مہم ہے۔ وہ 64 ہجری میں وفات پا گئے۔
الذهبي : السير ٣٥/٤؛ ابن حجر : التهذيب . ٣٦٠/١١

[4]: ۳۲۹/۵

[5]: جمهرة النسب . ٥٠

[6]: الطبقات(تحقيق د.عبد العزيز السلومي) . ١٢٩/١

[7]: (اصل نسخے میں: أمة - رب المشارق) ہے۔

[8]: ہشام بن محمد الکلبی، مؤرخ اور نسب شناس تھا، مگر رافضی اور متروک تھا۔ ابن حجر، لسان الميزان (١٩٦/٦)۔

[9]: ۳۲۹/۵

یہ خبر بلاذری نے تقریباً اسی انداز میں ذکر کی ہے۔[1]

[۵] قال الطبری:

اور ان میں سے فاخِتَة[2] بنت قَرَظَة بن عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف تھیں۔ انہوں نے معاویہ کے ہاں عبدالرحمٰن[3] اور عبداللہ[4] کو جنم دیا۔ عبداللہ کمزور العقل تھا اور اسے ابوالخیر کی کنیت دی گئی تھی۔[5]

یہ خبر الکلبی[6]، ابن سعد[7] اور الزبیری[8] نے تقریباً طبری کی روایت کے مطابق ذکر کی ہے۔

[٦] قال الطبری:

اور ان میں سے نائلہ بنت عمارة الکلبیة تھیں، جن سے نکاح کیا۔[9]

[۷] قال الطبری:

اور ان میں سے کنود[10] بنت قرظہ، جو فاختہ کی بہن تھیں، انہوں نے قبرص کی مہم میں شرکت کی اور وہیں وفات پا گئیں۔[11]

یہ خبر ابن عساکر نے طبری کے طریق سے اسی طرح نقل کی ہے۔ اس سے قبل طبری ایک اور مقام پر یہ بیان کر چکے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ زوجہ، جنہوں نے ان کے ساتھ قبرص کی مہم میں

---

[1]: أنساب الأشراف . ٢٨٥/٤

[2]: فاخِتَة بنت قَرَظَة القرشیه، صحابیہ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے شوہر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبرص کی مہم میں شریک ہوئیں، اور بعض کا کہنا ہے کہ قبرص کی مہم میں شریک ہونے والی وہ ان کی بہن کنود تھیں۔

[3]: عبدالرحمٰن بچپن میں ہی وفات پا گیا تھا۔ تاریخ الطبری، ٣٢٩/٥

[4]: عبداللہ بن معاویہ بن ابی سفیان نے سن 64 ہجری میں معرکہ مرج راہط میں ضحاک بن قیس کے ساتھ شرکت کی، لیکن شکست کے بعد فرار ہو گئے۔ بعد میں عبدالملک بن مروان نے انہیں امان دے دی۔ (بلاذری، أنساب الأشراف ٢٨٥/٤)

[5]: ٣٦٩/٥

[6]: جمهرة النسب . ٥٠

[7]: الطبقات (تحقیق د.عبد العزیز السلومي) . ١٢٩/١

[8]: نسب قریش . ١٢٨

[9]: . ٣٢٩/٥

[10]: اصل نسخے میں کتوہ لکھا گیا ہے، جو کہ تحریف ہے، اور صحیح نام کنود بنت قرظة بن عبد عمرو بن عبد مناف القرشیه ہے۔ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے عتبہ بن سہیل بن عمرو کے نکاح میں تھیں، جو شام میں وفات پا گئے، پھر ان کا نکاح معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ابن عساکر : تاریخ دمشق . قسم تراجم النساء . (تحقیق د.سکینة الشهابي) . ٣١٩ ، ٣١٨

[11]: ٣٦٩/٥

شرکت کی، ان کا نام فاختہ [١] تھا۔اس موقف کی تائید بلاذری [٢] اور ابوزرعہ الدمشقی [٣] دونوں نے کی ہے۔لیکن اس مقام پر طبری ہی وہ واحد راوی ہیں جنہوں نے ذکر کیا ہے کہ کنود اپنے شوہر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبرص کی فتح میں شریک ہوئی تھیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات، سیاست اور تدبیر سے متعلق بعض خبریں

[٨] حدثني أحمد بن زهير ، عن علي ، قال :

جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت [٤] پر بیعت ہوئی تو انہوں نے اپنی شرطہ (پولیس فورس) پر قیس بن حمزہ الہمدانی [٥] کو مقرر کیا، پھر انہیں معزول کر دیا اور زمیل بن عمرو العذری [٦] (یا کہا جاتا ہے: السکسکی) کو اس منصب پر فائز کیا۔ان کے کاتب اور اہم امور کے نگران سرجون بن منصور الرومی [٧] تھے۔ان کے حرس (محافظ دستے) کا سربراہ ایک مولیٰ تھا، جس کا نام مختار بتایا جاتا ہے۔جبکہ بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ وہ مالک [٨] تھا، جس کی کنیت ابوالمخارق تھی اور وہ حمیر کا مولیٰ تھا۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حرس (محافظ

---

[١]: الطبري : التاريخ . ٣٠٤/٤

[٢]: فتوح البلدان . ١٨١

[٣]: تاريخ أبي زرعة . ١٨٤/١

[٤]: یعنی 41 ہجری میں، اور اس کی تفصیل کے لیے دوسرا باب ملاحظہ کریں۔

[٥]: قیس بن حمزہ بن مالک الہمدانی اہل شام کے معززین میں سے تھے۔ابن عساکر: تاریخ دمشق (مخطوطة، ١٤/٤٣٩)۔

[٦]: اس کا نام زمل بن عمرو تھا، وہ ایک صحابی تھے۔انہوں نے صفین میں معاویہؓ کے ساتھ شرکت کی، اور 64 ہجری میں مرج راہط کے دن مروان بن حکم کے ساتھ (یعنی اس کے لشکر میں) قتل ہوئے۔ابن حجر: الإصابة (٥٦٧/٢)۔

[٧]: سرجون بن منصور الرومی، معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کے کاتب تھے۔انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ابن عساکر : تاريخ دمشق (مخطوط) . ٧٦/٧

[٨]: ابن عساکر کے ہاں یہ ذکر ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ المختار اور مالک ایک ہی شخص تھے، جہاں انہوں نے کہا: (ابو المختار الحميري، مولاهم، كان على حرس معاوية) تاريخ دمشق (مخطوط) . ١٦١/١٩

دستہ) مقرر کیا۔ ان کے حاجب (دروازے پر مقرر افسر) سعد، ان کے مولیٰ [1] تھے۔ جبکہ قضاء (عدلیہ) کے منصب پر فضالہ بن عبید انصاری [2] کو فائز کیا، پھر ان کی وفات کے بعد ابو ادریس عائذ اللہ بن عبد اللہ الخولانی [3] کو قاضی مقرر کیا۔ [4]

یہ خبر خلیفہ بن خیاط [5] نے ذکر کی ہے، لیکن اس میں آیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے شرطہ کے اولین سربراہ یزید بن حر [6] تھے۔ اسی طرح بلاذری نے بھی یہ خبر مدائنی کے واسطے سے روایت کی ہے۔ جہاں تک معاویہ رضی اللہ عنہ کے پہلے شخص ہونے کا تعلق ہے جس نے حرس (محافظ دستہ) مقرر کیا، تو اس کی وجہ وہ قاتلانہ حملہ تھا جو ان پر خوارج کی جانب سے کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ، ان خلفاء پر ہونے والے قاتلانہ حملے، جو معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے تھے یعنی عمر، عثمان، علی اور حسن رضی اللہ عنہم نے بھی یہ بات نمایاں کر دی کہ خلیفہ کی حفاظت کے لیے ایک مخصوص دستے کا ہونا نہایت اہم ہے۔

[۹] وقال غير عليّ:

(اور دیوان الخاتم (مہر لگانے والے دفتر) پر عبد اللہ بن محصن الحمیری متعین تھے، اور وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے دیوان الخاتم کو اختیار کیا۔ کہا گیا کہ اس کا سبب یہ ہوا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے

---

[1]: ان کا نام سعد ابو درّۃ تھا، انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور عبد الملک بن مروان کے دربار میں حجابت (دربانی) کے فرائض انجام دیے۔ ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) . ١٩٧/٧

[2]: فضالہ بن عبید بن نافذ بن قیس الانصاری الاوسی رضی اللہ عنہ، صحابی تھے۔ ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا، مگر غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ احد اور اس کے بعد کے معرکوں میں شرکت کی، اور وہ ان خوش نصیبوں میں شامل تھے جنہوں نے بیعتِ رضوان کی۔ انہوں نے شام اور مصر کی فتوحات میں حصہ لیا، پھر شام میں سکونت اختیار کی اور جہاد کے ذمہ دار بنے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے بعد دمشق کا قاضی مقرر کیا۔ وہ 53 ہجری میں دمشق میں وفات پا گئے۔ ابن حجر : الإصابة . ٣٧١/٥

[3]: عائذ بن عبد اللہ الخولانی رضی اللہ عنہ، غزوۂ حنین کے دن پیدا ہوئے اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت سنی۔ وہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے بعد شام کے بڑے عالم تھے۔ 80 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر : التقريب . ٢٨٩

[4]: ٣٣٠ ، ٣٢٩/٥

[5]: تاريخ خليفة . ٢٢٨

[6]: یزید بن حر العبسی، اہلِ دمشق کے معززین میں سے تھے۔ انہوں نے صفین میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرکت کی اور اس صلح نامے کے گواہان میں شامل تھے جو معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے مابین تحکیم کے لیے تحریر کیا گیا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں غزو الصائفہ (رومیوں کے خلاف موسمِ گرما کی فوجی مہم) کا امیر مقرر کیا، اور وہ ان کے شرطہ (پولیس دستے) کے سربراہ بھی رہے۔ ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) ٢٦٣/١٨ .

عمرو بن زبیر [1] کے لیے اس کی مدد اور اس کا قرض ادا کرنے کے لیے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا اور اس بارے میں انہوں نے زیاد بن سمیہ کو (جو عراق پر مقرر تھے) ایک تحریر بھیجی۔ عمرو نے اس خط کو کھول کر اس میں درج رقم کو ایک لاکھ سے بڑھا کر دو لاکھ کر دیا۔ جب زیاد نے اس کا حساب پیش کیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے عمرو کو وہ رقم واپس کرنے کا حکم دیا اور اسے قید کر دیا، پھر اس کے بھائی عبداللہ بن زبیر نے اس کی جانب سے وہ رقم ادا کر دی۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیوان الخاتم کا آغاز کیا اور خطوط پر مہر لگانے کا سلسلہ جاری کیا [2]، جو اس سے پہلے رائج نہ تھا۔) [3]

یہ روایت ابن الاثیر نے اسی طرح نقل کی ہے [4]، اور ابن کثیر نے اس کا کچھ حصہ بیان کیا ہے [5]

یہ روایت دیوان الخاتم کے قیام کی مناسبت پر بات کرتی ہے اور اس کی وجہ عمرو بن الزبیر کی جانب سے خط میں کی گئی تحریف کو قرار دیتی ہے، لیکن اس سبب کا کوئی معقول جواز نہیں۔ کیونکہ دیوان الخاتم کا قیام درحقیقت اسلامی خلافت کے دائرہ کار کے وسیع ہونے کی وجہ سے عمل میں آیا، تاکہ خلیفہ کو اپنے گورنروں، فوجی قائدین اور حکومتی عہدیداروں کے ساتھ محفوظ اور خفیہ مواصلاتی نظام میسر آسکے۔

[١٠] قال الطبري :

(معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خطوط عبید بن اوس الغسانی [6] لکھا کرتے تھے، جبکہ دیوانِ خراج کے امور سرجون بن منصور الرومی کے سپرد تھے۔ اسی طرح عبدالرحمٰن بن دراج، جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے موالی میں سے تھے، بھی ان کے لیے کتابت کیا کرتے تھے، اور ان کے بعض دواوین پر

---

[1]: عمرو بن زبیر بن عوام، مدینہ کے تابعین میں سے تھے۔ یزید بن معاویہ کی خلافت میں مدینہ کی شرطہ (پولیس) کے نگران رہے۔(ابن سعد : الطبقات) تحقيق د.إحسان عباس (. ١٨٥/٥)

[2]: اس کا مطلب یہ ہے کہ خط کو لپیٹ کر اس کے کنارے کو موم اور سرخ مٹی سے سیل کر دیا جاتا، پھر جب وہ نرم ہوتی تو اس پر خلافت کی مہر ثبت کر دی جاتی اور اسے خشک ہونے کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔ اگر خط اپنی منزل پر پہنچنے سے پہلے کھول دیا جاتا، تو اس کا پتا چل جاتا۔(نجدة خماش : الإدارة في العصر الأموي . ٢٨٧)

[3]: ٣٣٠/٥

[4]: الكامل في التاريخ . ١١/٤

[5]: البداية والنهاية . ١٤٦/٨

[6]: عبید بن اوس الغسانی، اور کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبیداللہ تھا، شام کے سرداروں میں سے تھے۔ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ، ان کے بیٹے یزید، اور مروان بن حکم کے لیے کتابت کی۔ ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) . ٢/١١

عبیداللہ بن نصر بن حجاج بن علاء السلمی مامور تھے۔)[1]
یہ روایت خلیفہ بن خیاط[2] نے مختصر طور پر نقل کی ہے۔
[۱۱] حدثني أحمد ، عن علي بن محمد ، عن علي بن مجاهد ، قال :
معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اموی اپنے مال کی اصلاح کرنے والا اور بُردبار نہ ہو، تو وہ اپنے ہی لوگوں سے مشابہت نہیں رکھتا۔ اور اگر ہاشمی سخی اور فیاض نہ ہو، تو وہ بھی اپنے ہی لوگوں سے مشابہت نہیں رکھتا۔ اور تمہیں ہاشمی کی طرف سے اس کی زبان، سخاوت اور شجاعت کے سوا کوئی چیز آگے نہ بڑھائے۔
[۱۲] حدثني أحمد ، عن علي ، عن جويرية بن أسماء قال :
ابوموسیٰ[3] (اشعری) رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پس وہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) ان کے پاس ایک سیاہ برنس[4] میں داخل ہوئے اور (ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) نے کہا: السلام علیک، یا امین اللہ! (معاویہ رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: وعلیک السلام۔ پھر جب وہ (ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) باہر نکل گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک شیخ آیا، اس امید کے ساتھ کہ میں اسے کسی منصب پر مقرر کروں، اور اللہ کی قسم! میں اسے کسی منصب پر مقرر نہ کروں گا۔[5]
یہ خبر بلاذری[6] نے بھی اسی طرح ذکر کی ہے۔
اور اس خبر میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر امارت طلب کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے، حالانکہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ امارت طلب کرنا شریعت میں ممنوع ہے، خصوصاً جب کہ وہ خود ان احادیث کے راوی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امارت طلب کرنے کی ممانعت کے بارے میں مروی ہیں[7]۔
یہ تو الگ بات ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا احترام کرتے

---

[1]: ۱۸۰/٦
[2]: التاريخ . ۲۲۸
[3]: هو أبو موسى الأشعري رضي الله عنه .
[4]: البرنس: وہ لمبی ٹوپی (قلنسوہ) یا وہ کپڑا جس کا سر (ٹوپی) اسی میں سے ہو۔ الفيروزآبادي، القاموس المحيط، ص ٦٨٥۔
[5]: . ۳۳۲/٥
[6]: أنساب الأشراف . ٤٣/٤
[7]: مسلم : صحيح مسلم بشرح النووي . ۲۰۸ ، ۲۰۷ ، ۲۰٦/۲۱

تھے اور ان کی قدر و منزلت کے قائل تھے [۱]۔

[۱۳] قال أحمد : قال علي : عن جويرية بن أسماء ، قال :

معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں اپنے نفس کو اس سے برتر سمجھتا ہوں کہ کوئی گناہ میرے عفو سے بڑھ کر ہو۔ کوئی جہالت میرے علم سے زیادہ ہو یا کسی کا عیب ہو اور میں نہ ڈھانکوں۔ یا کسی کی بدی میرے احسان سے بڑھ کر ہو۔ معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عفت شریف کی زینت ہے [۲]۔

[۱۴] قال :

(اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے نزدیک کوئی چیز اس غصے کو برداشت کرنے سے زیادہ لذیذ نہیں جو میں پی جاتا ہوں) [۳]

یہ خبر بلاذری [۴] نے اسی طرح ذکر کی ہے، اور اس قول کا بقیہ حصہ ان کے ہاں یہ ہے:

(۔۔۔ میں اس کے ذریعے اللہ کے ثواب کی امید رکھتا ہوں)

[۱۵] حدثني أحمد ، عن علي ، قال : حدثنا عبد الله بن صالح ، قال :

کسی شخص نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: جو لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب بنانے کی کوشش کرے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا: عقل اور حلم بہترین نعمتیں ہیں جو کسی بندے کو عطا کی جاتی ہیں۔ پس جب اسے نصیحت کی جائے تو وہ یاد رکھے، جب کوئی نعمت دی جائے تو شکر کرے، جب آزمائش میں مبتلا ہو تو صبر کرے، جب غصہ آئے تو ضبط کرے، جب قدرت حاصل ہو تو معاف کرے، جب کوئی برائی کرے تو استغفار کرے، اور جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے [۵]۔

یہ خبر ابن الاثیر [۶] نے بھی بعینہٖ ذکر کی ہے۔

---

[۱]: روایت رقم ۲۵ کو دیکھیں

[۲]: ۳۳۵/۵ .

[۳]: ۳۳٦/۵ .

[۴]: أنساب الأشراف . ۳۷/٤

[۵]: ۳۳٦/۵ .

[۶]: الكامل في التاريخ . ۱۳ ، ۱۲/٤

[١٦] حدثني أحمد ، عن علي ، عن محمد بن إبراهيم ، عن أبيه ، قال :

مدینہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے عامل کا یہ معمول تھا کہ جب وہ کوئی پیغام معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنا چاہتا تو اپنے منادی کو حکم دیتا، جو اعلان کرتا: جس کو امیر المؤمنین کے نام کچھ لکھوانا ہو، وہ لکھوادے۔ چنانچہ زر بن حبیش [١] یا ایمن بن خریم [٢] نے ایک لطیف سا خط لکھا اور خطوط میں شامل کر دیا، جس میں یہ اشعار درج تھے ۔

جب آدمی کے بچے بڑے ہو جاتے ہیں،
اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کے جوڑ ملنے لگتے ہیں،
اور بیماریاں اس پر حملہ آور ہوتی ہیں،
تو یہ اس کھیتی کی مانند ہوتا ہے جس کی کٹائی قریب آ چکی ہو۔

جب یہ خطوط معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچے اور انہوں نے انہیں پڑھا، تو فرمایا: یہ مجھے میری موت کی خبر مجھے دے رہا ہے [٣]۔

یہ خبر بلاذری نے اسی طرح ذکر کی ہے [٤]، مگر اس میں یہ اضافہ کیا کہ یہ عمل معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ولایتِ امصار (مختلف شہروں کے گورنروں) کا معمول تھا۔ اسے ابو نعیم الاصبہانی [٥] نے مختصراً نقل کیا، مگر انہوں نے یہ ذکر کیا کہ زر بن حبیش نے یہ خط عبدالملک بن مروان [٦] کو اس کی خلافت کے دوران لکھا تھا۔ اسی طرح ابن کثیر [٧] نے بھی اس خبر کو تقریباً اسی مفہوم میں روایت کیا ہے۔ ان تمام ذرائع کا اتفاق ہے کہ کتاب (خط) کا بھیجنے والا زر بن حبیش تھا، نہ کہ

---

[١]: زر بن حبیش الاسدی، ثقہ اور جلیل القدر تابعی ہیں، مخضرم ہیں۔ ان کی وفات 81، 82 یا 83 ہجری میں ہوئی، اور ان کی عمر 127 سال تھی۔ ان سے صحاح ستہ کے مصنفین نے روایت لی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٢١٥

[٢]: ایمن بن خُریم الاسدی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ العجلی نے ان کے بارے میں کہا: تابعی، ثقہ ہیں۔ امام ترمذی نے ان سے روایت لی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ١١٧

[٣]: . ٣٣٥/٥

[٤]: أنساب الأشراف . ٣٦/٤

[٥]: حلية الأولياء . ١٨٤/٤

[٦]: عبدالملک بن مروان بن حکم، تابعی تھے۔ خلافت سے پہلے علم کے طالب تھے، مگر خلافت میں مشغول ہونے کے بعد ان کا حال بدل گیا۔ 86 ہجری میں وفات پائی۔ امام بخاری نے ان سے الادب المفرد میں روایت لی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٣٦٥

[٧]: البداية والنهاية . ١٤١/٨

ایمن بن خریم۔

[١٧] قال

(معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن حکم بن ابی العاص [١] سے فرمایا:

اے میرے بھتیجے! تمہیں شاعری کا شوق ہوگیا ہے، تو خبردار! عورتوں کے عشقیہ اشعار (تشبیب [٢]) نہ کہنا، کہ کہیں کسی شریف عورت کی عزت [٣] پر حرف آ جائے۔ ہجو گوئی سے بچنا، کہ کسی معزز شخص کو بے آبرو نہ کرو اور کسی کمینے کو مشتعل نہ کرو۔ اور مدح سرائی بھی نہ کرنا، کیونکہ یہ بدتمیز لوگوں کا ذریعۂ معاش ہے [٤]۔ بلکہ اپنی قوم کی خوبیوں پر فخر کرو اور ایسی حکمت آموز امثال کہو جن سے تمہاری عزت بڑھے اور دوسروں کی اصلاح ہو [٥]۔

یہ خبر بلاذری [٦]، ابن عبد ربہ [٧] اور الجریری [٨] نے طبری کی روایت کے مطابق ہی ذکر کی ہے، مگر ابن عبد ربہ نے یہ اشارہ دیا ہے کہ معاویہ نے یہ نصیحت عبداللہ بن حکم کو کی تھی، نہ کہ اس کے بھائی عبدالرحمن کو۔

[١٨] حدثني أحمد ، عن علي ، عن عبد الله ، وهشام بن سعد ، عن عبد الملك بن عمير ، قال :

ایک شخص نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سختی برتی اور بہت زیادہ بدکلامی کی۔ کسی نے (معاویہ رضی اللہ عنہ سے) کہا: کیا آپ اس پر حلم سے کام لیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں لوگوں اور ان کی زبانوں کے درمیان رکاوٹ نہیں بنتا، جب تک کہ وہ ہمارے اور

---

[١]: عبدالرحمن بن حکم بن ابی العاص بن امیہ، مروان بن حکم کے بھائی اور ایک عمدہ شاعر تھے۔ انہوں نے یوم الدار میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرکت کی۔ وہ اہلِ شام کے تابعین میں سے تھے اور جنگ جمل میں اہلِ بصرہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ ان کا تذکرہ مرجِ راہط (64ہجری) کے واقعات میں بھی آتا ہے۔ تاريخ الإسلام حوادث سنة ٦١ إلى سنة ٨٠ھ ص ١٧٣؛ تاريخ أبي زرعة الدمشقي ٦٥ ، ٦٤/١؛ تاريخ الطبري . ٥٤٤/٥ ، ٥٣٥/٤

[٢]: التشبيب: الغزل. ابن منظور : لسان العرب . ٤٨١/١

[٣]: تعر کا معنی ہے: توہین کرنا، برائی کرنا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٥٦٢

[٤]: الوقاح کا معنی ہے: بے شرمی، حیا کی کمی۔ ابن منظور : لسان العرب . ٦٣٧/٢

[٥]: ٣٣٦/٥

[٦]: أنساب الأشراف . ٢٣ ، ٢٢/٤

[٧]: العقد الفريد . ٢٦٥/٥

[٨]: الجليس الصالح . ١٤٣/٣

ہماری سلطنت کے درمیان رکاوٹ نہ بنیں۔ [۱]

اس روایت کو ابن قتیبہ [۲]، بلاذری [۳] اور ابن الاثیر [۴] نے ذکر کیا ہے۔

اور اس روایت میں معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ خلافتِ مسلمین بنی امیہ کی موروثی ملکیت ہے، اور یہ دعویٰ امورِ مستقبلہ اور غیبی معاملات پر مبنی ہے، جو اس تصور کے گرد گھومتا ہے کہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد بھی بنی امیہ میں قائم رہے گی۔ حالانکہ یہ بات خود معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں معلوم نہیں ہو سکتی تھی، جو اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہ روایت غالباً معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور بنی امیہ میں خلافت کے تسلسل کے بعد وضع کی گئی۔

جہاں تک اس روایت کے اسناد کا تعلق ہے، تو اس میں دو علتیں جمع ہو گئی ہیں:

پہلی علت: عبداللہ بن صالح الجہنی نے عبدالملک بن عمیر کا زمانہ نہیں پایا، کیونکہ عبداللہ بن صالح کی ولادت، عبدالملک بن عمیر کی وفات کے ایک سال بعد ہوئی تھی۔ [۵]

دوسری علت: ہشام بن سعد کا تشیع کی طرف میلان تھا، اور یہ بات معلوم ہے کہ شیعہ کی بنی امیہ سے دشمنی مسلمہ ہے؛ لہٰذا اس باب میں اس کی روایت قبول نہیں کی جا سکتی، کیونکہ وہ اپنی خواہش کے مطابق روایت کر رہا ہے۔

[۱۹] حدثني أحمد ، عن علي ، عن محمد بن عامر ، قال :

---

[۱]: . ۳۳٦/٥

[۲]: عيون الأخبار . ۹/۱

[۳]: أنساب الأشراف . ۲۰/٤

[۴]: الكامل في التاريخ . ۱۳/٤

[۵]: ابن حجر : التقريب . ۳٦٤ ، ۳۰۸

معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما [1] کو گانے [2] پر ملامت کی۔ پھر ایک دن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما، بُدیح [3] (ایک گانے والا) کو ساتھ لے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، اس حال میں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک ٹانگ پر دوسری رکھی ہوئی تھی۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے بُدیح سے کہا: گاؤ [4] اے بُدیح! چنانچہ اس نے گانا شروع کیا، جس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹانگ کو حرکت دی۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے کہا: بس کریں، اے امیر المؤمنین! تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک شریف النفس آدمی خوشی محسوس کرتا ہے۔ [5]

یہ خبر بلاذری [6] نے تقریباً اسی طرح ذکر کی ہے، جبکہ ابن عبدربہ [7] نے اسے بعض منکر اضافوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

یہ ضعیف روایت اس حدیث کے خلاف ہے جسے طبرانی [8] نے ایک حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کیسان، مولیٰ معاویہ بیان کرتے ہیں:

(معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! بے شک

---

[1]: عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما، ابوجعفر، قرشی ہاشمی، السید ایک بڑے مرتبے کے حامل عالم تھے۔ ان کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے اور وہ احادیث کے راوی بھی ہیں، البتہ ان کا شمار کم عمر صحابہ میں کیا جاتا ہے۔ وہ سرزمین حبشہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ کے دن شہید ہوئے، تو نبی کریم ﷺ نے ان کی کفالت فرمائی اور وہ آپ ﷺ کی آغوش میں پروان چڑھے۔ وہ بنو ہاشم میں سے آخری شخصیت تھے جنہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا۔ انہوں نے صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرکت کی اور بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان کے دربار میں وفود کے ساتھ آئے۔ وہ نہایت بلند مرتبہ، سخی اور کریم الطبع شخصیت کے مالک تھے اور امامت کے اہل بھی تھے۔ ان کا انتقال 80 ہجری میں ہوا۔ الذهبي : السير . ٤٥٦/٣

[2]: الغناء: ہر وہ شخص جو اپنی آواز بلند کرے اور اسے برقرار رکھے، تو وہ عربوں کے نزدیک غناء کہلاتا ہے۔ ابن منظور : لسان العرب . ١٣٧/١٥. ١٣٧/١٥

[3]: بُدیح الملیح، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے موالی میں سے تھا اور ان سے روایت بھی کرتا تھا۔ ابن حبان نے اسے اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ أبو الفرج الأصبهاني : الأغاني ١٧٤/١٥؛ ابن حبان : الثقات . ٨٣/٤

[4]: إيه: یہ ایک ایسا لفظ ہے جو کسی سے مزید بات کرنے یا کچھ کہنے کی ترغیب دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٦٠٤

[5]: . ٣٣٦/٥

[6]: أنساب الأشراف . ٢٧/٤

[7]: العقد الفريد . ٢٢ ، ٢١/٦

[8]: المعجم الكبير . ٣٧٣/١٩

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو چیزوں سے منع فرمایا، اور میں بھی تمہیں ان سے منع کرتا ہوں: نوحہ، شاعری، زینت کے ساتھ اظہار، تصاویر، درندوں کی کھالیں، گانا، سونا، حریر اور ریشم*)[1]

[*مترجم] لفظ ''الحر'' اور ''الحریر'' میں یہ فرق ہے: الحر: اس کا مطلب خالص ریشم ہے، یعنی وہ ریشم جو مکمل طور پر کیڑوں (ریشم کے کیڑوں) سے حاصل کیا جاتا ہے اور کسی دوسرے مواد کے بغیر ہوتا ہے۔ الحریر: یہ عمومی طور پر ریشم کو کہا جاتا ہے، چاہے وہ خالص ہو یا کسی دوسرے مواد کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ اس فرق کی وضاحت بعض لغوی اور فقہی کتابوں میں کی گئی ہے، اور بعض محدثین نے بھی اس نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ''الحر'' سے مراد وہ ریشم ہے جو بالکل خالص ہو، جبکہ ''الحریر'' میں وسعت ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مدح وثناء

[٢٠] حدثني عبد الله بن أحمد بن شبويه قال : حدثني أبي ، قال : حدثني سليمان ، قال : حدثني عبد الله بن المبارك ، عن ابن أبي ذئب ، عن سعيد المقبري ، قال :

(قال عمر بن الخطاب : تذكرون كسرى وقيصر ودهاءهما وعندكم معاوية! تم لوگ کسریٰ اور قیصر کی ذہانت وحکمتِ عملی کا تذکرہ کرتے ہو، حالانکہ تمہارے درمیان معاویہ موجود ہیں!)[2]

یہ خبر البلاذری[3] اور القالی[4] نے ذکر کی ہے۔

[٢١] حدثني أحمد بن زهير ، عن علي بن محمد ، قال : حدثنا أبو محمد الأموي ، قال :

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف نکلے، تو دیکھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ایک شان دار سوار دستے میں ان کے استقبال کے لیے آئے، اور پھر اسی شان کے ساتھ ان کے

---

[1]: یہ روایت پہلے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ذکر ہو چکی ہے۔

[2]: ٣٣٠/٥.

[3]: أنساب الأشراف . ١٤٧/٤

[4]: الأمالي . ١٢١/٢

پاس سے روانہ ہوئے۔اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے معاویہ! تم ایک شان دار سوار دستے میں روانہ ہوتے ہو اور اسی طرح لوٹتے ہو، اور مجھے یہ خبر بھی ملی ہے کہ تم صبح اپنے محل میں ہوتے ہو، جبکہ حاجت مند تمہارے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں!

معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! دشمن ہمارے قریب ہے اور ان کے جاسوس ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں، تو میں نے چاہا کہ وہ اسلام کی عزت وشوکت کو دیکھیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ یا تو کسی عقلمند شخص کی تدبیر ہے، یا کسی چالاک آدمی کی چال!

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! جو بھی حکم دینا چاہیں، دے دیں، میں اس پر عمل کروں گا۔عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: افسوس! عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں جب کسی بات پر تم کو ٹوکا ہے تم نے اسے ضرور ترک کر دیا ہے۔اس باب میں نہ میں حکم دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔ [1]

یہ خبر البلاذری [2] نے اسی طرح ذکر کی ہے، اور ابن عبد البر [3] نے اس کے ہم معنی روایت کی ہے

عبداللہ بن عباس کی معاویہ کی تعریف رضوان اللہ علیہم اجمعین

[٢٢] حدثني عبد الله بن أحمد ، قال : حدثني أبي ، قال : حدثني سليمان ، قال : حدثني عبد الله ، عن معمر ، عن همام بن منبه ، قال :

(سمعت ابن عباس يقول : ما رأيت أحدا أخلق للملك من معاوية إن كان ليرد الناس منه على أرجاء وادٍ رحب ، ولم يكن كالضيق [العصعص] [4] ، الحصر . يعني ابن الزبير)

---

[1]: ٣٣١/٥

[2]: أنساب الأشراف . ١٤٧/٤

[3]: الاستيعاب . ١٤١٧/٣

[4]: اصل میں (التخضخض) ہے، اور صحیح لفظ المصوب عبد الرزاق کی المصنف ٤٥٣ / ١١ سے لیا گیا ہے۔العصعص قلت خیر کی کنایت ہے، جیسا کہ ابن منظور نے: لسان العرب ٥٤ / ٧ میں ذکر کیا ہے۔اس عبارت میں مشہور لفظ الحَصر العقص ہے، جس کا مطلب ہے سخت مزاج، جیسا کہ ابن منظور نے لسان العرب ٥٧ / ٧ میں بیان کیا ہے۔

(میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے کسی کو حکومت کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ موزوں نہیں پایا۔ وہ لوگوں کو کشادہ میدان کی مانند جگہ دیتے تھے، اور وہ تنگ دل اور محدود سوچ والے نہ تھے، جیسا کہ ابن زبیر [1] رضی اللہ عنہ کے بارے میں) کہا جاتا ہے)

یہ خبر عبد الرزاق [2] نے ہمام بن منبہ کے طریق سے اسی طرح روایت کی ہے، اور بخاری [3] نے بھی ہمام بن منبہ کے طریق سے اسے تقریباً اسی مفہوم کے ساتھ روایت کیا ہے، مگر اس میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح بلاذری [4] نے اسے مدائنی کے طریق سے تقریباً اسی مفہوم کے ساتھ نقل کیا ہے، لیکن اس میں بھی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔ یہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا اس روایت میں اضافہ خود عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے نہیں، بلکہ کسی راوی کی طرف سے ہوا ہے، اور طبری کی روایت کا سیاق بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔

قبیصہ بن جابر الاسدی رحمہ اللہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح میں قول

[۲۳] حدثني عبد الله ، قال : حدثني أبي ، قال : حدثني سليمان ، قال : حدثني عبد الله ، عن سفيان بن عيينة ، عن مجالد ، عن الشعبي ، عن قبيصة بن جابر الأسدي قال :

کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ میں نے کن (لوگوں) کی صحبت اختیار کی؟ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی، تو میں نے ان سے زیادہ فقیہ اور علم میں مہارت رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا، اور نہ ہی ان سے بہتر علمی مباحثہ کرنے والا پایا۔ پھر میں نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی، تو میں نے ان سے زیادہ سخاوت کرنے

---

[1]: ۳۳۷/۵
[2]: المصنف ۴۵۳/۱۱.
[3]: التاريخ الكبير . ۳۲۷/۷
[4]: أنساب الأشراف . ۴۸/۴

والا، بغیر سوال کے وافر عطا کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ پھر میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی، تو میں نے ان سے زیادہ رفیق دوست رکھنے والا، اور جس کی باطنی حالت اس کی ظاہری حالت سے زیادہ مشابہ ہو، کوئی نہیں پایا۔ اور اگر مغیرہ (بن شعبہ رضی اللہ عنہ) کسی شہر میں ہوں اور اس کے تمام دروازے بند کر دیے جائیں، تو بھی وہ (اپنے عذر[1] کے ساتھ) نکلنے کا راستہ بنا لیں گے۔[2]

یہ روایت امام بخاری[3] اور ابن عساکر[4] نے تقریباً اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کی ہے۔

مرض معاویہ رضی اللہ عنہ

[۲۴] حدثني الحارث ، قال : حدثنا محمد بن سعد ، قال : حدثنا [أبو عبيد] عن أبي يعقوب الثقفي ، عن عبد الملك بن عمير ، قال :

جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر نقاہت طاری ہوئی اور لوگوں کو محسوس ہوا کہ اب وقتِ رحلت قریب آ پہنچا ہے، تو انہوں نے اپنے اہلِ خانہ سے کہا: میری آنکھوں میں سرمہ لگاؤ اور میرے سر پر تیل زیادہ لگاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کے چہرے کو تیل سے چمکا دیا، پھر ان کے لیے بستر بچھایا، تو وہ (سہارا لے کر) بیٹھ گئے اور فرمایا: مجھے ٹیک لگا دو، اور لوگوں کو اندر آنے دو تا کہ وہ کھڑے ہو کر سلام کریں، اور کوئی نہ بیٹھے۔ چنانچہ لوگ اندر آتے، کھڑے ہو کر سلام کرتے، اور انہیں سرمے اور تیل میں چمکتا ہوا دیکھ کر کہتے: لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ موت کے قریب ہیں، حالانکہ یہ تو سب سے زیادہ تندرست معلوم ہوتے ہیں! جب سب لوگ ان کے پاس سے نکل گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

وَتَجَلُّدِي لِلشَّامِتِينَ أُرِيهِمُ

---

[1]: (اصل متن میں) ''بالغدر'' (خیانت کے ساتھ) درج ہے، لیکن مستشرقین کی شائع کردہ تاریخ الطبری (جلد 2، صفحہ 216) کے حاشیے میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ یہ لفظ طبری کی ایک مخطوطہ میں اس رسم کے ساتھ آیا ہے: ''بالعذر'' (عذر کے ساتھ)۔ اور میں نے اسی قراءت کو برقرار رکھا ہے، کیونکہ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مزاج کے زیادہ قریب ہے۔

[2]: ۳۳۷/۵

[3]: التاريخ الكبير . ۱۷۵/۷

[4]: تاريخ دمشق ، (مخطوط) . ۳۹۱/۱٤

أَنِّي لِرَيْبِ الدَّهْرِ لَا أَتَضَعْضَعُ

میں حسد کرنے والوں کے سامنے ضبط وتحمل سے کام لیتا ہوں، تاکہ وہ دیکھ لیں کہ زمانے کی مصیبتوں سے میں کمزور نہیں پڑتا۔

وَإِذَا الْمَنِيَّةُ أَنْشَبَتْ أَظْفَارَهَا

أَلْفَيْتَ كُلَّ تَمِيمَةٍ لَا تَنْفَعُ

اور جب موت اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے، تو پھر ہر قسم کے تعویذ بے فائدہ ہوجاتے ہیں۔

کہا: انہیں کھنکار میں خون [1] آنے کی شکایت تھی، پس اسی دن ان کا انتقال ہوگیا [2]۔

یہ خبر ابن سعد [3] اور ابن عساکر [4] نے اسی طرح ذکر کی ہے۔

[٢٥] حدثني عبد الله بن أحمد ، قال : حدثني أبو صالح سليمان بن صالح قال : حدثني عبد الله بن المبارك ، عن سليمان بن المغيرة ، عن حميد بن هلال ، عن أبي بردة ، قال :

(ابو بردہ کہتے ہیں: میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت داخل ہوا جب انہیں زخم لاحق ہو چکا تھا۔ انہوں نے فرمایا: میرے بھتیجے! میرے قریب آؤ اور دیکھو۔ پس میں نے دیکھا تو وہ (زخم) برباد ہو چکا تھا [5] (یعنی گہرا اور شدید ہو چکا تھا)، تو میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو کوئی پریشانی نہیں۔ اسی اثناء میں یزید اندر آیا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم لوگوں کے معاملات کے ذمہ دار بنو، تو اس کا خاص خیال رکھنا، کیونکہ اس کا باپ میرا گہرا دوست [6] تھا۔ یا اس سے ملتے جلتے الفاظ کہے، البتہ میں نے قتال کے معاملے میں وہ کچھ دیکھا جو اس نے نہیں دیکھا)

---

[1]: اصل میں (النفاثات) تھا، لیکن ابن سعد کے مطابق درست لفظ ''النقابہ'' ہے (مذکورہ ماخذ: ١/١٧٤)۔ ''النقابہ'' ایک قسم کے ناسور (قرحہ) کو کہا جاتا ہے جو پہلو میں ظاہر ہوتا ہے، جبکہ اس کی جڑ اندرونی حصے (جوف) میں ہوتی ہے، اور اس کا سرا جسم کے اندر کی طرف ہوتا ہے۔ (ابن منظور، لسان العرب ٧٦٧/١)

[2]: . ٣٢٦/٥

[3]: الطبقات ، (تحقيق د.عبد العزيز السلومي) . ١٧٣/١

[4]: الطبقات ، (تحقيق د.عبد العزيز السلومي) . ١٧٣/١

[5]: سَبَرَت کا معنی غارت (برباد) ہونا ہے، ابن منظور: لسان العرب . ٣٤٠/٤

[6]: الخلیل وہ شخص ہوتا ہے جس کی دوستی خالص اور بے لوث ہوتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ محبوب ہوتا ہے جس کی محبت میں کوئی خلل نہ ہو۔ المصدر السابق . ٢١٨/١١

یہ خبر ابن سعد [1] اور بلاذری [2] نے اسی طرح ذکر کی ہے، اور اس صحیح روایت میں، جسے طبری نے بیان کیا ہے، اس بات کی وضاحت ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بڑا مقام و مرتبہ تھا۔ چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خلیل بنایا، جو کہ محبت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اگرچہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کے معاملے میں ان کی رائے سے اختلاف کیا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

[۲۶] طبری نے ذکر کیا:

(اور اسی سال [3] (یعنی مرض کے دوران) معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان وفود سے، جو عبیداللہ بن زیاد [4] کے ساتھ ان کے پاس آئے تھے، اپنے بیٹے یزید [5] کے لیے بیعت لی۔ اور جب انہیں بیماری لاحق ہوئی، تو انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو وصیت کی، اور اس میں وہ باتیں کہیں جو اسے (خلافت کے امور میں) ہدایت دینے کے لیے ضروری تھیں۔ اور ان افراد کے بارے میں بھی (ہدایت کی) جنہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا، جب انہیں بیعت کے لیے بلایا گیا تھا [6]۔

یہ خبر ابن الجوزی [7] نے بھی اسی طرح ذکر کی ہے۔

[۲۷] اور ان کی وہ وصیت، جو انہوں نے کی، وہ وہی ہے جسے ہشام بن محمد نے ابومخنف کے حوالے سے ذکر کیا۔ ابومخنف نے کہا: مجھ سے عبدالملک بن نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ نے بیان کیا۔

---

[1]: الطبقات ، (تحقيق د.إحسان عباس) . ١١٢/٤

[2]: أنساب الأشراف . ٤١/٤

[3]: یعنی سن 60 ہجری میں۔

[4]: عبیداللہ بن زیاد بن ابیہ، ابواحمد وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کی جانب سے کوفہ کا والی رہا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے سیدنا حسین بن علیؓ سے جنگ کے لیے فوجیں تیار کیں۔ سن 66 ہجری میں ابراہیم بن اشتر کے ہاتھوں قتل ہوا۔ ابن حجر : تعجيل المنفعة. ٢٧٠

[5]: ولی عہدی کے معاملے کی تفصیل کے لیے، فصل ششم دیکھیں۔

[6]: ٣٢٢/٥

[7]: المنتظم . ٣٢٠/٥

(جب معاویہ رضی اللہ عنہ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں ان کا انتقال ہوا[۱]، تو انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! میں نے تمھیں سفر و مشقت سے بے نیاز کر دیا، تمہارے لیے معاملات ہموار کر دیے، تمہارے دشمنوں کو زیر کر دیا، عربوں کی گردنیں تمہارے تابع کر دیں، اور تمہارے لیے سب کو ایک جماعت میں جمع کر دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ تمہارے اقتدار میں کسی کی طرف سے کوئی خطرہ ہو، سوائے قریش کے چار افراد کے: حسین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر[۲]۔ جہاں تک عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) کا تعلق ہے، تو وہ عبادت میں مشغول[۳] رہنے والے شخص ہیں، اگر سب لوگ تمہاری بیعت کر لیں اور صرف وہ رہ جائیں، تو وہ بھی بیعت کر لیں گے۔ حسین بن علی کا معاملہ یہ ہے کہ اہلِ عراق انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے، یہاں تک کہ انہیں بغاوت پر آمادہ کر دیں گے۔ اگر وہ تمہارے خلاف نکلیں اور تمہیں ان پر غلبہ حاصل ہو جائے، تو ان کے ساتھ نرمی برتنا، کیونکہ ان سے تمہارا قریبی رشتہ ہے اور ان کا بڑا حق ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی حیثیت یہ ہے کہ اگر وہ اپنے ساتھیوں کو کوئی کام کرتے دیکھیں گے، تو وہ بھی ان کی پیروی کریں گے، ان کی کوئی بڑی سیاسی ہمت نہیں، ان کی دلچسپی صرف عورتوں اور تفریح میں ہے۔ لیکن جو تمہارے لیے شیر کی مانند تاک میں بیٹھا ہے، اور لومڑی کی طرح چالاکی سے تم سے بچنے کی کوشش کرے گا، اور جب موقع پائے گا، تو جھپٹ پڑے گا، وہ ابن زبیر ہے۔ اگر اس نے تمہارے خلاف کوئی اقدام کیا اور تمہیں اس پر قابو مل جائے، تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا)[۴]

---

[۱]: اور یہ سنہ 60 ہجری میں ہوا۔

[۲]: عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما، صحابی تھے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی۔ وہ فتح مکہ سے کچھ قبل اسلام لائے، جنگ یمامہ اور فتوحات میں شریک ہوئے۔ نہایت شجاع اور ماہر تیرانداز تھے۔ جنگ جمل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے۔ سنہ 56 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر : الإصابة . ٣٢٥/٤

[۳]: وقَذَته: یعنی اسے سکون واطمینان حاصل ہوگیا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٤٣٣

[۴]: . ٣٢٣/٥

یہ روایت بلاذری[1]، ابن الجوزی[2] اور ابن کثیر[3] نے ذکر کی ہے۔
اور اس روایت میں ایک تاریخی غلطی پائی جاتی ہے، جو عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما کا ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اُس عہد میں کرتی ہے، جس میں انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو نامزد کیا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اس تاریخ سے کافی پہلے وفات پا چکے تھے۔
اس بارے میں بلاذری[4] کہتے ہیں:
بعض لوگوں نے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمن (بن ابی بکر رضی اللہ عنہما) اس وقت تک زندہ تھے، یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، لیکن یہ بات باطل ہے۔
اسی طرح ابن کثیرؒ[5] نے بھی اسی موضوع پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:
صحیح بات یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما، معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔
اسی طرح اس روایت میں ایک منکر خبر بھی مذکور ہے، جو یہ بیان کرتی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے ساتھ سختی برتنے اور انہیں نقصان پہنچانے پر اُکسایا، اگر وہ ان پر قابو پا لے۔ لیکن یہ خبر، اپنی سند کے ضعف کے علاوہ، اپنے متن کے لحاظ سے بھی مردود ہے، کیونکہ یہ اس حقیقت کے خلاف ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت (دیانت و انصاف) کے بارے میں ثابت ہے۔
[۲۸] ہشام نے کہا: عوانہ نے کہا: ہم نے ایک اور حدیث میں یہ سنا ہے۔
(جب معاویہ رضی اللہ عنہ کا وقت قریب آیا اور یہ سنہ ۶۰ ہجری میں تھا اس وقت یزید

---

[1]: أنساب الأشراف . ١٤٤/٤
[2]: المنتظم . ٣٢٠/٥
[3]: البداية والنهاية . ١١٥/٨
[4]: أنساب الأشراف . ١٤٦/٤
[5]: البداية والنهاية . ١١٥/٨

موجود نہیں تھا، تو انہوں نے ضحاک بن قیس فہری [1] (جوان کے پولیس دستے کے سربراہ تھے) اور مسلم بن عقبہ مری [2] کو بلایا، اور ان دونوں کو وصیت کی اور فرمایا: یزید تک میری وصیت پہنچا دینا۔ اہلِ حجاز کو دیکھو، وہ تمہاری اصل (جڑ) ہیں، پس جو ان میں سے تمہارے پاس آئے، اس کا احترام کرنا، اور جو غائب رہے، اس کی خیر خبر لینا۔ اہلِ عراق کو دیکھو، اگر وہ ہر روز تم سے ایک نیا عامل (گورنر) بدلنے کا مطالبہ کریں، تو ان کا مطالبہ مان لینا، کیونکہ ایک عامل کو معزول کر دینا، میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ تم پر ایک لاکھ تلواریں کھنچ جائیں۔ اہلِ شام کو دیکھو، وہ تمہارا قریبی گروہ اور خاص جماعت ہوں، اگر دشمن کی طرف سے تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہو، تو انہی کے ذریعے مدد حاصل کرنا۔ لیکن جب تمہیں ان کی ضرورت نہ رہے، تو انہیں واپس ان کے علاقوں میں بھیج دینا، کیونکہ اگر وہ اپنے علاقوں سے باہر زیادہ عرصہ ٹھہرے رہے، تو ان کی عادتیں بدل جائیں گی۔ اور میں قریش میں سے صرف تین اشخاص سے اندیشہ رکھتا ہوں:

حسین بن علی رضی اللہ عنہما

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

جہاں تک ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے، تو وہ دین میں مشغول شخص ہیں، وہ تمہارے خلاف کسی اقدام کے خواہاں نہیں ہوں گے۔ اور جہاں تک حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے، تو وہ نرم مزاج (سیدھے سادے) انسان ہیں، اور مجھے امید ہے کہ اللہ انہیں خود سنبھال لے گا، جیسا کہ ان کے والد کو قتل کیا گیا اور ان کے بھائی کو تنہا چھوڑ دیا گیا۔ ان کا نبی کریم ﷺ سے قریبی رشتہ، بڑا حق اور عظیم مقام ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ اہلِ

---

[1]: الضحاک بن قیس الفہری رضی اللہ عنہ، چھوٹے درجے کے صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے فتح دمشق میں شرکت کی اور جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں وہ کوفہ کے گورنر بھی رہے۔ یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد انہوں نے اہل شام کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کی دعوت دی، جس کے نتیجے میں 64 ہجری میں وہ اس راہ میں قتل کر دیے گئے۔ ابن حجر : التقريب ٢٧٩؛ المزي : تهذيب الكمال ٢٨٠/١٣؛ ابن عبد البر : الاستيعاب . ٧٤٤/٢

[2]: مسلم بن عقبہ المری، جنگ صفین میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوا۔ وہ یزید بن معاویہ کے دور میں اس لشکر کا امیر تھا جو اہلِ مدینہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ وہ مکہ جاتے ہوئے راستے میں 64 ہجری میں وفات پا گیا۔ ابن عساكر : تاريخ دمشق ، (مخطوط). ٤٧٥/١٦

عراق انہیں چھوڑیں گے، یہاں تک کہ وہ انہیں (بغاوت کے لیے) نکال باہر کریں۔ اگر تمہیں ان پر قابو مل جائے، تو انہیں معاف کر دینا، کیونکہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا، تو میں انہیں معاف کر دیتا۔ اور جہاں تک ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا معاملہ ہے، تو وہ چالاک اور مکار انسان ہیں[1]، اگر وہ تمہارے خلاف قدم اٹھائیں، تو ان کے خلاف سخت اقدام کرنا، سوائے اس کے کہ وہ تم سے صلح طلب کریں، اگر وہ ایسا کریں، تو ان کی صلح قبول کر لینا، اور اپنی قوم کا خون بہنے سے بچانے کی کوشش کرنا، جتنا تم کرسکو۔[2]

یہ روایت جاحظ[3] نے تقریباً اسی الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے، اور بلاذری[4] نے اسے اس قول تک نقل کیا ہے۔

(۔۔۔پس اگر وہ اپنی سرزمین سے باہر رہیں گے تو وہ دوسرے اخلاق اپنا لیں گے) اس وصیت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے اپنی سیاست اور حکمرانی کا نچوڑ مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان کیا ہے، جو اس جلیل القدر صحابی کی سیاسی بصیرت اور انتظامی مہارت کو ظاہر کرتا ہے۔

[۲۹] حدثني أحمد بن زهير ، عن علي ، عن سليمان بن أيوب ، عن الأوزاعي وعلي بن مجاهد ، عن عبد الأعلى بن ميمون ، عن أبيه :

(معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بیماری میں، جس میں ان کا انتقال ہوا، فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک قمیص پہنائی تھی، تو میں نے اسے محفوظ کر لیا، اور ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ناخن تراشے، تو میں نے وہ تراشے لے کر ایک شیشی میں رکھ دیے۔ پس جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے وہی قمیص پہنا دینا، اور ان ناخنوں کے تراشے کو پیس کر میری آنکھوں اور منہ میں ڈال دینا، شاید کہ اللہ ان کی برکت سے مجھ پر

---

[1]: رجلٌ خبٌّ ضبٌّ: یعنی چالاک اور مکار شخص۔ ابن منظور : لسان العرب . ٥٤٠/١

[2]: ٣٢٣/٥

[3]: البيان والتبيين . ٤٩٤/١

[4]: أنساب الأشراف . ١٤٦/٤

رحم فرمادے (١)۔ پھر انہوں نے شاعر الاشہب بن رمیلہ النہشلی (٢) کے اشعار سے ایک شعر پڑھا، جو القباع (٣) کی مدح میں کہا گیا تھا:

''اگر میں مر گیا تو سخاوت بھی ختم ہو جائے گی اور لوگوں میں فیاضی ناپید ہو جائے گی، سوائے چند ایک لوگوں کے جو بخل اور سختی سے جُڑے ہوں گے (٤)۔ سائلوں کے ہاتھ

---

(١): صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک سے جدا شدہ آثار سے تبرک حاصل کرنا مشروع تبرک کی اقسام میں شمار ہوتا ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے یہ عمل نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بھی کیا اور آپ کی وفات کے بعد بھی جاری رکھا۔ اسی طرح صالح سلف رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ اس پر دلالت کرنے والے شواہد میں سے بعض یہ ہیں:

أ- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے جبکہ میں بیمار تھا اور مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر ڈالا، جس سے مجھے ہوش آ گیا۔ البخاري : صحيح البخاري مع الفتح. ٣٦٠/١

ب- عثمان بن عبداللہ بن موہب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میرے گھر والوں نے مجھے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پانی کا برتن لے کر بھیجا۔۔۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے کچھ بال تھے۔ جب کسی کو نظرِ بد یا کوئی تکلیف پہنچتی تو وہ ان کے پاس برتن بھیجتے۔ البخاري : صحيح البخاري مع الفتح . ٣٦٤/١٠

ابن حجر فرماتے ہیں: ''بعث إليها مِخْصَبَهُ'' سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی بیمار ہوتا تو وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس برتن بھیجتا، تو وہ ان بالوں کو اس میں رکھ کر دھوتیں اور پھر پانی واپس کر دیتیں، جسے وہ شخص پیتا یا غسل کے لیے استعمال کرتا، تاکہ اس سے برکت حاصل کرے۔ ابن حجر : فتح الباري . ٣٦٥/١٠

ج- اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبہ (چوغہ) کے بارے میں فرمایا: یہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس تھا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا، پھر جب وہ فوت ہوئیں تو میں نے اسے لے لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے، اور ہم اسے بیماروں کو دھوتے تھے تاکہ اس کے ذریعے شفا حاصل کی جا سکے۔ مسلم: صحيح مسلم بشرح النووي. ١٤/ ٤٣

تبرک (برکت حاصل کرنے) کے مسئلے پر مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر ناصر الجدیع کی کتاب التبرك: أنواعه وأحكامه (تبرک: اس کی اقسام اور احکام)۔ پاکستان میں دستیاب ہے یہ کتاب اس کا ترجمہ الاستاذ عمر فاروق سعیدی حفظہ اللہ نے کیا ہے۔

(٢): الاشہب بن ثور، جس کی والدہ رُمیلۃ تھیں، ابی خارِجہ النہشلی کا بیٹا تھا۔ وہ ایک اسلامی دور کے مخضرم شاعر تھے، لیکن ان کی صحابیت ثابت نہیں ہے۔

(٣): القباع: ان کا اصل نام حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ المخزومی تھا۔ وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں پہلے بصرہ اور پھر کوفہ کے گورنر (والی) مقرر ہوئے۔ الطبري : التاريخ ٦٢٢/٥؛ ٦. ١١٩/٦

(٤): مُصَرَّ د: اس کا معنی ''کم تعداد والا'' یا ''مقلل'' ہے، یعنی کوئی چیز جو بہت کم ہو یا تعداد میں گھٹی ہوئی ہو۔ ابن منظور : لسان العرب . ٢٤٩/٣

واپس لوٹا دیے گئے، اور لوگوں نے دین و دنیا میں محض جھوٹی امیدوں کو تھام رکھا۔"[1]
تو ان کی ایک بیٹی (یا کوئی اور) کہنے لگی: نہیں، اے امیر المؤمنین! بلکہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ بلا دور فرما دے گا۔ تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:
جب موت اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے، تو تم ہر قسم کے تعویذوں کو بے اثر پاتے ہو۔
پھر ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی، اور جب ہوش میں آئے تو اپنے اہلِ خانہ سے فرمایا: اللہ عزوجل سے ڈرو، بے شک جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اسے (ہر بلا سے) محفوظ رکھتا ہے، اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا، اس کے لیے کوئی حفاظت نہیں! پھر ان کا انتقال ہوگیا[2]۔

یہ روایت، جسے طبری نے حسن سند کے ساتھ بیان کیا ہے، ابن سعد[3] نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے، یہاں تک کہ اس قول تک: ۔۔۔ اور اسے رگڑ کر باریک کر دو، اور میری آنکھوں اور منہ میں ڈال دو، شاید (مجھے کچھ افاقہ ہو)
اور بلاذری[4] نے بھی اسے تقریباً اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

[٣٠] حدثنا أحمد ، عن علي ، عن محمد بن الحكم ، عمن حدثه :

جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ ان کے مال کا نصف بیت المال میں واپس کر دیا جائے۔ یہ اس لیے کیا، تاکہ باقی مال ان کے لیے حلال اور طیب ہو جائے، کیونکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کا مال تقسیم (محاسبہ) کیا کرتے تھے۔

یہ خبر ابن سعد[5] نے ذکر کی ہے، اور بلاذری[6] نے بھی اسی مفہوم کے ساتھ اسے بیان کیا ہے۔
اس خبر میں اس بات کی دلیل ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے

---

[1]: بخلف مجدد: خَلف کا مطلب اونٹنی کا تھن ہے، اور مُجَدَّد کا مطلب وہ تھن جس کا دودھ خشک ہو چکا ہو۔ اسی طرح، کہا جاتا ہے: ناقة جَدُود یعنی وہ اونٹنی جس کا دودھ ختم ہو گیا ہو۔ ابن سعد : الطبقات ، (تحقيق د.عبد العزيز السلومي) . ١٧١/١

[2]: ٣٢٧/٥ ، ٣٢٨

[3]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.عبد العزيز السلومي) . ١٧٠ ، ١٦٩/١

[4]: أنساب الأشراف . ١٥٣ ، ١٥٢/٤.

[5]: الطبقات ، (تحقيق د.عبد العزيز السلومي) . ١٧١/١

[6]: أنساب الأشراف . ١٥٣ ، ٢٨ /٤

متاثر تھے۔اسی حوالے سے ابن حجر [1] فرماتے ہیں:

(بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کے طریقے کے پیروکار اور ان کی اقتدا کرنے والے تھے)

[۳۱] قال الطبری:

(اسی سال (۶۰ ہجری) میں، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما دمشق میں وفات پا گئے۔تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ ان کا انتقال ۶۰ ہجری میں ہوا، البتہ وفات کی صحیح تاریخ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔تاہم، سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا انتقال رجب کے مہینے میں ہوا [2]۔

اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں [3]:

(صحیح قول کے مطابق، معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی وفات رجب ۶۰ ہجری میں ہوئی)

[۳۲] حدثني أحمد بن زهير ، عن علي بن محمد ، قال :

(سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ ضحاک بن قیس فہری نے پڑھائی، جبکہ یزید اس وقت موجود نہیں تھا جب معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہوا) [4]

ابن سعد [5] نے اس خبر کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ابن عساکر [6] نے جزم کے ساتھ بیان کیا کہ یزید اپنے والد معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی وفات کے وقت موجود نہیں تھا۔انہوں نے فرمایا:

(یقینی بات یہ ہے کہ یزید نے اپنے والد کو (زندہ) نہیں پایا، بلکہ وہ ان کی وفات کے بعد پہنچا)

اسی بات کو ابن الاثیر [7] نے بھی جزم کے ساتھ بیان کیا ہے۔

---

[1]: فتح الباري . ۷۹/۹

[2]: . ۳۲۳/۵

[3]: الإصابة . ۱۵۵/٦

[4]: ۳۲۷/۵

[5]: الطبقات ، (تحقيق د.عبد العزيز السلومي) . ۱۷۵ ، ۱۷٤/۱

[6]: تاريخ دمشق ، (مخطوط) . ۷۵۹/۱٦

[7]: الكامل في التاريخ . ٦/٤

[۳۳] حدثت عن هشام بن محمد ، عن أبي مخنف ، قال : حدثني عبدالملك بن نوفل بن مساحق بن عبد الله بن مخرمة ، قال :

مجھے ہشام بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے ابومخنف سے، اور انہوں نے مجھ سے عبدالملک بن نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا:

(جب معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو ضحاک بن قیس باہر نکلے، منبر پر چڑھے، اور ان کے ہاتھوں میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے کفن لہرا رہے تھے۔ پھر انہوں نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: بےشک معاویہ (رضی اللہ عنہ) عرب کا ستون تھے، عرب کے سردار و رہنما تھے، اللہ عزوجل نے ان کے ذریعے فتنے کو ختم کیا، انہیں بندوں پر حکومت عطا کی، اور ان کے ذریعے شہروں کو فتح کرایا۔ آگاہ رہو! وہ اب وفات پا چکے ہیں، یہ ان کا کفن ہے، ہم انہیں اسی میں لپیٹ کر ان کی قبر میں اتاریں گے، اور پھر انہیں ان کے اعمال کے سپرد کر دیں گے۔ اب وہ برزخ میں ہیں، قیامت کے دن تک! پس جو بھی ان کے جنازے میں شریک ہونا چاہتا ہے، وہ پہلی نماز کے وقت حاضر ہو جائے)[۱]

معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی بیماری کی خبر لے کر قاصد یزید کے پاس بھیجا گیا، تو اس پر یزید نے کہا:

جاء البريد بقرطاس يخب به
فأوجس القلب من قرطاسه فزعا
قلنا : لك الويل ماذا في كتابكم ؟
قالوا : الخليفة أمسى مثبتا وجعا
فمادت الأرض أو كادت تميد بنا
كأن أغبر من أركانها انقطعا
من لا تزل نفسه توفي على شرف
توشك مقاليد تلك النفس أن تقعا
لما انتهينا وباب الدار منصفق
وصوت رملة ريع القلب فانصدعا

---

[۱]: یعنی نمازِ ظہر کے وقت، جیسا کہ دیگر روایات میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔

قاصد ایک رقعہ لے کر آیا، جس میں خبر درج تھی، تو دل اس رقعہ کو دیکھ کر گھبرا اٹھا۔

ہم نے کہا: تجھے ہلاکت ہو! تیرے خط میں کیا خبر ہے؟ انہوں نے کہا: خلیفہ سخت بیماری میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

زمین جھکنے لگی، یا یوں لگا جیسے وہ ہمیں ہلا دے گی، گویا اس کے گرد آلود ستون ٹوٹنے والے ہوں۔

وہ (خلیفہ معاویہ) جس کی روح ہمیشہ بلندی پر رہی، اب اس جان کی کنجیاں گرنے کو ہیں۔

جب ہم دروازے تک پہنچے اور وہ کھلا، تو رُملہ کی آواز نے دل کو دہلا دیا، اور وہ ٹکڑے ہو گیا۔

قاصد ایک رقعہ لے کر آیا، جس میں خبر درج تھی، تو دل اس رقعہ کو دیکھ کر گھبرا اٹھا۔

ہم نے کہا: تجھے ہلاکت ہو! تیرے خط میں کیا خبر ہے؟ انہوں نے کہا: خلیفہ سخت بیماری میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

زمین جھکنے لگی، یا یوں لگا جیسے وہ ہمیں ہلا دے گی، گویا اس کے گرد آلود ستون ٹوٹنے والے ہوں۔

وہ (خلیفہ معاویہ) جس کی روح ہمیشہ بلندی پر رہی، اب اس جان کی کنجیاں گرنے کو ہیں۔

جب ہم دروازے تک پہنچے اور وہ کھلا، تو رُملہ [۱] کی آواز نے دل کو دہلا دیا، اور وہ ٹکڑے ہو گیا [۲]۔

یہ روایت ابن سعد [۳]، البلاذری [۴]، ابن عساکر [۵]، اور ابن الاثیر [۶] نے تقریباً طبری کی روایت کے ہم معنی بیان کی ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت عمر

[۳۴] قال الطبری:

(اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر اور مدتِ حیات کے بارے میں اختلاف پایا جاتا

---

[۱]: رُملہ بنت معاویہ بن ابی سفیان، عمرو بن عثمان بن عفان کی زوجہ تھیں۔ ابن عساكر : تاريخ دمشق . تراجم النساء . (تحقيق د.سكينة الشهابي) . ٩٥

[۲]: ٣٢٧/٥

[۳]: الطبقات ، (تحقيق د.عبد العزيز السلومي) . ١٧٤/١

[۴]: أنساب الأشراف . ٤ / ١٥٤-١٥٥

[۵]: تاريخ دمشق (مخطوط) . ٧٥٧/١٦

[۶]: الكامل في التاريخ . ٩ ، ٨/٤

ہے۔ بعض نے کہا: جب ان کا انتقال ہوا، تو وہ ۷۵ سال کے تھے) (۱)

[۳۵] قال الطبری:

اور دوسروں نے کہا: معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ۷۸ سال کی عمر میں ہوا۔ (۲)

اور یہی قول مجھے زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے، اس کی دلیل ابن حجر کا یہ قول ہے: معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی ولادت بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل ہوئی تھی، اور یہی قول مشہور ہے۔ (۳)

اور جیسا کہ معروف ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہجرت سے ۱۳ سال قبل ہوئی، اس حساب سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت سے ۱۸ سال پہلے ہوئی۔ چونکہ ان کا انتقال ۶۰ ہجری میں ہوا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔

اور یہی قول ابن ابی عاصم نے بھی اختیار کیا ہے۔ (۴)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت

[۳۶] حدثني أحمد بن ثابت الرازي ، قال : حدثني من سمع إسحاق بن عيسى يذكر عن أبي معشر ، قال :

معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت ''اُذرح'' (۵) میں ہوئی، جہاں حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے جمادی الاولی ۴۱ ہجری میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال رجب ۶۰ ہجری میں ہوا، اور ان کی خلافت کی مدت ۱۹ سال اور ۳ ماہ رہی۔ (۶)

یہی روایت ابن عساکر (۷) نے بھی اسی طرح ذکر کی ہے۔

اس روایت میں ذکر کیا گیا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی بیعت اُذرح میں ہوئی، یہ غلط ہے، درست مقام النخیلہ (۸) ہے۔ اسی طرح، بیعت کی تاریخ جمادی الاولی بتائی گئی، جو غلط ہے، صحیح

---

(۱): ۳۲۵/۵

(۲): ۳۲۵/۵

(۳): الإصابة . ۱۵۱/۶

(۴): الآحاد والمثاني . ۳۷۳/۱

(۵): اُذرح: اردن کے علاقے بلقاء میں واقع ایک بستی ہے۔ د.صلاح الدين المنجد : معجم أماكن الفتوح . ۶۸۲

(۶): ۳۲٤/۵

(۷): تاريخ دمشق ، (مخطوط) . ۷۶۲ ، ۷۱ ۸/۱٦

(۸): اگلی فصل ملاحظہ کریں۔

تاریخ ربیع الاول ہے۔ ①

[۳۷] حدثني عمر ، قال : حدثنا علي ، قال :

اہلِ شام نے سنہ ۳۷ ہجری، ذوالقعدہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی، جب حکمین ② (ثالثوں) کا فیصلہ بے نتیجہ رہا۔ اس سے پہلے، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے مطالبے پر بیعت کی تھی۔ بعد میں، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے سنہ ۴۱ ہجری، ربیع الاول کی ۲۵ تاریخ کو معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی اور خلافت ان کے سپرد کر دی۔ اس پر تمام مسلمانوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، اور اسی سال کو "عامُ الجماعۃ" (یعنی اتحاد کا سال) کہا گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال سنہ ۶۰ ہجری، ۲۲ رجب، جمعرات کے روز دمشق میں ہوا۔ ان کی حکومت کی مدت ۱۹ سال، ۳ ماہ، اور ۲۷ دن رہی۔

کہا جاتا ہے: حضرت علی علیہ السلام ③ کی وفات اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے درمیان ۱۹ سال، ۱۰ ماہ، اور ۳ راتوں ④ کا فاصلہ تھا۔ یہ روایت مکمل طور پر صرف طبری کے ہاں ملی ہے، اور کسی اور نے اسے پوری طرح نقل نہیں کیا۔

اس روایت میں اہلِ شام کی معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کو تحکیم کے بعد کا واقعہ قرار دیا گیا ہے، جو غلط ہے؛ کیونکہ ان کی بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوئی تھی۔ اسی بارے میں خطیب بغدادی ⑤ فرماتے ہیں:

(اہلِ شام نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت،

---

①: اگلی فصل ملاحظہ کریں۔

②: حکمان: یہ ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما تھے۔ تحکیم کے معاملے کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: د.يحيى اليحيى : مرويات أبي مخنف ٤٠١؛ عبد الحميد فقيهي : خلافة علي بن أبي طالب . ٢٢٩

③: ابن کثیر نے علیہ السلام کے استعمال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ بہت سے کتابوں کے نقل نویسوں (کاتبوں) میں عام ہو گیا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے علیہ السلام یا کرّم اللہ وجہہ کی تخصیص کرتے ہیں، بغیر اس کے کہ دیگر صحابہ کے لیے ایسا کہیں۔ اگرچہ اس کا معنی درست ہے، لیکن صحابہ کے معاملے میں برابری رکھنی چاہیے، کیونکہ یہ تعظیم و تکریم کے باب سے ہے، اور اس میں شیخان (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) اور امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ ابن كثير : التفسير ٥٢٤/٣ .

④: . ٣٢٤/٥

⑤: تاريخ بغداد . ٢١٠/١

سنہ ۴۰ ہجری میں کی)

ابن کثیر ① نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وفات پا گئے، تو اہلِ شام نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی امیر المؤمنین کے طور پر بیعت کی، کیونکہ وہاں ان کا کوئی مخالف باقی نہیں رہا تھا۔

---

①: البداية والنهاية . ١٦/٨

فصلِ ثانی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے انعقاد کے بارے میں الطبری کی روایات

- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت
- حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کا وقوع پذیر ہونا
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امراء کا صلح کے بارے میں موقف

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت

[۳۸] الطبری نے کہا: (اوراسی سال- یعنی چالیس ہجری میں- حضرت حسن بن علی علیہ السلام کی خلافت کے لیے بیعت لی گئی۔

اور کہا جاتا ہے: سب سے پہلے جنہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، وہ قیس بن سعد [۱] تھے۔ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: اپنا ہاتھ بڑھائیں، میں آپ سے اللہ عزوجل کی کتاب، اس کے نبی کی سنت، اور باغیوں سے جنگ کرنے پر بیعت کرتا ہوں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت پر (بیعت کرو)، کیونکہ یہی ہر شرط پر فوقیت رکھتی ہے۔ پس قیس نے ان کی بیعت کی اور خاموش رہے، پھر لوگوں نے بھی بیعت کر لی [۲]۔

یہ خبر ابن الجوزی [۳] اور ابن الاثیر [۴] نے بھی اسی طرح بیان کی ہے۔

[۳۹] حدثني عبد الله بن أحمد المروزي ، قال : أخبرني أبي ، قال : حدثنا سليمان ، قال : حدثني عبد الله ، عن يونس ، عن الزهري ، قال :

(اہلِ عراق نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے شرط رکھی تم سنو گے اور اطاعت کرو گے، جس سے میں صلح کروں گے، تم بھی صلح کرو گے، اور جس سے میں جنگ کروں گا، تم بھی جنگ کرو گے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان پر یہ شرط عائد کی تو اہلِ عراق اپنے معاملے میں شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے: یہ ہمارے لیے موزوں خلیفہ نہیں، یہ تو جنگ کرنا ہی نہیں چاہتے۔۔۔۔۔) [۵]

---

[۱]: قیس بن سعد بن عبادہ انصاری خزرجی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسے تھے جیسے کسی امیر کے لیے اس کا سپہ سالار (کمانڈر) ہوتا ہے۔ انہوں نے جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرکت کی۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح ہوئی تو قیس مدینہ میں مقیم ہو گئے اور وہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ ابن عبد البر : الاستيعاب . ۱۲۸۹/۳

[۲]: ۱۵۸/۵

[۳]: المنتظم ۵ / ۱۶۵-۱۶۶

[۴]: الكامل في التاريخ . ۴۰۲/۳

[۵]: ۱۶۲/۵

[۴۰] عبداللہ بن احمد بن شبویہ المروزی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: میرے والد نے ہمیں حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن یونس نے زہری سے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں:

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ عراق میں سے قیس بن سعد کو اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا، جو آذربائیجان کے محاذ کی طرف روانہ ہوا اور اس کی زمین پر قابض رہا۔ آپ نے خمیس (ایک مخصوص فوجی گروہ) تشکیل دیا، جو عربوں میں نیا نظام تھا۔ یہ چالیس ہزار افراد پر مشتمل تھا، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ جب اہلِ عراق نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب کیا تو وہ جنگ کے قائل نہ تھے، بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ جتنا ممکن ہو، معاویہ رضی اللہ عنہ سے اپنے لیے فائدہ حاصل کریں، پھر امت کے ساتھ اتحاد میں شامل ہو جائیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم تھا کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہما ان کے اس مؤقف سے اتفاق نہیں کریں گے، اس لیے انہیں ہٹا کر عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا۔ لیکن جب عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے اپنے لیے کچھ شرائط طے کرنا چاہتے ہیں، تو انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور امان طلب کی، اور ان اموال پر اپنی شرائط پیش کیں جو ان کے قبضے میں تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو قبول کر لیا)

یہ خبر ابن عساکر نے امام زہری کی روایت سے اسی طرح بیان کی ہے [1]، اور ابن کثیر نے بھی اسی کے مشابہ ذکر کیا ہے۔

روایات و متون کا تنقیدی جائزہ (نقد النصوص)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی بیعت رمضان ۴۰ ہجری میں ہوئی، یہ بیعت اس وقت ہوئی جب امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی کے

---

[1]: تاريخ دمشق (مخطوط). ٥٣٥/٤

ہاتھوں شہید ہوئے۔ [۱][۲]

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی بات کی جاتی ہے، تو ایک اہم مسئلہ سامنے آتا ہے جسے شیعہ [۳] حضرات بہت شدت سے پیش کرتے ہیں، یعنی یہ دعویٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نامزدگی (نص) کی تھی۔ [۴]

یہ معاملہ شیعہ کی طرف سے امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ پر گھڑا گیا ایک بہتان ہے، کیونکہ اس بارے میں کوئی مستند روایت ثابت نہیں، بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ صحیح بات وہی ہے جو امام احمد بن حنبل نے عبداللہ بن سبع [۵] کے طریق سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: یہ (داڑھی) اس (سر) کے خون

---

[۱]: عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، ایک جھوٹا خارجی تھا، فتحِ مصر میں شریک ہوا، اور ابتدا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعہ (حامی) تھا اور ان کے ساتھ جنگِ صفین میں بھی شامل رہا، لیکن بعد میں اس پر قرآن کی وعید صادق آ گئی، اور اس نے وہ کام کیا جو کیا۔ الذهبي : تاريخ الإسلام (عصر الخلافة الراشدة). ٦٥٣

[۲]: انظر ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.إحسان عباس) . ٣٨-٣٥ /٣

[۳]: اس مقام پر شیعہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصی طور پر حمایت کرتے تھے، اور ان کی امامت اور خلافت کو نص (واضح حکم) اور وصیت کے ذریعے ثابت مانتے تھے، خواہ وہ نص جلی (واضح) ہو یا خفی (پوشیدہ)۔ ان کا عقیدہ تھا کہ امامت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہی رہے گی، اور اگر کسی اور کے پاس چلی گئی تو وہ یا تو ظلم کے ذریعے حاصل کی گئی ہوگی، یا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ یا ان کی اولاد کی طرف سے کسی مصلحت (تقیہ) کی بنا پر دی گئی ہوگی۔ الشهرستاني : الملل والنحل . ١٤٦/١

[۴]: انظر النوبختي : فرق الشيعة ٣٤؛ الأشعري : مقالات الإسلامين ٢٤ ، ١٩ ، ١٧؛ البغدادي : الفرق بين الفرق ٤٥ ، ٢٢؛ ابن تيمية : منهاج السنة النبوية . ١٠٢/١

[۵]: عبداللہ بن سبع الہمدانی کوفہ کے اہلِ کوفہ کے سفیر تھے، جنہیں انہوں نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھیجا تھا (تاريخ الطبري ٣٥٢/٥)۔ ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبع، اور بعض کے نزدیک ابن سُبیع بھی کہا جاتا ہے۔ ٢٢/ ٥

سے رنگی جائے گی [1]، تو وہ سب سے بڑا بد بخت کس چیز کا انتظار کر رہا ہے؟ [2]
(انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہمیں کوئی وصیت فرما دیجیے تا کہ ہم آپ کے اہلِ بیت کی سرپرستی کریں۔ [3]
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں نے تمہیں کوئی حکم دیا، تو تم میرے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کرو گے۔
انہوں نے کہا: پھر ہمارے لیے کسی کو خلیفہ مقرر کر دیجیے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں تمہیں اسی حال پر چھوڑ رہا ہوں جس حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں چھوڑا تھا۔
انہوں نے پوچھا: جب آپ اللہ کے حضور حاضر ہوں گے تو کیا جواب دیں گے؟ وکیع [4] نے (ایک مرتبہ) کہا: جب میں اس سے ملاقات کروں گا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کہوں گا: اے اللہ! تو نے مجھے ان میں رکھا جب تک تو نے چاہا، پھر تو نے مجھے اپنی طرف بلا لیا اور تو ان پر گواہ ہے۔ پس اگر تو چاہے تو ان کی اصلاح فرما دے، اور اگر تو چاہے تو ان کو آزمائش میں ڈال دے [5]۔

(قال أحمد شاكر : إسناده صحيح)

---

[1]: یعنی ان کی داڑھی کے سر کے خون سے رنگی جائے گی۔ دیکھو: أحمد بن حنبل : المسند (تحقيق أحمد شاكر) . ١٣٤/٢

[2]: یہ وصف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کے لیے بیان فرمایا، جیسا کہ طبرانی نے روایت کیا ہے۔ حضرت عثمان بن صہیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سب سے زیادہ بد بخت اولین (پہلی امتوں) میں کون تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ شخص جس نے ثمود کی اونٹنی کو قتل کیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا، تو سب سے زیادہ بد بخت آخرین (آخری امت) میں کون ہوگا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے معلوم نہیں، یا رسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جو تمہیں اس (سر) پر ضرب لگائے گا۔ (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یافوخ یعنی سر کے اگلے حصے کی طرف اشارہ کیا۔) وقال عنه الهيثمي : فيه رشدين بن سعد وقد وثق ، وبقية رجاله ثقات . الہیثمی فرماتے ہیں: اس روایت میں رشدین بن سعد ہیں، جنہیں بعض نے ثقہ کہا ہے، اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ المعجم الكبير ، ٤٥/٨ مجمع الزوائد . ١٣٩/٩

[3]: نبير عترته: کا معنی ہے: اس کے قریبی رشتہ دار۔ ابن منظور: لسان العرب . ٥٣٨ ، ٥/٤

[4]: وكيع بن الجراح بن مليح الرؤاسي ، ثقة حافظ عابد . ابن حجر : التقريب . ٥٨١

[5]: أحمد بن حنبل : المسند) تحقيق أحمد شاكر (. ٢٤٢/٢

اور اسے البزار نے بھی ایک حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے، [1] ثعلبہ بن یزید الحمانی [2] کے طریق سے، کہا:

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی، قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانہ چیرا [3] اور روح [4] کو پیدا کیا، یقیناً یہ (داڑھی) اس (سر) کے خون سے رنگین ہوگی۔

پھر فرمایا: تو اُسے (یعنی میرے قاتل کو) کون روک رہا ہے؟

عبداللہ بن سبیع نے کہا: اللہ کی قسم! اے امیر المؤمنین، اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو ہم اس کی نسل کو مٹا دیں گے۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے بدلے کسی اور کو قتل نہ کرنا۔

لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ ہمارے لیے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے؟

فرمایا: نہیں، لیکن میں تمہیں ایسے ہی چھوڑوں [5] گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں چھوڑا تھا۔

لوگوں نے کہا: پھر جب آپ اپنے رب کے حضور جائیں گے تو آپ کیا جواب دیں گے، جبکہ ہمیں بغیر کسی رہنما کے چھوڑ دیا؟

فرمایا: میں کہوں گا: اے اللہ! میں نے اپنی حیثیت میں ان کی نگرانی کی، جتنا تُو نے چاہا، پھر تُو نے مجھے اپنے پاس بلا لیا اور انہیں تیرے حوالے کر دیا۔

جہاں تک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کا تعلق ہے، تو ابن سعد نے اپنی طبقات میں اسے ایسی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے جو طبری کی روایات سے زیادہ صحیح ہیں، اور وہ روایات درج ذیل ہیں:

---

[1]: الهيثمي : مجمع الزوائد . ١٤٠/٩

[2]: ثعلبہ بن یزید الحمانی، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شرطہ (پولیس سربراہ) تھے، انہیں نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ الذہبی : میزان الاعتدال. ٣٧١/١

[3]: فالق الحب: یعنی اسے چیرنے والا یا اس میں سے پتیاں نکال کر اسے کھولنے والا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١١٨٦

[4]: برأ النسمه: یعنی انسان کو پیدا کرنا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٥٠٠ ، ٤٢

[5]: اصل متن میں (أتركك) آیا ہے، جبکہ درستگی (تصحیح) احمد بن حنبل کی اس روایت سے کی گئی ہے جو اس روایت سے پہلے مذکور ہے۔

پہلی روایت:

أ- أخبرنا وكيع بن الجراح[1] عن يحيى بن مسلم أبي الضحاك[2] عن عاصم بن كليب[3] عن أبيه[4] قال :

ب- وأخبرنا عبد الله بن نمير [5] عن عبد السلام رجل من بني [مسلية] [6] عن بيان[7] عن عامر الشعبي[8] قال :

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔ آپ کو کوفہ میں مسجد الجماعۃ کے قریب رحبہ کے علاقے میں، کندہ کے دروازوں کے پاس دفن کیا گیا، اور یہ تدفین فجر کی نماز ختم ہونے سے پہلے مکمل ہو گئی۔ تدفین کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ واپس آئے اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی، جس پر سب نے ان کی بیعت کر لی۔

(یہ روایت دو صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہے)

دوسری روایت:

میمون بن مہران [9] کے طریق سے مروی ہے کہ:

(حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد اہلِ عراق سے دو شرطوں پر بیعت لی۔ پہلی، کہ وہ ان کی امارت کو تسلیم کریں، اور دوسری، کہ وہ اسی چیز میں داخل ہوں جس میں وہ خود داخل ہوں اور جس پر وہ راضی ہوں، اس پر وہ

---

[1]: وکیع بن الجراح، ثقہ، حافظ اور عبادت گزار تھے۔ (پہلے ذکر ہو چکا ہے)

[2]: یحیٰی بن مسلم الہمدانی، ابوالضحاک، ابن حبان نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن حبان : الثقات . ٦١٠/٧

[3]: عاصم بن کلیب بن شہاب، ابن حبان نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن حبان : الثقات . ٢٥٦/٧

[4]: کُلیب بن شِہَاب، ابن حبان نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن حبان : الثقات . ٣٣

[5]: عبداللہ بن نمیر الہمدانی، ثقہ، محدث اور اہلِ سنت میں سے تھے۔ ابن حجر : التقريب . ٣٢٧

[6]: اصل متن میں (مسیلمہ) آیا ہے، لیکن ابن حبان کی تصحیح کے مطابق درست نام عبد السلام بن ابی المسلی الحارثی ہے۔ ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ بیان بن بشر کے شاگرد اور عبداللہ بن نمیر کے شیخ تھے۔ ابن حبان : الثقات . ٤٢٧/٨

[7]: بیان بن بشر الاحمسی، ثقہ اور ثبت راوی تھے۔ ابن حجر : التقريب . ١٢٩

[8]: عامر بن شراحیل الشعبی، ثقہ، مشہور، فقیہ اور فاضل تھے۔ (پہلے ذکر ہو چکا ہے)

[9]: میمون بن مہران الجزری، ثقہ اور فقیہ تھے۔ (پہلے ذکر ہو چکا ہے)

بھی راضی رہیں)[1]

(طبقات کے محقق کہتے ہیں: اس کی سند حسن ہے)[2]

تیسری روایت:

خالد بن مضرب[3] کے طریق سے مروی ہے کہ:

(میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! میں تم سے صرف اسی شرط پر بیعت لوں گا جو میں تم سے کہہ رہا ہوں۔

لوگوں نے پوچھا: وہ شرط کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: جس سے میں صلح کروں، تم بھی صلح کرو گے، اور جس سے میں جنگ کروں، تم بھی جنگ کرو گے)[4]

(طبقات کے محقق نے کہا: اس کی سند صحیح ہے)[5]

دوسری اور تیسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی صلح کی تیاری شروع کردی تھی، تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔[6]

صلحِ حسن ومعاویہ رضی اللہ عنہما کا انعقاد

طبری کی بیان کردہ ضعیف روایات میں صلح کے حوالے سے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر شدید الزام تراشی کی گئی ہے، جہاں انہیں دنیا اور اس کے فنا ہونے والے ساز وسامان کی خاطر صلح کا خواہاں ظاہر کیا گیا ہے۔

اور چونکہ یہ واقعہ نہایت اہمیت کا حامل ہے، اس لیے میں نے اسے ایک مستقل تحقیق کے طور پر پیش کیا ہے، جو طبری کی صلح سے متعلق روایات کے جائزے کے اختتام پر آئے گی۔

عبداللہ بن احمد بن شبویہ المروزی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: میرے والد نے ہمیں حدیث بیان

---

[1]: ابن سعد : الطبقات (تحقیق د.محمد السلمي) . ٣١٧ ، ٣١٦/١

[2]: ابن سعد : الطبقات (تحقیق د.محمد السلمي) .١ / ٣١٦-٣١٧

[3]: خالد بن مضرب العبدي، ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ ابن حبان : الثقات . ٢٠٠/٤

[4]: ابن سعد : الطبقات (تحقیق د.محمد السلمي) ١ / ٢٨٦-٢٨٧

[5]: ابن سعد : الطبقات (تحقیق د.محمد السلمي) ١ / ٢٨٦-٢٨٧

[6]: اس کی تفصیل اگلے مبحث میں ملاحظہ کریں۔

کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن یونس نے زہری سے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں:

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ عراق میں سے قیس بن سعد کو اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا، جو آذربائیجان [1] کے محاذ کی طرف روانہ ہوا اور اس کی زمین پر قابض رہا۔ آپ نے خمیس [2] (ایک مخصوص فوجی گروہ) تشکیل دیا، جو عربوں میں نیا نظام تھا۔ یہ چالیس ہزار افراد پر مشتمل تھا، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ جب اہلِ عراق نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب کیا تو وہ جنگ کے قائل نہ تھے، بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ جتنا ممکن ہو، معاویہ رضی اللہ عنہ سے اپنے لیے فائدہ حاصل کریں، پھر امت کے ساتھ اتحاد میں شامل ہو جائیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم تھا کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہما ان کے اس مؤقف سے اتفاق نہیں کریں گے، اس لیے انہیں ہٹا کر عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما [3] کو مقرر کر دیا۔ لیکن جب عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما [4] کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے اپنے لیے کچھ شرائط طے کرنا چاہتے ہیں، تو انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور امان طلب کی، اور ان اموال پر اپنی شرائط پیش کیں جو ان کے قبضے میں تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو قبول کر لیا) [5]

یہ خبر عبدالرزاق [6] اور ابن الجوزی [7] نے زہری کے طریق سے اسی مفہوم کے ساتھ روایت کی

---

[1]: آذربائیجان ایک عظیم سلطنت تھی، جس کا بیشتر حصہ پہاڑی علاقوں پر مشتمل تھا۔ آج کل یہ جمہوریہ آذربائیجان کے نام سے معروف ہے، اور اس کا دارالحکومت باکو ہے۔ قدیم آذربائیجان کا ایک حصہ موجودہ ایران کی حدود میں شامل ہے۔ یاقوت : معجم البلدان ١٢٨/١؛ د.دولت صادق : أطلس العالم الإسلامي . ٧٤ ، ٤٩

[2]: الخمیس: لشکر کو کہتے ہیں، کیونکہ یہ پانچ حصوں پر مشتمل ہوتا ہے: مقدمہ (آگے کا دستہ)، قلب (مرکزی حصہ)، میمنہ (دائیں بازو)، میسرہ (بائیں بازو)، اور ساقۃ (پیچھے کا حصہ)۔ الفیروز آبادي : القاموس المحيط . ٦٩٨

[3]: عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور صغار صحابہ میں سے تھے۔ وہ سخاوت اور جود و کرم میں مشہور تھے۔ سن 36 ہجری میں انہوں نے حجاج کی امامت کی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں یمن کا گورنر مقرر کیا۔ ان کا وصال 58 ہجری میں ہوا، جبکہ بعض روایات کے مطابق 87 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر : الإصابة . ٣٩٩/٤

[4]: اصل متن میں عبداللہ آیا ہے، لیکن تخریج کے مصادر کے مطابق درست نام عبیداللہ ہے

[5]: ٥ / ١٥٨

[6]: المصنف ٤٦١/٥

[7]: المنتظم ١٦٦/٥

ہے۔

اس روایت اور روایت نمبر [۴۶] میں عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر آیا ہے، اور یہ صرف زہری کی روایت میں پایا جاتا ہے، کیونکہ میں نے ان تمام صحیح روایات میں عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا کوئی ذکر نہیں پایا جو صلح کے بارے میں بیان ہوئی ہیں۔ یہ امر اس شک کو جنم دیتا ہے کہ آیا عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس مدت میں واقعی عراق میں موجود تھے یا نہیں۔

[۴۱] حدثني موسى بن عبد الرحمن المسروقي ، قال : حدثنا عثمان بن عبد الحميد أو ابن عبد الرحمن الحراني الخزاعي أبو عبد الرحمن ، قال : حدثنا إسماعيل بن راشد ، قال :

جب لوگوں نے حضرت حسن بن علی علیہ السلام کی بیعت خلافت کے لیے کی، تو وہ اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ مدائن پہنچے۔ انہوں نے قیس بن سعد کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مقدمۃ الجیش کے طور پر روانہ کیا۔ دوسری طرف، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہل شام کے ساتھ آگے بڑھے اور مسکن [۱] میں قیام کیا۔ اسی دوران، جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، لشکر میں ایک منادی نے اعلان کیا: خبردار! قیس بن سعد رضی اللہ عنہما شہید ہو چکے ہیں، فوراً حرکت میں آؤ! یہ سنتے ہی لشکری بدحواس ہو گئے اور انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خیمے کو لوٹ لیا، حتیٰ کہ وہ ان کا وہ قالین بھی کھینچنے لگے جس پر وہ بیٹھے تھے۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل کر مدائن [۲] میں مقصورہ البیضاء [۳] (سفید قلعہ) میں پناہ گزین ہو گئے۔ اس وقت مختار

---

[۱]: یہ ایک بستی ہے جو نہر دجیل کے کنارے واقع ہے، جو دریائے دجلہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ بغداد شہر کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ انظر : ياقوت : معجم البلدان . ١٢٧/٥ليسترنج : بلدان الخلافة الشرقية . ٧٣ ، ٤٠

[۲]: المدائن: یہ فارسی سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ عربوں نے اسے المدائن (یعنی کئی شہروں کا مجموعہ) اس لیے کہا کیونکہ یہ سات قریبی شہروں پر مشتمل تھا۔ اس کے آثار آج کل دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر موجود ہیں اور بغداد کے مرکز سے تقریباً 30 کلومیٹر جنوب میں واقع ہیں۔ الدليل الأثري والحضاري لمنطقة الخليج العربي ٤٥٧؛ ياقوت : معجم البلدان . ٧٥ ، ٧٤/٥

[۳]: المقصورة: وسیع اور محفوظ عمارت کو کہا جاتا ہے۔ یہ امام کے قیام کی جگہ کو بھی کہتے ہیں، اور اسے یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ یہ عام لوگوں کے بجائے صرف امام کے لیے مخصوص ہوتی تھی۔ ابن منظور : لسان العرب . ١٠٠/٥

بن ابی عبید[۱] کا چچا سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ[۲] مدائن کا گورنر تھا۔ مختار، جو اس وقت ایک نوجوان تھا، اپنے چچا سے کہنے لگا:

کیا آپ دولت اور عزت کے خواہاں ہیں؟

سعد نے پوچھا: وہ کیسے؟

مختار نے کہا: آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو قید کر لیں اور انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج کر ان سے امان طلب کریں! یہ سن کر سعد بن مسعود غصے میں آ گئے اور کہا: اللہ کی لعنت ہو تم پر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قید کر کے دشمن کے حوالے کر دوں؟ تم کیسے برے آدمی ہو!

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حالات بگڑ چکے ہیں اور ان کے ساتھی منتشر ہو رہے ہیں، تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صلح کی پیشکش کی۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس[۳] کو مدائن بھیجا، جنہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مذاکرات کیے اور ان کی شرائط قبول کر لیں۔ چنانچہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خزانہ بیت المال سے پانچ لاکھ (پچاس لاکھ درہم) اور دیگر شرائط پر صلح کر لی۔ پھر انہوں نے اہل عراق سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے اہل عراق! میں تمہارے ساتھ تین وجوہات کی بنا پر مزید نہیں رہ سکتا:

۱۔ تم نے میرے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا۔

۲۔ تم نے مجھ پر حملہ کیا اور مجھے زخمی کیا۔

۳۔ تم نے میرا مال لوٹ لیا!

اس کے بعد، تمام لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے، اور وہاں لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر

---

[۲]: سعد بن مسعود الثقفی: یہ صحابی تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امراء میں سے تھے۔ ابن حجر : الإصابة . ۸۳/۳

[۳]: عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ: یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے اور آپ سے روایت بھی کی۔ انہوں نے خراسان میں جہاد کیا اور سجستان اور کابل کو فتح کیا۔ 51 ہجری میں بصرہ میں وفات پائی۔ ابن عبد البر : الاستيعاب . ۸۳۵/۲

لی۔ [1]

یہ خبر طبرانی [2] اور ابن الجوزی [3] نے اسماعیل بن راشد کے طریق سے اسی مفہوم کے ساتھ روایت کی ہے۔

[۴۲] طبری نے کہا: زیاد بن عبداللہ نے عوانہ کے واسطے سے بیان کیا؛ اور عثمان بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے مسروقی کی روایت کے قریب بات ذکر کی، اور اس میں اضافہ کیا:

(حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو صلح کے لیے خط لکھا اور امن و امان کی درخواست کی۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ نے حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے کہا: میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو صلح اور امان کے بارے میں خط لکھا ہے۔ اس پر حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، کیا تم معاویہ کی باتوں کو سچ مان لو گے اور علی کی باتوں کو جھٹلا دو گے؟ حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: چپ رہو! میں اس معاملے کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا خط ملا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ وہ مدائن پہنچے اور ان دونوں نے حسن رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ شرائط کو قبول کر لیا۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کو خط لکھا جو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مقدمۃ الجیش پر تھے اور انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا۔ قیس بن سعد رضی اللہ عنہما نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: اے لوگو! تمہیں اختیار ہے: یا تو گمراہ امام کی اطاعت قبول کرو، یا بغیر امام کے جنگ کرو! لوگوں نے جواب دیا: نہیں! بلکہ ہم گمراہ امام کی اطاعت قبول کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہما وہاں سے واپس چلے گئے۔ حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر صلح کی کہ: جو کچھ بیت المال میں ہے، وہ حسن کو دے دیا جائے۔ دارابجرد [4] (ایران کا ایک علاقہ) کا خراج حسن رضی اللہ عنہ کو

---

[1]: ۵ / ۱۰۹-۱۱۰

[2]: المعجم الكبير ۱ / ۱۰٤-۱۰5

[3]: المنتظم. ١٦٦/٥

[4]: دارابجرد: فارس کا ایک علاقہ تھا، جو آج کل ایران کے وسطی حصے میں واقع ہے۔ یاقوت : معجم البلدان ٤١٩/٢؛ لسترنج :بلدان الخلافة الشرقية ۲۸۸ خارطة رقم. ٦

ملے۔ بشرطیکہ علی رضی اللہ عنہ کو ان کی موجودگی میں برا بھلا نہ کہا جائے۔ اس کے بعد حسن رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے بیت المال سے پانچ لاکھ درہم لے لیے) [1]

یہ روایت مجھے طبری کے علاوہ کسی اور کے ہاں نہیں ملی۔

[۴۳] (اور اسی سال [2] ایلیاء [3] میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت منعقد ہوئی)

مجھ سے یہ روایت موسیٰ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عثمان بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن راشد نے خبر دی (اور پہلے شام میں انہیں امیر المؤمنین کہا جاتا تھا) [4]

ابن اثیر نے اس خبر کو اسی طرح ذکر کیا ہے، جبکہ ابن کثیر نے صرف بیعت کی خبر بیان کرنے پر اکتفا کیا اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: جب علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو اہلِ شام نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت امیر المؤمنین کے طور پر کر لی، کیونکہ ان کے نزدیک اب کوئی مخالف باقی نہیں رہا تھا۔

[۴۴] حد ثت عن أبي مسهر ، عن سعيد بن عبد العزيز ، قال :

(عراق میں علی رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کہا جاتا تھا، اور شام میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر کہا جاتا تھا۔ پس جب علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کہا جانے لگا)

اس روایت کو ابن کثیر [5] نے تقریباً اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

[۴۵] حدثني عبد الله بن أحمد المروزي ، قال : أخبرني أبي ، قال : حدثنا سليمان ، قال : حدثني عبد الله ، عن يونس ، عن الزهري ، قال :

(عراق کے لوگوں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی بیعت خلافت کے لیے کی، تو حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ شرط رکھنی شروع کی: تم میری بات سنو گے اور اطاعت کرو

---

[1]: ۱۶۰/۵.

[2]: سنة ۴۰هـ.

[3]: ایلیاء: یہ بیت المقدس کا قدیم نام ہے۔ (یاقوت: معجم البلدان، ۲۹۳/۱

[4]: ۱۶۱/۵.

[5]: البداية والنهاية ۱۶/۸

گے،جس سے میں صلح کروں گا تم بھی اس سے صلح کروگے،اور جس سے میں جنگ کروں گا تم بھی اس سے جنگ کروگے۔عراقی لوگ اس شرط پر شک میں پڑ گئے اور اپنے معاملے میں متردد ہو گئے۔وہ کہنے لگے: یہ شخص تمہارا سربراہ نہیں ہوسکتا، یہ تو جنگ کرنا ہی نہیں چاہتا۔ پس حسن رضی اللہ عنہ اپنی بیعت کے بعد کچھ ہی عرصہ ٹھہرے تھے کہ انہیں ایک شخص نے زہر آلود خنجر سے زخمی کر دیا[1]،جس کے بعد ان کا اپنے ساتھیوں سے بغض مزید بڑھ گیا اور وہ ان سے مزید خوفزدہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور کچھ شرائط بھیجیں۔حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم مجھے یہ شرائط دے دو، تو میں تمہاری بات سنوں گا اور اطاعت کروں گا، مگر تمہیں ان شرائط کو پورا کرنا ہوگا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں حسن رضی اللہ عنہ کی یہ تحریر پہنچ گئی، جبکہ اس سے پہلے معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کو ایک خالی صحیفہ (دستاویز) بھیجی تھی، جس کے نچلے حصے پر مہر لگی ہوئی تھی۔اور انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا: اس صحیفے میں جو چاہو شرط لکھ دو، وہ تمہاری ہوں گی۔

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس (معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجا گیا صحیفہ) آیا تو انہوں نے اس میں پہلے سے کہیں زیادہ سخت شرائط رکھ دیں جو اس سے پہلے انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے طلب کی تھیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے وہ تحریر اپنے پاس محفوظ کر لی، اور دوسری طرف معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی وہ صحیفہ سنبھال لیا جو حسن رضی اللہ عنہ نے انہیں بھیجا تھا اور جس میں ان سے شرائط طلب کی گئی تھیں۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ وہ وہی شرائط انہیں دے دیں جنہیں انہوں نے اس دستاویز میں درج کیا تھا جس کے نچلے حصے پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مہر لگائی تھی۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ شرائط دینے سے انکار کر دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جو پہلے مجھے لکھا تھا اور جس میں تم نے مجھ سے مانگا تھا کہ میں تمہیں یہ شرائط دوں، میں نے تمہارے خط کے پہنچتے ہی تمہیں وہ دے دی تھیں۔ حضرت حسن

---

[1]: أشوته: لفظ کا مطلب ہے ایسا زخم جو جان لیوا نہ ہو یا ایسا وار جو مہلک نہ ہو۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٦٧٨

رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اور میں نے بھی تمہارے خط کے ملنے پر شرائط رکھی تھیں، اور تم نے مجھ سے ان پر وفا کرنے کا عہد کیا تھا۔ دونوں کے درمیان اس مسئلے پر اختلاف ہوا اور آخر کار حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شرائط میں سے کوئی بھی نافذ نہیں کی گئی۔ جب وہ کوفہ میں جمع ہوئے تو اس وقت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کے سامنے تقریر کریں۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناپسند تھی، انہوں نے کہا: تم چاہتے کیا ہو کہ وہ لوگوں کے سامنے تقریر کریں؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ لوگوں کے سامنے آئیں تا کہ ان پر واضح ہو جائے (کہ حقیقت کیا ہے)۔ عمرو رضی اللہ عنہ برابر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی بات مان لی۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور لوگوں سے خطاب کیا، پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بلائے اور کہے: اے حسن! کھڑے ہو کر لوگوں سے بات کرو۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بغیر کسی تیاری کے فوری طور پر تقریر کی۔ انہوں نے کہا: ''اما بعد! اے لوگو! یقیناً اللہ نے ہمارے پہلے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلِ بیت) کے ذریعے تمہیں ہدایت دی اور ہمارے آخری (یعنی میری صلح) کے ذریعے تمہارا خون محفوظ کر دیا۔ اس حکومت کے لیے ایک مقررہ وقت ہے، اور دنیا میں حکومتیں بدلتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: (وَمَا أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ)[1] اور میں نہیں جانتا، شاید یہ تمہارے لیے ایک آزمائش ہو اور ایک وقت تک کا فائدہ ہو۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا: بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر شدید غصہ آیا[2] اور کہا: یہ سب تمہاری ہی رائے کی وجہ سے ہوا۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ مدینہ واپس چلے گئے)[3]

---

[1]: سورة الأنبياء : الآية . (١١١)

[2]: لفظ ضرماً کا مطلب ہے شدید غصہ بھڑک اٹھنا یا انتہائی غضبناک ہونا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٤٦٠ .

[3]: ١٦٣-١٦٢ / ٥

یہ روایت ابن عساکر [1] نے الزہری کے طریق سے تقریباً اسی مفہوم میں ذکر کی ہے، جبکہ ابن الجوزی [2] نے اسے مختصر طور پر بیان کیا ہے

[٤٦] حدثني عبد الله بن أحمد ، قال : حدثني أبي ، قال : حدثني سليمان بن [صالح] [3] قال : حدثني عبد الله ، عن يونس ، عن الزهري ، قال :

جب عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ سے اپنی جان کے لیے امان طلب کرنا چاہتے ہیں، تو انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر اپنے لیے بھی امان مانگی اور اس مال کو اپنے لیے محفوظ رکھنے کی شرط رکھی جو وہ حاصل کر چکے تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ شرط قبول کر لی اور ان کے پاس ابن عامر کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بھیجا۔ عبید اللہ رات کے وقت ان کے پاس چلے گئے اور اپنے لشکر کو بے سروسامان چھوڑ دیا، جس میں قیس بن سعد بھی موجود تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کے تحفظ کی شرط رکھی اور پھر معاویہ کی بیعت کر لی۔ اس دوران، شرطۃ الخمیس (یعنی چنیدہ سپاہیوں) نے قیس بن سعد کو اپنا امیر بنا لیا اور ان سے عہد کیا کہ وہ معاویہ سے اس وقت تک جنگ کریں گے جب تک کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعوں (حامیوں) اور ان کے پیروکاروں کے لیے ان کے مال و جان اور جو کچھ انہوں نے فتنہ کے دوران حاصل کیا، اس پر امان کی شرط نہ مان لیں۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ، عبید اللہ بن عباس اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما سے نمٹ چکے، تو انہوں نے اس شخص (قیس بن سعد) کے خلاف چالاکی کرنے کی ٹھانی جو ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہم تھا اور جس کے پاس چالیس ہزار کا لشکر تھا، جبکہ معاویہ، عمرو بن عاص اور اہلِ شام ان کے سامنے موجود تھے۔ معاویہ نے قیس بن سعد کو پیغام بھیجا اور انہیں اللہ کی یاد دلائی اور کہا: تم کس کی اطاعت میں لڑ رہے ہو، جبکہ وہ جس کی تم اطاعت کرتے تھے (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) مجھے بیعت کر چکے ہیں؟ لیکن قیس رضی اللہ عنہما نے جھکنے سے انکار کر دیا۔ تب معاویہ رضی اللہ عنہ نے مہر شدہ ایک خالی دستاویز ان کے پاس بھیجی

---

[1]: تاريخ دمشق (مخطوط) . ٥٤١ ، ٥٣٩/٤

[2]: المنتظم . ١٨٣/٥

[3]: اصل میں سلیمان بن الفضل ہے، اور صحیح تصحیح الطبري : التاريخ ٣٣٢/٥؛ أبو زرعة الدمشقي : التاريخ . ٢٢٩/١ میں پائی جاتی ہے۔

اور کہا:

اس میں جو چاہو لکھ لو، وہ تمہارا ہوگا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ اسے مت دو، بلکہ اس سے جنگ کرو لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھہرو! ہم اس وقت تک ان کو ختم نہیں کر سکتے جب تک وہ ہمارے برابر تعداد میں اہلِ شام کو قتل نہ کر دیں، اور پھر ایسی زندگی کا کیا فائدہ؟ میں اس سے جنگ نہیں کروں گا جب تک کہ جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ رہ جائے۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہما کو وہ مہر شدہ دستاویز بھیجی، تو قیس رضی اللہ عنہما نے اس میں اپنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعوں کے لیے ان کے خون اور مال پر امان کی شرط لکھ دی، لیکن مال کے متعلق کوئی اور شرط نہ رکھی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ شرط قبول کر لی، تو قیس اور ان کے ساتھی ان کی اطاعت میں داخل ہو گئے۔ فتنہ کے وقت عرب کے پانچ بڑے سیاستدان اور مدبر سمجھے جاتے تھے، جنہیں عرب کے دانا اور چالاک لوگ قرار دیا جاتا تھا: معاویہ بن ابی سفیان، عمرو بن عاص مغیرہ بن شعبہ قیس بن سعد عبداللہ بن بدیل خزاعی [1] رضی اللہ عنہم قیس اور ابن بدیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، جبکہ مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن عاص، معاویہ کے ساتھ تھے۔ تاہم، مغیرہ، حکمین کے فیصلے تک طائف میں معتزل (گوشہ نشین) رہے، اور پھر اذرح [2] میں سب اکٹھے ہوئے)

یہ روایت عبدالرزاق [3] نے زہری کے طریق سے اسی طرح بیان کی ہے، اور ابن الاثیر [4] نے بھی اسی طرح نقل کی ہے۔

[۴۷] جب حسن علیہ السلام اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مسکن کے مقام پر صلح ہو گئی، تو - جیسا کہ مجھے زیاد البکائی نے عوانہ کے واسطے سے خبر دی - حسن علیہ السلام لوگوں کے سامنے خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اہل عراق! تمہاری

---

[1]: عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی ایک صحابی تھے اور قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین، طائف اور تبوک میں شرکت کی۔ بعد میں وہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ابن عبد البر : الاستيعاب . ٨٧٢/٣

[2]: ٥ / ١٦٣-١٦٤

[3]: المصنف ٥ / ٤٦١-٤٦٣

[4]: الكامل في التاريخ ٣ / ٤٠٨-٤٠٩

طرف سے میرے دل میں بے رغبتی پیدا ہونے کی تین وجوہات ہیں: تم نے میرے والد کو قتل کیا، مجھے زخمی کیا، اور میرا مال لوٹ لیا۔ اس کے بعد حسن، حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اپنے اہل وعیال اور ساز وسامان کے ساتھ کوفہ چلے گئے۔ جب حسن علیہ السلام کوفہ پہنچے اور اپنے زخموں سے صحت یاب ہو گئے، تو وہ مسجدِ کوفہ گئے اور وہاں خطبہ دیا: اے اہلِ کوفہ! اپنے پڑوسیوں اور مہمانوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے بارے میں بھی اللہ کا خوف کرو، جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا: اللہ نے ان سے رجس کو دور کر دیا اور انہیں خوب پاکیزہ کر دیا۔ یہ سن کر لوگ رونے لگے۔ پھر حسن علیہ السلام مدینہ جانے کے لیے روانہ ہو گئے، مگر اہلِ بصرہ نے ان کے اور دارابجرد کے خراج کے درمیان رکاوٹ ڈال دی اور کہا: یہ ہمارا مالِ فئے ہے! جب وہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور قادسیہ [1] پہنچے، تو وہاں کچھ لوگ ان سے ملے اور کہنے لگے: اے عرب کے ذلیل کرنے والے! [2])

یہ روایت طبری کے علاوہ کسی اور نے ذکر نہیں کی، البتہ اس کا کچھ حصہ ابن سعد کے ہاں مختلف مقامات پر موجود ہے۔

یہ روایت مجھے طبری کے علاوہ کسی اور کے ہاں نہیں ملی، لیکن اس کے مضامین ابن سعد [3] کے ہاں متفرق طور پر وارد ہوئے ہیں۔

[۴۸] حدثني عمر ، قال : حدثني علي بن محمد ، قال :

(حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کوفہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں اس وقت داخل ہوئے جب ربیع الاول کے پانچ دن باقی تھے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ جمادی الاولیٰ سن ۴۱ ہجری میں پیش آیا) [4]

---

[1]: قادسیہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، جہاں کھجور کے باغات اور پانی کے ذخائر موجود ہیں۔ جاہلیت کے دور میں یہ فارس کا دروازہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ شہر صحرا کے کنارے اور عراق کے زرخیز علاقے (سواد) کے حاشیے پر واقع ہے۔ یہاں خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مشہور جنگ لڑی گئی تھی۔ قادسیہ کوفہ کے قریب واقع ہے اور عراق سے نکلنے والے حاجیوں کے راستے کا پہلا منزلہ شمار کیا جاتا ہے۔ الطبري : التاريخ ٤٩١/٣؛ أبو الفداء : تقويم البلدان . ٢٩٩

[2]: ١٦٥/٥

[3]: الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ٣٢٥-٣٢٣/١

[4]: ١٦٣/٥

روایات ومتون کا تنقیدی جائزہ (نقد النصوص)

ابوسلمہ التبوذکی [1] رحمہ اللہ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قرآن کے جمع کرنے کی مدح میں فرمایا: انہوں نے قرآن کو جمع کرنے میں وہی کردار ادا کیا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارتداد کے خلاف جنگ میں ادا کیا [2]۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح حسن رضی اللہ عنہ کا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا اور مسلمانوں کے خون کو بہنے سے بچانا، ویسا ہی تھا جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن کو جمع کرنا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اہلِ رِدّہ سے جنگ کرنا۔ اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ کا یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانیوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی دلیل بخاری میں موجود وہ حدیث ہے جو ابوبکرہ [3] رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

> میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا، اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان کے پہلو میں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف، پھر فرمایا: 'بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا [4]

حسن رضی اللہ عنہ کی صلح معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ امتِ مسلمہ کی تاریخ کے عظیم واقعات میں سے ایک ہے، اور اس تاریخی واقعے کو یہ منفرد مقام دینے میں کئی اسباب نے کردار ادا کیا، جن میں سے چند درج ذیل ہیں

اول: یہ کہ یہ صلح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کی ایک نشانی تھی۔

دوم: اس صلح کے نتیجے میں مسلمانوں کا خون بہنے سے بچا اور وہ کئی سال کی تفریق کے بعد ایک

---

[1]: وہ موسیٰ بن اسماعیل المنقری ہیں، جو اپنی کنیت اور نام دونوں سے مشہور ہیں۔ قابلِ اعتماد اور ثقہ راوی ہیں، طبقہ نہم (نواں طبقہ) کے صغار میں شمار ہوتے ہیں۔ سن 223 ہجری میں وفات پائی۔ ان سے صحاح ستہ کے مصنفین نے روایت لی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٥٤٩

[2]: الخلال : السنة . ٣٢٢

[3]: وہ نُفیع بن حارث بن کلدہ بن عمرو الثقفی ہیں، مشہور صحابی، جو اپنی کنیت سے معروف ہیں۔ وہ فتح طائف کے دن اسلام لائے، پھر بصرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں سن 51 یا 52 ہجری میں وفات پائی۔ ان سے صحاح ستہ کے محدثین نے روایت لی ہے۔ ابن عبد البر : الاستيعاب ١٦١٤/٤؛ ابن حجر : التقريب . ٥٦٥

[4]: البخاري : صحيح البخاري مع البخاري مع الفتح . ٣٦١/٥

امام پر متحد ہو گئے۔

سوم: حسن رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے اپنے منصب سے رضا کارانہ طور پر دستبرداری اختیار کی، کسی دباؤ کے بغیر، کمزوری کی حالت میں نہیں بلکہ طاقت کے مقام سے، محض مسلمانوں کے درمیان اصلاح کے لیے۔

چہارم: حسن رضی اللہ عنہ خلافتِ نبوت کے آخری خلیفہ تھے۔

انھی وجوہات اور دیگر عوامل کی بنا پر عقائد، سنت، تاریخ، ادب اور دیگر علوم کی کتب حسن رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے صلح کے واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔ ان تمام مصادر، بشمول تاریخ طبری، کا مطالعہ کرنے والا قاری صلح سے متعلق بے شمار روایات کو دیکھتا ہے جو بعض اوقات ایک دوسرے سے متضاد ہوتی ہیں، ان میں ضعیف اور صحیح روایات آپس میں ملی ہوئی ہیں، اور بعض واقعات میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ مزید برآں، ان مصادر میں تاریخی واقعات کو زمانی ترتیب کے مطابق ذکر نہیں کیا گیا، حالانکہ صلح کے واقعات کو زمانی ترتیب سے سمجھنا اس تاریخی واقعے کی درست تفہیم کے لیے نہایت ضروری ہے۔

اسی لیے میں نے ان تمام مصادر کا تفصیلی مطالعہ کیا، ان میں سے صحیح روایات کو الگ کر کے ان کی بنیاد پر صلح کے واقعات کو زمانی ترتیب میں مرتب کیا۔ مزید برآں، میں نے کچھ ضعیف روایات سے بھی استفادہ کیا جو صحیح روایات کے مطابق تھیں، جیسا کہ میں نے مقدمے میں وضاحت کی ہے، تاکہ اس واقعے کی تفصیلات کو مکمل کیا جا سکے۔

چنانچہ میں نے صلح کے واقعے کو کئی مراحل میں تقسیم کیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

پہلا مرحلہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کہ اللہ حسن کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے۔ یہی بابرکت دعا وہ بنیاد تھی جس نے حسن رضی اللہ عنہ کو پورے اعتماد اور عزم کے ساتھ صلح کی جانب بڑھنے پر آمادہ کیا۔

مرحلہ دوم: وہ بیعت کی شرط جسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اہلِ عراق کی بیعت قبول کرنے کی بنیاد بنایا۔ وہ شرط یہ تھی کہ وہ اس کے ساتھ صلح کریں گے جس سے وہ صلح کریں گے اور اس کے ساتھ جنگ کریں گے جس سے وہ جنگ کریں گے۔ [1]

مرحلہ سوم: سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کی نیت ظاہر کرنے کے بعد ان کے قتل کی پہلی کوشش کا

---

[1]: بیعت حسن کے مبحث میں بیعت کی شرط کے نصوص دیکھیں۔

واقعہ پیش آیا۔ یہ کوشش غالباً ان کے خلافت سنبھالنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد ہوئی، جیسا کہ درج ذیل روایات سے معلوم ہوتا ہے: ابن سعد نے الطبقات میں ابو جمیلہ [1] کے طریق سے روایت کیا ہے کہ جب سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت سنبھالی، تو ایک دن وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے ان پر اچانک حملہ کیا اور انہیں خنجر سے زخمی کر دیا۔ حصین [2] کا کہنا ہے کہ ان تک یہ بات پہنچی کہ حملہ کرنے والا بنو اسد کا ایک شخص تھا، اور اس وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سجدے میں تھے۔ حصین نے کہا کہ ان کے چچا نے بھی یہ واقعہ دیکھا تھا اور بیان کیا کہ چاقو کی ضرب ان کی ران پر لگی، جس سے وہ کئی مہینوں تک بیمار رہے، پھر صحت یاب ہوئے اور منبر پر بیٹھ کر فرمایا: اے اہلِ عراق! اللہ سے ڈرو اور ہمارے بارے میں تقویٰ اختیار کرو۔ ہم تمہارے حکمران اور مہمان ہیں، اور ہم وہی اہلِ بیت ہیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا) [3] بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کی گندگی دور کر دے اور تمہیں مکمل طور پر پاک کر دے۔ راوی کہتے ہیں کہ پس وہ یہ کہتے رہے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا تھا مگر وہ ناک سے سسکیاں [4] لے کر رو رہا تھا۔ [5] محقق کا کہنا ہے کہ اس روایت کی سند حسن درجے کی ہے، کیونکہ اس میں بعض راویوں کی متابعت موجود ہے۔ [6]

اور ابن سعد نے اپنی طبقات میں ہلال بن یساف [7] کے طریق سے روایت کیا ہے، وہ کہتے

---

[1]: میسرہ بن یعقوب، ابو جمیلہ الطہوی الکوفی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے علم بردار تھے۔ ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ ٥/٤٢٧؛ ابن حجر : التهذيب . ١٠/١٨٧

[2]: حصین بن عبدالرحمن السلمي، ابو الہذیل الکوفی، ثقہ راوی تھے، طبقہ خامسہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ 136 ہجری میں وفات پا گئے، اس وقت ان کی عمر 93 سال تھی۔ صحاح ستہ کے تمام مصنفین نے ان سے روایت لی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ١٧٠

[3]: سورة الأحزاب : الآية (٣٣).

[4]: الخنین: ناک سے رونے کو کہتے ہیں۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٥٤١

[5]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ٣٢٣/١

[6]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ٣٢٣/١

[7]: ہلال بن یساف الاشجعی، جو کہ قبیلہ اشجع کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے، کوفی تھے اور ثقہ (قابل اعتماد) راوی تھے۔ وہ تیسرے طبقے کے (تابعین) میں شمار کیے جاتے ہیں۔ امام بخاری نے ان کی حدیث کو معلقاً روایت کیا، جبکہ امام مسلم اور سننِ اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) نے ان سے روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٥٧٦

ہیں: میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، وہ فرما رہے تھے: اے اہلِ کوفہ! اللہ سے ڈرو ہمارے بارے میں، بے شک ہم تمہارے حکمران ہیں اور ہم تمہارے مہمان ہیں، اور ہم وہی اہلِ بیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) بے شک اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کی گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔

راوی کہتے ہیں: میں نے اس دن سے زیادہ رونے والوں کو کبھی نہیں دیکھا۔ [۱]

طبقات ابن سعد کے محقق نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔ [۲]

مرحلہ چہارم: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اہلِ عراق کی فوج کے ساتھ کوفہ سے مدائن روانہ ہونا اور فوج کی حملہ آور قوت، یعنی شرطۃ الخمیس، کو قیس بن سعد بن عبادہ کی قیادت میں مسکن بھیجنا۔

ابن سعد نے اپنی طبقات میں اس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے اور شعبی کی روایت کو نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

> حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بعد اہلِ عراق نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، پھر انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: ان لوگوں کی طرف کوچ کریں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، بڑے گناہ کا ارتکاب کیا، اور لوگوں کے امور پر زبردستی قبضہ جما لیا۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ آپ کو ان پر قابو عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اہلِ شام کی طرف روانہ ہوئے اور اپنی فوج کے مقدمے پر قیس بن سعد بن عبادہ کو مقرر کیا، جو بارہ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی، اور انہیں شرطۃ الخمیس کہا جاتا تھا۔

(محقق کا قول: اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔)

پچھلی روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہلِ عراق ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے حسن رضی اللہ عنہ کو اہلِ شام سے جنگ کے لیے نکلنے پر مجبور کیا، حالانکہ ان کی اس میں کوئی رغبت نہ تھی۔ اسی حقیقت کی طرف ابن کثیر رحمہ اللہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

(حسن کی نیت کسی سے جنگ کرنے کی نہ تھی، مگر لوگوں نے ان پر اپنا فیصلہ مسلط کر دیا۔

---

[۱]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ۳۸۱/۱

[۲]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ۳۸۱/۱

چنانچہ وہ ایک بہت بڑی تعداد میں جمع ہو گئے، جیسا اجتماع اس سے پہلے کبھی نہ سنا گیا تھا۔اس پر حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ مقدمۃ الجیش (لشکر کے اگلے حصے) کا امیر مقرر کیا اور خود فوج کے ساتھ ان کے پیچھے روانہ ہوئے، شام کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے تاکہ معاویہ اور اہلِ شام سے جنگ کریں۔ جب وہ مدائن پہنچے تو وہیں قیام فرمایا اور مقدمۃ الجیش کو اپنے آگے روانہ کر دیا)[1]

حسن رضی اللہ عنہ کے کوفہ سے مدائن کی طرف خروج کی تاریخ طبری نے سن ۴۰ ہجری کے واقعات میں بیان کی ہے۔ چونکہ حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت سن ۴۰ ہجری[2] کے ماہِ رمضان میں ہوئی تھی، جیسا کہ بیعت کے مبحث میں پہلے ذکر ہو چکا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سن ۴۰ ہجری کے ماہِ ذی الحجہ میں کوفہ سے روانہ ہوئے ہوں گے۔

تاہم، اس تاریخ پر یہ اعتراض آتا ہے کہ ذی الحجہ اور اس سے پہلے کا مہینہ، ذی القعدہ،

---

[1]: ابن كثير : البداية والنهاية . ١٤/٨

[2]: التاريخ ١٥٩/٥

دونوں اشہرِ حرم [۱] میں شامل ہیں، جن میں جنگ وجدل ممنوع تھا۔
اب باقی بچا شوال کا مہینہ، مگر اس مہینے میں بھی خروج ممکن نہیں تھا، کیونکہ حسن رضی اللہ عنہ کو قتل کی پہلی کوشش کے دوران شدید زخمی کر دیا گیا تھا، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔
لہٰذا، میں ترجیح دیتا ہوں کہ حسن رضی اللہ عنہ کا کوفہ سے خروج سن ۴۱ ہجری کے ماہِ صفر میں ہوا ہو۔
اس کی دو وجوہات ہیں:
۱- ماہِ محرم بھی اشہرِ حرم میں شامل ہے۔
۲- حسن رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح سن ۴۱ ہجری کے ماہِ ربیع الاول میں ہوئی تھی۔
پانچواں مرحلہ: معاویہ رضی اللہ عنہ کا شام سے روانہ ہونا اور ان کا عراق کی طرف رخ کرنا، اس بارے میں ابن سعد اپنی کتاب الطبقات میں لکھتے ہیں:
(معاویہ اہلِ شام کے ساتھ حسن رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے، یہاں تک کہ جسرِ منبج [۲]

---

[۱]: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
''بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ ہے، اللہ کی کتاب میں، جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہی مضبوط دین ہے، پس ان مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو''۔ (التوبہ: 36)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ اپنی اصل حالت پر لوٹ آیا ہے جیسے کہ اس دن تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہے، جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں: تین مسلسل ہیں- ذی القعدہ، ذی الحجہ، اور محرم- اور چوتھا رجبِ مضر، جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ البخاري : صحيح البخاري مع الفتح ، ١٧٥/٨
ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ارشاد ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں کے بارے میں کہا کہ یہ وہی مہینے ہیں جنہیں زمانۂ جاہلیت میں بھی عرب حرمت والا سمجھتے تھے۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو' کا مطلب یہ ہے کہ ان حرمت والے مہینوں میں گناہ کرنا اور بھی شدید اور سنگین ہے، جیسا کہ حرم کی حدود میں گناہ کرنے کی سزا زیادہ سخت ہوتی ہے۔۔۔ اسی طرح ان مہینوں میں گناہ کی شدت اور عذاب بڑھ جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو کا مطلب یہ ہے کہ تمام مہینوں میں ظلم سے بچنا لازم ہے، لیکن ان چار مہینوں کو خاص طور پر حرمت والا بنایا اور ان میں گناہ کو زیادہ سنگین قرار دیا، جبکہ ان میں نیک اعمال اور اس کا اجر بھی زیادہ کر دیا۔ قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: حرمت والے مہینوں میں ظلم کرنا دیگر مہینوں کے مقابلے میں زیادہ سنگین گناہ اور جرم ہے، اگرچہ ظلم ہر حال میں بڑا گناہ ہے، لیکن اللہ جس چیز کو چاہتا ہے، زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ ابن كثير : التفسير . ٣٦٩/٢
ابن حجر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ارشاد 'پس ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو' کا مطلب یہ ہے کہ ان چار مہینوں میں جنگ کو حلال نہ سمجھو۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا مطلب ان مہینوں میں گناہوں سے اجتناب کرنا ہے۔ ابن حجر : فتح الباري . ١٧٥/٨
[۲]: جسر منبج: الجزیرہ الفراتیہ میں واقع ایک گاؤں، جو فرات کے دیہات میں سے ایک ہے۔ د.صلاح الدين المنجد : معجم أماكن الفتوح . ٧٠٧

پر جا کر قیام کیا) [1]

پھر وہ مزید بیان کرتے ہیں: (وہ جسرِ منبج سے مسکن کی طرف روانہ ہوئے اور پانچ دن میں وہاں پہنچے، اور چھٹے دن [2] کا کچھ حصہ بھی داخل ہو چکا تھا)

جہاں تک معاویہ رضی اللہ عنہ کے عراق سے شام کی طرف واپسی کی تاریخ کا تعلق ہے، تو طبری نے اسے سن ۴۰ ہجری [3] کے واقعات میں ذکر کیا ہے۔ تاہم، یہ تاریخ درست نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اس پر وہی اعتراض آتا ہے جو حسن رضی اللہ عنہ کے کوفہ سے مدائن [4] کی روانگی کی تاریخ پر وارد ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ، یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو خارجی البرک بن عبداللہ التمیمی [5] کی جانب سے کی جانے والی قاتلانہ حملے کی کوشش میں شدید زخمی ہونے کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہ حملہ اس وقت ہوا جب وہ فجر کی نماز کے لیے نکلے تھے، اور یہی وہی دن تھا جب علی رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تھے [6]۔ یہ واقعہ جمعہ، ۱۷ رمضان ۴۰ ہجری کو پیش آیا، جو کہ سب سے زیادہ مستند اور مشہور قول ہے۔ [7]

خلال نے اس روایت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے شدید زخمی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، جو انہوں نے جندب کے واسطے سے نقل کی ہے۔ جندب [8] بیان کرتے ہیں:

(ہم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک قافلے میں تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ

---

[1]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ۳۲۱/۱

[2]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ۳۲۱/۱

[3]: تاريخ الطبري . ۱۵۹/۵

[4]: دیکھیے چوتھا مرحلہ

[5]: اس کا نام حجاج بن عبداللہ الصریمی تھا، اور وہ البرک کے نام سے مشہور تھا، بنی تمیم سے تعلق رکھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے حکم صرف اللہ کا ہے کا نعرہ بلند کیا۔ اس ناکام قاتلانہ حملے کے بعد اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دیا گیا اور اسے بصرہ جلاوطن کر دیا گیا، جہاں زیاد نے، جب وہ بصرہ کا والی بنا، اسے قتل کر دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیے گئے، اور ایک روایت کے مطابق معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا۔ دیکھو : الكامل للمبرد ۱۱۲۲ ، ۱۱۰۶/۳؛ تاريخ الطبري . ۱۴۹/۵

[6]: دیکھیے: ابن سعد، الطبقات (تحقیق: د. احسان عباس) ۳۷-۳۵ /۳؛ الطبري : التاريخ ، ۱۴۳/۳. ۱۴۹

[7]: .ابن كثير : البداية والنهاية . ۳۳۱/۷

[8]: جندب بن عبداللہ بن سفیان البجلی، صحابی، ساٹھ ہجری کے بعد وفات پائی، ان سے صحاح ستہ کے مصنفین نے روایت لی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ۱۴۲

رکے،تو میں بھی رک گیا اور ان کے رکنے سے فائدہ اٹھایا۔ میں ان کے ساتھ چلنے لگا، اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک واضح اور شدید زخم لگا ہے، جو میرے خیال میں ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوگا۔لوگ [1] باقی اصحابِ شوریٰ کو قتل کر رہے ہیں، اور باقی اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی۔ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر تمہیں ان کے کسی معاملے کی سر براہی ملے تو تم ان کے درمیان تفرقہ نہ ڈالو، ان کے اتحاد کو نہ توڑو، اور انہیں کسی ایسی چیز کی طرف نہ بلاؤ جو انہیں ہلاکت میں ڈال دے)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا:

جہاں تک بات ہے، تو اللہ کی قسم! میں ان کے اتحاد کو توڑوں گا نہیں، نہ ان کے اجتماع کو منتشر کروں گا، نہ ہی انہیں کسی ہلاکت کی راہ پر ڈالوں گا، جب تک کہ وہ میرے پاس ایسی تلوار لے کر نہ آئیں جو خود یہ کہے: اے سعد! یہ مومن ہے، اسے چھوڑ دو، اور یہ کافر ہے، اسے قتل کر دو [2]۔

محقق نے کہا: اس روایت کی سند صحیح ہے۔ [3]

لہٰذا، میں ترجیح دیتا ہوں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا شام سے عراق کی جانب نکلنا اس وقت ہوا جب انہیں حسن رضی اللہ عنہ کے کوفہ سے مدائن روانہ ہونے کی خبر ملی۔

مرحلہ ششم: حسن رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان سفیروں کا تبادلہ ہوا اور ان کے درمیان صلح قائم ہوگئی، اللہ ان دونوں سے راضی ہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں امت مسلمہ کی تاریخ کے ان نازک لمحات کو قلم بند کیا ہے جب اہل شام اور اہل عراق کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ اس کی تفصیل اس روایت میں آتی ہے جسے انہوں نے حسن بصری [4] کے طریق سے نقل کیا ہے:

---

[1]: اس سے مراد خوارج ہیں۔

[2]: الخلال : السنة (تحقيق د.عطية الزهراني) . ٤٧٥ ، ٤٧٤

[3]: الخلال : السنة (تحقيق د.عطية الزهراني) . ٤٧٥ ، ٤٧٤

[4]: حسن بن یسار البصری، انصاریوں کے مولیٰ، ثقہ، فاضل اور مشہور شخصیت تھے، تیسری طبقے کے سر براہ شمار ہوتے ہیں۔ 110 ہجری میں تقریباً نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان سے صحاح ستہ کے مصنفین نے روایت لی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ١٦٠

واللہ! حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں پہاڑوں جیسے لشکر کھڑے کر دیے، تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسے لشکر دیکھ رہا ہوں جو پیچھے نہیں ہٹیں گے جب تک کہ اپنے ہم پلہ دشمنوں کو قتل نہ کر دیں۔

تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے، جو واللہ ان دونوں میں بہتر تھے، عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عمرو! اگر یہ لوگ ان کو قتل کر دیں اور وہ ان کو، تو لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار کون ہوگا؟ ان کی عورتوں کا خیال کون رکھے گا؟ ان کے بچوں اور املاک کی حفاظت کون کرے گا؟[1]

پس انہوں نے قریش کے دو افراد، بنی عبد شمس میں سے، عبدالرحمن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہما کو ان کے پاس بھیجا اور کہا: اس شخص کے پاس جاؤ، اسے (معاہدے کی) پیشکش کرو[2]، اس سے گفتگو کرو[3] اور اس سے درخواست کرو[4]۔

چنانچہ وہ دونوں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، اندر داخل ہوئے، گفتگو کی اور درخواست پیش کی۔

توحسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: ہم بنی عبد المطلب اس مال میں سے حصہ لے

---

[1]: ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (معاویہ رضی اللہ عنہ) اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ دونوں لشکروں کے آدمی ان دونوں علاقوں (شام و عراق) کے اکثر لوگ ہیں، پس اگر یہ قتل کر دیے جائیں تو لوگوں کے معاملات درہم برہم ہو جائیں گے اور ان کے اہل و عیال اور اولاد کا حال بگڑ جائے گا۔ اور ان کے قول (ضیعتھم) "ان کی ضیاعت" سے مراد بچے اور کمزور لوگ ہیں، جنہیں ان کے انجام کے اعتبار سے یہ نام دیا گیا ہے، کیونکہ اگر وہ بے سہارا چھوڑ دیے جائیں تو ضائع ہو جائیں گے، اس لیے کہ وہ خود اپنے گزر بسر کا بندوبست کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ ابن حجر : فتح الباري . ٦٩/١٣

[2]: یعنی جتنا چاہے مال لے لے۔ ابن حجر : فتح الباري . ٦٩/١٣

[3]: یعنی مسلمانوں کا خون بہنے سے بچانے کے لیے صلح کرنا۔ ابن حجر : فتح الباري . ٦٩/١٣

[4]: یعنی اس سے مطالبہ کرو کہ وہ خود کو خلافت سے الگ کر لے اور معاملہ معاویہ کے سپرد کر دے، اور اس کے بدلے میں جو کچھ وہ چاہے، اسے پیش کر دو۔ ابن حجر : فتح الباري . ٦٩/١٣

چکے (۱) ہیں، اور یہ امت (۲) اپنے خون میں فساد برپا کر چکی ہے۔ (۳)

انہوں نے کہا: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے لیے یہ اور یہ پیش کررہے ہیں، اور آپ سے درخواست اور سوال کررہے ہیں۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو مجھے اس (معاہدے) کی ضمانت کون دے گا؟ (۴)

انہوں نے کہا: ہم اس کے ضامن ہیں۔ (۵)

چنانچہ جو کچھ بھی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے طلب کیا، وہ یہی کہتے رہے: ہم اس کے ضامن ہیں۔ پس انہوں نے صلح کرلی۔

اس پر حسن (۶) (بصری) نے فرمایا:

میں نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا، اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف (سیدنا حسن کی طرف) اور فرماتے: بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور شاید اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کروادے۔ (۷)

---

(۱): یعنی ہم فطرتاً کرم وسخاوت اور اپنے اہل وموالی پر کشادگی کرنے کے عادی ہیں، اور خلافت کے ذریعے ہمیں اس کا موقع حاصل تھا، یہاں تک کہ یہ ہمارے لیے ایک معمول بن گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے قول (أصبنا من هذا المال) ''ہم نے اس مال میں سے حصہ لے لیا'' کا مطلب یہ ہو کہ ہم نے علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اور ان کے بعد اس میں سے وہ کچھ خرچ کیا جو ہم نے مصلحت کے مطابق بہتر سمجھا۔ پس انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا تاکہ کہیں ان سے اس مال کے تصرف کا حساب نہ لیا جائے۔

(۲): یعنی شام اور عراق کے دونوں لشکر۔ ابن حجر: فتح الباری، ۷۰/۱۳

(۳): یعنی دونوں گروہ ایک دوسرے کو قتل کررہے ہیں اور وہ اس سے باز نہیں آئیں گے، جب تک کہ ان کے ماضی کو معاف نہ کیا جائے اور انہیں مال کے ذریعے قریب نہ کیا جائے۔ حسن رضی اللہ عنہ کا مقصد اس سب سے فتنے کو ختم کرنا تھا اور ان لوگوں میں مال تقسیم کرنا تھا جو صرف مال سے راضی ہوسکتے تھے۔ چنانچہ ان دونوں نے ان کی تمام شرائط پر اتفاق کیا اور ہر سال مال، کپڑے اور خوراک جیسی ضروریات فراہم کرنے کا ذمہ لیا۔ ابن حجر: فتح الباری، ۷۰/۱۳

(۴): یعنی کون مجھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے معاہدے کی پابندی کی ضمانت دے گا؟۔ ابن حجر: فتح الباری، ۷۰/۱۳

(۵): یعنی ہم ضمانت دیتے ہیں؛ کیونکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کا اختیار دے دیا تھا۔ ابن حجر : الفتح . ۷۰/۱۳

(۶): یعنی اس سے مراد حسن بصری ہیں۔

(۷): البخاري : صحيح البخاري مع الفتح . ٣٦١/٥

اس ضمن میں ابن حجر رحمہ اللہ نے صلح کی روایت سے حاصل ہونے والے فوائد پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا[1]:

(- اوراس واقعے کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ نبوّت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

- اور یہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے ایک فضیلت ہے، کیونکہ انہوں نے حکومت نہ تو کسی کمی کی وجہ سے چھوڑی، نہ کسی کمزوری کی بنا پر، اور نہ ہی کسی مجبوری کے سبب، بلکہ محض اللہ کی رضا کی خاطر، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے خون کو محفوظ رکھنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ انہوں نے دین کے تقاضے اور امت کی مصلحت کو مقدم رکھا۔

- اوراس میں خوارج کا رد ہے، جو علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں، اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو کافر قرار دیتے تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں کے مسلمان ہونے کی گواہی دی۔

- اوراس میں لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت ہے، خصوصاً مسلمانوں کے خون کو بہنے سے بچانے کے حوالے سے۔

- اوراس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی رعایا پر شفقت، مسلمانوں پر مہربانی، سلطنت کی تدبیر میں ان کی گہری بصیرت اور انجام پر نظر رکھنے کی دلیل ہے۔

- اوراس میں اس بات کی دلیل ہے کہ خلافت کسی کم فضیلت والے کو دی جا سکتی ہے جب کہ زیادہ فضیلت رکھنے والا بھی موجود ہو، کیونکہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، دونوں نے خلافت سنبھالی، حالانکہ اس وقت سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید رضی اللہ عنہما حیات تھے، اور دونوں اہلِ بدر میں سے تھے۔

- اوراس میں اس بات کی جواز کی دلیل ہے کہ خلیفہ اپنے آپ کو معزول کر سکتا ہے، اگر وہ اس میں مسلمانوں کی بھلائی دیکھے۔ نیز، دینی اور دنیاوی مناصب کو مالی معاوضے کے بدلے ترک کرنا اور اس پر مال لینا اور دینا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے شرائط پورے ہوں، یعنی عہدہ چھوڑنے والا اس کا زیادہ حقدار ہو بہ نسبت نئے آنے والے کے، اور دیا جانے والا مال اسی دینے والے

---

[1]: ابن حجر : فتح الباري . ٧٢ ، ٧١/١٣

کے اپنے مال سے ہو۔
پس اگر یہ کسی عمومی ولایت (عہدے) سے متعلق ہو اور دیا جانے والا مال بیت المال سے ہو، تو شرط یہ ہے کہ اس میں عمومی مصلحت ہو۔
جیسا کہ ابن سعد رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے جو صلح کے باب میں بخاری کی روایت سے کسی لحاظ سے کم اہم نہیں، بلکہ اسے مکمل کرنے والی ہے، اور یہ عمرو بن دینار کے طریق سے مروی ہے۔
بے شک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فتنے سے نفرت کرنے والے شخص ہیں۔ پس جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجا اور ان کے درمیان خفیہ طور پر صلح کر لی۔
اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ عہد دیا کہ اگر انہیں (معاویہ کو) کچھ ہو جاتا جبکہ حسن رضی اللہ عنہ حیات ہوتے، تو وہ (معاویہ) کسی کو بھی خلافت کے لیے نامزد نہ کرتے، بلکہ یہ معاملہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیتے۔
پس جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اس (عہد) پر مکمل اطمینان ہو گیا، تو ابن جعفر [1] نے کہا:
اللہ کی قسم! میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، جب میں اٹھنے لگا تو انہوں نے میرا کپڑا پکڑ کر کھینچا اور فرمایا: بیٹھو اے ہنیا! [2] بیٹھو۔ پس میں بیٹھ گیا۔
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ایک رائے قائم کی ہے اور چاہتا ہوں کہ تم اس میں میری پیروی کرو۔
ابن جعفر نے کہا: وہ کیا ہے؟
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے فیصلہ کیا ہے کہ مدینہ جا کر وہیں قیام کروں اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور اس معاملے کو (خلافت) ان کے سپرد کر دوں، کیونکہ فتنے کا زمانہ طویل ہو چکا ہے، اس میں خون بہایا گیا، رشتہ داریاں کٹ گئیں، راستے منقطع ہو گئے، اور عورتیں بے سہارا ہو گئیں (یعنی سرحدوں کی حفاظت متاثر ہوئی)۔
ابن جعفر نے کہا: اللہ آپ کو امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہترین جزا دے، میں اس

---

[1]: وہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔
[2]: یا هنّاه کا مطلب اے شخص! ہے۔ ابن منظور : لسان العرب . ۴۳۸/۱۳

معاملے میں آپ کے ساتھ ہوں۔
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے لیے حسین کو بلاؤ۔ پس ان کے پاس قاصد بھیجا گیا، اور جب وہ آئے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھائی! میں نے ایک رائے قائم کی ہے اور چاہتا ہوں کہ تم اس میں میری پیروی کرو۔
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟
پس سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے وہی بات ان سے بیان کی جو ابن جعفر سے کہی تھی۔
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم علی رضی اللہ عنہ کی قبر پر ان کو جھوٹا قرار دو اور معاویہ کی تصدیق کرو۔
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے جو بھی فیصلہ کیا، تم ہمیشہ اس کی مخالفت کرتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ تمھیں کسی گھر میں بند کردوں اور اس پر مٹی لیپ دوں یہاں تک کہ میں اپنا فیصلہ مکمل کرلوں۔
جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ان کا غصہ دیکھا تو کہا: آپ علی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں، آپ ان کے خلیفہ ہیں، اور ہمارا معاملہ آپ کے تابع ہے، پس جو آپ کو مناسب لگے وہ کریں۔ [١]

(محقق نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔) [٢]
اور بخاری اور ابن سعد کی روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہی وہ شخصیت تھے جنھوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے پہلے رابطہ کیا اور ان کے سامنے صلح کی پیشکش کی۔
اور اس بارے میں ابن بطال [٣] بخاری کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
(یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صلح کی رغبت رکھنے والے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، اور انھوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو مال کی پیشکش کی، انہیں اس کی ترغیب دی، تلوار اٹھانے سے منع کیا، اور انہیں اس وعدے کی یاددہانی کرائی جو ان کے نانا، نبی کریم صلی

---

[١]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) ١ / ٣٣٠-٣٣١

[٢]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) ١ / ٣٣٠-٣٣١

[٣]: علی بن خلف بن بطال، جو اندلس کے رہائشی تھے اور صحیح بخاری کے شارح تھے، سن 449 ہجری میں وفات پا گئے۔ الذهبي : السير . ٤٧/١٨

اللہ علیہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا تھا کہ وہ امت میں صلح کرانے کے ذریعے سرداری حاصل کریں گے)[1]

یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے: صلح کی پہل کس نے کی؟ کیا وہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تھے، جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح سے متعلق حدیث وارد ہوئی، اور جو بیعت کی اس شرط کی وجہ سے، جو انہوں نے اہلِ عراق پر رکھی، پہلی قاتلانہ سازش میں قتل ہونے کے قریب پہنچ گئے- اور جس سے ان کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے ارادے کا اشارہ ملتا ہے- یا پھر پہل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صلح کی خواہش دونوں فریقوں میں موجود تھی۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کی کوشش کی اور اپنی بیعت کے ابتدائی لمحات سے ہی اس کا منصوبہ بنایا، پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے وہ کام مکمل کیا جس کا آغاز سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ چنانچہ دونوں کا عمل ایک دوسرے کے لیے تکمیل کا سبب بنا۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ساتواں مرحلہ:

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے قتل کی دوسری سازش: سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح کی کامیاب مذاکرات کے بعد، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے پیروکاروں کے دلوں کو اس طے شدہ صلح کو قبول کرنے کے لیے تیار کرنا شروع کیا۔ چنانچہ وہ ان کے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تاکہ انہیں واضح طور پر بیان کریں کہ ان کے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کیا طے پایا۔ مگر جیسے ہی وہ خطبہ دے رہے تھے، ان کے لشکر میں سے کچھ افراد ان پر حملہ آور ہو گئے اور ان کے قتل کی کوشش کی۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں اس بار بھی محفوظ رکھا، جیسا کہ اس سے پہلے کی پہلی قاتلانہ کوشش میں انہیں بچایا تھا۔

بلاذری نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا وہ خطبہ نقل کیا ہے، جو انہوں نے اپنے پیروکاروں کے سامنے دیا، اور اس قاتلانہ حملے کا بھی ذکر کیا جس کی کوشش ان پر کی گئی۔ انہوں نے کہا:

(میں امید رکھتا ہوں کہ میں اللہ کے بندوں کے لیے سب سے زیادہ خیرخواہی کرنے والا ہوں، اور میں کسی کے خلاف دل میں کوئی کینہ، بغض، یا برائی کا ارادہ نہیں رکھتا۔ سنو! تم جس اجتماع (وحدت) کو ناپسند کرتے ہو، وہ اس تفرقے سے بہتر ہے جسے تم پسند کرتے

---

[1]: ابن حجر : فتح الباري . ٦٩/١٣

ہو۔ اور جان لو! میں تمہارے لیے تمہاری اپنی رائے سے بہتر سوچ رہا ہوں، لہٰذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرو اور مجھ پر اعتراض نہ کرو۔ اللہ مجھے اور تمہیں معاف فرمائے۔ یہ سن کر لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کا پختہ ارادہ کرلیا ہے، اور وہ کمزور پڑ گئے ہیں اور پسپا ہو گئے ہیں۔

پھر لوگوں نے ان کے خیمے پر حملہ کر دیا، اندر گھس گئے، اور ان کے زیر استعمال مصلہ کھینچ لیا۔ اس کے علاوہ، ان کے کپڑے بھی لوٹ لیے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی جعال ازدی[۱] نے ان پر حملہ کیا اور ان کی چادر (مطرف)[۲] ان کے کندھے سے کھینچ لی، یہاں تک کہ وہ صرف اپنی تلوار حمائل کیے ہوئے رہ گئے۔ اس اچانک حملے سے وہ حیران و ششدر ہو گئے، لیکن جلد ہی ان کا ذہن سنبھل گیا۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے، اور لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ کچھ لوگ انہیں کمزور اور بے بس کرنے کی کوشش کر رہے تھے، جبکہ کچھ دوسرے انہیں ان حملہ آوروں سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے اور ان سے دفاع کر رہے تھے۔

پھر بنی اسد بن خزیمہ کے قبیلے سے تعلق رکھنے والا ایک شخص، جس کا نام جراح بن سنان تھا[۳] - اور جو خوارج کے نظریے کا حامی تھا - ساباط[۴] کے ایک تاریک مقام میں گھات لگا کر بیٹھ گیا اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگا۔ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے اور اس کی سواری قریب پہنچی تو جراح بن سنان نے آگے بڑھ کر ان

---

[۱]: میں اس کی سوانح پر مطلع نہیں ہو سکا۔

[۲]: یعنی: اس کی چادر۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ۱۰۷۵

[۳]: الجراح بن سنان الاسدی کی سابقہ زندگی بھی شر انگیزی سے بھرپور تھی۔ وہ ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر جھوٹا الزام لگایا اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انہیں کوفہ کی گورنری سے معزول کرانے کی کوشش کی۔ چنانچہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے خلاف بددعا کی، اور پھر ان میں سے ہر ایک کو بری انجام کا سامنا کرنا پڑا۔ تاريخ الطبري . ۱٤۱/٤

[۴]: ساباط عربوں کے ہاں ایک ایسی چھت دار گزرگاہ کو کہا جاتا تھا جو دو گھروں کے درمیان ہو اور اس کے نیچے سے راستہ گزرتا ہو۔ ساباط المدائن دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر واقع ایک مقام تھا، جبکہ مظلم بھی وہیں کا ایک مشہور مقام تھا۔ دیکھو: ياقوت معجم البلدان ۱۵۲/۵ ، ۱٦٦/۳؛ الحميري : الروض المعطار . ۲۹۷

کی سواری کی لگام پکڑ لی۔ پھر اس نے اپنی چھپی ہوئی خنجر نما تیز دھار چیز (معول)[1] نکالی اور کہا: اے حسن! تم نے بھی (نعوذ باللہ) اسی طرح شرک کیا جیسے تمہارے والد نے کیا تھا۔ یہ کہتے ہی اس نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ران کے نچلے حصے میں زبردست وار کیا، جس سے ایک گہرا زخم لگا، جو تقریباً ہڈی تک جا پہنچا۔
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے (اپنے دفاع میں) جراح کے چہرے پر ضرب لگائی، پھر دونوں گتھم گتھا ہو گئے اور زمین پر گر پڑے۔ اسی دوران عبداللہ بن خضل الطائی[2] نے لپک کر جراح کے ہاتھ سے معول چھین لیا، اور ظبیان بن عمارہ التمیمی[3] نے اس کی ناک پکڑ کر کاٹ ڈالی۔ پھر اس نے ایک اینٹ کا ٹکڑا اٹھایا اور جراح کے چہرے اور سر پر شدید وار کیے، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں مدائن لے جایا گیا۔ وہاں سعد بن مسعود ان کے پاس آیا، ایک طبیب کو بلایا، اور ان کے علاج و دیکھ بھال کا انتظام کیا، یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہو گئے۔ پھر انہیں مدائن کے ایک مقام ابیض المدائن[4] منتقل کر دیا گیا۔[5]

یہ روایت ابوحنیفہ الدینوری[6] اور ابوالفرج الاصفہانی[7] نے بھی تقریباً وہی بیان کی ہے جو بلاذری نے نقل کی ہے۔
کوئی معترض اس بارے میں اعتراض کر سکتا ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ بلاذری، ابوحنیفہ الدینوری اور ابوالفرج الاصفہانی کے ہاں صلحِ حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما سے پہلے وارد ہوا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ:
بخاری کی روایت میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی فوج کے جس وصف کا ذکر آیا ہے، اس سے ان کی

---

[1]: المعول: ایک لوہے کا اوزار جس سے پتھر توڑے جاتے ہیں۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٣٤٠
[2]: عبداللہ بن خضل الطائی ایک بہادر جنگجو اور شاعر تھا۔ وہ توابین کے ساتھ مل کر 65 ہجری میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے نکلا اور جنگ میں شریک ہوا۔ تاريخ الطبري . ٥ / ٦٠٠-٦٠١
[3]: ظبیان بن عمارہ التمیمی تابعین میں سے تھے اور اہل کوفہ میں شمار ہوتے تھے۔ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت بھی کرتے ہیں۔ ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.إحسان عباس) . ٢٢٩/٦
[4]: اسے القصر الابیض کہا جاتا ہے، اور یہ دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ الحميري : الروض المعطار . ٩
[5]: البلاذري : أنساب الأشراف (مخطوط) . ٤٤٥-٤٤٤
[6]: الأخبار الطوال . ٢١٧-٢١٦
[7]: مقاتل الطالبين . ٦٤-٦٣

فوج کی طاقت اور یکجہتی ظاہر ہوتی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ عراق کی فوج، اہلِ شام کی فوج کے مقابلے میں اپنی بہترین مادی اور معنوی حالت میں تھی۔

چونکہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے خطبے کے بعد اہلِ عراق کی فوج میں انتشار پیدا ہو گیا تھا، اس لیے اس کا مطلب یہ ہے کہ خطبے کے بعد اہلِ عراق کی فوج، اہلِ شام کی فوج کے مقابلے میں نہیں رہی۔

لہٰذا، حقیقت کے زیادہ قریب بات یہی ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا اپنے لشکر میں خطبہ، عراقی اور شامی افواج کے آمنے سامنے آنے کے بعد اور سیدنا حسن و سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح ہونے کے بعد دیا گیا تھا۔

اس کے علاوہ، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ دراصل ایک تمہیدی کلام تھا، جس کے ذریعے انہوں نے اپنے پیروکاروں کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہونے والی صلح کی اطلاع دینے کی راہ ہموار کی۔

اور یہی بات آنے والی روایات سے واضح ہوتی ہے:

ابن سعد نے ریاح بن الحارث [1] کے طریق سے روایت نقل کی ہے:

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا:

یقیناً جو کچھ آنے والا ہے، وہ قریب ہے، اور بے شک اللہ کا حکم واقع ہو کر رہے گا، چاہے لوگ اسے ناپسند کریں۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی یہ پسند نہیں کیا کہ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات میں مجھے رتی بھر بھی اختیار حاصل ہو، جس کے نتیجے میں خون کا ایک قطرہ بھی بہایا جائے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے لیے کیا نقصان دہ ہے اور کیا نفع بخش۔ پس تم اپنے علاقوں کو لوٹ جاؤ [2]۔ [3]

(محقق نے کہا: اس کی سند صحیح ہے) [4]

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ روایت کوفہ میں بیان کی گئی تھی، نہ کہ مدائن میں، اور اس کا جواب یہ ہے کہ:

---

[1]: ریاح بن الحارث النخعی ثقہ راوی ہیں۔ ابن حجر : التقريب . ٢١١

[2]: یعنی: اپنی سمت/منزل کی طرف۔ ابن منظور : لسان العرب . ٢/١٥

[3]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ٣١٧/١

[4]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ٣١٧/١

امام احمد بن حنبل نے یہی روایت ریاح بن الحارث کے طریق سے، صحیح سند [1] کے ساتھ نقل کی ہے، اور اس میں یہ الفاظ ہیں:

(لوگ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس مدائن میں جمع ہوئے......) [2]

پھر اس کے بعد ابن سعد کی روایت کے باقی الفاظ ذکر کیے گئے ہیں۔

چونکہ یہ خطبہ مدائن میں دیا گیا تھا، اس لیے زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح کے بعد دیا گیا۔ لہٰذا، اس خطبے پر بھی وہی حکم لاگو ہوگا جو بلاذری کی ذکر کردہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خطبے پر لاگو ہوتا ہے۔ بلکہ، ممکن ہے کہ یہ خطبہ، وہی خطبہ ہو جو بلاذری نے ذکر کیا ہے، اور جس کے نتیجے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر میں اضطراب پیدا ہوا تھا۔

اب اس بات کی وضاحت باقی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اپنے لشکر میں پیش آنے والے واقعے پر کیا ردعمل تھا۔ ابن سعد نے ہلال بن خباب [3] کے طریق سے روایت نقل کی ہے، جس میں بیان ہوتا ہے:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خاص ساتھیوں کو قصر المدائن میں جمع کیا اور فرمایا:

(اے اہلِ عراق! اگر میرا دل تمہاری طرف سے بے رغبت [4] نہ بھی ہوتا، تب بھی تین باتیں اسے بے رغبت کرنے کے لیے کافی تھیں:

- تمہارا میرے والد کو قتل کرنا۔
- میرے خچر کو نیزہ مارنا۔
- اور میرا سامان لوٹ لینا، یا (یہ کہا کہ) میری چادر میرے کندھے سے چھین لینا۔

اور تم نے مجھ سے یہ بیعت کی تھی کہ جس سے میں صلح کروں، تم بھی اس سے صلح کروگے، اور جس سے میں جنگ کروں، تم بھی جنگ کروگے۔ پس میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ

---

[1]: أحمد بن حنبل : فضائل الصحابة (تحقيق د.وصي الله بن محمد عباس) ٧٧٣/٢

[2]: أحمد بن حنبل : فضائل الصحابة (تحقيق د.وصي الله بن محمد عباس) . ٧٧٣/٢

[3]: ہلال بن خباب العبدی صدوق راوی تھے۔ ابن حجر : التقريب . ٥٧٥

[4]: تذهل نفسي کا مطلب تسلو نفسي یعنی میری روح بے پروا ہو جائے یا میرا دل بے رغبت ہو جائے ہے۔ ابن منظور : لسان العرب . ٢٥٩/١١

سے بیعت کر لی ہے، لہٰذا اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

راوی کہتے ہیں: پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ قصر میں داخل ہو گئے۔ [1]

(محقق نے کہا: اس روایت کی سند حسن ہے) [2]

جہاں تک شرطۃ الخمیس (یعنی عراق کے فوجی دستے جو مسکن کی جانب لشکر کے اگلے حصے میں تھے) کے صلح کے حوالے سے موقف کا تعلق ہے، تو اس کا ذکر حاکم نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے کہا: ہم سے ابو العباس محمد بن یعقوب [3] نے بیان کیا، ہم سے عباس بن محمد الدوری نے بیان کیا [4]، ہم سے اسود بن عامر شاذان [5] نے بیان کیا، ہم سے زہیر بن معاویہ [6] نے بیان کیا، ہم سے ابو روق الہمدانی [7] نے بیان کیا، ہم سے ابو الغریف [8] نے بیان کیا، انہوں نے کہا:

(ہم حسن بن علی کے لشکر کے اگلے حصے میں بارہ ہزار جنگجو تھے، ہماری تلواریں دشمن سے جنگ کے لیے تیار تھیں اور ہم پر ابو العَمَرطۃ [9] قیادت کر رہے تھے۔ لیکن جب ہمیں

---

[1]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ١/٣٢٤

[2]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ١/٣٢٤

[3]: محمد بن یعقوب بن یوسف بن معقل، الاموی مولاہم، ابو العباس الاصم، قابلِ اعتماد، سچا اور مضبوط حافظہ رکھنے والے تھے۔ ان کا وصال 346 ہجری میں ہوا۔ ابن كثير : البداية والنهاية . ١١/٢٣٢

[4]: عباس بن محمد بن حاتم الدوری، ابو الفضل البغدادی، ثقہ حافظ تھے، طبقۂ حدیث میں گیارہویں درجے کے راوی تھے۔ سنہ 271 ہجری میں وفات پائی۔ چاروں کتبِ حدیث (سنن ابی داؤد، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ) میں ان سے روایت کی گئی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٢٩٤

[5]: الاسود بن عامر الشامی، ابو عبد الرحمن، جنہیں شاذان کہا جاتا تھا، ثقہ راوی تھے، حدیث کے طبقۂ رواۃ میں نویں درجے کے راوی تھے۔ سنہ 208 ہجری میں وفات پائی۔ چھ صحاح ستہ کی کتب (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ) میں ان سے روایت کی گئی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ١١١

[6]: زہیر بن معاویہ بن حدیج، ابو خیثمہ الجعفی الکوفی، ثقہ اور ثبت راوی تھے۔ حدیث کے طبقۂ رواۃ میں ساتویں درجے کے راوی تھے۔ سنہ 172، 173 یا 174 ہجری میں وفات پائی۔ چھ صحاح ستہ کی کتب (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ) میں ان سے روایت کی گئی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٢١٨

[7]: ان کا نام عطیہ بن الحارث ہے، صدوق ہیں، طبقۂ رواۃ میں پانچویں درجے کے ہیں۔ ان سے ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٣٩٣

[8]: ان کا نام عبید اللہ بن خلیفہ الہمدانی المرادی ہے، صدوق ہیں، تشیع کی نسبت کی گئی ہے، طبقۂ رواۃ میں تیسرے درجے کے ہیں۔ ان سے نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٣٧٠۔

[9]: ان کا نام عمیر بن یزید الکندی ہے، انہوں نے سن 51 ہجری میں حجر بن عدی کی تحریک میں شرکت کی۔ الطبري :التاريخ . ٥/٢٥٩

معلوم ہوا کہ حسن بن علی اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان صلح ہو چکی ہے، تو ایسا محسوس ہوا جیسے غصے [1] اور افسوس سے ہماری کمر ٹوٹ گئی ہو۔

جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی ابو عامر سفیان بن اللیل [2] ان کے پاس آئے اور کہا:

السلام علیک! اے مؤمنین کو ذلیل کرنے والے!

تو حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایسا مت کہو، اے ابو عامر! میں نے مؤمنین کو ذلیل نہیں کیا، بلکہ میں نے پسند نہیں کیا کہ مسلمانوں کو بادشاہت کی طلب میں قتل کر دیا جائے۔ [3]

(اسناد حسن ہے)

لیکن اس روایت میں ابو الغریف کے اس قول پر غور کیا جا سکتا ہے:

(ہم حسن بن علی کے مقدمہ الجیش میں تھے......اور ہمارے سربراہ ابو العمرطۃ تھے)

حالانکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ کا مقدمہ الجیش، جو جیش الخمیس کہلاتا تھا، اس کی قیادت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔

وراس کا جواب یہ ہے کہ ابو الغریف کے قول کو اس پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ ابو العمرطۃ، جیش الخمیس کے ایک مجموعہ کے سربراہ تھے جو مقدمتہ الجیش میں تھا، اور ان میں ابو الغریف بھی شامل تھے۔

رہا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ، تو وہ صلح میں داخل ہونے کے بارے میں تذبذب کا شکار تھے اور اپنے ساتھیوں سمیت الگ ہو گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ کھول دیا اور وہ صلح میں شامل ہو گئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی، اللہ ان سے راضی ہو۔ اگلی روایات میں قیس کا موقف بیان کیا گیا ہے جب انہیں صلح کی خبر پہنچی:

---

[1]: الحَرَد کا معنی: غصہ۔ الفیروز آبادي : القاموس المحيط . ٣٥٣

[2]: وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو 66 ہجری میں مختار ثقفی کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے میں شریک تھے۔ الطبري : التاريخ . ٢٠/٦

[3]: الحاكم : المستدرك . ١٧٥/٣

ابن حجر نے حبیب بن ابی ثابت [1] کے ذریعے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

(۔۔۔ پھر حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیعت بھیجی، اور حسن رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں لکھا، تو قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہوئے اور کہا:

اے لوگو! تمہارے سامنے دو چیزیں آئی ہیں، جس میں سے تمہیں لازمی ایک کو اختیار کرنا ہوگا: فتنے میں داخل ہونا، یا کسی امام کے بغیر قتل ہو جانا۔ تو لوگوں نے پوچھا: یہ کیا چیز ہے؟

انہوں نے کہا: حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی ہے۔ تو لوگ واپس لوٹ گئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔۔۔) [2]

(ابن حجر کہتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ اسناد صحیح ہے) [3]

پچھلی روایت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جیش الخمیس کے ایک بڑے حصے نے فوراً ہی حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کی خبر سننے کے بعد صلح میں حصہ لیا، لیکن اس میں ان کے قائد قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے صلح میں شامل ہونے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

(حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے قائد مقدمہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو حکم بھیجا کہ وہ سنیں اور اطاعت کریں، لیکن قیس بن سعد رضی اللہ عنہما نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور دونوں کی اطاعت سے باہر نکل گئے، اور جو لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے، ان کے ساتھ الگ ہو گئے۔ پھر انہوں نے اس معاملے پر غور کیا اور آخر کار معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کر لی) [4]

ابن ابی شیبہ نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں، جو جیش الخمیس کے تابع تھے، کے

---

[1]: حبیب بن ابی ثابت بن دینار الاسدی، ان کا مولا (آزاد کردہ) تھا، ایک قابل اعتماد فقیہ اور جلیل القدر شخصیت تھے، تیسرے درجے کے تابعین میں شامل تھے۔ وہ 119 ہجری میں وفات پا گئے۔ ان کی احادیث کی تخریج اصحاب صحاح ستہ نے کی ہے۔ ابن حجر : التقریب . ١٥٠

[2]: ابن حجر : المطالب العالية ٤ / ٣١٧-٣١٩

[3]: ابن حجر : المطالب العالية ٤ / ٣١٧-٣١٩

[4]: ابن كثير : البداية والنهاية . ١٦/٨

موقف کے بارے میں صلح کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا:

حدثنا أبو أسامة[1] عن هشام بن عروة[2] عن أبيه[3] قال :

(قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کی مقدمہ پر تھے، اوران کے ساتھ پانچ ہزار افراد تھے جنہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اپنے سر منڈوائے تھے اور موت پر بیعت کی تھی۔ جب حسن رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت میں داخل ہو گئے، تو قیس رضی اللہ عنہ نے اس میں شامل ہونے سے انکار کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا:

جو چاہو، اگر چاہو تو میں تمہارے ساتھ ہو کر جنگ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ ہم میں سے جو تیز تر ہو وہ مر جائے، اور اگر چاہو تو میں تمہارے لئے امان لے آؤں۔ تو ان کے ساتھیوں نے کہا: ہمارے لیے امان لے لو۔ چناں چہ قیس رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے یہ امان لے لی کہ انہیں کسی بات پر سزا نہ دی جائے، اور یہ کہ وہ ان میں سے ایک شخص ہیں، اور انھوں نے خود اپنی ذات کے لیے کوئی خاص بات نہیں لی۔ پھر جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے، تو قیس رضی اللہ عنہ ہر دن ان کے لئے ایک اونٹ ذبح کرتے گئے یہاں تک کہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔ [4]

(اس روایت کی اسناد صحیح ہے)

پچھلی روایت میں چاہے اس میں واقعات کے تسلسل میں کچھ پیشگی اور تاخیر ہو یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ قیس رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنے والوں کی تعداد کل مجموعہ سے ہے، جو کہ شرطۃ خمیس کی تعداد کے برابر تھی، جو کہ بارہ ہزار تھی۔

اس امر کی طرف ابوالفرج اصفہانی نے آگے آنے والی روایت میں اشارہ کیا، کہا:

---

[1]: حماد بن اسامہ القرشی، ان کے مولا، ثقہ اور ثبت تھے، 201 ہجری میں وفات پائی۔ ان کی حدیث کو صحاح ستہ کے محدثین نے تخریج کیا ہے۔ ابن حجر : التقريب . ١٧٧

[2]: ہشام بن عروہ بن زبیر بن العوام الاسدی، ثقہ، فقیہ اور مشہور تھے، طبقات میں پانچویں درجے کے تھے، 145 ہجری میں وفات پائی، ان کی حدیث کو صحاح ستہ کے محدثین نے تخریج کیا ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٥٧٣

[3]: عروہ بن زبیر بن العوام الاسدی، ثقہ، فقیہ اور مشہور تھے، طبقات میں تیسرے درجے کے تھے، 94 ہجری میں وفات پائی، ان کی حدیث کو صحاح ستہ کے محدثین نے تخریج کیا ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٣٨٩

[4]: ابن أبي شيبة : المصنف ٤٧٢/٧؛ ابن عبد البر : الاستيعاب . ١٢٩١/٣

(جب حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کی، تو قیس بن سعد رضی اللہ عنہما نے چار ہزار کے ساتھ الگ تھلگ ہو کر بیعت کرنے سے انکار کر دیا، پھر جب حسن رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، تو قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کو بلایا گیا تا کہ وہ بھی بیعت کریں)[1]

آٹھواں مرحلہ: حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خلافت سے دستبردار ہو کر امور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیے، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ب۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اُس فتنہ سے بچا لیا جو ان کے لشکر میں واقع ہوا تھا، تو انہوں نے مدائن کو چھوڑ دیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ بلاذری نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے کوفہ جانے کے سفر کے بارے میں بات کی، کہا:

کہا گیا: جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے مدائن سے کوفہ جانے کا ارادہ کیا، تو ابن عامر اور ابن سمرہ صلح کے متعلق لکھی ہوئی شرائط لے کر ان کے پاس آئے، جس میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کو وہ سب کچھ دیا جو وہ چاہتے تھے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں کہا: اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو، حالانکہ اللہ اس میں بہت سی بھلائی رکھے۔ پھر وہ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ مسکن سے نخیلہ [2] کی طرف روانہ ہوئے۔ اس بارے میں البلاذری کہتے ہیں:

(کہا گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مسکن سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور نخیلہ اور دار الرزق کے درمیان قیام کیا)[3]

پھر حسن رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے نخیلہ کی طرف روانہ ہوئے تا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کریں اور حکومت ان کے حوالے کر دیں۔

اور یہی بات طبرانی نے روایت کی ہے، کہا: حدثنا أبو خليفة[4] حدثنا علي بن المديني

---

[1]: أبو الفرج الأصفهاني : مقاتل الطالبيين . ٧٢

[2]: النخیلہ: کوفہ کے قریب ایک مقام ہے جو شام کی سمت میں واقع ہے۔ ياقوت : معجم البلدان . ٢٧٨/٥

[3]: البلاذري : أنساب الأشراف (مخطوط). ٤٤٧

[4]: الفضل بن الحباب الجمحي، جو کہ بصری میں اپنے عہد کے مشہور محدث تھے، ایک ثقہ (معتبر) اور عالم شخص تھے۔ الذهبي : الميزان . ٣٥٠/٣

[1] حدثنا سفيان [2] عن مجالد [3] عن الشعبي [4] قال :

(شعبی کہتے ہیں: میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو نخیلہ میں دیکھا جب انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی۔ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر یہ بات ہے تو کھڑے ہو کر لوگوں سے کہو کہ تم نے یہ معاملہ میرے حوالے کر دیا ہے۔ اور بعض اوقات سفیان کہتے تھے: لوگوں کو بتاؤ کہ یہ معاملہ جسے تم نے میرے حوالے کیا ہے۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور منبر پر خطبہ دیا، اللہ کی حمد اور تعریف کی - اور شعبی کہتے ہیں: میں سن رہا تھا - پھر کہا: امابعد، تو سب سے زیادہ عقلمند [5] وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرے، اور سب سے زیادہ بے وقوف وہ ہے جو فجور کرے، اور یہ معاملہ جس پر میں اور معاویہ متفق نہیں تھے، اگر یہ حق مجھے تھا تو میں نے اسے معاویہ کو دیا ہے تاکہ اس امت کی فلاح ہو اور ان کے خون کو بچایا جاسکے، یا یہ حق کسی ایسے شخص کا تھا جو مجھ سے زیادہ حق دار تھا، تو میں نے یہی عمل کیا۔ (اور میں نہیں جانتا، شاید یہ تمہارے لیے فتنہ ہو اور کچھ دنوں کا فائدہ [6]) [7]

(اس کی اسناد صحیح ہے)

جیسا کہ اس روایت کی تخریج ابن سعد [8]، الحاکم [9]، ابونعیم اصفہانی [10]، بیہقی [11] اور ابن عبد

---

[1]: علی بن عبداللہ جعفر السعدی، جو کہ ان کے مولیٰ تھے، ابوالحسن بن المدینی، ایک قابلِ اعتماد ثقہ اور ثبت پختہ کار امام تھے، اپنے دور کے سب سے بڑے محدث اور حدیث کی وجوہ (علل) سے متعلق علم رکھنے والے تھے، دسویں طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ 234 ہجری میں وفات پائی۔ ان کی حدیث کو بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ نے تفسیر میں نقل کیا ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٤٠٣

[2]: سفیان بن عیینہ بن میمون الہلالی، ایک ثقہ (قابلِ اعتماد)، حافظ، فقیہ، امام اور حجت تھے، ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

[3]: مجالد بن سعید الہمذانی، ان کے بارے میں کلام کیا گیا ہے، لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے، ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

[4]: عامر الشعبی ثقہ ہیں ان کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

[5]: اکیس: زیادہ عقلمند، اور الکیس: عقل۔ ابن منظور : لسان العرب . ٢٠١/٦

[6]: سورة الأنبياء : الآية (١١١).

[7]: الطبراني : المعجم الكبير . ٢٦/٣

[8]: الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) ٣٢٩/١

[9]: المستدرك . ١٧٥/٣

[10]: حلية الأولياء . ٣٧/٢

[11]: دلائل النبوة . ٤٤٤/٦

البر [1] نے بھی اسی طرح الشعبی کی سند سے طبرانی کی روایت کے مطابق کی ہے۔
اسی طرح احمد بن حنبل نے روایۃ البیعہ میں انس بن سیرین [2] کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے جب معاویہ رضی اللہ عنہ سے بات چیت کی تو فرمایا:

(جابلص [3] اور جابلق کے درمیان کوئی ایسا شخص نہیں جس کے نانا نبی ہوں سوائے میرے۔ میں نے یہ مناسب سمجھا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح کراؤں، اور میں اس کا سب سے زیادہ حق دار تھا۔ سن لو! ہم نے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے، لیکن میں نہیں جانتا (اور اگر میں جانتا بھی ہوں تو شاید یہ تمہارے لیے ایک آزمائش ہے اور تھوڑے وقت کے لیے فائدہ ہے [4])

(محقق نے کہا: اس کی سند صحیح ہے) [5]

جیسا کہ اس روایت کو عبدالرزاق [6]، الطبرانی [7] اور بیہقی [8] نے بھی احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق ابن سیرین کے طریق سے نقل کیا ہے۔
اسی طرح ابن سعد نے بیعت کی روایت نقل کی ہے، عمرو بن دینار کے طریق سے، اور اس میں یہ آیا ہے:

(۔۔۔ پھر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں ابتدا میں اس معاملے (خلافت) کے لیے لوگوں سے ناخوش تھا، لیکن میں نے اس کے آخر کو اس حق دار کے لیے درست کر دیا جس کا حق میں نے اسے ادا کر دیا، جو اس کا میری نسبت زیادہ

---

[1]: الاستيعاب . ٣٨٩-٣٨٨/١

[2]: انس بن سیرین انصاری، محمد (بن سیرین) کے بھائی ہیں، ثقہ راوی ہیں اور تیسرے طبقہ کے تابعین میں سے ہیں۔ آپ کی وفات سن 118 ہجری میں ہوئی - اور ایک قول کے مطابق سن 120 ہجری میں - اور آپ کی روایات کو صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ) کی کتابوں میں شامل کیا گیا ہے۔ ابن حجر : التقريب . ١١٥

[3]: اصل میں جابرس تھا، اور جابلص اور جابلق دو شہر ہیں، ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں، ان کے پیچھے کوئی آباد شہر نہیں ہے۔ البكري : معجم ما استعجم . ٣٥٤/٢

[4]: أحمد بن حنبل : فضائل الصحابة (تحقيق د.وصي الله بن محمد) . ٧٦٩/٢

[5]: أحمد بن حنبل : فضائل الصحابة (تحقيق د.وصي الله بن محمد) . ٧٦٩/٢

[6]: المصنف ٤٥٢/١١

[7]: المعجم الكبير . ٨٧/٣

[8]: دلائل النبوة . ٤٤٤/٦

حقدار تھا، یا میں نے اپنے نانا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کی اصلاح کے لیے یہ حق دیا۔

اور اے معاویہ! بے شک اللہ نے تمہیں اس معاملے (خلافت) کا ذمہ دار بنایا ہے، یا تو اس خیر کی وجہ سے جو وہ تمہارے اندر جانتا ہے، یا کسی شر کی وجہ سے جو وہ تمہارے بارے میں جانتا ہے۔ (اور اگر میں جانتا بھی ہوں تو شاید یہ تمہارے لیے ایک آزمائش ہے اور تھوڑے وقت کے لیے فائدہ ہے) پھر وہ (منبر سے) اتر گئے۔ [۱]

(محقق نے کہا: اس کی سند صحیح ہے) [۲]

اسی طرح اس روایت کو بلاذری [۳]، لالکائی [۴] اور ابن عساکر [۵] نے بھی ابن سعد کی روایت کے مطابق عمرو بن دینار کے طریق سے نقل کیا ہے۔

اس کے بعد حسن رضی اللہ عنہ قیس بن سعد کو لے کر آئے تاکہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں۔

یہی روایت البلاذری نے نقل کی ہے، انہوں نے کہا: مجھے احمد بن ابراہیم [۶] نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں وہب بن جریر بن حازم [۷] نے بیان کیا، انہوں نے کہا میرے والد [۸] نے ہمیں بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے محمد بن سیرین [۹] کو فرماتے ہوئے سنا۔

جب حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، تو وہ ان کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے، اور قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ جب یہ

---

[۱]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) ٨ / ٣٣٠-٣٣٢

[۲]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) ٨ / ٣٣٠-٣٣٢

[۳]: أنساب الأشراف (مخطوط) ٤٤٧

[۴]: شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة . ١٤٥٢ ، ١٤٥١/٨

[۵]: تاريخ دمشق (مخطوط) ٥٤٠/٤

[۶]: احمد بن ابراہیم الدورقی، حافظ تھے۔ دسویں طبقے کے راویوں میں سے تھے۔ 246 ہجری میں وفات پائی۔ ان کی حدیث کی تخریج مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٧٧

[۷]: وہب بن جریر بن حازم الازدی، قابلِ اعتماد راوی تھے۔ 206 ہجری میں وفات پائی۔ ان کی حدیث کی تخریج صحاحِ ستہ کے تمام محدثین نے کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٥٨٥

[۸]: جریر بن حازم بن زید الازدی، ثقہ (قابلِ اعتماد راوی تھے)۔ (ان کا مکمل تذکرہ پہلے گزر چکا ہے)

[۹]: محمد بن سیرین الانصاری، ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بلند مرتبہ شخصیت تھے۔ تیسرے طبقے کے راویوں میں سے تھے۔ 110 ہجری میں وفات پائی۔ ان کی حدیث کی تخریج صحاحِ ستہ کے تمام محدثین نے کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٤٨٣

دونوں لشکر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے کہنا شروع کیا: قیس آ گئے، قیس آ گئے۔ جب یہ دونوں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کی، پھر قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بیعت کرو۔ قیس رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ یوں کیا (یعنی ہاتھ کو اپنی گود میں رکھ لیا) اور اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں اٹھایا، جبکہ معاویہ رضی اللہ عنہ تخت پر بیٹھے تھے۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں کے بل جھک گئے اور اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، یہاں تک کہ انہوں نے قیس کے ہاتھ پر مسح کر دیا، حالانکہ وہ ان کی گود میں ہی تھا۔ میرے والد [۱] نے کہا کہ محمد [۲] نے ہمیں یہ واقعہ [۳] سنایا اور وہ اسے بیان کر کے ہنسنے لگے، کیونکہ قیس ایک بڑے جسیم آدمی تھے۔ [۴]

(اسنادہ صحیح)

اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے خلافت سے دستبردار ہونے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے ساتھ ہی خلافتِ نبوت کی مدت، جو تیس سال تھی، مکمل ہوگئی۔

اس پر دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

خلافتِ نبوت تیس سال ہوگی، پھر اللہ جسے چاہے بادشاہت عطا کرے گا، یا اپنی بادشاہت جسے چاہے دے گا۔ [۵]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

میری امت میں خلافت تیس سال رہے گی، پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔ [۶]

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ [۷]

ابن کثیر نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

یہ تیس سال خلافتِ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکمل ہوئی، کیونکہ انہوں نے ربیع

---

[۱]: کہنے والے جریر بن حازم ہیں۔

[۲]: محمد بن سیرین ہیں۔

[۳]: یعنی قیس بن سعد کا کیا ہوا عمل۔

[۴]: البلاذري : أنساب الأشراف (مخطوط) ٤٥٠ ، ٤٤٩

[۵]: أبو داود : السنن مع شرحها عون المعبود ٢٥٩/١٢؛ الألباني : صحيح سنن أبي داود . ٨٧٩/٣

[۶]: الترمذي : السنن مع شرحها تحفة الأحوذي . ٦ / ٣٩٥-٣٩٧

[۷]: الترمذي : السنن مع شرحها تحفة الأحوذي . ٦ / ٣٩٥-٣٩٧

الاول ۴۱ ہجری میں خلافت سے دستبردار ہوکر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں چھوڑ دی۔
یہ مدت بالکل تیس سال بنتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ربیع الاول ۱۱ ہجری میں ہوئی تھی۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔
صلوات الله وسلامه عليه وسلم تسليما[۱]

اس طرح حسن بن علی رضی اللہ عنہما پانچویں خلیفہ راشد شمار ہوتے ہیں۔[۲]

اور اس مقام پر اس حدیث کے پیشِ نظر دو سوالوں کے جوابات دینا ضروری ہو جاتا ہے:
الف- کیا معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے یا بادشاہ؟
ب- کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت مُلکِ عَضوض کے زُمرے میں آتا ہے؟
اس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
تم میں نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ چاہے گا، اسے اٹھالے گا۔ پھر خلافت ہوگی، جو نبوت کے طریقے پر ہوگی، اور جب تک اللہ چاہے گا، قائم رہے گی، پھر جب اللہ چاہے گا، اسے بھی ختم کر دے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت (مُلکٌ عَضوض) ہوگی، جو جب تک اللہ چاہے گا، رہے گی، پھر اللہ جب چاہے گا، اسے ختم کر دے گا۔ اس کے بعد جبر کی بادشاہت[۳] ہوگی، جو جب تک اللہ چاہے گا، قائم رہے گی، پھر جب اللہ چاہے گا، اسے بھی ختم کر دے گا۔ اس کے بعد خلافت ہوگی، جو نبوت کے طریقے پر ہوگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے۔[۴]

(یہ حدیث صحیح ہے)[۵]

ان دونوں سوالوں کے جواب دینے سے پہلے، ہمیں مُلکِ عَضوض کے معنی کو سمجھنا چاہیے۔
خطابی کہتے ہیں:
العَضوض، عَض کی جمع ہے، اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو بدطینت، سخت مزاج اور بد

---

[۱]: ابن كثير : البداية والنهاية . ١٦/٨
[۲]: القلقشندي : مآثر الأنافة . ١٠٥/١
[۳]: یعنی: سختی اور جبر۔ ابن منظور : لسان العرب . ١١٣/٤
[۴]: أحمد بن حنبل : المسند . ٢٧٣/٤
[۵]: محمد ناصر الدين الألباني : سلسلة الأحاديث الصحيحة . ٨/١

اخلاق ہو۔[1]

ابن منظور کہتے ہیں:

العَض کا مطلب ہے کسی چیز کو دانتوں سے سختی سے دبانا۔ اور مُلکِ عَضوض سے مراد ایک سخت حکمرانی ہے، جس میں جبر اور سختی ہو، یعنی رعایا کو ایسا ظلم اور سختی پہنچے جیسے وہ دانتوں سے کاٹے جا رہے ہوں۔[2]

فیروز آبادی کہتے ہیں:

العَضوض ایسی بادشاہت کو کہتے ہیں جس میں جبر اور ظلم ہو۔[3]

مُلکِ عَضوض کا مفہوم سمجھنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد پر لاگو نہیں ہوتا، اور جو شخص معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر غور کرے، وہ اس بات کا یقین کر لے گا۔[4]

لہٰذا، معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد کی صحیح درجہ بندی کے لیے ضروری ہے کہ ہم خلافت اور خلفاء کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ اہم احادیث کا جائزہ لیں۔

یہ احادیث درج ذیل ہیں:

[1] سفینہ رضی اللہ عنہ[5] سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(خلافة النبوة ثلاثون سنة ، ثم يؤتي الله الملك ، أو ملكه من يشاء)[6]

خلافتِ نبوت تیس سال ہوگی، پھر اللہ جسے چاہے بادشاہت عطا کرے گا، یا اپنی

---

[1]: الخطابي : غريب الحديث . ٢٥٠/١

[2]: ابن منظور : لسان العرب . ١٨٨/٧

[3]: الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٨٣٥

[4]: معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل دیکھیں تمہید میں۔

[5]: سفینہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ تھے۔ ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام مہران تھا، جبکہ بعض نے اس کے علاوہ بھی کچھ ذکر کیا ہے۔ ان کا اصل وطن فارس تھا۔ امِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خریدا، پھر آزاد کر دیا، لیکن یہ شرط رکھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کریں۔ انہیں سفینہ کا لقب اس لیے ملا کیونکہ ایک سفر کے دوران انہوں نے بہت زیادہ سامان اٹھایا تھا۔ ان کی حدیث بخاری اور سننِ اربعہ (ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) میں موجود ہے۔ ابن حجر : التقريب ٢٤٥؛ الإصابة . ١٣٢/٣

[6]: أبو داود : السنن مع شرحها عون المعبود ٢٥٩/١٢؛ محمد ناصر الدين الألباني : صحيح سنن أبي أبي داود . ٨٧٩/٣

بادشاہت دے گا۔

[۲] حذیفہ [۱] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ چاہے گا، اسے اٹھا لے گا۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت قائم ہوگی، اور جب تک اللہ چاہے گا، یہ باقی رہے گی، پھر جب اللہ چاہے گا، اسے بھی ختم کر دے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت (ملكا عاضًا) ہوگی، جو جب تک اللہ چاہے گا، رہے گی، پھر جب اللہ چاہے گا، اسے بھی ختم کردے گا۔ پھر جبری بادشاہت (ملكا جبريًا) ہوگی، جو جب تک اللہ چاہے گا، رہے گی، پھر جب اللہ چاہے گا، اسے بھی ختم کردے گا۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت قائم ہوگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ [۲]

(حدیث صحیح ہے) [۳]

ما أخرجه مسلم من طريق جابر بن سمرة [۴] رضي الله عنه قال : دخلت مع أبي على النبي صلى الله عليه وسلم ، فسمعته يقول :
(إن هذا الأمر لا ينقضي حتى يمضي فيهم اثنا عشر خليفةً ، قال : ثم تكلم بكلام خفي علي ، قال : فقلت لأبي : ما قال ، قال : كلهم من قريش)

یہ وہ روایت ہے جسے امام مسلم نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: یہ معاملہ (یعنی خلافت) ختم نہیں ہوگا جب تک کہ ان میں بارہ خلفاء نہ گزر جائیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ایسی

---

[۱]: حذیفہ بن یمان العبسی، انصار کے حلیف، جلیل القدر صحابی اور سابقین میں سے ہیں۔ صحیح مسلم میں ان سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قیامت تک پیش آنے والے تمام واقعات سے آگاہ فرمایا۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز میں، سن 36 ہجری میں وفات پا گئے۔ ان کی حدیث کی تخریج صحاح ستہ میں کی گئی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ١٥٤

[۲]: حمد بن حنبل : المسند ٤ / ٣٧١-٣٧٢

[۳]: محمد ناصر الدين الألباني : سلسلة الأحاديث الصحيحة . ٨/١

[۴]: جابر بن سمرہ بن جنادہ السوائی، صحابی ابن صحابی، کوفہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ستر ہجری کے بعد وفات پائی، ان کی حدیث کی تخریج اصحاب صحاح ستہ نے کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ١٣٦

بات فرمائی جو مجھ سے مخفی رہ گئی۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟

توانہوں نے کہا: یہ تمام کے تمام قریش میں سے ہوں گے۔[1]

اور جابر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے:

(لا يزال الإسلام عزيزا إلى اثني عشرة خليفة ... كلهم من قريش)

اسلام ہمیشہ غالب رہے گا، یہاں تک کہ بارہ خلفاء ہوں گے۔۔۔اور یہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔[2]

اور ایک اور روایت میں ہے:

(یہ دین ہمیشہ عزت اور حفاظت کے ساتھ قائم رہے گا، یہاں تک کہ بارہ خلفاء ہوں گے۔۔۔اور یہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے)[3]

ابوداؤد نے اپنی سنن میں، اپنی سند کے ساتھ، جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

(فلما رجع إلى مترله أتته قريش فقالوا : ثم يكون ماذا ؟ قال : ثم يكون الهَرج[4])

جب وہ اپنے گھر واپس لوٹے تو قریش ان کے پاس آئے اور پوچھا: پھر کیا ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا: پھر ہرج ہوگا۔

اور جلیل القدر ائمہ کرام نے ان احادیث کی شرح وتفصیل میں خوب محنت کی، اور اس موضوع پر طویل گفتگو کی، پس بہترین تحقیق پیش کی اور خوب فائدہ پہنچایا۔

اور درج ذیل میں وہ خلاصہ پیش کیا جارہا ہے جو انہوں نے اس مسئلے میں بیان کیا ہے۔

قاضی عیاض نے سفینہ اور جابر بن سمرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حدیثوں میں تطبیق کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

یہاں دو سوالات پیدا ہوتے ہیں:

---

[1]: مسلم : صحيح مسلم بشرح النووي . ٢٠١/١٢

[2]: المصدر السابق . ٢٠٢/١٢

[3]: المصدر السابق . ٢٠٣/١٢

[4]: ہرج الناس کا مطلب ہے: لوگ فتنہ، انتشار اور قتل وغارت میں مبتلا ہوگئے۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٢٦٨

پہلا یہ کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ: میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی، پھر بادشاہت ہو جائے گی، اور یہ حدیث بارہ خلفاء والی حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے، کیونکہ تیس سال کی مدت میں صرف چار خلفاء راشدین اور وہ چند ماہ شامل ہیں جن میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی بیعت ہوئی تھی۔

اور اس کا جواب یہ ہے:

حدیث خلافت تیس سال ہوگی سے مراد خلافتِ نبوت ہے، اور بعض روایات میں یہ وضاحت موجود ہے: میرے بعد خلافتِ نبوت تیس سال ہوگی، پھر بادشاہت آجائے گی۔ جبکہ بارہ خلفاء والی حدیث میں ایسی کوئی شرط نہیں کہ وہ صرف خلافتِ نبوت کے دَور میں ہوں، اس لیے دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

سوال نمبر ۲: اس خلافت سے زیادہ افراد حکمران بنے؟

① یہ اعتراض باطل ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف بارہ خلیفہ ہی حکومت کریں گے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بارہ خلفاء حکومت کریں گے۔ چنانچہ اگر ان کے بعد دیگر حکمران بھی آئے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، خاص طور پر اگر اس حدیث میں ہر حکمران مراد لیا جائے۔

② اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ خلفاء ہیں جو خلافت کے واقعی مستحق اور عادل ہوں گے۔ ان میں سے کچھ گزر چکے ہیں، اور قیامت سے پہلے اس تعداد کی تکمیل ضروری ہے۔

③ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی زمانے میں ہوں گے، اور ہر ایک کے پیچھے ایک جماعت ہوگی۔

④ ایک اور احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد وہ خلفاء ہیں جن کے دور میں اسلام کو عزت حاصل ہوگی اور مسلمان ان پر متفق ہوں گے۔ یہ کیفیت بنوامیہ کے زوال اور ان کے اختلافات سے پہلے موجود تھی۔

قاضی عیاض نے اپنی گفتگو کو ان الفاظ پر ختم کیا: اس کے اور بھی کئی احتمالات ہوسکتے ہیں، اور اللہ ہی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادے کو بہتر جانتا ہے۔ [1]

---

[1]: النووي : شرح صحيح مسلم ١٢ / ٢٠١-٢٠٣

ابن الجوزی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

ابن الجوزی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

میں نے اس حدیث کے معنی پر طویل تحقیق کی، اس کے مصادر تلاش کیے، اور اس کے بارے میں سوالات کیے، لیکن اس کے حقیقی مفہوم تک نہ پہنچ سکا؛ کیونکہ اس کی الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔۔۔ پھر میرے ذہن میں اس کا ایک مطلب آیا:

پہلا پہلو: یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اور اپنے صحابہ کے بعد پیش آنے والی خلافتوں کی طرف اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی حکمرانی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی کے ساتھ جڑی ہوئی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد آنے والی حکومتوں کی خبر دی۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو امیہ کے بارہ خلفاء کی تعداد کی طرف اشارہ فرمایا۔

اور شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان لا يزال الدين - أي الولاية - إلى أن يلي اثنا عشر خليفة (دین یعنی خلافت بارہ خلفاء تک قائم رہے گی) کا مطلب یہ ہو کہ اس کے بعد حکمرانی ایک اور انداز میں تبدیل ہو جائے گی، جو پہلے سے بھی زیادہ سخت ہوگی۔

دوسرا پہلو: یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ پیشین گوئی اس مہدی کے بعد پوری ہو جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔

تیسرا پہلو: یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ پورے دورِ اسلام میں قیامت تک بارہ خلفاء ایسے ہوں گے جو حق پر عمل کریں گے، چاہے ان کے ایام خلافت مسلسل نہ ہوں۔ [1]

ابن حجر عسقلانی نے قاضی عیاض اور ابن جوزی کے ذکر کردہ اقوال پر تعاقب کرتے ہوئے قاضی عیاض کے چوتھے پہلو کو ترجیح دی [2]، جو ابن حجر کی ترتیب میں تیسرا پہلو شمار ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے قاضی عیاض کے پہلے اور دوسرے پہلو کو یکجا کر دیا۔ اسی طرح، انہوں نے قاضی عیاض کے تیسرے پہلو (جو ابن حجر کی ترتیب میں دوسرا شمار ہوتا ہے) کو رد کر دیا [3]، نیز ابن

---

[1]: ابن حجر العسقلاني : فتح الباري ١٣ / ٢٢٥-٢٢٧

[2]: ابن حجر العسقلاني : فتح الباري ١٣ / ٢٢٥-٢٢٧

[3]: ابن حجر العسقلاني : فتح الباري ١٣ / ٢٢٧

جوزی کے پہلے اور دوسرے پہلو کو بھی مسترد کر دیا۔[1]

ابن حجر العسقلانی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

(پہلا اور زیادہ مناسب مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے میں بعدیّت کو حقیقی معنوں میں لیا جائے۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر عمر بن عبد العزیز[2] رحمہ اللہ تک کل چودہ افراد خلافت پر فائز ہوئے۔ ان میں سے دو کی خلافت ثابت نہیں اور نہ ہی ان کی مدت خلافت طویل رہی، وہ دو افراد معاویہ بن یزید[3] اور مروان بن حکم ہیں۔ باقی بارہ افراد مسلسل خلافت پر فائز رہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی وفات سن ۱۰۱ ہجری میں ہوئی، اور ان کے بعد حالات بدل گئے)[4]

اور ابن حجر کے کلام اور ان کی طرف سے سابقہ محدثین کے رد و جواب کا جائزہ لینے کے بعد، خصوصاً جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے حوالے سے، میرے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ ابن کثیر کے نہایت قیمتی کلام سے آگاہ نہ ہو سکے جو انہوں نے حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا ہے۔

ابن کثیر نے کہا:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس میں بارہ نیک اور صالح خلفاء کی بشارت دی گئی ہے جو حق کو قائم کریں گے اور عدل و انصاف کریں گے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ خلفاء مسلسل اور متواتر آئیں گے، بلکہ ان میں سے چار خلفاء مسلسل آئے، یعنی حضرت

---

[1]: ابن حجر العسقلاني : فتح الباري ١٣ / ٢٢٥-٢٢٧

[2]: عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم، امیر المؤمنین، ان کی والدہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب تھیں۔ انہوں نے ولید بن عبد الملک کے دور میں مدینہ کی گورنری سنبھالی، اور سلیمان بن عبد الملک کے ساتھ وزیر کی حیثیت سے کام کیا۔ سلیمان کے بعد خلافت سنبھالی، اور انہیں خلفاء راشدین میں شمار کیا گیا۔ وہ چوتھی طبقہ (الطبقۃ الرابعہ) کے محدثین میں سے تھے۔ رجب سن 101 ہجری میں ان کا انتقال ہوا، اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ ان کی خلافت کی مدت دو سال اور چھ ماہ رہی۔ صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے روایت لی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٤١٥

[3]: معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان، ان کے والد کی وفات کے بعد انہیں خلافت کے لیے بیعت دی گئی - اور وہ اپنے والد کے بعد ولی عہد مقرر تھے - یہ واقعہ ربیع الاول 64 ہجری میں پیش آیا۔ وہ ایک نیک، زاہد اور صالح شخص تھے، لیکن ان کی خلافت زیادہ دیر قائم نہ رہی اور اسی سال 64 ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ابن كثير : البداية والنهاية . ٢٣٧/٨

[4]: ابن حجر العسقلاني : فتح الباري . ٢٢٨/١٣

ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ ان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی بلاشبہ شامل ہیں، جیسا کہ ائمہ نے اس پر اتفاق کیا ہے، اور ان میں بعض بنو عباس کے خلفاء بھی شامل ہیں۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ان کی حکومت قائم نہ ہو جائے، اور بظاہر ان میں وہ مہدی بھی شامل ہیں جن کی بشارت دیگر احادیث میں دی گئی ہے۔

لیکن اس سے مراد وہ مہدی نہیں ہے جس کے بارے میں رافضیوں نے یہ وہم پال رکھا ہے [1] کہ وہ سردابِ سامراء [2] میں چھپا ہوا ہے اور کسی وقت ظاہر ہوگا۔ یہ عقیدہ کسی بھی لحاظ سے حقیقت پر مبنی نہیں، بلکہ نری جہالت، کم عقلی اور بے بنیاد خیالات کی پیداوار ہے۔ اسی طرح، ان بارہ خلفاء سے وہ بارہ امام بھی مراد نہیں ہیں جن کے بارے میں روافض کے فرقہ اثنا عشریہ کا یہ گمان ہے کہ وہ معصوم ہیں۔

نیز، تورات میں بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دی گئی ہے کہ ان کی نسل سے بارہ عظیم شخصیات جنم لیں گی، اور یہی بارہ خلفاء ہیں جن کا ذکر اس حدیث میں کیا گیا ہے۔ [3]

ابن کثیر نے ایک اور مقام پر فرمایا:

(اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ ضرور بارہ عادل خلیفہ ہوں گے۔۔۔ جو قریش میں سے ہوں گے، حکومت کریں گے اور عدل قائم کریں گے۔ ان کی بشارت سابقہ کتابوں میں بھی دی گئی ہے۔ پھر یہ ضروری نہیں کہ وہ یکے بعد دیگرے مسلسل آئیں، بلکہ ان کا وجود امت میں متفرق طور پر ہوگا۔ ان میں سے چار خلیفہ یکے بعد دیگرے آ چکے ہیں: ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم۔ پھر ان کے بعد ایک وقفہ آیا، پھر ان میں سے جو اللہ نے چاہا وہ آئے، اور ان میں سے باقی وہ بھی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، اور ان میں سے ایک مہدی بھی ہوں گے) [4]

میں کہتا ہوں: ابن کثیر کا اختیار کردہ یہ موقف، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے الفاظ سے سب

---

[1]: رافضہ وہ لوگ ہیں جو صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں سبّ وشتم کرتے ہیں۔ ابن تیمیة : الفتاوی . ۱۵۴/۳

[2]: سامراء: یہ "سر من رأی" کا ایک لغوی شکل ہے۔ یہ ایک شہر تھا جو بغداد اور تکریت کے درمیان، دریائے دجلہ کے مشرقی جانب واقع تھا۔ یاقوت : معجم البلدان . ۱۷۳/۳

[3]: ابن کثیر : التفسیر . ۳۴/۲

[4]: ابن کثیر : التفسیر . ۳۴/۲

سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے، اس کی دلیل وہ اضافہ ہے جو سنن ابی داود میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے: پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر واپس لوٹے تو قریش آپ کے پاس آئے اور پوچھا: پھر کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر قتل وفتنہ (ہَرج) ہوگا۔
اور یہ ہَرج وہی فتنہ وفساد ہے جو آخری زمانے میں پیش آئے گا۔ اسی وجہ سے، ابوداؤد نے اپنی سنن میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی خلفاء سے متعلق احادیث کو کتاب المہدی[1] میں ذکر کیا ہے۔

ان احادیثِ خلافت وخلفاء کے مطالعے سے درج ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں:

① خلافتِ نبوت کا مرحلہ: یہ مرحلہ اس وقت ختم ہوا جب حسن رضی اللہ عنہ نے ربیع الاول ۴۱ ہجری میں خلافت سے دستبردار ہوکر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت چھوڑ دی۔
② بارہ خلفاء کا مرحلہ۔
③ مُلکِ عضوض کا مرحلہ۔
④ مُلکِ جبری کا مرحلہ۔
⑤ پھر خلافت علیٰ مِنہاجِ نبوّت قائم ہوگی۔

اور جہاں تک بارہ خلفاء کے مرحلے کا تعلق ہے، تو ابن کثیر کے ذکر کردہ مؤقف کی بنیاد پر یہ مرحلہ اپنی زمانی وسعت میں دیگر تمام مراحل کو محیط کرتا ہے۔ اس مرحلے کے خلفاء کا ظہور امت میں متتابع اور متفرق انداز میں ہوگا، اور یہی اس امت پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے۔ اس مرحلے کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یعنی خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہے، اور اس کا اختتام آخری خلیفہ کے ظہور پر ہوگا، جس کے بعد الہَرْج (فتنہ وفساد) کا دور شروع ہوگا۔

ابن کثیر نے اس مرحلے کے خلفاء میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے، اور جب معاویہ رضی اللہ عنہ عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس مرحلے کے خلفاء میں شامل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پہلے معاویہ[2] رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل بیان کیے جا چکے ہیں، اور آگے معاویہ رضی اللہ عنہ اور

---

[1]: أبو داؤد : السنن مع شرحها عون المعبود . ۱۱ / ۲۴۳-۲۴۹

[2]: انظر التمهيد .

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے مابین فضیلت سے متعلق بیان کیا جائے گا۔

۱- سئل ابن المبارك عن معاوية رضي الله عنه فقال :

(ما أقول في رجل قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : سمع الله لمن حمده ، فقال خلفه : ربنا ولك الحمد . فقيل له : أيهما أفضل هو أو عمر بن عبد العزيز؟ فقال : لتراب في منخري معاوية مع رسول الله صلى الله عليه وسلم خيروأفضل من عمر بن عبد العزيز)

ابن المبارک رحمہ اللہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں جس نے اس وقت کہا جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سمع اللہ لمن حمدہ (اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی حمد کی)؟، اور اس (معاویہ رضی اللہ عنہ) نے پیچھے سے کہا: ربنا ولک الحمد (اے ہمارے رب! تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں)؟

پھر ان سے پوچھا گیا: کون بہتر ہے، معاویہ رضی اللہ عنہ یا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ؟ تو انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ناک میں لگنے والی خاک بھی عمر بن عبدالعزیز سے بہتر اور افضل ہے۔[۱]

۲- وسئل المعافى بن عمران[۲]:

أيهما أفضل معاوية أو عمر بن عبد العزيز؟ فغضب وقال للسائل : (أتجعل رجلاً من الصحابة مثل رجل من التابعين ؟ معاوية صاحبه وصهره وكاتبه وأمينه على وحي الله)

معافی بن عمران رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ میں سے کون افضل ہے؟ تو وہ ناراض ہو گئے اور سوال کرنے والے سے فرمایا: کیا تم ایک صحابی کو کسی تابعی کے برابر ٹھہراتے ہو؟! معاویہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے

---

[۱]: ابن كثير : البداية والنهاية . ۱۳۹/۸

[۲]: معافی بن عمران الازدی ثقہ، عبادت گزار اور فقیہ تھے۔ وہ طبقہ نہم کے بڑے محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی وفات 185 ہجری میں ہوئی، اور بعض کے نزدیک 186 ہجری میں ہوئی۔ امام بخاری، ابو داؤد اور نسائی نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ ابن حجر : التقريب . ۵۳۷

صحابی، ان کے داماد، کاتبِ وحی اور وحی کے امین تھے۔ [۱]

اسی طرح وہ جماعت جس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، وہ اس جماعت سے بہتر تھی جس نے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی بیعت کی، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے بیعت کی تھی۔

اور اس بارے میں ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> (پس حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی، پھر انہوں نے امر خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا، جبکہ باقی ماندہ صحابہ کرام میں وہ لوگ موجود تھے جو ان دونوں (حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہما) سے بلا اختلاف افضل تھے، یعنی وہ صحابہ جو فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کر چکے تھے اور جہاد کر چکے تھے۔ پس ان تمام صحابہ، ابتدائی سے لے کر آخری تک، نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور ان کی امامت کو تسلیم کیا) [۲]

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے یا بادشاہ، تو جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ابن کثیر رحمہ اللہ کے اس حدیث پر تبصرے کی روشنی میں، نیز معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے پیش نظر، یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ان بارہ خلفاء میں شامل ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱]: ابن كثير : البداية والنهاية . ١٣٩/٨

[۲]: ابن حزم : الفصل . ٦/٥

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امراء کے صلح سے متعلق مواقف

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امراء کے صلح سے متعلق مواقف میں اختلاف اور تفاوت پایا گیا، چنانچہ بعض نے اسے قبول کیا، جبکہ بعض نے اسے ناپسند کیا۔ ذیل میں ان مختلف مواقف کی وضاحت پیش کی جارہی ہے:

١ صلح کو قبول کرنے اور اسے پسند کرنے کا مؤقف ان حضرات میں سرِ فہرست عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے، جنہوں نے صلح کو ایک مثبت اور دانشمندانہ فیصلہ سمجھا۔

٢ ابتدا میں صلح سے انکار، پھر قبول کرنے کا مؤقف ان افراد میں قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور زیاد بن ابیہ پیش پیش تھے۔ انہوں نے ابتدائی طور پر صلح کی مخالفت کی، لیکن بعد میں حالات کے پیش نظر اسے قبول کرلیا۔

٣ ایک تیسرا گروہ بھی تھا جو نا چاہتے ہوئے صلح میں شامل ہوا یہ گروہ مزید دو حصوں میں تقسیم تھا:

الف- وہ لوگ جو صلح کو صرف حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی زندگی تک لازم سمجھتے تھے اس رائے کے حامل افراد میں نمایاں شخصیت حجر بن عدی [١] رضی اللہ عنہ کی تھی۔ ان کے نزدیک صلح کا التزام صرف حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی حیاتِ مبارکہ تک تھا، اس کے بعد وہ اس معاہدے کو برقرار رکھنے کے پابند نہیں تھے۔

ب- وہ لوگ جو صلح کو حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی زندگی میں یا کم از کم ان میں سے کسی ایک کی حیات تک لازم سمجھتے تھے اس رائے کے حامل افراد میں سب سے نمایاں شخصیت حضرت حسین بن علی [٢] رضی اللہ عنہما کی تھی۔ ان کے نزدیک یہ صلح حضرت حسن اور

---

[١]: حجر بن عدی الکندی، ابوعبد الرحمن، جلیل القدر صحابی تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور ملاقات کا شرف پایا۔ آپ نہایت شریف، صاحبِ مرتبہ، معروف امراء میں شامل، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں پیش پیش تھے۔ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے اور جنگِ صفین میں ایک امیر کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ زہد و عبادت میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کو 51 ہجری میں شہید کیا گیا۔ الذهبي : السير . ٤٦٢/٣۔ حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے صلح سے متعلق مؤقف کی تفصیل کے لیے اس رسالے کے آخری فصل کا مطالعہ کریں۔

[٢]: حسین رضی اللہ عنہ صلح کو ناپسند کرنے والوں میں سے تھے، لیکن انہوں نے کوئی اقدام نہیں کیا یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔ اس کے بعد انہوں نے وہ تحریک چلائی جس میں وہ شہید ہوئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی زندگی تک لازم تھی، اور وہ اس معاہدے کے دوران اس کے پابند رہے۔

زیاد بن ابیہ کا صلح میں داخل ہونا:

[۴۹] حدثني عمر بن شبة ، قال : حدثني علي ، عن حبان بن موسى ،عن المجالد ، عن الشعبي ، قال :

(جب علی علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو خط لکھ کر دھمکی دی۔ اس پر زیاد خطبہ دیتے ہوئے کہنے لگا: تعجب ہے ابنِ آکلة الاکباد (کلیجہ چبانے والی کا بیٹا)، نفاق کا پناہ گاہ اور احزاب کا سربراہ مجھے دھمکی دیتا ہے، حالانکہ میرے اور اس کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو چچازاد بھائی، یعنی ابن عباس اور حسن بن علی[۱]، نوے ہزار جنگجوؤں کے ساتھ موجود ہیں، جو اپنی تلواریں کندھوں پر رکھے ہوئے ہیں اور پیچھے ہٹنے والے نہیں۔ اگر معاملہ میرے ہاتھ آیا تو وہ مجھے تلوار چلانے میں سخت ترین پائے گا[۲]۔ زیاد فارس کے گورنر رہے یہاں تک کہ حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی۔ پھر جب معاویہ کوفہ آئے تو زیاد قلعے میں پناہ گزین ہو گیا، جسے قلعہ زیاد کہا جاتا تھا)[۳]

یہ خبر بلاذری[۴] نے تقریباً اسی طرح ذکر کی ہے، البتہ انہوں نے بیان کیا کہ یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں پیش آیا۔ دینوری[۵] نے بھی اسے تقریباً اسی طرح روایت کیا اور بلاذری کے موقف کو اختیار کیا۔ یعقوبی نے بھی اس روایت کو نقل کیا، مگر اس میں زیاد کے الفاظ یوں بیان کیے: ''اور میرے اور اس (معاویہؓ) کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے دو بیٹے (یعنی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما) ہیں۔''[۶]

---

[۱]: ابن الاثیر نے کہا: جس نے یہ کہا کہ زیاد سے مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، وہ وہم میں مبتلا ہوا؛ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی ان سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ ابن الأثير: الكامل في التاريخ، ٣/٤١٦ میں کہتا ہوں: اس مقام پر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا ذکر کرنا درست نہیں، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، نہ کہ آپ کے چچازاد۔

[۲]: أحمز کا مطلب ہے شدید۔ الفيروز آبادي: القاموس المحيط، ٦٥٤

[۳]: . ١٧٠/٥

[۴]: أنساب الأشراف . ١٨٩/٤

[۵]: الأخبار الطوال . ٢١٩

[۶]: اليعقوبي : التاريخ . ٢١٨/٢

یہ خبر مجموعی طور پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والدین پر سختی پر مبنی ہے اور ایک جاہلی معاملے سے متعلق ہے۔اس روایت کی کمزوری کا بنیادی سبب مجالد بن سعید الہمد انی ہیں، جن میں اس مقام پر دو علتیں جمع ہیں: اختلاط (روایت میں گڑبڑ کا شکار ہونا) اور تشیع (شیعہ رجحان رکھنا)۔

[٥٠] حدثني عمر ، قال : حدثنا علي ، عن مسلمة بن محارب ، قال :

(زیاد قلعے میں ایک سال سے زیادہ مقیم رہا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا: تم اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ میرے پاس آؤ اور مجھے اس مال کی تفصیل بتاؤ جو تم نے جمع کیا، جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا، اور جو تمہارے پاس باقی ہے۔تم امن میں ہو۔اگر تم ہمارے پاس رہنا چاہتے ہو تو رہ سکتے ہو، اور اگر تم اپنی پناہ گاہ واپس جانا چاہتے ہو تو واپس جا سکتے ہو۔

زیادؒ فارس سے روانہ ہوئے، اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ وہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔مغیرہ رضی اللہ عنہ اس خبر کے ملتے ہی خود بھی شام روانہ ہو گئے تاکہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے ملاقات کر سکیں۔

زیادؒ نے اپنے سفر کا آغاز اصطخر [١] سے کیا، پھر اَرجان [٢]، ماہ بھراذان [٣]، اور حلوان [٤] کے راستے مدائن پہنچے۔وہاں سے عبدالرحمن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے قریب آنے کی اطلاع دی۔آخر کار زیادؒ بھی شام پہنچے، اور ان کے ایک ماہ بعد مغیرہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔

جب مغیرہ رضی اللہ عنہ پہنچے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

اے مغیرہ! زیاد تو تم سے ایک ماہ کی مسافت پر تھے، لیکن وہ پہلے پہنچ گئے، حالانکہ تم پہلے نکلے تھے!

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ادب سے عرض کیا:

امیر المؤمنین! معاملہ یہ ہے کہ جب دو دانا لوگ آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو معاملہ بصیرت پر مبنی

---

[١]: اِصطخر فارس کا ایک شہر ہے۔ یاقوت حموی: معجم البلدان، ٢١١/١

[٢]: اَرجان فارس کا ایک شہر ہے۔یا قوت حموی: معجم البلدان، ١٤٣/١

[٣]: ماہ بھراذان فارس کا ایک شہر ہے۔ یا قوت حموی: معجم البلدان، ٤٩/٥

[٤]: حلوان بغداد سے متصل پہاڑی علاقے کی جانب سرزمینِ سواد کی آخری حد ہے۔یا قوت حموی: معجم البلدان، ٢٩٠/٢

ہوتا ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اپنی تدبیر میں ہوشیار رہو اور راز کو پوشیدہ رکھو۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

زیادؒ کی آمد ایک خاص امید کے ساتھ تھی، اور میری آمد ایک احتیاطی تدبیر تھی، اسی لیے ہمارا سفر مختلف رہا۔

اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیادؒ سے فارس کے مالی معاملات پر گفتگو کی۔ زیادؒ نے دیانت داری سے بیان کیا کہ کس قدر رقم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجی گئی اور کن ضروریات میں خرچ ہوئی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بیان کو درست قرار دیا اور جو رقم باقی تھی، اسے بھی تحویل میں لے کر فرمایا:

تم ہمیشہ ہمارے خلفاء [1] کے امین رہے ہو۔

یہ خبر ابن کثیرؒ نے تقریباً اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کی ہے۔ اگر ہم اس روایت میں موجود مغیرہ رضی اللہ عنہ کے کوفہ سے نکل کر دمشق جانے اور وہاں معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تفصیل میں مبالغے کو مستثنیٰ کر دیں، تو یہ روایت واضح طور پر اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کس طرح زیاد کے فارس میں اعتصام کی تحریک کو حکمت کے ساتھ سنبھالا اور اس معاملے کو فوری طور پر نمٹانے میں عجلت سے کام نہیں لیا، جو کہ ان کی دانشمندی کی دلیل ہے۔

[۵۱] بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ:

زیاد اور ابن خازم کی ارجان میں ملاقات ہوئی، جہاں ان کے درمیان کچھ اختلاف پیدا ہوا۔ اس پر زیاد نے ابن خازم سے کہا: مجھے معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے امان مل چکی ہے، میں ان کی طرف جانا چاہتا ہوں، اور یہ ان کا مکتوب ہے جو مجھے موصول ہوا ہے۔

ابن خازم نے جواب دیا: اگر تم امیر المؤمنین کے پاس جانا چاہتے ہو تو تم پر کوئی روک نہیں۔ چنانچہ ابن خازم سابور [2] کی طرف روانہ ہو گئے، اور زیاد ماہ بھراذان کی جانب چلے گئے۔

---

[1]: اس قول میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زیاد کو خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جلولاء کی غنائم کے حساب وکتاب کے لیے مقرر کیا گیا تھا، اور خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انہیں بصرہ کے خراج پر مامور کیا گیا تھا۔ الطبري : التاريخ ، ٣٩/٤. ١٣٦/٥

[2]: سابور: یہ فارس کا ایک علاقہ (کُورَہ) تھا۔ ياقوت : معجم البلدان . ١٦٧/٣

جب زیاد، معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں پہنچے، تو انہوں نے ان سے فارس کے اموال کے متعلق دریافت کیا۔ زیاد نے جواب دیا:
اے امیر المؤمنین! میں نے ان اموال کو فوجیوں کی تنخواہوں، وظائف اور دیگر ضروری اخراجات میں صرف کر دیا ہے۔ کچھ مال باقی تھا، جو میں نے چند افراد کے پاس امانت رکھوا دیا ہے۔
زیاد اس بات کو بار بار دہراتے رہے۔ پھر انہوں نے اپنے چند با اعتماد افراد، جن میں شعبہ بن القلعم [1] بھی شامل تھے، کو خطوط لکھے اور ان میں کہا:
تمہیں معلوم ہے کہ میرے پاس تمہاری امانت محفوظ ہے، لہٰذا اللہ عز وجل کی کتاب پر غور کرو، جہاں فرمایا گیا ہے:
(إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ...) (الآيه)[2]
پس، جو امانت تمہارے پاس ہے، اس کی حفاظت کرو۔
زیاد نے وہ رقم، جسے اس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے تسلیم کیا تھا، اپنے خطوط میں درج کیا اور اپنے قاصد کے ذریعے انہیں بھیج دیا۔ اس نے اپنے قاصد کو یہ بھی ہدایت کی کہ وہ ان خطوط میں مذکور بعض تفصیلات کو اس طرح ظاہر کرے کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچ جائیں۔ چنانچہ اس کے قاصد نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ یہ بات عام ہو گئی اور قاصد پکڑا گیا اور اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔
معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد سے فرمایا: اگر تم نے میرے ساتھ کوئی چال نہ چلی ہو، تو یہ خطوط میرے حق میں بہت اہم ہیں۔
پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان خطوط کو پڑھا تو ان میں وہی تفصیلات تھیں جو زیاد پہلے ہی اقرار کر چکا تھا۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے خوف ہے کہ کہیں تم نے میرے ساتھ کوئی چال نہ چلی ہو، اس لیے بہتر ہے کہ تم مجھ سے کسی شرط پر صلح کر لو۔
چنانچہ زیاد نے کچھ اس رقم میں سے، جس کا اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس کے پاس موجود ہے، صلح کر لی اور اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ پھر زیاد نے عرض کی: اے امیر المؤمنین!

---

[1]: شعبہ بن القلعم کے حالاتِ زندگی (ترجمہ) پر میں کسی معتبر مصدر میں نہیں پہنچ سکا۔
[2]: سورة الأحزاب : الآية (٧٢).

میرے پاس ولایت سنبھالنے سے پہلے بھی مال تھا، کاش وہ مال باقی رہتا اور جو کچھ میں نے ولایت میں حاصل کیا تھا، وہ چلا جاتا۔

بعدازاں، زیاد نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوفہ میں قیام کی اجازت طلب کی، جس پر انہوں نے اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ کوفہ چلا گیا، جہاں مغیرہ رضی اللہ عنہ اسے عزت وتوقیر سے نوازتے اور اس کی قدر کرتے رہے۔

اسی دوران، معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا:

زیاد، سلیمان بن صرد [1]، حجر بن عدی، شبث بن ربعی [2]، ابن الکواء [3] اور عمرو بن الحمق [4] کو باجماعت نماز کا پابند بنادو۔

چنانچہ وہ سب اس کے ساتھ نماز [5] میں حاضر ہونے لگے۔ [6]

یہ خبر ابن اثیرؒ [7] نے تقریباً اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کی ہے، مگر طبری کی روایت پر یہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اس روایت کا کوئی ماخذ ذکر نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اس روایت میں بعض ضعف کے پہلو موجود ہیں، خصوصاً وہ واقعہ جس میں زیاد کے

---

[1]: سلیمان بن صُرَد الخزاعی صحابی تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امراء میں سے تھے۔ وہ تحریک توابین کے قائد تھے اور 65 ہجری میں عین الوردہ کے مقام پر شہید ہوئے۔ ابن عبد البر : الاستیعاب . ٦٤٩/٢

[2]: شبث بن ربعی التمیمی مخضرم (یعنی زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں کو پانے والا) تھا۔ وہ سجاح (مدعیہ نبوت) کا مؤذن رہا، پھر اسلام قبول کیا۔ بعدازاں، وہ ان لوگوں میں شامل ہوا جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش میں حصہ لیا۔ بعد میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا، لیکن پھر خوارج میں شامل ہو گیا۔ بعدازاں، اس نے توبہ کی اور واقعۂ کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے موقع پر موجود تھا۔ بعد میں مختار ثقفی کے ساتھ شامل ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے والوں میں شامل ہو گیا، مگر پھر مختار کے قتل کے وقت بھی موجود تھا۔ وہ 80 ہجری کے قریب کوفہ میں وفات پا گیا۔ ابن حجر : التقریب . ٢٦٣

[3]: عبداللہ بن الکواء الیشکری ان افراد میں شامل تھا جو خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے دوران کوفہ سے شام کی طرف بھیجے گئے تھے۔ بعدازاں، اس نے جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرکت کی، مگر بعد میں ان کے خلاف خوارج میں شامل ہو گیا۔ تاریخ الطبري . ٦٣/٥ ، ٣٢٩/٤

[4]: عمرو بن الحمق الخزاعی صحابی تھے۔ وہ کوفہ میں مقیم رہے، پھر مصر چلے گئے۔ بعدازاں، خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران انہیں قتل کر دیا گیا۔ ابن حجر :التقریب . ٤٢٠

[5]: ابن الاثیر فرماتے ہیں: معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں (باجماعت نماز کا) پابند اس لیے کیا کیونکہ یہ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعہ (حامی) تھے۔ الکامل في التاریخ . ٤٢٤/٣

[6]: . ١٧٩/٥

[7]: الکامل في التاریخ . ٤٢٤-٤٢٣/٣

قاصد کا فارس کے بعض لوگوں کے پاس جانا اور پھر اس کی خبر معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچنے کا ذکر ہے۔

جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اکابرین کوفہ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے کا پابند بنانے کا معاملہ ہے، جہاں کوفہ کا امیر نماز پڑھتا تھا، تو یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک احتیاطی اقدام تھا، تاکہ یہ افراد ہمیشہ کوفہ کے والی کی نگرانی میں رہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین ہونے والے صلح کے کچھ مخالفین موجود تھے، اور یہ بعید نہیں تھا کہ وہ ان اکابرین میں سے کسی ایسے فرد کے گرد جمع ہو جاتے جو صلح کو ناپسند کرتا تھا۔ لہٰذا، معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ فتنہ کے امکانات کو ختم کرنے کے لیے تھا۔

فصلِ سوم

طبری کی روایات میں خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خوارج کا موقف

- کوفہ میں خوارج کی سرگرمیاں
- بصرہ میں خوارج کی سرگرمیاں
- خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران خوارج کی تحریکوں کی عمومی خصوصیات

اولاً: کوفہ میں خوارج کی سرگرمیاں

① فروہ بن نوفل الاشجعی کی تحریک:[1]

[۵۲] قال الطبری :

اسی دوران[2]، وہ خوارج جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں کنارہ کشی اختیار کی تھی، ماہِ زور (شہرزور[3]) میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کر گئے۔[4]

[۵۳] حدثت عن زیاد ، عن عوانة ، قال :

عوانہ بیان کرتے ہیں کہ:

(معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے پہلے کہ حسن رضی اللہ عنہ کوفہ سے روانہ ہوں، النخیلہ میں آ کر ٹھہرے۔ پس وہ پانچ سو حروریہ[5] خارجی، جو شہرزور میں فروہ بن نوفل الاشجعی کے ساتھ الگ تھلگ رہ رہے تھے، کہنے لگے: اب وہ وقت آ چکا ہے جس میں کوئی شبہ نہیں، چلو معاویہ سے جہاد کرو۔ چنانچہ وہ فروہ بن نوفل کی قیادت میں کوفہ کی طرف بڑھے اور شہر میں داخل ہو گئے۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام کی فوج کا ایک دستہ ان کی طرف روانہ کیا، مگر خوارج نے شام کے سپاہیوں کو پسپا کر دیا۔ تب معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے کہا: اللہ کی قسم! تم میرے پاس کسی صورت میں امان نہیں پا سکتے جب تک اپنی بغاوت سے باز نہ آ جاؤ۔ یہ سن کر اہل کوفہ خوارج کے مقابلے کے لیے نکلے اور ان سے جنگ کی۔ خوارج نے کہا: تم پر افسوس! تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ کیا معاویہ ہمارا اور تمہارا مشترکہ دشمن نہیں؟ ہمیں چھوڑ دو تا کہ ہم اس سے جنگ کریں۔ اگر ہم غالب آ گئے تو ہم نے تمہارا دشمن تم سے کفایت کر دیا، اور اگر وہ ہم پر غالب آ گیا تو تم ہم سے

---

[1]: فروہ بن نوفل الاشجعی صحابی نہیں تھے، بلکہ تابعین کی تیسرے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران قتل کیے گئے۔ ان سے امام مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت نقل کی ہے۔ ابن حجر : التقریب . ٤٤٥

[2]: یعنی یہ واقعہ 41 ہجری میں پیش آیا۔

[3]: شہرزور ایک وسیع علاقہ (کُورَہ) تھا، جو اربل اور ہمذان کے درمیان واقع تھا۔ اس کے باشندے کرد تھے، اور آج یہ عراق میں شامل ہے۔ د. صلاح الدين المنجد: معجم أماكن الفتوح، ص ٧٤١

[4]: . ١٦٥/٥

[5]: حروریہ: یہ خوارج کا ایک نام ہے۔ حروراء کوفہ کے مضافات میں ایک بستی ہے، جہاں وہ خوارج ٹھہرے تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا، اسی نسبت سے انہیں حروریہ کہا گیا۔ یاقوت : معجم البلدان . ٢٤٥/٢

نجات پا جاؤ گے۔لیکن اہل کوفہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم تم سے ضرور جنگ کریں گے۔اس پر خوارج نے کہا: اللہ ہمارے ان بھائیوں پر رحم کرے جو نہروان[1] میں قتل ہوئے، وہ تم (اہل کوفہ) کو ہم سے بہتر جانتے تھے۔

اور قبیلہ اشجع نے ان کے سردار فروہ بن نوفل کو پکڑ لیا، جو ان کی قوم کا سردار تھا۔ پھر انہوں نے عبداللہ بن ابی الحر الطائی[2] کو اپنا امیر مقرر کیا اور جنگ کی، یہاں تک کہ وہ سب قتل کر دیے گئے۔[3]

یہ خبر بلاذری[4] اور ابن الاثیر[5] نے تقریباً اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کی ہے، اور اس میں بیان کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے خوارج کے خلاف جنگ میں مدد طلب کی۔ تاہم، یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کیونکہ خوارج کا معاملہ اس قدر سنگین نہ تھا۔ ابن کثیر[6] نے بھی اسے اسی طرح نقل کیا ہے، یہاں تک کہ اس جملے تک: (۔۔۔وہ تم سے زیادہ تمہارے بارے میں جانتے تھے، اے اہل کوفہ)

معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں خوارج کا ذکر کرنے کے لیے ہمیں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقعۂ تحکیم[7] کی طرف رجوع کرنا ہوگا، جس کے نتیجے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج پانچ گروہوں میں تقسیم ہوگئی[8]:

پہلا گروہ: وہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ باقی رہے۔

دوسرا گروہ: وہ لوگ جو ان کے خلاف ہو گئے اور ان سے جنگ کی، کیونکہ انہوں نے تحکیم کو قبول

---

[1]: اہل النہر: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سن 38 ہجری میں جنگ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال کیا۔ نہروان ایک وسیع علاقہ ہے جو بغداد اور واسط کے درمیان واقع ہے۔ یاقوت : معجم البلدان . ٣٢٥/٥

[2]: عبداللہ بن ابی الحر الطائی (اور بعض روایات میں عبداللہ بن ابی الحوساء الطائی آیا ہے) ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے جنگ نہروان کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال سے کنارہ کشی اختیار کی۔ البلاذري : أنساب الأشراف . ١٦٤/٤

[3]: ٥ / ١٦٥-١٦٦

[4]: أنساب الأشراف . ١٦٣/٤

[5]: الكامل في التاريخ . ٤٠٩/٣

[6]: البداية والنهاية . ٢٢/٨

[7]: تحکیم کے حوالے سے مزید تفصیلات کے لیے دیکھیں: ڈاکٹر یحیی الیحیی: مرویات ابی مخنف، عصر الخلافة الراشدة، صفحہ 377۔ عبدالحمید فقیہی: خلافتِ علی رضی اللہ عنہ 258

[8]: الطبري : التاريخ . ٨٦/٥

کیا تھا، اور یہی لوگ خوارج کہلائے۔

تیسرا گروہ: وہ لوگ جو دوسرے گروہ سے الگ ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاملے میں توقف اختیار کر لیا۔

چوتھا گروہ: وہ لوگ جو جنگ نہروان سے کچھ قبل دوسرے گروہ سے الگ ہو گئے اور جنگ سے کنارہ کش رہے، لیکن نہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملے اور نہ ہی تیسرے گروہ میں شامل ہوئے۔

پانچواں گروہ: وہ لوگ جو دوسرے گروہ سے الگ ہو کر واپس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹ آئے۔

تیسرے گروہ کی نمائندگی فروہ بن نوفل الاشجعی کر رہے تھے، جنہوں نے جنگ نہروان سے قبل یہ کہا:

(واللہ! میں نہیں جانتا کہ ہم کس بنیاد پر علی سے جنگ کر رہے ہیں۔ میں صرف یہی دیکھ رہا ہوں کہ مجھے واپس لوٹ جانا چاہیے، یہاں تک کہ میرے لیے ان سے قتال کرنے یا ان کی پیروی کرنے کا معاملہ واضح ہو جائے۔ پھر وہ پانچ سو سواروں کے ساتھ وہاں سے واپس چلے گئے)[١]

ابن حجر نے ایک اہم روایت ذکر کی ہے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کا خلافت سنبھالنے کے بعد خوارج کے بارے میں موقف واضح کرتی ہے۔ ابن حجر کی روایت کا متن درج ذیل ہے:

(۔۔۔پس لوگ واپس لوٹے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ فکر نہروان[٢] والوں کی تھی۔ چنانچہ وہ ان کے پاس آتے رہے اور ان سے بیعت کرتے رہے، یہاں تک کہ ان میں سے صرف تین سو یا اس سے کچھ زیادہ باقی رہ گئے[٣]، اور یہ وہی لوگ تھے جو نخیلہ[٤] میں موجود تھے)[٥]

---

[١]: الطبري : التاريخ . ٨٦/٥

[٢]: یعنی یہ باقی رہ جانے والے لوگ خوارج میں سے تھے۔

[٣]: النیف کا مطلب ایک سے تین تک ہوتا ہے۔ الفيروز آبادي، القاموس المحيط، ١١١

[٤]: انہیں اصحاب النخیلہ اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ نخیلہ میں قتل کیے گئے تھے۔ ياقوت الحموی، معجم البلدان، ١٨٥/٢ ؛ ٢٧٨/٥ .

[٥]: ابن حجر : المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية . ٣١٩ ، ٣١٨/٤

(ابن حجر نے کہا: یہ سند صحیح ہے)[1]

۲ المستورد بن علفة التيمی کی تحریک:

[۵۴] قال الطبري :

اوراسی سال[2] وہ خوارج متحرک ہوئے جو نہروان میں قتل ہونے والوں سے الگ ہو گئے تھے، اور وہ زخمی افراد بھی جو جنگ نہروان[3] میں زخمی ہوئے تھے[4] مگر بعد میں صحت یاب ہو گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے درگزر فرمایا تھا۔[5]

[۵۵] ذكر هشام بن محمد ، عن أبي مخنف ، قال : حدثني النضر ابن صالح بن حبيب ، عن جرير بن مالك بن زهير بن جذيمة العبسي ، عن أبي بن عمارة العبسي .

حیان بن ضبیان السلمی[6] خوارج کے نظریے پر تھا اور وہ ان زخمیوں میں شامل تھا جو جنگ نہروان میں زخمی ہو کر بچ گئے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان چار سو زخمیوں میں سے اس پر بھی درگزر فرمایا جنہیں جنگ نہروان کے بعد معاف کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی قوم اور قبیلے میں رہنے لگا اور تقریباً ایک ماہ تک وہیں مقیم رہا۔ اس کے بعد وہ ری[7] (ایران کا ایک شہر) چلا گیا جہاں وہ کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ جا ملا جو اسی نظریے کے حامل تھے۔ وہ لوگ ری میں ہی مقیم رہے، یہاں تک کہ انہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کی خبر ملی۔ تب حیان نے اپنے ساتھیوں کو بلایا، جو تقریباً بارہ یا تیرہ افراد تھے،

---

[1]: ابن حجر : المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية . ۳۱۹ ، ۳۱۸/٤

[2]: یعنی سنہ 42 ہجری میں۔

[3]: اور یہ وہ لوگ تھے جو چوتھے گروہ سے تعلق رکھتے تھے، ان گروہوں میں سے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج تحکیم کو قبول کرنے کے بعد تقسیم ہو گئی تھی۔

[4]: ارتث کا مطلب ہے زخمی حالت میں جنگ سے اٹھایا جانا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ۲۱۷

[5]: ۱۷۲/۵

[6]: حیان بن ضبیان السلمی نے مستورد بن علفہ کی بیعت کی اور اس کے ساتھ خروج پر آمادہ ہوا، لیکن سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اسے قید کر دیا۔ قید سے رہائی کے بعد، سن 58 ہجری میں، اس نے خوارج کے ایک گروہ کی قیادت کی، مگر تمام کے تمام قتل کر دیے گئے۔ تاريخ الطبري ، ۱۸۲/۵. ۳۱۱ ، ۳۰۹

[7]: الری: یہ شہر تہران کے قریب واقع ہے۔ د.صلاح الدين المنجد : معجم أماكن الفتوح . ۷۲۸

جن میں سالم بن ربیعہ العبسی [1] بھی شامل تھا۔ جب وہ سب جمع ہوئے تو حیان نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور کہا: اے مسلمانو! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے بھائی ابن ملجم مرادی [2] نے فجر کے دھندلکے کے وقت، جب رات کی تاریکی ختم ہو رہی تھی اور صبح کی روشنی نمودار ہو رہی تھی [3]، مسجد الجماعۃ کے دروازے [4] کے سامنے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے گھات لگائی۔ وہ وہاں مسلسل بیٹھا رہا، یہاں تک کہ جیسے ہی حضرت علی علیہ السلام فجر کی نماز کے لیے مسجد سے باہر نکلے، اس نے اچانک حملہ کیا اور ان کے سر پر تلوار سے وار کیا۔ حضرت علی دو دن تک زندہ رہے، پھر وفات پا گئے۔ اس پر سالم بن ربیعہ العبسی نے کہا: اللہ اس ہاتھ کو کبھی برباد نہ کرے جس نے حضرت علی کے سر پر تلوار بلند کی [5]۔ اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کے قتل پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ (اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر راضی ہو، اور ان (خوارج) پر ہرگز نہ ہو اور ان پر رحم نہ کرے۔

نضر بن صالح کہتے ہیں: بعد میں، میں نے سالم بن ربیعہ سے مصعب بن زبیر [6] کی امارت کے دوران اس کے اس قول کے بارے میں سوال کیا جو اس نے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق کہا تھا۔ اس نے اس بات کا اقرار کیا اور کہا: میں کچھ عرصے تک خوارج کے نظریے پر تھا، لیکن اب میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: ہمیں یہی محسوس ہوا کہ اس نے واقعی اس نظریے کو ترک کر دیا تھا۔ لیکن جب بھی اس کے سامنے اس واقعے کا ذکر کیا جاتا تو وہ شدید غصے میں آ جاتا۔ [7]

---

[1]: سالم بن ربیعہ العبسی نے سن 37 ہجری میں اہلِ نہروان کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کا ارادہ کیا، مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسے منع فرمایا، تو وہ باز آ گیا۔ بعد میں، اس نے حیان السلمی کے ساتھ دوبارہ خروج کا ارادہ کیا، لیکن پھر وہ اس سے بھی واپس لوٹ آیا اور خوارج کے نظریے کو ترک کر دیا۔ تاریخ الطبري . ٥ /٧٦-١٧٣

[2]: اس کا نام عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی تھا، (اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے)

[3]: الغَبَش: رات کا آخری حصہ اور اس کی باقی ماندہ گھڑیاں۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٧٧٤

[4]: السُدَّة: دروازہ۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٣٦٧

[5]: القذال: سر کا پچھلا حصہ۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٣٥٣

[6]: مصعب بن الزبیر بن العوام سن 33 ہجری میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے لیے عراق کے گورنر رہے۔ 71 ہجری میں انہیں قتل کر دیا گیا۔ ابن حجر : تعجيل المنفعة . ٤٠٤

[7]: یرمضہ: اسے تکلیف دیتا تھا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٨٣١

پھر حیان بن ضبیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا:
اللہ کی قسم! دنیا میں کوئی ہمیشہ رہنے والا نہیں، اور دن، رات، مہینے اور سال انسان پر گزرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ موت کا مزہ چکھ لیتا ہے، اپنے نیک بھائیوں سے جدا ہو جاتا ہے، اور اس دنیا کو چھوڑ جاتا ہے جس پر سوائے کمزوروں کے کوئی نہیں روتا۔ دنیا ہمیشہ اسی کے لیے نقصان دہ رہی ہے جو اسے اپنی فکر اور پریشانی بنا لے۔ پس، اللہ تم پر رحم کرے، چلو ہم اپنے شہر کی طرف لوٹتے ہیں، تاکہ اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ کر انہیں نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے، اور دشمنوں کے خلاف جہاد کی دعوت دیں۔ کیونکہ ہمیں بیٹھے رہنے کا کوئی عذر نہیں، ہمارے حکام ظالم ہیں، ہدایت کی سنت ترک کی جا چکی ہے، اور ہمارے وہ دشمن جو ہمارے بھائیوں کو قتل کر چکے، وہ مجلسوں میں امن کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اگر اللہ نے ہمیں ان پر فتح دی تو ہم اس کے بعد ایسے کام کی طرف متوجہ ہوں گے جو زیادہ ہدایت والا، اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور درست تر ہو گا، اور اللہ اس کے ذریعے مومنوں کے دلوں کو ٹھنڈک دے گا۔ اور اگر ہم قتل کر دیے گئے تو ظالموں سے نجات ہی ہمارے لیے راحت ہے، اور ہمارے نیک اسلاف ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔
ان کے ساتھیوں نے جواب دیا:
ہم سب وہی کہہ رہے ہیں جو تم نے کہا، اور تمہاری رائے کی تحسین کرتے ہیں۔ پس ہمیں اپنے شہر لے چلو، ہم تمہارے رہنما اور حکم کے مطیع ہیں۔ چنانچہ وہ اور اس کے ساتھی کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی موقع پر حیان نے یہ اشعار کہے:
اے میرے دو دوستو! مجھے نہ عزاء ہے، نہ صبر،
اور نہ ہی نہروان میں شہید ہونے والوں کے بعد دنیا میں کوئی رغبت باقی رہی۔
سوائے اس کے کہ میں اللہ کی راہ میں ایک بڑی فوج کے ساتھ کھڑا ہوں،
جہاں میری تلوار اللہ کی خاطر چلے اور اسی کے لیے خون بہے۔
جب میں اپنی خچر کے ساتھ قسطانہ[1] ری سے آگے بڑھ جاؤں،
تو پھر میں کبھی بھی وہاں واپس نہ جاؤں گا۔
لیکن میں ضرور نکلوں گا، چاہے میرے مددگار کم ہی کیوں نہ ہوں،
اور میں جلد ہی اس قافلے میں شامل ہو جاؤں گا تاکہ تم دونوں کو شرمندہ نہ ہونے دوں۔

---

[1]: قِسطَانہ: ری کے قریب واقع ایک بستی۔ یاقوت: معجم البلدان. ٣٤٧/٤

پھر حیان بن ضبیان کوفہ کی طرف بڑھا اور وہیں مقیم رہا، یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ آئے اور انہوں نے مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے امن کو ترجیح دی اور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ انہوں نے کسی کے نظریات کی کھوج نہیں کی، نہ ہی اہلِ اہواء (مخالف فرقوں) کے خیالات کی تفتیش کی۔ جب ان کے پاس آ کر کہا جاتا کہ فلاں شخص شیعہ نظریہ رکھتا ہے یا فلاں خارجی نظریے پر ہے، تو وہ جواب دیتے: اللہ کا فیصلہ یہی ہے کہ تم ہمیشہ اختلاف کرتے رہو گے، اور اللہ ہی قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان ان کے اختلافات کا فیصلہ کرے گا۔ چنانچہ لوگوں نے امن محسوس کیا، اور خوارج ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہے۔ وہ آپس میں نہروان میں قتل ہونے والے اپنے ساتھیوں کو یاد کرتے، اور یہ سمجھتے تھے کہ کوفہ میں ٹھہرے رہنا ذلت اور نقصان [1] ہے، جبکہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا فضل وثواب کا باعث ہے۔ [2]

[٥٦] قال أبو مخنف : فحدثني النضر بن صالح ، عن أبي بن عمارة :

خوارج نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تین افراد کی طرف رجوع کیا، جن میں سے ایک مستورد بن علفہ تھا۔ وہ تین سو آدمیوں [3] کے ساتھ دجلہ کے کنارے جرجرایا [4] کی طرف روانہ ہوا۔

[٥٧] قال أبو مخنف : وحدثني جعفر بن حذيفة الطائي من آل عامر بن جوين ، عن المحل بن خليفة :

خوارج، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تین افراد کی طرف متوجہ ہوئے؛ ان میں المستورد بن علّفہ التیمی، جو بنی تمیم کے قبیلے الرباب سے تھا، حیان بن ظبیان السلمی،

---

[1]: الوَکف: گناہ۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١١١٣

[2]: . ١٧٣/٥

[3]: اصل متن میں ''ثلاثة رجل'' تھا، جبکہ صحیح عبارت البلاذری کی أنساب الاشراف (4/169) کے مطابق ''تین سو آدمی'' ہے۔

[4]: جرجرایا: واسط اور بغداد کے درمیان واقع ایک بستی۔ یاقوت : معجم البلدان . ١٢٣/٢

اور معاذ بن جوین بن حصین الطائی السنبسی [1] شامل تھے۔ معاذ، زید بن حصین [2] کا چچا زاد تھا، اور زید ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔ معاذ بن جوین ان چار سو افراد میں سے تھا جو جنگ میں زخمی ہو کر بچے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں معاف کر دیا تھا۔ یہ سب حیان بن ظبیان السلمی کے گھر میں جمع ہوئے اور اس بات پر مشاورت کرنے لگے کہ ان میں سے کس کو امیر بنایا جائے۔ المستورد نے ان سے کہا: اے مسلمانو اور مؤمنو! اللہ نے تمہیں وہ چیز دکھا دی جسے تم پسند کرتے تھے اور وہ چیز ہٹا دی جسے تم ناپسند کرتے تھے۔ تم جسے چاہو اپنا امیر مقرر کر لو۔ اس ذات کی قسم جسے آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے رازوں کا علم ہے! مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ تم میں سے کون مجھ پر والی بنایا جائے! ہم دنیا کی عزت کے طلبگار نہیں، اور یہاں ہمیشہ رہنے کا بھی کوئی راستہ نہیں۔ ہم صرف دارِ آخرت میں ہمیشہ کی زندگی چاہتے ہیں۔ اس پر حیان بن ظبیان نے کہا: مجھے اس قیادت کی کوئی ضرورت نہیں، اور میں تم سے اور اپنے تمام بھائیوں سے راضی ہوں۔ تم جسے چاہو منتخب کر لو، میں سب سے پہلے اس کی بیعت کروں گا۔ تب معاذ بن جوین بن حصین نے کہا: اگر تم دونوں ایسا کہہ رہے ہو، حالانکہ تم دونوں مسلمانوں کے سردار ہو، ان کے شریف النسب افراد میں سے ہو، دینداری اور صلاح میں ممتاز ہو، تو مسلمانوں کا امیر کون ہوگا؟ ہر کوئی اس عہدے کے لائق نہیں ہوتا! قیادت صرف اسی کو ملنی چاہیے جو جنگ کے معاملات میں سب سے زیادہ تجربہ کار ہو، دین میں سب سے زیادہ فقیہ ہو، اور اس بوجھ کو اٹھانے کی سب سے زیادہ اہلیت رکھتا ہو۔ اور الحمدللہ! تم دونوں اس منصب کے سب سے زیادہ حق دار ہو، لہٰذا تم میں سے کوئی ایک اس عہدے کو سنبھالے۔ اس پر دونوں نے جواب دیا: تم ہی قیادت سنبھالو، ہم تمہیں پسند کرتے ہیں، کیونکہ تم دین اور

---

[1]: معاذ بن جوین الطائی خارجیوں کے شعراء میں سے تھا۔ اس نے مستورد بن علفہ کی بیعت کی اور خروج پر آمادہ ہوا، لیکن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اسے قید کر دیا۔ بعد ازاں 58 ہجری میں، حیان سلمی کے ساتھ خارجیوں کے ایک گروہ کی قیادت کی، مگر تمام کے تمام مارے گئے۔

[2]: زید بن حصین الطائی، جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھا، مگر تحکیم کے بعد ان کے خلاف خروج کر گیا۔ جنگ نہروان (37 ہجری) میں خارجیوں کے میمنہ پر متعین تھا۔ اسی معرکے میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ تاريخ الطبري ٥ / ٤٩، ٥١، ٨٥، ٨٧

عقل میں مکمل ہو۔ معاذ نے جواب دیا: تم دونوں مجھ سے عمر میں بڑے ہو، لہٰذا تم میں سے کوئی ایک اس منصب کو سنبھالے۔ اس وقت خوارج کے حاضر افراد نے کہا: ہم تینوں میں سے جسے بھی تم منتخب کرو، ہمیں قبول ہے۔ لیکن تینوں میں سے ہر ایک دوسرے کو قیادت کے لیے نامزد کر رہا تھا اور خود اس منصب کی رغبت نہیں رکھتا تھا۔ جب یہ سلسلہ طول پکڑ گیا، تو حیان بن ظبیان نے کہا: اگر معاذ بن جوین کہہ رہے ہیں کہ وہ ہم پر حکومت نہیں کریں گے کیونکہ ہم ان سے بڑے ہیں، تو میں بھی ان سے یہی کہتا ہوں کہ میں تم پر امیر نہیں بن سکتا کیونکہ تم مجھ سے بڑے ہو۔ چنانچہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ، میں تمہاری بیعت کرتا ہوں۔ اس پر معاذ بن جوین نے بھی ان کی بیعت کر لی، اور پھر تمام حاضر خوارج نے ان کی بیعت کر لی۔ یہ واقعہ جمادی الثانی میں پیش آیا، اور ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی تیاری مکمل کر کے، ہلالِ شعبان ۴۳ ہجری کو خروج کریں گے۔ چنانچہ وہ اپنی تیاریوں اور ساز و سامان میں مشغول ہو گئے۔ [1]

[۵۸] قال الطبري :

اور اسی سال (۴۳ ہجری) میں، المستورد بن علفہ خارجی قتل کر دیا گیا، جیسا کہ ہشام بن محمد کا دعویٰ ہے۔ جبکہ بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ ۴۳ ہجری کے بجائے ۴۲ ہجری میں مارا گیا تھا۔ [2]

تاریخ طبری میں المستورد بن علفہ التیمی کی تحریک کا تفصیل اور شرح کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، برخلاف دیگر اکثر مصادر کے جنہوں نے اس واقعے کو بہت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر، خلیفہ بن خیاط [3] نے اس تحریک کا انتہائی مختصر ذکر کیا اور اسے ۳۹ ہجری کا واقعہ قرار دیا، جو کہ دیگر مصادر کے متفقہ بیانات کے خلاف ہے۔

بلاذری [4] نے اس واقعے کو کچھ اختصار کے ساتھ ذکر کیا، جبکہ یعقوبی [5] اور مبرد [6] نے اسے

---

[1]: . ۱۷۵/۵

[2]: . ۱۸۱/۵

[3]: التاریخ . ۱۹۸

[4]: أنساب الأشراف . ۱٦۸/٤

[5]: التاریخ . ۲۲۱/۲

[6]: الكامل في اللغة والأدب . ۱۱٦۳/۳

نہایت مختصر انداز میں بیان کیا۔ ابن الجوزی [1] نے بھی اسے کچھ اختصار کے ساتھ ذکر کیا، جبکہ ابن الاثیر [2] نے اسے تقریباً تاریخ طبری ہی کے انداز میں نقل کیا۔ ابن کثیر [3] نے اسے اس قدر مختصر بیان کیا کہ اس سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کی تاریخ کی مطبوعہ نسخے میں کوئی کمی یا سقط واقع ہوا ہے۔ تاریخ طبری میں المستورد بن علفہ التیمی کی تحریک کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اور شاید اس کی یہ تفصیل اس واقعے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابو مخنف نے اس تحریک کے بارے میں ایک مستقل تصنیف ''کتاب المستورد بن علفہ'' [4] لکھی تھی، اور بظاہر یہی کتاب طبری کا اس تحریک کے حوالے سے بنیادی ماخذ معلوم ہوتی ہے۔

اور اس تحریک کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ اس کے پیروکار نہروان کے خوارج کے فکری تسلسل کی نمائندگی کرتے تھے، جن سے علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تھی، کیونکہ اس تحریک سے وابستہ بیشتر افراد جنگِ نہروان میں ایک ہی محاذ پر تھے۔

اور یہی امر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر آمادہ کرنے کا سبب بنا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے انصار، خصوصاً جنگِ نہروان میں شریک ہونے والوں، جیسے کہ معقل بن قیس الریاحی (جو جنگِ نہروان [5] میں علی رضی اللہ عنہ کے ایک قائد تھے)، کی طرف رجوع کریں اور انہیں خوارج کے خلاف روانہ کی جانے والی مہم کی قیادت سونپیں، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ کے انصار ہی خوارج کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر اور ان کے خلاف سب سے زیادہ سخت تھے۔

اس طرح ہم خود کو جنگِ نہروان کا ایک اور دور دیکھتے ہیں، جسے ہم ''صغریٰ نہروان'' کہہ سکتے ہیں۔

اور ابومخنف کی روایات، جو مستورد کی تحریک کے بارے میں ہیں، اعلیٰ تاریخی قدر کی حامل ہیں، کیونکہ انہوں نے ہمیں اس واقعے کی اہم تفصیلات فراہم

---

[1]: المنتظم : ٥ / ١٩٤-١٩٥ ، ٢٠١-٢٠٦

[2]: الكامل في التاريخ : ٣ / ٣٢٠-٣٢٦

[3]: البداية والنهاية . ٢٥-٨/٢٤

[4]: ابن النديم : الفهرست ١٨٥؛ ياقوت : معجم الأدباء . ٤٢/١٧

[5]: الطبري : التاريخ ٥/ ١٨٨،٨٥

کیں، جیسے:

-خوارج کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں موقف، اوراس کا اندازہ خوارج کے اس قول سے ہوتا ہے:

(۔۔۔اللہ کسی ایسے ہاتھ کو نہیں کاٹتا جو تلوار سے اس کی گدی تک بلند ہو چکا ہو۔راوی کہتا ہے: تب وہ لوگ اللہ کی حمد کرنے لگے اس کے قتل پر)[١]

- ان کے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہونے کے اسباب، اوراس کا اندازہ خوارج کے اس قول سے ہوتا ہے:

(چلو ہم اپنے بھائیوں کے پاس جائیں اورانہیں نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے، اور احزاب کے خلاف جہاد کی دعوت دیں، کیونکہ ہمارے پاس بیٹھے رہنے کا کوئی عذر نہیں۔ ہمارے حکمران ظالم ہیں، ہدایت کی سنت متروک ہو چکی ہے، اور ہمارے وہ دشمن جو ہمارے بھائیوں کے قاتل ہیں، وہ مجلسوں میں بے خوف بیٹھے ہیں۔اگر اللہ ہمیں ان پر غلبہ عطا کر دے، تو اس کے بعد ہم اس چیز کی طرف متوجہ ہوں گے جو زیادہ ہدایت بخش، اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور سیدھی راہ پر ہے، اور اس کے ذریعے اللہ مؤمنوں کے دلوں کو ٹھنڈک دے گا۔اور اگر ہم قتل کر دیے جائیں، تو ظالموں سے جدائی ہی ہمارے لیے راحت ہے، اور ہمیں اپنے اسلاف میں بہترین نمونہ ملتا ہے)[٢]

اور خارجی ایک دوسرے سے ملتے، اپنے بھائیوں کے نہروان میں قتل ہونے کو یاد کرتے، اور یہ سمجھتے کہ ٹھہرے رہنے میں نقصان اور گناہ ہے، جبکہ اہلِ قبلہ سے جنگ کرنے میں فضیلت اور اجر ہے۔[٣]

-مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی خوارج کے ساتھ پالیسی، اوراس کا مفہوم درج ذیل روایت سے واضح ہوتا ہے: انہوں نے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اہلِ اَہواء کی آراء کی ٹوہ میں نہیں لگے۔ان کے پاس آ کر کہا جاتا: فلاں شخص شیعہ نظریہ رکھتا ہے اور فلاں شخص خوارج کا نظریہ رکھتا ہے۔تو وہ فرمایا کرتے: اللہ نے فیصلہ کیا ہے کہ تم ہمیشہ اختلاف کرتے رہو گے، اور اللہ ہی اپنے

---

[١]: روایت نمبر [۵۵] ملاحظہ کریں۔

[٢]: روایت نمبر [۵۵] ملاحظہ کریں۔

[٣]: روایت نمبر [۵۵] ملاحظہ کریں۔

بندوں کے درمیان ان کے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا۔ [1]

(مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے قبیصہ بن دُمون سے کہا: علی رضی اللہ عنہ کے شیعہ میرے قریب کرو، اور انہیں معقل بن قیس کے ساتھ نکالو، کیونکہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے سرکردہ ساتھیوں میں سے تھا۔ جب تم ان کے انصار و شیعہ کو، جنہیں لوگ جانتے ہیں، بھیجو گے اور وہ سب جمع ہو جائیں گے تو وہ ایک دوسرے سے مانوس ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو نصیحت کریں گے۔ وہ ان باغیوں (مارقہ) کا خون بہانے کو دوسروں سے زیادہ حلال سمجھتے ہیں اور ان پر سب سے زیادہ جری ہیں، کیونکہ وہ پہلے بھی ان (خوارج) سے جنگ کر چکے ہیں) [2]

مغیرہ نے کہا: اے معقل بن قیس! میں نے تمہارے ساتھ اہلِ مصر کے منتخب کردہ بہترین سواروں کو بھیجا ہے۔ پس تم اس ٹولی کی طرف روانہ ہو جاؤ، جو ہماری جماعت سے الگ ہو چکی ہے اور اس پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ انہیں توبہ کی دعوت دو اور جماعت میں دوبارہ شامل ہونے کے لیے کہو۔ اگر وہ مان لیں تو ان سے قبول کر لو اور ان پر ہاتھ روک لو، لیکن اگر وہ نہ مانیں تو ان سے قتال کرو اور اللہ سے مدد طلب کرو۔ [3]

اور یہ دقیق تفصیلات اور دیگر امور ابو مخنف کو ان عینی شاہدین کے ذریعے حاصل ہوئیں جو اس واقعے میں شریک تھے۔

۳ حَیان بن ظَبیان السُّلَمی کی تحریک:

[۵۹] قال الطبری:

اور اسی سال [4] معاویہ نے کوفہ کی ولایت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان بن ربیعہ الثقفی [5] کے سپرد کی، جو کہ معاویہ بن ابی سفیان کی بہن، ام الحکم [6]، کا بیٹا تھا، اور

---

[1]: روایت نمبر [۵۵] ملاحظہ کریں۔

[2]: تاریخ طبری، جلد 5، صفحہ 185 ملاحظہ کریں

[3]: تاریخ طبری، جلد 5، صفحہ 189 ملاحظہ کریں۔

[4]: یہ واقعہ سن 58 ہجری میں پیش آیا۔

[5]: عبدالرحمٰن بن عبداللہ الثقفی تابعی تھے۔ انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں کوفہ اور جزیرہ کی ولایت سونپی گئی۔ سن 53 ہجری میں رومیوں کے خلاف غزوہ میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ بعد ازاں، انہوں نے مروان بن حکم کی خلافت کے لیے جدوجہد میں اس کا ساتھ دیا۔ ان کا انتقال عبدالملک بن مروان کے ابتدائی دورِ خلافت میں ہوا۔ ابن حجر : الإصابة . ٤١/٥

[6]: ام الحکم بنت ابی سفیان، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں۔ انہوں نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ ابن عساکر : تاريخ دمشق (تارجم النساء) تحقيق د.سكينة الشهابي . ٤٩٧

انہوں نے ضحاک بن قیس کو اس عہدے سے معزول کر دیا۔ پس اسی سال ان خارجیوں کا ایک گروہ، جنہیں مغیرہ بن شعبہ نے قید میں رکھا تھا، نکل کھڑا ہوا۔ یہ وہی خارجی تھے جنہوں نے مستورد بن علفہ سے بیعت کی تھی۔ عبدالرحمٰن نے ان پر قابو پایا اور دوبارہ قید میں ڈال دیا۔ پھر جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو وہ قید سے نکل آئے۔ (۱)

یہ خبر ابن الجوزی (۲) اور ابن الاثیر (۳) نے تقریباً اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کی ہے۔

[٦٠] فذكر هشام بن محمد أن أبا مخنف ، حدثه عن عبد الرحمن ابن جندب ، عن عبد الله بن عقبة الغنوي :

حَیان بن ظَبیان السُّلَمی نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا، پھر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا:

اما بعد! بے شک اللہ عزوجل نے ہم پر جہاد فرض کیا ہے، تو ہم میں سے کچھ اپنی راہ پوری کر چکے ہیں، اور کچھ انتظار کر رہے ہیں۔ یہی لوگ اپنے فضل کے باعث نیکوکار اور کامیاب ہیں۔ اور جو ہم میں سے ابھی انتظار میں ہے، وہ بھی ہمارے ان پیشرووں میں سے ہے جو اپنی راہ پوری کر چکے اور بھلائی میں سبقت لے جا چکے ہیں۔ پس جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے اجر کا خواہاں ہو، اسے چاہیے کہ اپنے ساتھیوں اور بھائیوں کے راستے پر چلے، اللہ اسے دنیا میں بھی اجر عطا کرے گا اور آخرت میں بہترین بدلہ دے گا، اور اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

معاذ بن جوین الطائی نے کہا: اے اہلِ اسلام! اللہ کی قسم! اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ ہم ظلم کرنے والوں کے خلاف جہاد ترک کر دیں اور جَور (ظلم و زیادتی) کو برا کہنے سے باز رہیں، تب بھی اللہ کے ہاں ہمارے لیے کوئی عذر ہوتا، تو یقیناً اسے چھوڑ دینا ہمارے لیے آسان تر اور اس میں مشقت کم ہوتی۔ لیکن ہمیں بخوبی علم ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اس معاملے میں ہمارے پاس کوئی عذر نہیں۔ اللہ نے ہمیں دل اور سماعت عطا کی ہیں تاکہ ہم ظلم کو برا سمجھیں، جور (ناانصافی) کو بدلنے کی کوشش کریں، اور ظالموں سے جہاد کریں۔ پھر اس نے کہا: اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ ہم تمہاری بیعت کریں! پس اس نے

---

(۱): . ٣٠٩/٥

(۲): المنتظم . ٢٩٠/٥

(۳): الكامل في التاريخ . ٥١٥/٣

(حیان بن ظبیان) کی بیعت کی، اوراس کے ساتھیوں نے بھی بیعت کر لی۔ سب نے حیان بن ظبیان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اوراس کی بیعت کر لی۔ یہ واقعہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عثمان الثقفی کی امارت کے دوران پیش آیا، جوام الحکم (بہنِ معاویہ بن ابی سفیان) کا بیٹا تھا، اوراس وقت زائدہ بن قدامہ الثقفی اس (عبدالرحمٰن) کا سپہ سالار (یا شرطہ کا سربراہ) تھا۔[1]

چند دنوں بعد یہ لوگ معاذ بن جوین بن حصین الطائی کے گھر میں جمع ہوئے۔ حَیان بن ظَبیان نے ان سے کہا: اے بندگانِ خدا! اپنی رائے پیش کرو، تم مجھے کہاں جانے کا حکم دیتے ہو؟ معاذ نے جواب دیا: میری رائے یہ ہے کہ ہم حلوان کی طرف نکلیں اور وہاں قیام کریں، کیونکہ یہ ایک ایسا علاقہ ہے جو میدان اور پہاڑوں کے درمیان، شہر (کوفہ) اور سرحدی علاقے کے بیچ میں واقع ہے- یعنی سرحد سے مرادری کا علاقہ ہے۔ پس، جو بھی ہمارے نظریے کا حامی ہوگا، وہ ہمیں شہر، سرحد، پہاڑوں اور دیہاتوں سے آ کر ملے گا۔ اس پر حَیان نے کہا: تمہارا دشمن تمہیں لوگوں کے جمع ہونے سے پہلے ہی آ گھیرے گا۔ میری جان کی قسم! وہ تمہیں ہرگز مہلت نہ دیں گے کہ تم مکمل طور پر اکٹھے ہوسکو۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ کوفہ کے اطراف، سبخہ یا زرارہ[2] اور حیرہ کے قریب نکلوں، پھر ہم ان سے جنگ کریں یہاں تک کہ اپنے رب سے جا ملیں۔ اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تم لوگ، جبکہ تمہاری تعداد سو سے بھی کم ہے، اپنے دشمن کو شکست دینے یا ان میں زیادہ نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لیکن جب اللہ دیکھے گا کہ تم نے اپنے دشمن اوراس کے دشمن کے خلاف پوری کوشش کر لی ہے، تو تمہارا عذر مقبول ہوگا، اور تم گناہ سے بری ہو جاؤ گے۔ سب نے کہا: ہماری رائے بھی وہی ہے جو آپ کی ہے۔ پھر عتریس بن عرقوب ابوسلیمان الشیبانی[3] نے کہا: لیکن میں تمہاری جماعت کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا، لہٰذا اپنی رائے پر غور کرو۔ تم جانتے ہو کہ میں جنگ کا تجربہ رکھتا ہوں اور معاملات کو سمجھتا ہوں۔

---

[1]: زائدۃ بن قدامہ الثقفی ابتدا میں مختار بن عبید الثقفی کے ساتھیوں میں شامل تھے، پھر بعد میں حجاج بن یوسف الثقفی کے ساتھ ہو گئے۔ حجاج نے انہیں سن 76 ہجری میں خارجی سردار شبیب کے خلاف جنگ کے لیے بھیجا، جہاں وہ اسی مہم میں مارے گئے۔ الطبري :التاريخ . ٢٤٦ ،

[2]: زرارہ: کوفہ کا ایک محلہ تھا۔ یاقوت : معجم البلدان . ١٣٥/٣

[3]: عتریس بن عرقوب الشیبانی کوفہ کے تابعین میں سے تھے۔ وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ ٢٨٥ / ٥

انہوں نے کہا: بے شک! تم ویسے ہی ہو جیسے تم نے بیان کیا، تو تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ تم شہر (کوفہ) میں لوگوں کے خلاف خروج نہ کرو، کیونکہ تم قلیل ہو اور وہ کثیر۔ اللہ کی قسم! تمہارا حال یہ ہوگا کہ تم صرف اپنی جانیں ان کے حوالے کر دو گے اور انہیں تمہیں قتل کر کے خوشی ملے گی۔ اس طرح جنگی چالیں نہیں چلی جاتیں! اگر تم نے اپنی قوم کے خلاف نکلنے کا فیصلہ کر لیا ہے، تو ایسا طریقہ اختیار کرو جس سے تمہارا دشمن حقیقی نقصان اٹھائے۔ انہوں نے کہا: پھر تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: تمہیں چاہیے کہ تم اس علاقے کی طرف جاؤ جس کی طرف معاذ بن جوین بن حصین نے اشارہ کیا تھا، یعنی حلوان، یا پھر ہمیں عین التمر [1] لے چلو اور وہاں قیام کرو۔ جب ہمارے بھائی ہماری خبر سنیں گے، تو وہ ہر طرف سے [2] آ کر ہم سے آ ملیں گے۔ اس پر حَیان بن ظَبیان نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم اور تمہارے تمام ساتھی ان دونوں میں سے کسی ایک راستے کی طرف نکل بھی جاؤ، تو تمہیں چین نصیب نہ ہوگا، یہاں تک کہ مصر (کوفہ) کے سوار تم پر حملہ آور ہو جائیں گے، پھر تم کہاں اپنی تسکین پاؤ گے؟! اللہ کی قسم! تمہاری تعداد اتنی نہیں کہ تم دنیا میں ظالموں اور سرکشوں کے خلاف فتح کی امید رکھو۔ پس، اپنے اسی شہر (کوفہ) کے کسی کنارے پر نکلو اور اللہ کے حکم کی خاطر ان لوگوں کے خلاف جنگ کرو جو اللہ کی اطاعت سے روگردانی کر رہے ہیں۔ انتظار اور تاخیر نہ کرو، کیونکہ تم اس اقدام کے ذریعے جنت کی طرف سبقت کر رہے ہو اور فتنے سے اپنی جانیں نکال رہے ہو۔ سب نے کہا: اگر معاملہ ایسا ہی ہے اور ہمیں ضرور نکلنا ہے، تو ہم تمہاری مخالفت نہیں کریں گے۔ جہاں تمہاری مرضی ہو، وہاں چلو۔

جب ابنِ اُمِ الحَکَم کی ولایت کے آخری سال کا اختتام ہوا اور ربیع الآخر کے پہلے دن (یعنی نئے سال کے آغاز میں) آیا، تو حَیان بن ظَبیان کے ساتھی اس کے پاس جمع ہوئے۔ حَیان نے ان سے کہا: اے میری قوم! اللہ نے تمہیں خیر کے لیے جمع کیا ہے اور بھلائی پر اکٹھا کیا ہے۔ اللہ کی قسم، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسلام قبول کرنے کے بعد دنیا میں کسی چیز نے مجھے اتنی خوشی نہیں دی جتنی اس خروج نے، جو میں ان ظالم اور سرکش حکمرانوں کے خلاف کرنے جا رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ دنیا اپنی تمام تر نعمتوں کے ساتھ میری ہو اور اللہ مجھے اس جہاد میں

---

[1]: عین التمر: ایک بستی ہے جو الانبار کے قریب، کوفہ کے مغرب میں واقع ہے۔ یاقوت: معجم البلدان. ٤/١٧٦

[2]: اُوب: راستہ اور سمت کے معنی میں آتا ہے۔ الفيروز آبادي: القاموس المحيط. ٧٦

شہادت سے محروم رکھے۔ میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم نکلیں اور جریر کے علاقے میں جا کر قیام کریں۔ جب دشمن کے لشکر ہمارے مقابل نکلیں گے تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔ عتریس بن عرقوب البکری نے کہا: اگر ہم شہر (کوفہ) کے اندر جنگ کریں گے، تو ہمارے خلاف مرد لڑیں گے، اور عورتیں، بچے اور باندیاں گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر ہم پر پتھر برسائیں گے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا: پھر چلو، ہم شہر کے پیچھے، پل کے قریب قیام کرتے ہیں- (یہی جگہ بعد میں زرارہ کہلائی، مگر اس وقت وہاں چند ہی مکانات موجود تھے)۔ معاذ بن جوین بن حصین الطائی نے کہا: نہیں، بلکہ ہمیں بانِقیا جانا چاہیے۔ دشمن بہت جلد ہم پر حملہ کرے گا۔ جب وہ ہم پر چڑھ دوڑے، تو ہم ان کا سامنا کریں گے، اور اپنے پیچھے گھروں کو رکھ کر ایک سمت سے ان سے قتال کریں گے۔ چنانچہ وہ نکلے، لیکن ان کے خلاف فوج روانہ کی گئی، اور وہ سب کے سب قتل کر دیے گئے۔ [١]

یہ خبر البلاذری [٢] نے جزوی طور پر، ابن الجوزی [٣] نے تقریباً اسی مفہوم میں، اور ابن الاثیر [٤] و ابن کثیر [٥] نے اختصار کے ساتھ نقل کی ہے۔

ثانیاً: بصرہ میں خوارج کی تحریکیں

(٢) یزید الباہلی اور **سَهْم الهُجَيمي** کی تحریک:

[٦١] حدثني أبو زيد ، قال : حدثنا علي بن محمد ، قال :

یزید بن مالک الباہلی، جو الخطیم کے لقب سے مشہور تھا- (اسے یہ لقب اس کے چہرے پر لگنے والے زخم کی وجہ سے ملا تھا)- نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے گورنر ابن عامر کے دورِ حکومت میں خروج [٦] کیا۔ وہ سَہم بن غالب الہُجیمی کے ساتھ نکلا، اور صبح کے وقت پل

---

[١]: ٥ / ٣٠٩-٣١١

[٢]: أنساب الأشراف . ١٧٢/٤

[٣]: المنتظم . ٩٢٠/٥

[٤]: الكامل في التاريخ . ٥١٥/٣

[٥]: البداية والنهاية . ٨٢/٨

[٦]: اور یہ واقعہ 41 ہجری میں پیش آیا۔

(الجسر) کے قریب پہنچا۔ وہاں انہوں نے عبادۃ بن قُرص اللیثی [1] کو دیکھا، جو بنو بجیر کے ایک فرد اور صحابئ رسول تھے۔ وہ پل کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ خوارج نے انہیں اپنا مخالف سمجھا اور انہیں قتل کر دیا۔

پھر بعد میں یزید الباہلی اور اس کے ساتھیوں نے ابن عامر سے امان طلب کی، تو اس نے انہیں امان دے دی۔ اس کے بعد ابن عامر نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا: میں نے انہیں آپ کی ذمّہ (پناہ) میں دے دیا ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا: یہ ایک ایسی ذمّہ (امان) ہے کہ اگر تم اسے توڑو گے تو تم سے اس کے بارے میں باز پُرس کی جائے گی۔ پس، وہ لوگ امن میں رہے یہاں تک کہ ابن عامر [2] کو معزول کر دیا گیا۔ [3]

یہ خبر خلیفہ بن خیاط [4] نے اختصار کے ساتھ ذکر کی ہے اور اس میں عبداللہ بن عامر کی خوارج کے خلاف جنگ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جبکہ بخاری [5] نے اس خبر کو صرف اس حد تک نقل کیا کہ خوارج کی عبادۃ بن قرص اللیثی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کیسے ہوئی، اور قتل سے پہلے ان کے درمیان کیا گفتگو ہوئی یعنی طبری نے جو تفصیل دی تھی، بخاری نے اسے مختصر کر دیا۔

البلاذری [6] اور ابن الاثیر [7] نے اس واقعے کو تفصیل سے بیان کیا ہے، جبکہ الذہبی [8] نے اسے مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔

[٦٢] قال الطبري :

---

[1]: عبادۃ بن قرص اللیثی صحابئ رسول تھے اور احادیث کے راوی بھی تھے۔ انہیں 41 ہجری میں اہواز کے مقام پر خوارج نے قتل کر دیا۔ ابن حجر : تعجيل المنفعة . ٢٠٩

[2]: اور یہ واقعہ 44 ہجری میں پیش آیا۔

[3]: ٥ / ١٧٠-١٧١

[4]: التاريخ . ٢٠٤

[5]: التاريخ الكبير . ٩٣/٦

[6]: أنساب الأشراف . ١٧٢/٤

[7]: الكامل في التاريخ . ٤١٧/٣

[8]: تاريخ الإسلام (عهد معاوية). ٧

اسی سال[1] الخطیم (یزید بن مالک الباہلی) اور سَہم بن غالب الہُجَیمی نے خروج کیا اور تحکیم (خوارج کا نظریہ) اپنایا۔ عمر نے ہمیں یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے کہا کہ علی نے ہمیں بتایا: جب زیاد بن ابیہ گورنر بنا، تو سَہم بن غالب الہجیمی اور الخطیم (یزید الباہلی) اس سے خوفزدہ ہو گئے۔ سَہم اہواز چلا گیا، وہاں فتنہ برپا کیا اور تحکیم کا نعرہ لگایا۔ پھر وہ واپس آیا اور چھپ گیا۔ بعد میں اس نے امان طلب کی، لیکن زیاد نے اسے امان نہیں دی، بلکہ اسے تلاش کر کے گرفتار کر لیا، قتل کر دیا اور اس کی لاش اپنے دروازے پر سُولی چڑھا دی۔ جہاں تک الخطیم کی بات ہے، تو زیاد نے اسے بحرین[2] کی طرف جلاوطن کر دیا، مگر بعد میں اس کی واپسی کی اجازت دی۔ جب وہ واپس آیا، تو زیاد نے اسے حکم دیا: اپنے شہر (مصر) میں ہی رہو۔ پھر مسلم بن عمرو[3] کو بلا کر کہا: تم اس کے ضمانت دار بن جاؤ۔ مگر مسلم نے انکار کر دیا اور کہا: اگر وہ اپنے گھر میں رات نہ گزارے، تو میں آپ کو اطلاع دے دوں گا۔ بعد میں مسلم نے آ کر اطلاع دی کہ الخطیم آج رات اپنے گھر میں نہیں سویا۔ چنانچہ زیاد نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے، پھر اس کی لاش بنو باہلہ کے علاقے میں پھینک دی گئی۔ یہ خبر البلاذری[4] اور ابن الاثیر[5] نے تفصیل سے بیان کی ہے۔

۳ قریب الازدی[6] اور زحاف الطائی[7] کی تحریک:

[٦٣] حدثني عمر قال : حدثني زهير بن حرب ، قال : حدثنا وهب بن جرير ، قال : حدثنا غسان بن مضر ، عن سعيد بن زيد ، قال :

---

[1]: اور یہ واقعہ 46 ہجری میں پیش آیا۔

[2]: یہ وہ علاقے ہیں جو بصرہ سے لے کر عمان تک خلیج عربی کے ساحل پر واقع ہیں۔ یاقوت، معجم البلدان،. ٣٤٧/١

[3]: مسلم بن عمرو الباہلی – جو مشہور فاتح قتیبہ بن مسلم الباہلی کے والد تھے – پہلے عبید اللہ بن زیاد کے ساتھیوں میں شامل تھے، پھر مصعب بن زبیر کے ساتھ ہو گئے۔ انہیں 71 ہجری میں قتل کر دیا گیا۔ تاريخ الطبري ٣٥٨/٥ ؛ . ١٥٨/٦

[4]: أنساب الأشراف . ١٧٣/٤

[5]: الكامل في التاريخ . ٤١٨/٣

[6]: قریب بن مرہ الازدی، خوارج کے سرکردہ افراد میں سے تھا۔ المبرد : الكامل . ١١٦٩/٣

[7]: زحاف الطائی، خوارج کے سرکردہ افراد میں سے تھا۔ (المصدر السابق)

(قریب اور زحاف نے خروج کیا، زیاد کوفہ میں تھا، اور سمرہ [1] بصریہ میں۔ وہ دونوں رات کے وقت نکلے اور بنی یشکر کے پاس پہنچے، جو ستر آدمی تھے، اور یہ رمضان [2] میں ہوا۔ پھر وہ بنی ضبیعہ کے پاس آئے، جو ستر آدمی تھے۔ وہ ایک بزرگ کے پاس سے گزرے جسے حکاک [3] کہا جاتا تھا۔ جب اس نے انہیں دیکھا تو کہا: مرحبا، اے ابوالشعثاء! [4] ابن حصین [5] نے اسے دیکھ لیا اور قتل کر دیا۔ پھر وہ منتشر ہو کر ازد کی مساجد میں پھیل گئے۔ ان میں سے ایک جماعت رحبہ بنی علی کی طرف گئی اور دوسری مسجد المعادل میں۔ سیف بن وہب [6] اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے نکلا اور جو بھی اس کے سامنے آیا، اسے قتل کر دیا۔ قریب اور زحاف کے مقابلے کے لیے بنی علی اور بنی راسب کے نوجوان نکلے اور ان پر تیر برسانے لگے۔ قریب نے کہا: کیا تم میں عبداللہ بن اوس الطاحی ہے؟

(وہ اس کا تیراندازی میں مقابل تھا) کہا گیا: ہاں! اس نے کہا: آؤ، مبارزت کرو! پس عبداللہ نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر لے آیا۔ زیاد کوفہ سے آیا اور انہیں ملامت کرنے لگا، پھر کہا: اے طاحیہ [7] کے لوگو! اگر تم نے ان میں سے کسی کو قتل نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں قید میں ڈال دیتا۔ قریب قبیلہ ایاد سے تھا اور زحاف قبیلہ طیئ سے، وہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے اور اہل نہروان [8] کے بعد سب سے پہلے خروج کرنے والے تھے۔

---

[1]: سمرہ بن جندب الفزاری، صحابی تھے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ روایت کرنے والے حافظوں میں سے تھے۔ انہوں نے 58 ہجری میں بصریہ میں وفات پائی۔ ابن عبد البر : الاستيعاب . ٦٥٣/٢

[2]: سنة ٥٠هـ.

[3]: حکاک الضبعی، اور بعض نے اسے رؤبہ الضبعی بھی کہا ہے۔ المبرد : الكامل . ١١٧٠/٣

[4]: وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس نے صاحب شرطۃ کو دیکھا ہے، اور ابوالشعثاء بن حصن صاحبِ شرطۃ بصریہ تھے۔ خليفة بن خياط : التاريخ . ٢٢١

[5]: شاید وہ خارجی معاذ بن جوین بن حصین الطائی تھا۔

[6]: سیف بن وہب المعولی، ابوطلحہ، اَزد کے اشراف میں سے تھے۔ الطبري : التاريخ . ٢٢٥/٥

[7]: طاحیہ: بصریہ کی ایک محلہ تھی، جس میں طاحیہ قبیلہ کے افراد بسے ہوئے تھے، اس لیے اس کا نام ان کے نام پر رکھا گیا۔ السمعاني : الأنساب . ٢٦/٤ . ٢٦/٤

[8]: شاید مراد یہ ہو کہ وہ پہلے افراد تھے جو اہل نہروان کے بعد بصریہ میں نکلے اور جنہوں نے معرکہ نہروان میں حصہ لیا۔

غسان نے کہا: میں نے سعید سے سنا کہ ابو بلال [1] نے کہا: قریب! اللہ اسے قریب نہ کرے، اور اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند نہیں کہ میں آسمان سے گر کر مر جاؤں، اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں وہ کام کروں جو اس نے کیا (یعنی استعراض [2] کرنا)۔ [3]

یہ خبر خلیفہ بن خیاط [4]، البلاذری [5]، اور المبرد [6] نے تفصیل سے ذکر کی، جبکہ یعقوبی [7] اور ابن اثیر [8] نے اسے مختصراً بیان کیا۔

بلاذری اور یعقوبی نے ذکر کیا ہے کہ زیاد نے بصریہ میں اپنے نائب کے طور پر سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی جگہ عبید اللہ بن ابی بکرہ کو مقرر کیا، لیکن یہ خلیفہ بن خیاط اور طبری کی روایت کے خلاف ہے، جو اس باب میں سب سے زیادہ صحیح سمجھی جاتی ہیں۔

[٦٤] حدثني عمر ، قال : حدثنا زهير ، قال ، حدثني وهب ، قال : حدثني أبي :

زیاد نے قریب اور زحاف کے بعد حروریہ کے خلاف سختی برتی، پس انہیں قتل کیا اور اس کام کا حکم سمرہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ وہ جب کوفہ جاتا تو بصریہ میں سمرہ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کرتا، پس سمرہ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ [9]

یہ خبر خلیفہ بن خیاط [10] نے اسی طرح ذکر کی ہے، اور ابن الاثیر [11] نے اسی کے مشابہ روایت کی ہے۔

---

[1]: مرداس بن حُدَیر التمیمی، ابو بلال، خوارج کے عبادت گزاروں اور زاہدوں میں سے تھے۔ انہوں نے معرکہ نہروان میں 38 ہجری میں زخمی ہوئے، علی رضی اللہ عنہ نے ان سے درگزر کیا۔۔ وہ 64 ہجری میں خوارج کے ایک گروہ کے ساتھ نکلے اور تمام افراد قتل ہو گئے۔ دیکھو: المبرد : الكامل في اللغة ١٠٨٣/٣؛ تاريخ خليفة بن خياط ، ١٩٧. ٢٥٦

[2]: الاستعراض: لوگوں کو راستے میں روک کر ان کا قتل کرنا۔ ابن منظور : لسان العرب . ١٧٧/٧

[3]: ٥ / ٢٣٧-٢٣٨

[4]: التاريخ . ٢٢٢-٢١٩

[5]: أنساب الأشراف . ١٧٧-١٧٥/٤

[6]: الكامل في اللغة . ١١٧١-١١٦٩/٣

[7]: التاريخ . ٢٣٢/٢

[8]: الكامل في التاريخ . ٤٦٣/٣

[9]: ٢٣٨/٥

[10]: التاريخ . ٢٢٢

[11]: الكامل في التاريخ . ٤٦٣/٣

[٦٥] حدثني عمر ، قال : حدثنا أبو عبيدة ، قال :

زیاد نے اس دن منبر پر کہا: اے اہلِ بصرہ! اللہ کی قسم! یا تو تم مجھے ان (خوارج) سے کفایت کردو، یا میں تم سے ہی ابتدا کروں گا۔ اللہ کی قسم! اگر ان میں سے ایک بھی آدمی بچ نکلا تو اس سال تمہیں عطیات میں ایک درہم بھی نہیں ملے گا۔ پس لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں قتل کر دیا[١]۔

یہ خبر خلیفہ بن خیاط[٢] نے ذکر کی ہے، اور اس میں بیان کیا ہے کہ زیاد نے اپنے اس دھمکی آمیز خطاب کو اہلِ بصرہ کے تمام لوگوں کے لیے عام نہیں کیا تھا، بلکہ خاص ان لوگوں کے لیے کہا تھا جن میں خوارج ظاہر ہو چکے تھے۔ بلاذری[٣] نے بھی اس خبر کو ذکر کیا ہے اور اس میں بیان کیا ہے کہ زیاد نے اپنی یہ دھمکی ہر اس قبیلے کے لیے دی تھی جہاں سے خوارج نکلتے اور وہ ان سے قتال نہ کرتے۔ رہی بات یعقوبی[٤] کی، تو اس کی شیعی رجحانات[٥] نے اس خبر کی عبارت پر اثر ڈالا، چنانچہ اس نے ذکر کیا کہ زیاد نے اہلِ بصرہ کو یہ کہہ کر دھمکی دی: (میرے خلاف اس کے بعد کوئی خارجی نہ نکلے، ورنہ میں اس کے قبیلے اور اس کے علاقے کے کسی شخص کو نہیں چھوڑوں گا) ابن اثیر[٦] نے بھی اس خبر کو اسی طرح نقل کیا ہے۔

③ عروہ بن اُدیہ الخارجي[٧] کی خبر:

[٦٦] طبری نے کہا: اور اس سال[٨]، عبید اللہ بن زیاد نے خوارج پر سختی بڑھا دی، پس انہوں

---

[١]: ٢٣٨/٥

[٢]: التاريخ . ٢٢٢

[٣]: أنساب الأشراف . ١٧٦/٤

[٤]: التاريخ . ٢٣٢/٢

[٥]: جو کوئی اس کا تاریخی جائزہ لے، وہ اسے بخوبی محسوس کر سکتا ہے۔ دیکھیے: د.محمد السلمي : منهج كتابة التاريخ الإسلامي ٤٣٠؛ ؛ د.عبد العزيز ولي : أثر التشيع على الروايات التاريخية في القرن الأول الهجري . ٢٣١

[٦]: الكامل في التاريخ . ٤٦٣/٣

[٧]: عروہ بن حدیر- ودیہ ان کی دادی کا نام تھا- التمیمی، وہ تحکیم کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کر گئے اور 38 ہجری میں معرکہ نہروان میں ان سے قتال کیا، لیکن قتل ہونے سے بچ گئے۔ انہیں 58 ہجری میں عبید اللہ بن زیاد نے قتل کر دیا۔ الطبري : التاريخ ٣١٢/٥؛ المبرد : الكامل في اللغة . ١٠٩٨-١٠٩٧/٣

[٨]: 58 ہجری میں عبید اللہ بن زیاد نے عروہ بن اُدیہ کو قتل کیا۔

نے بہت سوں کو قید [1] میں قتل کیا، اور جنگ میں دیگر کو قتل کیا۔ ان میں سے ایک شخص جسے صبراً قتل کیا گیا، وہ عروہ بن اُدیہ تھا، جو ابو بلال مرداس بن اُدیہ کا بھائی تھا۔ [2]
یہ خبر ابن اثیر [3] نے بھی اسی طرح ذکر کی ہے، اور المبرد نے عبید اللہ بن زیاد کی خوارج کے ساتھ سختی کرنے کا سبب بیان کیا، کہا: اس کا سبب یہ تھا کہ عبید اللہ بن زیاد نے انہیں (خوارج کو) زیاد کے قید سے آزاد کر دیا تھا جب وہ اس کے بعد حکمران بنے، تو وہ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ [4]

[٦٧] حدثني عمر ، قال : حدثني زهير بن حرب ، قال : حدثنا وهب بن جرير ، قال : حدثني أبي ، قال : حدثني عيسى بن عاصم الأسدي :

ابن زیاد گھڑ دوڑ [5] کے لیے نکلے، اور جب وہ بیٹھے ہوئے گھوڑوں کا انتظار کر رہے تھے، تو وہاں لوگ جمع ہو گئے جن میں عروہ بن اُدیہ ابو بلال کا بھائی بھی تھا۔ عروہ ابن زیاد کی طرف مڑ کر بولا: پانچ خصوصیات تھیں جو گزشتہ امتوں میں تھیں، اور اب یہ ہم میں آ چکی ہیں: (کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک نشانی بناتے ہو تا کہ کھیل کھیل سکو، اور تم قلعے بناتے ہو تا کہ تم ہمیشہ کے لیے رہ جاؤ؟ اور جب تم نے گرفت کی، تو تم نے جباروں کی طرح گرفت کی) [6] اور دو خصوصیات اور تھیں جو جریر نے نہیں یاد رکھیں۔ جب عروہ نے یہ کہا، تو زیاد کو شبہ ہوا کہ وہ اس بات کو کہنے کی جرات اس وقت کر سکتا ہے جب اس کے ساتھ اس کے کچھ ساتھی ہوں۔ تو وہ کھڑا ہوا اور اپنے گھڑ دوڑ کو چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ پھر عروہ سے کہا گیا کہ: یہ تم نے کیا حرکت کی! اللہ کی قسم! وہ تمہیں قتل کر دے گا! عروہ چھپ گیا، پھر ابن زیاد نے اس کا پیچھا کیا اور وہ کوفہ پہنچا، جہاں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اسے ابن زیاد کے پاس لایا گیا، تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں، پھر

---

[1]: الصبر: انسان کو قتل کے لیے کھڑا کرنا، اور ہر وہ شخص جس کی روح ہو، جب اسے زندہ کھڑا کر کے اس پر تیر پھینکا جائے اور پھر وہ قتل ہو جائے، تو وہ صبراً قتل کیا گیا۔ اور ہر وہ شخص جو جنگ، معرکہ، یا غلطی کے بغیر قتل ہو، اسے مقتول صبراً کہا جاتا ہے۔ ابن منظور : لسان العرب. ٤٣٨/٤

[2]: ٣١٢/٥

[3]: الكامل في التاريخ . ٥١٧/٣

[4]: المبرد : الكامل في اللغة . ١١٨٧/٣

[5]: الرهان کا مطلب ہے گھڑ دوڑ میں مقابلہ۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٥٥١

[6]: سورة الشعراء : (الآية) ١٣٠-١٢٨

اسے بلایا اور کہا: تم کیا دیکھتے ہو؟ عروہ نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے میری دنیا برباد کردی اور تم نے اپنی آخرت بھی برباد کردی۔ پھر ابن زیاد نے اسے قتل کردیا اور اس کی بیٹی کو طلب کر کے قتل کردیا۔ (١)

یہ خبر البلاذری (٢) نے طبری کی روایت سے زیادہ تفصیل سے ذکر کی ہے، جس میں عبید اللہ بن زیاد کے عروہ بن اُدیہ کی بیٹی کے ساتھ مکالمے کا بھی ذکر ہے، اور بتایا گیا کہ اس کی بیٹی کا قتل اس کے والد کے عقیدے کو اپنانے کی وجہ سے تھا۔ جبکہ المبرد نے عروہ بن اُدیہ کے قتل کے بارے میں دو مختلف روایات ذکر کیں، ایک میں یہ کہا کہ زیاد بن ابیہ ہی وہ شخص تھا جس نے عروۃ (٣) کو قتل کیا، اور دوسری میں کہا کہ عبید اللہ بن زیاد نے عروۃ (٤) کو قتل کیا۔ تاہم المبرد نے اس قتل کے دو اہم اسباب بھی ذکر کیے ہیں جن کا عروہ کے قتل پر بڑا اثر تھا: پہلا، عروہ کا عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو کافر کہنا (٥)، اور دوسرا، اپنے بھائی مرداس بن اُدیہ کی مدد کرنا تاکہ وہ خروج کرے۔ (٦)

ابن اثیر (٧) نے اس خبر کو طبری کی روایت کے مطابق ذکر کیا ہے۔

(٤) مرداس بن اُدیّہ کی تحریک:

[٦٨] طبری کہتے ہیں: (اور جہاں تک مرداس بن اُدیّہ کا تعلق ہے تو وہ اہلِ اہواز کی طرف روانہ (٨) ہوئے تھے، حالانکہ اس سے پہلے ابن زیاد نے انہیں قید کیا تھا - جیسا کہ مجھے عمر نے بتایا، کہا کہ خلاد بن یزید الباہلی نے کہا - ابن زیاد نے مرداس بن اُدیّہ کو قید کیا تھا، اور وہ جو قید میں تھے، سجان (جیلر) ان کی عبادت اور محنت کو دیکھتا تھا۔ وہ انہیں رات کے وقت باہر جانے کی اجازت دیتا تھا، اور وہ واپس آ کر صبح کے وقت جیل میں آ جاتے تھے۔ مرداس کا ایک دوست ابن زیاد کی صحبت میں رہتا تھا، اس نے ایک رات ابن زیاد سے خوارج کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ ان کو مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں، پھر اس نے مرداس کے دوست کو کہا کہ وہ جیل میں ابو بلال کو بھیج

---

(١): ٥ / ٣١٢-٣١٣

(٢): أنساب الأشراف . ٣٨٨ ، ٣٨٧/٤

(٣): الكامل في اللغة . ١٠٩٨/٣

(٤): المصدر السابق . ١١٨٧/٣

(٥): المصدر السابق . ١٠٩٨/٣

(٦): المصدر السابق . ١١٨٦/٣

(٧): الكامل في التاريخ . ٥١٨ ، ٥١٧/٣

(٨): سنہ 58 ہجری میں

دے تاکہ وہ اپنی وصیت کرلے کیونکہ وہ قتل ہونے والے ہیں۔ یہ بات مرداس نے سنی، اور خبر جیل کے افسر تک پہنچی، تو وہ اس بات سے خوفزدہ ہوگیا کہ اگر مرداس کو خبر مل گئی تو وہ واپس نہ آئے۔ جب وقت آیا کہ مرداس کو واپس آنا تھا، وہ آیا، تو جیل کے افسر نے پوچھا: کیا تمہیں خبر ملی جو امیر نے ارادہ کیا تھا؟ مرداس نے کہا: ہاں۔ افسر نے پوچھا: پھر تم یہاں کیسے آئے؟ مرداس نے جواب دیا: ہاں، تمہارے احسان کے عوض یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ تمہیں میری وجہ سے سزا ملے۔ پھر صبح ہوئی اور عبید اللہ نے خوارج کو قتل کرنا شروع کردیا۔ بعد میں مرداس کو طلب کیا گیا، اور جب وہ پہنچا تو جیل کا افسر، جو عبید اللہ کا مربی تھا، اس کے قدم [1] پکڑ کر بولا: اسے چھوڑ دو، اور اس نے کے سامنے اس کا سارا قصہ بیان کیا، تو عبید اللہ نے اسے بخش دیا اور آزاد کردیا [2]۔

یہ خبر البلاذری [3]، المبرد [4] اور ابن اثیر [5] نے تقریباً اسی انداز میں ذکر کی ہے، اور البلاذری نے اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کا قید خانہ میں موجود خوارج کو قتل کرنے کا ارادہ اس وجہ سے تھا کہ ان میں سے بعض نے ایک نگہبان کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ [6]

[٦٩] حدثني عمر ، قال : حدثنا زهير بن حرب ، قال : حدثنا وهب بن جرير ، قال : حدثنا أبي ، قال : حدثني يونس بن عبيد ، قال :

مرداس ابو بلال – جو بنی ربیعہ بن حنظلہ سے تھے – چالیس آدمیوں کے ساتھ اہواز روانہ ہوئے، تو ابن زیاد نے ان کی طرف ایک لشکر بھیجا جس کی قیادت اسلم بن زرعہ کلبی کر رہے تھے۔ مرداس کے ساتھیوں نے اس لشکر کو شکست دی اور ان کے فوجیوں کو قتل کردیا۔ اس پر بنی تیم کے ایک شخص، اللہ بن ثعلبہ نے کہا:

دو ہزار شخص جو تمہارے زعم میں دیندار تھے۔ تعجب ہے ان کو مقام آسک [7] میں چالیس آدمی قتل کر کے رکھ دیں۔ تمہیں باطل پر ہو تمہارا زعم غلط ہے یہ خوارج ہی دیندار ہیں۔ تم

---

[1]: أي مقدمته . الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٤٨٠

[2]: ٣١٣/٥

[3]: أنساب الأشراف . ١٨١/٤

[4]: الكامل في اللغة . ٣ / ١١٧٣-١١٧٤

[5]: الكامل في التاريخ . ٥١٩/٣

[6]: البلاذري : أنساب الأشراف . ١٨١/٤

[7]: آسک: اہواز کے نواح میں واقع ایک بستی۔ یاقوت : معجم البلدان . ٥٣/١

خوب جانتے ہو یہی وہ جماعت قلیل ہے کہ جماعت کثیر کے مقابل میں ان کی نصرت کی گئی۔ یہ وہ چھوٹی جماعت ہے جسے تم نے جانا ہے، جو بڑی جماعت پر غالب آ رہی ہے۔

عمر نے کہا: آخری شعر بعض روایات میں نہیں ہے، اسے میرے لیے خلاد بن یزید باہلی نے پڑھا تھا۔ [١]

یہ خبر بلاذری [٢]، مبرد [٣] اور ابن عبدربہ [٤] نے تفصیل سے بیان کی ہے، جبکہ ابن اثیر [٥] نے اسے طبری کی روایت سے بھی زیادہ مکمل طور پر نقل کیا ہے۔ بلاذری اور ابن اثیر کا خیال ہے کہ مرداس بن ادیہ کا خروج سنہ ٦٠ ہجری میں ہوا تھا، نہ کہ سنہ ٥٨ ہجری میں جیسا کہ تاریخ طبری میں مذکور ہے۔

جہاں تک بصرہ کی فوج اور خوارج کے درمیان تصادم کا تعلق ہے، تو مبرد نے ذکر کیا ہے کہ بصرہ کی فوج بغیر کسی لڑائی [٦] کے پسپا ہو گئی تھی۔ یہی بات اس مہم کی ناکامی کی وجہ کو واضح کرتی ہے، یعنی بصرہ کی فوج نے سرے سے جنگ ہی نہیں کی تھی۔ تاہم، خوارج کے شعراء نے اس واقعے کو اپنے مفاد میں استعمال کیا اور اس کے گرد بہادری اور شجاعت کی داستانیں بُن ڈالیں، اور یہ دعویٰ کیا کہ ان کے صرف چالیس افراد نے بصرہ کی دو ہزار فوجیوں کو تہس نہس کر دیا۔

---

[١]: ٥ / ٣١٣-٣١٥

[٢]: أنساب الأشراف . ١٨٣-٤/١٨١

[٣]: الكامل في اللغة . ١١٧٩-٣/١١٧٥

[٤]: العقد الفريد ٢٣٥/١ ، ٢٣٦ ، ٢ / ٣٩١، ٣٩٢

[٥]: الكامل في التاريخ . ٥٢٠-٣/٥١٩

[٦]: الكامل في اللغة . ١١٧٨/٣

خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں

خوارج کی تحریکوں کی عمومی علامتیں

اسمات کے ذکر سے پہلے یہ اشارہ کرنا ضروری ہے کہ طبری نے خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران خوارج کی تمام تحریکوں کا مکمل طور پر احاطہ نہیں کیا، بلکہ صرف ان اہم تحریکوں کا ذکر کیا جو ان کے نزدیک زیادہ اہم تھیں، اور یہ ان کے طریقہ کار کے مطابق تھا جسے انہوں نے اپنی مقدمہ میں بیان کیا، جہاں انہوں نے کہا: (کیونکہ اس کا تفصیل سے احاطہ کرنا عمر سے باہر ہوتا اور اس کے لیے کتابیں طویل ہوجاتیں)

خوارج کی تحریکوں کی عمومی خصوصیات خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ تحریکیں بے ترتیب، غیر منصوبہ بند اور تنظیمی طور پر قلت کا شکار تھیں۔

۲۔ یہ تحریکیں اجتماعی خودکشی کے عمل سے مشابہ تھیں؛ کیونکہ وہ کم تعداد میں گروہ بنا کر نکلتے تھے جو جلد ہی ختم ہوجاتے تھے۔

۳۔ ان خوارج میں ایک باخبر اور تجربہ کار قیادت کی کمی تھی جو ان کی بہادری اور جرات کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرسکتی۔

۴۔ ان کی ایک ہی قسم کی غلطیوں کا بار بار ارتکاب اور ہر تحریک کا پچھلی تحریک کے تجربے سے استفادہ نہ کرنا۔

۵۔ ان کا اپنے دعوت میں مکالمہ اور مناظرے کے طریقے کو مسترد کرنا، اور اپنی سوچ کو مسلمانوں پر طاقت کے ذریعے مسلط کرنے کی کوشش کرنا۔

۶۔ ان کے خروج کے لیے جو دینی وجوہات تھیں، ان کا اختلاط جاہلیت کی قبائلی عصبیت سے، جو ان کی تحریکوں میں ظاہر ہوتا تھا، اور اس کی مثال یہ ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ساتھیوں کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے نکلتے تھے۔

۷۔ ان کا مسلمانوں کی اجتماعیت میں اجنبیت کا احساس، اس سے بیزاری اور یہ یقین کہ اہلِ قبلہ سے لڑنا کافروں سے جہاد کرنے سے زیادہ اہم ہے۔

۸۔ ان کا اپنی دعوت کو پھیلانے کے لیے نئی زمین تلاش نہ کرنا، اور صرف عراق کے بعض

شہروں، خاص طور پر کوفہ اور بصرہ تک محدود رہنا۔

۹۔ ان کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ایک مذموم طریقہ اختیار کرنا، جو کہ نمائش کی صورت میں ہوتا تھا، اور اس کا سبب دین کی جہالت اور علم کی کمی تھی؛ کیونکہ زیادہ عبادت کسی شخص کے فہم کا ثبوت نہیں ہے، ورنہ خوارج اپنے زمانے کے سب سے زیادہ فقیہ ہوتے، لیکن جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھتا ہے، اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر سمجھتا ہے، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل کر باہر نکل جاتا ہے)[۱]

---

[۱]: البخاري : صحيح البخاري مع الفتح . ۳۰۳/۱۲

الفصل الرابع

طبری کی مرویات: خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں ولاۃ الامصار اور أمراء الحج کے بارے میں:

ولاۃ الامصار

ولاۃ العراق۔

ولاۃ کوفہ۔

ولاۃ بصرہ۔

ولاۃ حجاز۔

ولاۃ مدینہ۔

ولاۃ مکہ۔

ولاۃ طائف۔

ولاۃ مصر۔

أمراء الحج۔

حکامِ عراق

پہلا: کوفہ کے حکام

① مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ولایت کا دور (۴۱-۴۹ ہجری):

[۷۰] حدثت عن زیاد ، عن عوانة ، قال :

(۔۔۔معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: تم نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور عمرو رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر بنایا، تو تم دونوں شیر کے جبڑوں کے درمیان آ گئے ہو۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو معزول کیا اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ یہ بات عمرو رضی اللہ عنہ تک پہنچی کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا کہا تھا، تو عمرو رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا تم نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے انہیں خراج پر مقرر کیا؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مغیرہ رضی اللہ عنہ کو خراج پر مقرر کرتے ہو، اور وہ مال کو غارت [1] کر دے گا، اور پھر تم اس سے کچھ نہیں لے پاؤ گے، تم خراج کے لیے ایسا شخص مقرر کرو جو تم سے ڈرتا ہے، تمہاری عزت کرتا ہے اور تم سے بچ کر رہتا ہے۔ اس پر مغیرہ رضی اللہ عنہ کو خراج سے ہٹا دیا گیا اور انہیں نماز پر مقرر کر دیا گیا [2]۔ تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا: کیا تم نے امیر المؤمنین کو وہی مشورہ دیا جو میں نے عبداللہ کے بارے میں دیا تھا؟ عمرو نے کہا: ہاں۔ مغیرہ نے کہا: تو پھر یہ بدلے کا بدلہ ہے۔

اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما، جیسا کہ مجھے اطلاع ملی [3]، نہ تو کوفہ گئے اور نہ ہی وہاں پہنچے۔ [4]

---

[1]: یغتال المال: یہلک کا ترجمہ ہے: مال کو غارت کرنا: اسے تباہ کرنا۔ ابن منظور : لسان العرب . ۵۰۹/۱۱

[2]: استعملہ علی الصلاۃ: یہ امارت کی کنایہ ہے، کیونکہ گورنر وہ ہوتا ہے جو اپنی ولایت کے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھاتا ہے

[3]: کہنے والا الطبری ہیں۔

[4]: ۱۶۶-۱۶۵/ ۵

مغیرہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کرنے کا قصہ الطبری کے یہاں صحیح طریقے سے نہیں آیا۔ تاہم، ابن عساکر نے ایک روایت بیان کی ہے جو اس روایت سے مختلف ہے، جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ تھا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر کریں۔ لیکن جب مغیرہ رضی اللہ عنہ صلح حسن رضی اللہ عنہ کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا۔ [1]

جہاں تک مغیرہ رضی اللہ عنہ کو صرف کوفہ کی نماز پر مقرر کرنے اور خراج کے ساتھ نہ جوڑنے کا تعلق ہے، تو ابن عساکر نے بھی ذکر کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کی پیروی کی، کیونکہ ان دونوں نے پہلے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو صرف کوفہ کی نماز پر مقرر کیا تھا، اور خراج کا انتظام ان کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ [2]

ابن الاثیر [3] نے بھی الطبری کی روایت کو تقریباً اسی طرح ذکر کیا ہے، اور یہ روایت جو الطبری نے بیان کی ہے، اسلامی تاریخ پر ہونے والے حملے کی واضح مثال ہے، جو کہ حاسدین اور مشکوک لوگوں کی طرف سے ہے، خاص طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ پر؛ کیونکہ وہ اس دین کے ناقل اور ریاستِ اسلام کے بانی تھے۔ اس لیے اس امت کے دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر جھوٹے الزامات گھڑنے کی کوشش کی تاکہ لوگ ان سے نفرت کریں اور ان کی اقتداء کرنے سے انکار کر دیں۔ لیکن یہ سب کچھ رد کیا گیا ہے اس بات سے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت ثابت ہے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا امارت سے علیحدہ ہونا:

[۱۷] عبداللہ بن احمد نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میرے والد نے مجھ سے بیان کیا، کہا: سلیمان نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے معمر سے، معمر نے جعفر بن برقان سے، انہوں نے کہا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: بعد از سلام، میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکا ہوں، میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں، اور قریش نے میرے بارے میں شکایت کی ہے، اگر آپ کو

---

[1]: ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) . ٨٣/١٧

[2]: ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) . ٨٣/١٧

[3]: الكامل في التاريخ . ٤١٣/٣

مناسب لگے تو مجھے معزول کر دیں۔
معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا: تمہارا خط آیا جس میں تم نے ذکر کیا کہ تمہاری عمر بڑھ چکی ہے، واللہ، تمہاری عمر کا کچھ حصہ کسی اور نے ضائع نہیں کیا، اور تم نے ذکر کیا کہ قریش نے تمہارے بارے میں شکایت کی ہے، واللہ، مجھے ان سے بہتر کبھی کچھ نہیں ملا، اور تم مجھ سے درخواست کر رہے ہو کہ میں تمہیں معزول کر دوں، تو میں نے یہ کر دیا ہے؛ اگر تم سچ بول رہے ہو تو تمہیں میری طرف سے شفاعت مل گئی، اور اگر تم دھوکہ دے رہے ہو تو تم نے خود ہی اپنے آپ کو دھوکہ دیا ہے[1]۔
میں نے اس روایت کو صرف الطبری کے علاوہ کسی اور سے نہیں سنا، لیکن اس بات کی حمایت کرنے والی ایک چیز موجود ہے جو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی علیحدگی کی درخواست کی تھی، اور وہ ہے وہ روایت جو احمد بن حنبل[2] نے نقل کی ہے، کہا: مجھے ہارون بن معروف[3] نے خبر دی، کہا: ہمیں سفیان نے مطرف سے بتایا، کہا: مجھے عمیر بن سعید نے خبر دی۔

(کیا میں تمہیں ہر امیر کے بارے میں نہ بتاؤں جو ہمیں آیا یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا؟ ہمیں سعد[4] بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا۔۔۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم پر مغیرہ رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا، پھر مغیرہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے زیاد بن ابیہ کو مقرر کیا۔۔۔)

(اور اس کی سند صحیح ہے)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

[۴۷] قال الطبری :
(اور کہا جاتا ہے کہ اسی سال[5] کوفہ میں طاعون پھیل گیا، تو مغیرہ بن شعبہ اس سے بچنے کے لیے

---

[1]: ۳۳۱/۵
[2]: العلل ومعرفة الرجال ۲۵-۲/۲٤
[3]: ہارون بن معروف المروزی، ثقہ تھے، 231 ہجری میں وفات پائی، ان سے بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حدیث روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقریب . ٥٦٩
[4]: وہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔
[5]: سنة ٤٩ھ.

وہاں سے نکل گئے۔ پھر جب طاعون ختم ہو گیا تو لوگوں نے کہا: کاش آپ کوفہ واپس چلے جائیں۔ چنانچہ وہ وہاں پہنچے، مگر طاعون میں مبتلا ہو گئے اور وفات پا گئے۔
اور کہا جاتا ہے: مغیرہ رضی اللہ عنہ ۵۰ ہجری میں وفات پا گئے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو زیاد کے ماتحت کر دیا، پس وہ پہلے شخص بنے جن کے لیے کوفہ اور بصرہ کو یکجا کیا گیا)[1]
یہ روایت ابن اثیر[2] نے اسی طرح ذکر کی ہے۔
[۷۳] قال محمد بن عمر : حدثني محمد بن أبي موسى الثقفي ، عن أبيه ، قال :

(مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایک لمبے قد والے شخص تھے، جن کی ایک آنکھ میں نقص تھا، جو معرکہ یرموک میں زخمی ہو گئی تھی۔ وہ شعبان ۵۰ ہجری میں وفات پا گئے، اور اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی)[3]

ابن سعد[4] اور ابو الفرج اصفہانی[5] نے اسی طرح کی روایت ذکر کی ہے، جبکہ خطیب بغدادی[6] نے اس روایت میں سے صرف مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا سال ذکر کیا اور اس بات پر واضح طور پر ذکر کیا کہ ان کی وفات اسی سال ہوئی تھی، چنانچہ انہوں نے کہا: (مغیرہ رضی اللہ عنہ ۵۰ ہجری میں وفات پا گئے، اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے)[7]
اور ابن اثیر[8] نے طبری کی روایت اسی طرح ذکر کی ہے، اور اس بات پر واضح طور پر ذکر کیا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات اسی سال ہوئی تھی۔

(۲) زیاد بن ابیہ کی ولایت کا دور (۴۹-۵۳ ہجری):

[۷۴] حدثني عمر بن شبة ، قال : حدثني علي بن محمد ، قال :
(زیاد بن ابیہ بصرہ اور اس کے علاقے کے گورنر تھے، یہاں تک کہ ۵۰ ہجری میں مغیرہ بن شعبہ

---

[1]: ٢٣٢/٥
[2]: الكامل في التاريخ . ٤٦١/٣
[3]: ٢٣٤/٥
[4]: الطبقات الكبرى . ٢٠/٦
[5]: الأغاني ١٠١/١٦
[6]: تاريخ بغداد ١٩٣/١
[7]: المصدر السابق . ١٩١/١
[8]: الكامل في التاريخ . ٤٦١/٣

رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، جو کہ کوفہ کے گورنر تھے۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر مقرر کر دیا، اور وہ پہلے شخص تھے جن کے لیے کوفہ اور بصرہ دونوں کو یکجا کیا گیا۔ زیاد نے بصرہ کا گورنر سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور خود کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ کوفہ میں چھ ماہ اور بصرہ میں چھ ماہ قیام کرتے تھے)[١]

یہ روایت بلاذری[٢] اور ابن اثیر[٣] نے اسی طرح ذکر کی ہے، اور بیاسی[٤] نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ٥٠ ہجری میں زیاد کے لیے کوفہ اور بصرہ دونوں کو یکجا کر دیا تھا۔ تاہم، یہ خبر اس روایت کے برخلاف ہے جو روایت نمبر [٨٠] میں آئی ہے، جس کے مطابق زیاد نے ٤٩ ہجری میں کوفہ اور بصرہ دونوں کی ولایت حاصل کی تھی۔ اور یہ روایت دیگر روایات سے مقدم سمجھی جاتی ہے کیونکہ یہ اس موضوع پر سب سے صحیح روایت ہے۔

[٧٥] حدثني عمر ، قال : حدثني علي ، عن مسلمة بن محارب ، قال :

(جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، تو عراق کی ولایت زیاد بن ابیہ کے حوالے کر دی گئی۔ جب زیاد کوفہ میں آیا تو منبر پر جا کر حمد و ثنائے الٰہی کی پھر کہا میں بصرہ میں تھا جو مجھے یہ خدمت ملی ہے میں نے ارادہ کیا کہ بصرہ کے اہل شرط میں سے دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ یہاں آؤں پھر مجھے خیال آ گیا کہ تم لوگ اہل حق ہو تمہارے حق نے بہت دفعہ باطل کو دفع کیا ہے اس لے فقط اپنے گھر والوں کے ساتھ لیے ہوئے تمہارے پاس چلا آیا۔ الحمد للہ! کہ لوگوں نے جتنا مجھے پست کیا تھا اس اللہ نے اتنا ہی مجھے بلند کر دیا اور لوگوں نے جس بات کو ضائع کر دیا تھا اس اللہ نے اتنا ہی مجھے بلند کر دیا اور لوگوں نے جس بات کو ضائع کر دیا تھا اللہ نے اس کی حفاظت کی۔ خطبہ سے فارغ ہو چکا تھا۔ ابھی منبر ہی پر تھا کہ اسے لوگوں نے سنگریزے مارے اور جب تک سنگریزے آنا موقوف نہ ہوئے بیٹھا ہی رہا پھر اپنے خاص لوگوں کو بلا کر حکم دیا۔ انہوں نے مسجد کے سب دروازوں کو روک لیا پھر کہا میں ہر شخص کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے پاس والے آدمی کو

---

[١]: ٥/٢٣٤

[٢]: أنساب الأشراف ٤/٢١٠

[٣]: الكامل في التاريخ . ٣/٤٦١

[٤]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام . ١/٣٠٠

پکڑ لے۔ ہرگز ہرگز کوئی یہ نہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرے پاس کون بیٹھا تھا اس کے بعد اپنے لیے ایک کرسی مسجد کے دروازے پر رکھوائی پھر چار چار شخصوں کو بلا کر یہ قسم لی کہ ہم میں سے کسی نے ڈھیلا نہیں مارا۔ جس نے قسم کھائی اسے چھوڑ دیا جس نے قسم نہ کھائی اسے علیحدہ روک رکھا۔ یہ سب تیس آدمی تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نہیں اسی شخص تھے کہ اسی جگہ سب کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے۔

شعبی کہتے ہیں ہم نے زیاد کو غلط کہتے کبھی نہیں سنا اچھی بات ہو یا بری جو وعدہ کرتا اُسے ضرور پورا ہی کر کے چھوڑتا۔[1]

بلاذری[2] نے زیاد کے کوفہ پہنچنے کے بارے میں دو روایات نقل کی ہیں: ایک مختصر اور دوسری تفصیل کے ساتھ، لیکن انہوں نے طبری کی اس روایت کا ذکر نہیں کیا جس میں ہاتھ کاٹنے کا تذکرہ ہے۔ ابن جوزی[3] اور ابن اثیر[4] نے طبری کی روایت کو تقریباً اسی طرح بیان کیا ہے، اور بیاسی[5] نے بھی اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ طبری کی روایت میں ایک شرعی مخالفت بھی پائی جاتی ہے، جس میں زیاد پر بغیر کسی جرم کے نمازیوں کے ہاتھ کاٹنے کا الزام عائد کیا گیا ہے، حالانکہ یہ سزا کسی شرعی جرم کے بغیر جائز نہیں۔

[٧٦] حدثني عمر قال : حدثنا علي ، عن سلمة بن عثمان ، قال : بلغني عن الشعبي أنه قال :

(۔۔۔زیاد کو جب اہل کوفہ نے سنگریزے مارے ہیں تو اس نے مقصورہ مسجد میں بیٹھنا اختیار کیا)[6]

یہ روایت ابن اثیر[7] نے اور بیاسی[8] نے تقریباً اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کی ہے۔ جہاں تک زیاد کے مقصورہ بنانے کا تعلق ہے، تو یہ عراق میں اس عہد کے دوران ہونے والی عمرانی ترقی کے

---

[1]: ٢٣٤/٥ ، ٢٣٥

[2]: أنساب الأشراف ١٩٨ ، ١٩٧/٤

[3]: المنتظم . ٢٢٧/٥

[4]: الكامل في التاريخ . ٤٦٢ ، ٤٦١/٣

[5]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام . ٣٠٠/١

[6]: ٥ / ٢٣٥-٢٣٦

[7]: الكامل في التاريخ . ٤٦٢/٣

[8]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام ١ / ٣٠١-٣٠٢

زمرے میں آتا ہے [1]۔اور یہ محض چند کنکریاں نہیں تھیں، جیسا کہ بعض مؤرخین کا گمان ہے کہ وہ زیاد پر پھینکی گئی تھیں۔اس سے پہلے بیان کردہ امور کے ساتھ ساتھ حفاظتی پہلو بھی شامل کیا جا سکتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب زیاد نے یہ اقدام کیا تو اس کے ذہن میں یہ پہلو بھی موجود تھا۔

زیاد کی صفات:

[٧٧] حدثني عبد الله بن أحمد ، قال : حدثني أبي ، عن سليمان ، قال : حدثني عبد الله ، عن جرير بن حازم ، عن جرير بن يزيد ، قال :

(میں نے زیاد کو دیکھا، اس کے چہرے پر سرخی تھی، اس کی دائیں آنکھ میں کچھ جھکاؤ تھا، اس کی داڑھی سفید اور نوک دار تھی، وہ پیوند لگا ہوا قمیص پہنے ہوئے تھا، اور اپنے خچر پر سوار تھا جس کی لگام کس کر باندھی گئی تھی [2])[3]

یہ خبر ابن جوزی [4] نے اختصار کے ساتھ ذکر کی ہے، اور ابن اثیر [5] نے تقریباً اسی مفہوم کے ساتھ بیان کی ہے۔

زیاد کی بیماری اور وفات:

[٧٨] حدثني عبد الله بن أحمد المروزي ، قال : حدثنا أبي ، قال : حدثني سليمان ، قال : حدثني عبد الله بن المبارك ، قال : أخبرني عبد الله بن شوذب ، عن كثير بن زياد :

(زیاد نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: میں نے عراق کو اپنے بائیں ہاتھ سے قابو میں رکھا ہوا ہے، اور میرا دایاں ہاتھ خالی ہے۔پس معاویہ رضی اللہ عنہ نے یمامہ اور اس کے

---

[1]: عن هذا الجانب انظر ، رمزية عبد الوهاب : إدارة العراق في صدر الإسلام ١٦٤ ، ١٢١؛ د.صالح د.صالح العلي : خطط البصرة ٧٧-٦٦؛ د.هشام جعيط : الكوفة . ٢٧٧

[2]: أرسنها کا مطلب ہے: اس کی لگام کو رَسَن (یعنی رسی) سے مضبوطی سے باندھ دیا تھا۔الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٥٤٩

[3]: . ٢٩٠/٥.

[4]: المنتظم . ٢٦١/٥

[5]: الكامل في التاريخ . ٤٩٤/٣

مضافات بھی اس کے تحت کر دیے [1]۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے خلاف بددعا کی، چنانچہ وہ طاعون میں مبتلا ہوا اور وفات پا گیا۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس کی موت کی خبر ملی تو فرمایا: دور ہو جا اے ابنِ سمیہ! نہ دنیا تیرے لیے باقی رہی اور نہ آخرت تُو نے حاصل کی) [2]

جن مصادر تک میری رسائی ہوئی، ان میں سے صرف طبری نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے العروض کو زیاد کے تحت کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ جہاں تک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے زیاد کی وفات پر موقف کا تعلق ہے، تو اسے ابن جوزی [3] ابن اثیر [4] اور ابن کثیر [5] نے بھی اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس روایت میں ایک منکر خبر ہے، جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں گستاخی کا الزام عائد کرتی ہے، یعنی انہوں نے زیاد کے بارے میں یہ کہا: نہ دنیا تیرے لیے باقی رہی، اور نہ آخرت میں کامیابی پائی۔ یہ بات جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کی گئی ہے، رد کی جاتی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت ثابت ہے۔

[٧٩] حدثني عمر ، قال : حدثني علي ، قال :

(زیاد نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا: میں نے عراق کو اپنے بائیں ہاتھ سے قابو کر لیا ہے، اور میرا دایاں ہاتھ خالی ہے، تو اسے حجاز سے متعلق امور سے بھر دو۔۔۔ جب یہ بات اہلِ حجاز تک پہنچی، تو ان میں سے چند افراد عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، انہوں نے یہ بات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ذکر کی، تو انہوں نے فرمایا: اللہ سے دعا کرو، وہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔ پھر وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے دعا کرنے لگے، اور وہ سب بھی قبلہ کی طرف رخ کر کے دعا کرنے لگے۔ پھر طاعون [6] اس

---

[1]: العروض: کے علاقے کی تعیین میں اختلاف پایا جاتا ہے: بعض کے نزدیک اس میں مدینہ، مکہ اور یمن شامل ہیں، جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ یہ مکہ، طائف اور ان کے گرد و نواح پر مشتمل ہے۔ ایک اور رائے کے مطابق، العروض یمامہ، بحرین، نجد اور غور کے علاقوں پر محیط ہے۔ ياقوت : معجم البلدان . ١١٢/٤

[2]: ٥ / ٢٨٨-٢٨٩

[3]: المنتظم . ٢٦٢/٥

[4]: الكامل في التاريخ . ٤٩٤/٣

[5]: البداية والنهاية . ٦٢/٨

[6]: طاعون کا مطلب ہے وبا۔ ابن منظور : لسان العرب . ٢٦٧/١٣

کے دونوں انگلیوں پر ظاہر ہوا، تو اس نے شریح [1]، جو اس کا قاضی تھا، کو بلایا اور کہا: دیکھو میں اس مرض میں مبتلا ہوا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں اسے کٹوا ڈالو تم کیا مشورہ دیتے ہو، شریح نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ زخم تیرے ہاتھ پر لگے صدمہ تیرے دل کو پہنچے اور اجل قریب آ چکی ہو تو اللہ عزوجل سے دست بریدہ [2] تو ملاقات کرے اور اپنے ہاتھ کو تو نے اس لیے کاٹا ہو کہ اس کی ملاقات سے تو کراہت رکھتا تھا یا اجل میں ابھی تاخیر ہو اور تو اپنے ہاتھ کاٹ چکا ہو تو دست بریدہ ہو کر جئے گا اور اپنی اولاد کو عیب لگائے گا۔ زیاد نے اس کے کٹوانے میں تامل کیا۔

شریح جب اس کے پاس سے نکلے تو سب نے حال پوچھا۔ شریح نے جو مشورہ دیا تھا بیان کر دیا۔ لوگوں نے ان کو ملامت کی۔ کہنے لگے تم نے ہاتھ کاٹنے کا اسے مشورہ کیوں نہیں دیا۔ شریح نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مشورہ دینے والا محل اعتماد ہے [3] ([4]

یہ روایت معمر بن المثنی [5] نے اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کی، اور بلاذری [6] نے بھی اسی طرح بیان کی، جبکہ ابن جوزی [7]، ابن اثیر [8]، البیاسی [9] اور ابن کثیر [10] [1] نے بھی تقریباً اسی مفہوم میں یہ روایت نقل کی۔

---

[1]: شریح کندی، جن کے بارے میں صحابیت کے تعلق سے مختلف آراء ہیں، نے عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے دور میں کوفہ کے قاضی کی حیثیت سے کام کیا۔ وہ قضاء کے منصب پر حجاج کے دور تک قائم رہے اور 78 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر : الإصابة . ٣٣

[2]: الاجذم کا مطلب ہے: وہ شخص جس کے ہاتھ کا کچھ حصہ کٹ چکا ہو یا جس کے ناخن غائب ہوں۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٤٠٤

[3]: الاحوذي (٨/ ٨٨-٨٩) نے یہ روایت بیان کی، اور بخاری نے اسے الادب المفرد میں نقل کیا، جبکہ علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا۔ صحيح الأدب المفرد . ١١٣

[4]: ٢٨٩/٥

[5]: النقائض . ٦٢٠/٢

[6]: أنساب الأشراف . ٢٧٧ ، ٢٧٦/٤

[7]: المنتظم ٥ / ٢٦١-٢٦٢

[8]: الكامل في التاريخ ٣ / ٤٩٣-٤٩٤

[9]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام . ٣١٤/١

[10] [1]: البداية والنهاية . ٦٢/٨

[٨٠] حدثني عمر ، قال : حدثنا زهير ، قال : حدثنا وهب ، قال : حدثني أبي ، عن محمد بن إسحاق ، عن محمد بن الزبير ، عن فيل مولى زياد ، قال :

(زیاد نے عراق پر پانچ سال حکمرانی کی، پھر ۵۳ ہجری میں وفات پا گئے)[1]

یہ خبر بخاری[2] نے فیل مولیٰ زیاد کے ذریعے اسی مفہوم کے ساتھ روایت کی، اور ابن عساکر[3] نے اسے مفصل طور پر فیل مولیٰ زیاد کے ذریعے نقل کیا۔ ابن ناصر الدین[4] نے بھی اسے اسی کے مثل ذکر کیا۔

③ عبداللہ بن خالد بن اسید[5] کی ولایت (۵۳-۵۵ ہجری):

[٨١] حدثني عمر بن شبة ، قال : حدثني علي ، قال :

(زیاد کی وفات[6] کے بعد، کوفہ کا والی عبداللہ بن خالد بن اسید بنائے گئے)[7]

④ ضحاک بن قیس الفہری کی ولایت (۵۵-۵۸ ہجری):

[٨٢] قال الطبري :

(اور اسی سال[8] معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن خالد بن اسید کو کوفہ سے معزول کیا اور اس کی جگہ ضحاک بن قیس الفہری کو والی مقرر کیا)[9]

⑤ عبدالرحمن بن عبداللہ الثقفی (ام الحکم کے بیٹے) کی ولایت (۵۸-۵۹ ہجری):

---

[1]: ٢٨٨/٥ .

[2]: التاريخ الكبير . ١٤٠/٧

[3]: تاريخ دمشق . ٥٠٦/٦

[4]: توضيح المشتبه . ١٤٢/٧

[5]: عبداللہ بن خالد بن اسید بن ابی العیص، جو کہ زیاد کے دور میں فارس کے والی تھے، بعد میں زیاد کی وفات پر کوفہ کے والی مقرر کیے گئے۔ وہی شخص تھے جنہوں نے زیاد کی نماز جنازہ پڑھی۔

[6]: سنة ٥٣هـ .

[7]: ٢٩١/٥ .

[8]: سنة ٥٥هـ ، وقيل : سنة ٥٤هـ . الطبري : التاريخ . ٢٩٨/٥

[9]: ٣٠٠/٥ .

[۸۳] قال الطبري :

(اور اسی سال معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی حکومت عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان بن ربیعہ الثقفی کو سونپی، جو ام الحکم (معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی بہن) کے بیٹے تھے، اور ضحاک بن قیس کو معزول کر دیا)

[۸۴] قال الطبری:

(پھر اہل کوفہ نے عبدالرحمن بن ام الحکم کو نکال دیا، تو ہشام بن محمد سے روایت ہوا، انہوں نے کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن ام الحکم کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، لیکن اس نے لوگوں کے ساتھ برا سلوک کیا، تو انہوں نے اسے نکال دیا۔ پس وہ اپنے ماموں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھے اس سے بہتر ولایت (مصر) عطا کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے مصر کا والی مقرر فرما دیا، اور وہ اس کی جانب رختِ سفر باندھ کر چل دیا۔ اور یہ خبر معاویہ بن حدیج سکونی رضی اللہ عنہ [1] تک پہنچی پس، وہ (ابن ام الحکم) روانہ ہوا تو معاویہ بن حدیج سکونی رضی اللہ عنہ نے مصر سے دو منزلیں دور جا کر اس کا استقبال کیا، اور کہا: واپس اپنے ماموں کے پاس لوٹ جاؤ۔ خدا کی قسم! ہم تمہیں اپنے ہاں وہ طریقہ اختیار کرنے نہیں دیں گے جو تم نے اہلِ کوفہ کے ساتھ روا رکھا تھا) [2]

یہ خبر ابن عساکر [3]، ابن الجوزی [4]، ابن الاثیر [5]، البیاسی [6] اور ابن کثیر [7] نے بیان کی ہے، اور ان سب نے طبری کی روایت کے مانند ہی نقل کی ہے۔

اور یہ خبر اپنے اندر اپنے جھوٹ اور بطلان کا واضح ثبوت سموئے ہوئے ہے۔ یہ اہلِ ہوا و بدعت

---

[1]: معاویہ بن حدیج سکونی رضی اللہ عنہ ایک صحابیِ رسول تھے۔ انہوں نے جنگ یرموک میں شرکت کی، مصر کی فتح میں حصہ لیا، اور مغرب (شمالی افریقہ) کے غزوات میں بھی شریک رہے۔ ان کی وفات 52 ہجری میں ہوئی۔ امام بخاری نے ان سے تعلیقاً (بغیر سند کے) روایت کی ہے، جبکہ ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ ابن عبد البر : الاستيعاب ١٤١٣/٣؛ المزي : تهذيب الكمال ١٦٣/٢٨؛ الذهبي : سير أعلام النبلاء. ٣٧/٣

[2]: ٣١٢/٥

[3]: تاريخ دمشق (مخطوط) ٢٥/١٠

[4]: المنتظم ٢٩٢/٥

[5]: الكامل في التاريخ ٥١٥/٣-٥١٦

[6]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام ٣٤٦/١

[7]: البداية والنهاية ٨٢/٨

کے اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کے کردار کی ایک کھلی مثال ہے، کیونکہ یہ روایت ہشام بن محمد کلبی کے گرد گھومتی ہے، جو ایک متروک (نا قابل اعتماد) راوی اور رافضی[1] ہے۔ اس نے اس روایت میں نادانستہ طور پر اپنا ہی پردہ فاش کر دیا ہے، کیونکہ معاویہ بن حدیج سکونی رضی اللہ عنہ ۵۲ ہجری میں وفات پا چکے تھے، یعنی اُس وقت جب زیاد بن ابیہ عراق کے گورنر تھے، اور اس سے بھی پہلے کہ عبدالرحمن بن ام الحکم کوفہ کا والی بنتا۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن ام الحکم کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا تھا، کیونکہ اس نے اہل ذمہ میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام احمد بن حنبل[2] نے صحیح سند[3] کے ساتھ نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا: مجھ سے ہارون بن معروف نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے مطرف سے، انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن سعید نے خبر دی کہ:

(۔۔۔ پھر ابن الحکم کو معزول کر دیا گیا جب اس نے صلوبا کے بیٹے[4] کو قتل کر دیا تھا۔ [سفیان بن عیینہ[5] کہتے ہیں] سلیمان بن ابی المغیرہ عبسی[6] نے بیان کیا کہ میں نے

---

[1]: ابن حجر : لسان الميزان ١٩٦/٦

[2]: العلل ومعرفة الرجال ٢٤/٢-٢٥

[3]: اس سند کا پہلے ہی مطالعہ کیا جا چکا ہے۔

[4]: اصل عبارت میں ابن ابن صلوبا (صلوبا کے پوتے) تھا، جبکہ صحیح عبارت بحوالہ بخاری کی التاریخ الکبری ٣٣٥ / ٦ اور ابن عساکر کی تاریخ دمشق، ٢٤ / ١٠ کے مطابق ابن صلوبا (صلوبا کے بیٹے) ہے۔

[5]: یہ اضافہ سیاق و سباق کے تقاضوں کے مطابق ہے، اور ابن عساکر نے اپنی مذکورہ کتاب تاریخ دمشق ٢٤ / ١٠ میں اسے نقل کیا ہے۔

[6]: سلیمان بن ابی المغیرہ العبسی صدوق راوی ہیں۔ ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ ابن حجر نے التقریب ٢٥٤ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

ثابت بن عبید [1] سے سنا، وہ کہتے تھے: میں نے صلوبا [2] کو دیکھا، ایک سفید بالوں اور داڑھی والے بزرگ تھے۔ انہوں نے کہا: اے مسلمانو کے گروہ! کیا میں نے تم سے اور عمر (رضی اللہ عنہ) سے ایسی ہی حالت میں صلح کی تھی؟ تو لوگوں نے کہا: تمہاری ذمہ داری ختم ہو گئی، تمہاری ذمہ داری ختم ہو گئی! پھر وہ قصر (گورنر ہاؤس) کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے دروازہ ان کے سامنے بند کر لیا۔ [پھر عبدالرحمن کے پاس کچھ لوگ آئے [3]] اور ان سے کہا: 'اگر وہ تمہیں پکڑ لیں گے تو تمہیں قتل کر دیں گے۔' چنانچہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔

سندِ روایت: سفیان بن عیینہ-سلیمان بن ابی المغیرہ-ثابت بن عبید۔ یہ سند حسن ہے۔ نیز، میں ابن صلوبا کے قتل کی وجہ بیان کرنے والی کوئی صحیح روایت تک نہیں پہنچ سکا۔

٦ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی گورنری (٥٩-٦٠ ہجری):

[٨٥] قال الطبری :

اور اسی سال [4] عبدالرحمن بن ام الحکم کو کوفہ سے معزول کر دیا گیا، اور ان کی جگہ نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ [5]

پچھلی روایات میں زیاد بن ابیہ کے بعد کوفہ کے گورنروں کا ذکر آیا ہے، جن میں عبداللہ بن خالد بن اسید (نائب کے طور پر)، پھر ضحاک بن قیس، پھر عبدالرحمن بن ام الحکم، اور پھر نعمان بن بشیر

---

[1]: ثابت بن عبید الانصاری ثقہ راوی ہیں۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام مسلم و اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) نے ان سے روایات لی ہیں۔ ابن حجر : التقریب . ١٣٢

[2]: اصل عبارت میں ابن ابن صلوبا لکھا ہے، جبکہ صحیح عبارت ابن عساکر کے مطابق صلوبا بن نسطونا ہے، جو قس الناطف کا رہنے والا تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے 12 ہجری میں اس سے صلح کی تھی اور اسے امان نامہ دیا تھا۔ امان نامہ میں یہ الفاظ تھے: (بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ خالد بن ولید کی طرف سے صلوبا بن نسطونا اور اس کی قوم کے لیے تحریر ہے۔ میں نے تم سے جزیہ اور حفاظت کا معاہدہ کیا ہے۔۔۔ تمہیں ذمہ اور حفاظت حاصل ہوگی۔ اگر ہم تمہیں حفاظت دیں تو تم پر جزیہ واجب ہوگی، ورنہ نہیں جب تک ہم تمہیں حفاظت نہ دیں۔۔۔)۔ قس الناطف کوفہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ تاریخ دمشق ٢٤/١٠؛ الطبري : التاريخ ٣٦٨ ، ٣٦٧/٣؛ ياقوت : معجم البلدان . ٣٤٩/٤

[3]: یہ اضافہ سیاق و سباق کے تقاضے کے مطابق ہے، اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (مخطوط) ٢٤/١٠ پر اسے درج کیا ہے۔

[4]: سنة ٥٩هـ .

[5]: ٣١٥/٥

شامل ہیں۔ اکثر تاریخی [1] مصادر نے اسی ترتیب کو بیان کیا ہے۔لیکن یہ ترتیب ایک صحیح روایت [2] سے متصادم ہے جو احمد بن حنبل [3] نے عمیر بن سعید کے طریقے سے نقل کی ہے۔انہوں نے کہا:

(۔۔۔پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمارے اوپر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا، پھر مغیرہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے زیاد کو مقرر کیا۔پھر زیاد کا انتقال ہو گیا تو ابن ام الحکم کو گورنر بنایا گیا۔پھر ابن ام الحکم کو اس وقت معزول کر دیا گیا جب اس نے ابن صلوبا کو قتل کر دیا۔۔۔ اس کے بعد ضحاک بن قیس کو مقرر کیا گیا۔۔۔ پھر ضحاک کو ہٹا کر ہمارے پاس نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال اسی دوران ہو گیا جب نعمان ہمارے گورنر تھے)

دوسرا: بصرہ کے گورنر

(۱) بسر بن ارطاہ رضی اللہ عنہ کی گورنری (41ہجری):

[۸٦] قال الطبری :

(اور اسی سال [4] حمران بن ابان [5] نے بصرہ پر قبضہ کر لیا،تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر رضی اللہ عنہ کو اس کی طرف روانہ کیا، اور اسے بنو زیاد کو قتل کرنے کا حکم دیا) [6]

[۸۷] قال الطبری : حدثني عمر بن شبة ، قال : حدثني علي بن محمد قال:

---

[1]: خليفة بن خياط : التاريخ ٢٤ ، ٢١٩؛ البلاذري : أنساب الأشراف ١٦١/٤؛ ابن الجوزي : المنتظم ٢٧٩/٥-٢٩٠؛ ابن الأثير : الكامل في التاريخ ٥١٥/٣-٥٢١؛ الذهبي : تاريخ الإسلام (عهد معاوية) ١٥٥-١٦٢؛ ابن كثير : البداية والنهاية ٦٧/٨، ٧١، ٨٢، ٩٤

[2]: اس روایت کی سند پہلے ہی مطالعہ کی جا چکی ہے۔

[3]: العلل ومعرفة الرجال ٢٥ ، ٢٤/٢

[4]: سنة ٤١هـ.

[5]: حمران بن ابان، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام، عین التمر کے قیدیوں میں سے تھے، 75ہجری کے بعد وفات پائی، جماعت (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے ان سے روایات لی ہیں۔ المزي : تهذيب الكمال . ٣٠١/٧

[6]: ١٦٧/٥

(جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے سن ۴۱ ہجری کے آغاز میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر لی تو حمران بن ابان نے بصرہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنو قین [1] کے کسی شخص کو وہاں بھیجنے کا ارادہ کیا، لیکن عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں ایسا نہ کرنے اور کسی اور کو بھیجنے کی سفارش کی۔ چنانچہ انہوں نے بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بسر کو بنو زیاد کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا)
حمران بن ابان کے بصرہ پر حملے کی خبر ابن الجوزی [2]، ابن الاثیر [3]، البیاسی [4] اور ابن کثیر [5] نے طبری کی روایت کے مطابق نقل کی ہے۔
اس خبر میں واضح تضاد پایا جاتا ہے۔ حمران جو بنو امیہ [6] کے حامی کے طور پر جانا جاتا تھا، وہ حسن رضی اللہ عنہ کے معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اقتدار چھوڑنے کے بعد بصرہ پر کیسے حملہ آور ہوا؟ اس کے پاس کون سی طاقت تھی جو اس نے ایسا اقدام کرنے کی جسارت کی؟ پھر کیسے اچانک اس کا ذکر سامنے آیا اور اچانک ہی غائب ہو گیا، جبکہ اس کے اس فعل کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا؟
اس کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ حمران بن ابان کا بصرہ پر حملہ ۴۱ ہجری میں نہیں بلکہ ۷۱ ہجری میں ہوا تھا، بالخصوص مصعب بن زبیر رحمہ اللہ کے قتل کے بعد، جو ان کے بھائی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے عراق کے گورنر تھے، اور یہ واقعہ عبداللہ بن زبیر اور عبدالملک بن مروان کے درمیان فتنے کے دوران پیش آیا تھا [7]۔
اور اس تفسیر کی تائید روایت نمبر [۸۷] اور پچھلی روایت - جس کے واقعات ۷۱ ہجری میں پیش آئے تھے - کے ایک ہی سند سے مروی ہونے سے بھی ہوتی ہے۔

[۸۸] حدثني مسلمة بن محارب ، قال :
بنی زیاد میں سے کچھ لوگوں کو پکڑ [8] کر قید کر دیا گیا - اس وقت زیاد فارس میں تھے،

---

[1]: بنو القین: قضاعہ قبیلے کا ایک خاندان تھا۔ ابن حزم : جمهرة أنساب العرب . ٤٥٤
[2]: المنتظم . ١٨٦/٥
[3]: الكامل في التاريخ . ٤١٤/٣
[4]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام . ٢٢٦/١
[5]: البداية والنهاية . ٢٢/٨
[6]: الطبري : التاريخ ١٦٥/٦؛ المزي : تهذيب الكمال .٣٠٥/٧-٣٠٦
[7]: انظر الطبري : التاريخ ١١٩/٦-١٥١
[8]: بسر بن أرطأة رضي الله عنه .

حضرت علی علیہ السلام نے انہیں وہاں کے باغی کردوں کے خلاف بھیجا تھا جنہوں نے فارس میں بغاوت کی تھی۔ زیاد نے ان پر فتح پائی اور اصطخر میں قیام کیا۔ راوی کہتے ہیں: ابوبکرہ رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ پہنچے جو اس وقت کوفہ میں تھے، انہوں نے بسر کے لیے مہلت مانگی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک ہفتے کی مہلت دی (آنے جانے کے لیے)۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سات دن تک سفر کرتے رہے، اس دوران ان کی دو سواری مر گئیں۔ آخر انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنی زیاد کو چھوڑ دینے کا حکم لکھ بھیجا۔ [١]

[٨٩] حدثني أحمد بن زهير ، قال : حدثنا علي ، قال : أخبرني شيخ من ثقيف ، عن بسر بن عبيد الله ، قال :

(ابوبکرہ رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ آئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: اے ابوبکرہ، کیا تم ملاقات کے لیے آئے ہو یا کوئی ضرورت تمہیں ہمارے پاس لائی ہے؟

انہوں نے جواب دیا: میں بے مقصد نہیں آیا، میں صرف ایک ضرورت کے تحت آیا ہوں!

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوبکرہ! سفارش کرو، ہم تمہیں اس کے لیے فضیلت دیتے ہیں، اور تم اس کے اہل بھی ہو۔ تو (تمہاری) بات کیا ہے؟

انہوں نے کہا: میرے بھائی زیاد کو امان دے دو، اور بسر کو خط لکھو کہ وہ ان کے بیٹوں کو چھوڑ دے اور ان کے ساتھ کوئی تعرض نہ کرے۔

تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بنی زیاد کے بارے میں ہم تمہاری درخواست کے مطابق لکھ دیں گے، لیکن زیاد کے معاملے میں (بات یہ ہے کہ) اس کے پاس مسلمانوں کا مال ہے۔ جب وہ اسے ادا کر دے گا تو ہمارے لیے اس پر کوئی گرفت کا راستہ نہیں رہے گا۔

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر اس کے پاس کچھ ہے تو ان شاء اللہ وہ آپ سے روکے گا نہیں۔ چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے لیے بسر

---

[١]: ١٦٧/٥

رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط لکھا کہ وہ زیاد کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعرض نہ کرے۔

تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: 'کیا تم ہمیں ایک وعدہ دو گے، اے ابوبکرہ؟

انہوں نے جواب دیا: ہاں، میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں اے امیر المؤمنین! کہ آپ اپنی اور اپنی رعایا کی بھلائی کا خیال رکھیں گے اور نیک عمل کریں گے۔ بے شک آپ نے ایک عظیم ذمہ داری، اللہ کی مخلوق میں اس کی خلافت کا منصب سنبھالا ہے۔ سو اللہ سے ڈریں، کیونکہ آپ کی ایک انتہا ہے جس سے آپ تجاوز نہیں کر سکتے۔ آپ کے پیچھے ایک تعجیل کرنے والا طالب (موت) ہے۔ قریب ہے کہ آپ اپنی منزل تک پہنچ جائیں، تو وہ طالب آپ کو جا لے گا۔ پھر آپ اس کے حضور پیش ہوں گے جو آپ سے آپ کے اعمال کے بارے میں پوچھے گا، حالانکہ وہ آپ سے بھی زیادہ آگاہ ہے۔ یہ تو محاسبہ اور روک تھام [1] کا دن ہوگا۔ پس اللہ عزوجل کی رضا کو کسی چیز پر ترجیح نہ دیں) [2]

پچھلی روایات میں بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی بصرہ پر گورنری کا ذکر آیا ہے۔ ابن الاثیر [3] اور البیاسی [4] نے بصرہ پر بسر رضی اللہ عنہ کی گورنری کے واقعات طبری کی روایت کے مطابق بیان کیے ہیں، جبکہ ابن کثیر [5] نے انہیں مختصراً ذکر کیا ہے۔

رہی بات بسر بن ارطاہ رضی اللہ عنہ کے زیاد کے بیٹوں کے ساتھ تعرض کی، تو میں نے اس کی تصدیق کرنے والی کوئی صحیح روایت نہیں پائی۔

حالانکہ یہ خبر مسلم معاشرے، صحابہ کرام کے معاشرے اور قرونِ فاضلہ کے اس معاشرے کی حقیقت کے بالکل خلاف ہے، جو نیکی کا حکم دیتا تھا اور برائی سے روکتا تھا۔

۲ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی گورنری (۴۱-۴۴ ہجری)

[۹۰] قال الطبری :

---

[1] توقیف: وضاحت کرنا/ بیان کرنا۔ ابن منظور : لسان العرب . ۳٦۱/۹

[2]: ١٦٩/٥

[3]: الكامل في التاريخ . ٤١٤/٣

[4]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام . ٢٢٦/١

[5]: البداية والنهاية . ٢٢/٨

اور اسی سال[1] معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا، جبکہ سجستان[2] اور خراسان[3] کی جنگی مہمات جاری تھیں۔[4]

[٩١] حدثني أبو زيد ، قال : حدثنا علي قال :

(معاویہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ابی سفیان کو بصرہ کا گورنر بنانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو کر کے کہا: میرے بصرہ میں اموال اور امانتیں ہیں، اگر آپ مجھے وہاں نہ بھیجیں گے تو سب ضائع ہو جائیں گے۔ چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا، اور وہ ۴۱ ہجری کے آخر میں بصرہ پہنچے، جبکہ خراسان اور سجستان بھی ان کے زیر انتظام تھے۔۔۔)[5]

یہ خبر ابن الجوزی[6]، ابن الاثیر[7] اور ابن کثیر[8] نے طبری کی روایت کے مطابق بیان کی ہے۔ رہی بات عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو ذاتی وجوہات کی بنا پر بصرہ کا والی مقرر کرنے کی، تو اس کی تصدیق کرنے والی کوئی صحیح روایت موجود نہیں۔ البتہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا عبداللہ بن عامر کا انتخاب ان کی سابقہ تجربہ کی بنیاد پر تھا، کیونکہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ[9] کے دور میں بصرہ کی گورنری اور سجستان و خراسان کی جنگی مہمات میں خدمات انجام دے چکے تھے۔ معاویہ رضی اللہ

---

[1]: سنة ٤١هـ.

[2]: سجستان: ایک وسیع صوبہ جو ہرات کے جنوب میں واقع تھا۔ یہ موجودہ دور میں افغانستان کے جنوب مغربی صوبوں میں سے ایک ہے جسے (نیمروز) کہا جاتا ہے، اور اس کا دار الحکومت شہر (زرنج) ہے جو افغان دار الحکومت کابل سے تقریباً 934 کلومیٹر دور ہے۔ ياقوت : معجم البلدان ١٩٠/٣؛ د.محمد أمان صافي : بست وسيستان ، ١١٨-١١٦ . ١٤٧

[3]: خراسان: ایک وسیع خطہ ہے جو مغرب میں اس علاقے اور جبال و جرجان کے درمیان صحرا، جنوب میں فارس کو جدا کرنے والے صحرا، مشرق میں سجستان اور ہند کے علاقوں، اور شمال میں ماوراء النہر کے علاقوں سے گھرا ہوا ہے۔ موجودہ دور میں خراسان شمال مشرقی ایران اور شمال مغربی افغانستان (دریائے جیحون تک) پر مشتمل ہے۔ أبو الفداء : تقويم البلدان ٤٤١؛ لسترنج : بلدان الخلافة ، ١٦ خارطة . ١

[4]: ١٧٠/٥.

[5]: ١٧٠/٥.

[6]: المنتظم ١٨٦/٥- ١٨٧

[7]: الكامل في التاريخ . ٤١٦/٣

[8]: البداية والنهاية . ٢٢/٨

[9]: عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اپنی پہلی گورنری (بصرہ) کے دوران فارس، کرمان، سجستان اور خراسان فتح کیے، پھر 32 ہجری میں خراسان کے شہر نیشاپور سے عمرہ کا احرام باندھا تاکہ اللہ کا شکر ادا کریں۔ الطبري : التاريخ . ٣١٤/٤

عنہ نے محض اہلِ خانہ کو ذمہ داری سونپنے کے بجائے، صحیح شخص کو صحیح مقام پر فائز کیا۔

[۹۲] قال الطبری :

(اور اسی سال [1] معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر دیا) [2]

[۹۳] قال الطبری :

(اس کی وجہ یہ تھی کہ ابن عامر رضی اللہ عنہ نرم دل اور سخی انسان تھے، وہ بیوقوفوں کو روکنے ٹوکنے کا کام نہیں کرتے تھے۔ اس لیے ان کے معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بصرہ میں کام کرنے کے دوران وہاں بدانتظامی پھیل گئی) [3]

[۹۴] حدثني عمر بن شبة ، قال : أخبرنا (خلاد) [4] بن يزيد الباهلي ،قال :

(ابن عامر رضی اللہ عنہ نے زیاد کے پاس لوگوں کے فساد اور برائی کے پھیلنے کی شکایت کی۔ زیاد نے کہا: ان کے خلاف تلوار استعمال کرو۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: 'میں ان کی اصلاح اپنی ذات کے فساد کے ذریعے نہیں کرنا چاہتا) [5]

پچھلی روایات میں عبداللہ بن عامر کے کوفہ سے معزول ہونے کا ذکر آیا ہے، اور یہ روایات ابن الاثیر [6]، البیاسی [7] اور ابن کثیر [8] نے طبری کی روایت کے مطابق نقل کی ہیں۔

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بارے میں قابلِ قبول بات یہ ہے کہ انہیں بصرہ سے اس وقت تک نہیں ہٹایا گیا جب تک انہوں نے وہاں تین سال گزار کر اسلامی فتوحات کو سجستان اور خراسان میں مضبوطی سے جمانہ دیا۔ درحقیقت، عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اس محاذ پر ان کی

---

[1]: سنة ٤٤هـ.

[2]: ٢١٢/٥

[3]: ٢١٢/٥

[4]: اصل عبارت میں ہے: ہمیں یزید الباہلی نے خبر دی، جبکہ صحیح عبارت مزی کی تهذيب الكمال ٣٨٧/٢١ کے مطابق ہے۔

[5]: ٢١٢/٥

[6]: الكامل في التاريخ . ٤٤١-٣/٤٤٠.

[7]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام . ٢٨٢-١/٢٨٠

[8]: البداية والنهاية ٢٧/٨

فوجی مہارت سے فائدہ اٹھانے کے لیے تعینات کیا گیا تھا۔ جب انہوں نے اپنا کام پورا کر دیا اور انتظامی امور کو سنبھالنے کے لیے ایک ایسے قائد کی ضرورت محسوس ہوئی جو حکمرانی کی صلاحیت رکھتا ہو، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی اس میدان میں کمزوری محسوس کی۔ چنانچہ انہوں نے فوراً انہیں عہدے سے ہٹا کر کسی اور کو مقرر کر دیا۔

③ حارث بن عبداللہ ازدی رضی اللہ عنہ کی گورنری (۴۵ ہجری)

[۹۵] حدثني عمر ، قال : حدثني علي بن محمد ، قال :

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو معزول فرما کر ۴۵ ہجری کے آغاز میں حضرت حارث بن عبداللہ ازدی رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں چار ماہ تک حکومت کی، پھر آپ کو بھی معزول کر دیا گیا۔ دراصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو زیاد بن ابیہ کے لیے راستہ صاف کرنے کے لیے معزول فرمایا تھا، چنانچہ انہوں نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو ایک عارضی انتظام کے طور پر مقرر فرمایا تھا (جیسے دوڑ میں فیصلہ کن تیسرا گھوڑا ہوتا ہے [۱])۔ آخر کار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی معزول فرما کر زیاد بن ابیہ کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا۔[۲]

یہ خبر ابن الاثیر [۳] اور بیاسی [۴] نے طبری کی روایت کے مطابق بیان کی ہے۔

اور اس روایت میں اخباریوں کی بدگمانی پر مبنی تاویلات کا ایک اور نمونہ موجود ہے، جہاں انہوں نے حارث بن عبداللہ ازدی کو فرس محلل سے تشبیہ دی ہے۔

④ زیاد بن ابیہ کی بصرہ پر گورنری (۴۵ھ تا ۵۳ھ)

[۹۶] حدثني عمر ، قال : حدثنا علي ، قال : حدثنا بعض أهل العلم :

---

[۱]: الفرس المحلل گھوڑوں میں سے وہ تیسرا گھوڑا ہے جو دوڑ کے شرط (ریس) میں شامل کیا جاتا ہے۔ صورت حال یہ ہوتی ہے کہ دو آدمی آپس میں دو گھوڑوں پر شرط لگاتے ہیں، پھر ایک تیسرا شخص اپنا گھوڑا ان کے ساتھ دوڑ کے لیے بھیجتا ہے لیکن شرط نہیں لگاتا۔ اگر پہلے دو میں سے کوئی ایک گھوڑا جیت جائے تو وہ اپنی اور ساتھی کی شرط لے لیتا ہے، اور تیسرے گھوڑے کی وجہ سے یہ اس کے لیے حلال ہوتا ہے۔ اگر المحلل (تیسرا گھوڑا) جیت جائے تو وہ دونوں شرطیں لے لیتا ہے، اور اگر وہ پیچھے رہ جائے تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔

[۲]: ۲۱٦/٥

[۳]: الكامل في التاريخ ٤٤٧/٣

[۴]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام ٢٨٢/١

چنانچہ زیاد، سلمان بن ربیعہ الباہلی [1] کے گھر میں ٹھہرا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس وائل بن حجر الحضری [2] رضی اللہ عنہ ابو ہنیدہ کو بھیجا اور ان سے کہا: اس کے حالات کا پتا لگاؤ۔ پس وہ اس کے پاس آئے، لیکن اس سے کچھ حاصل نہ کر سکے۔ پھر وہ وہاں سے نکل کر مغیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جانے لگے، اور وہ ایک زاجر [3] (فال نکالنے والے) تھے، تو انہوں نے ایک کوا دیکھا جو کائیں کائیں کر رہا تھا، چنانچہ وہ زیاد کے پاس واپس آئے اور کہا: اے ابو مغیرہ! یہ کوا تجھے کوفہ سے روانہ کر رہا ہے۔ پھر وہ مغیرہ کے پاس واپس چلے گئے، اور اسی دن معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاصد زیاد کے پاس آیا کہ: بصرہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ [4]

یہ خبر دینوری [5]، ابن الجوزی [6]، اور ابن کثیر [7] نے بھی تقریباً طبری کی روایت کی طرح نقل کی ہے، لیکن انہوں نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ پر زجر (پرندوں کے ذریعے فال نکالنے) کے الزام کا ذکر نہیں کیا۔

اور اس خبر میں صحابیِ رسول وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے عقیدے پر طعن ہے، کیونکہ اس میں اُن کی طرف جاہلیت کے ایک عمل - زجر - کی نسبت کی گئی ہے۔ لیکن یہ خبر، اپنی سند کے ضعیف ہونے کے علاوہ، اس بنیاد پر بھی مردود ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عدالت قطعی

---

[1]: سلمان بن ربیعہ الباہلی کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ انہوں نے شام کی فتوحات میں شرکت کی، پھر عراق میں آ بسے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ارمنیہ کے محاذ پر امیر مقرر ہوئے، اور سنہ 30 ہجری سے کچھ پہلے یا کچھ بعد میں شہید ہوئے۔ ابن حجر : الإصابة . ١٣٩/٣

[2]: وائل بن حجر الحضرمی ایک صحابی ہیں، جو حضرموت کے شاہزادوں میں سے تھے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی عزت افزائی کی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین کے معرکے میں شریک ہوئے۔ بعد میں وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی وفد کی حیثیت سے گئے تو انہوں نے بھی ان کی تکریم کی۔ ابن الأثير : أسد الغابة . ٦٥٩/٤

[3]: وائل بن حجر الحضرمی ایک صحابی ہیں، جو حضرموت کے شاہزادوں میں سے تھے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی عزت افزائی کی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین کے معرکے میں شریک ہوئے۔ بعد میں وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی وفد کی حیثیت سے گئے تو انہوں نے بھی ان کی تکریم کی۔ ابن الأثير : أسد الغابة . ٦٥٩/٤

[4]: ٢١٦/٥-٢١٧

[5]: الأخبار الطوال ٢١٩

[6]: المنتظم ٢١٢/٥

[7]: البداية والنهاية ٢٩/٨

طور پر ثابت ہے، اور وہ شرک کے تمام راستے بند کرنے اور توحید کے دامن کی حفاظت کرنے میں سب لوگوں سے بڑھ کر حریص تھے۔

[۹۷] حدثني عمر ، قال : حدثنا علي ، قال : حدثنا مسلمة والهذلي وغيرهما :

(معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو بصرہ، خراسان اور سجستان پر عامل مقرر کیا، پھر اس کے لیے ہندوستان[۱]، بحرین اور عمان کو بھی جمع کر دیا۔ وہ آخر ربیع الآخر- یا یکم جمادی الاول- سنہ ۵ ہجری میں بصرہ آیا۔ اس وقت بصرہ میں فسق[۲] وفجور عام اور نمایاں تھا۔ چنانچہ اس نے ایک خطبہ دیا جو خطبۂ بتراء[۳] کہلایا، کیونکہ اس میں اللہ کی حمد نہیں کی گئی۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ اس نے اللہ کی حمد کی تھی اور یوں کہا تھا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اُس کے انعامات اور احسانات پر۔ ہم اُس سے اپنی نعمتوں میں مزید طلب کرتے ہیں۔ اے اللہ! جس طرح تُو نے ہمیں نعمتیں عطا فرمائیں، ہمیں اُن پر شکر کی توفیق بھی عطا فرما۔

سنو! سخت جہالت اندھا دھند گمراہی اور بدکاری[۴] جو دوزخ کو ہمیشہ کے لیے مشتعل کر دیتی ہے۔ یہ وہی امور عظیم ہیں جو تم میں سے نالائق لوگ کر گزرتے ہیں اور عقلا کو بھی لپیٹ لیتے ہیں بوڑھے ان افعال سے پرہیز نہیں کرتے بچے وہی باتیں سیکھتے جاتے ہیں۔ تم نے تو جیسے آیات ربانی کو سنا ہی نہیں اللہ کی کتاب کو پڑھا ہی نہیں یہ جانتے ہی نہیں کہ اللہ نے اطاعت گزاروں کے لیے کیسا ثواب اور گناہگاروں کے لیے کس قدر عذاب سرمدی[۵] مہیا کیا ہے جس سے چھٹکارا ہی نہیں کیا تم بھی ان لوگوں میں سے ہو جن

---

[۱]: یہاں ثغر الہند سے مراد ہندوستان کی سرحدی یا ساحلی علاقے ہیں۔

[۲]: الفسق : الفجور . الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١١٨٥

[۳]: جاحظ نے کہا: اور یہ کہ سلف صالح کے خطباء، اور تابعینِ کرام جو حسنِ عمل میں مشہور تھے، ہمیشہ اس خطبہ کو بتراء کہتے تھے جس میں خطیب نے ابتدا میں اللہ کی تعریف (تحمید) نہ کی ہو، بلکہ اس کی جگہ عظمت کا ذکر (تمجید) کیا ہو۔

[۴]: الفجر: گناہوں اور زنا میں بے لگام ہو جانا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٥٨٤

[۵]: السَّرمد: دائمی، ہمیشہ رہنے والا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٣٦٧

کی آنکھوں میں حرص دنیا نے خاک جھونک دی[1]۔ جن کے کانوں میں ہوس وخواہش نے ٹھیٹھیاں دے دیں جنہوں نے باقی کو چھوڑ کر فانی کو پسند کیا۔ دیکھتے نہیں کہ تم نے اسلام میں وہ بدعت کی جو پہلے کسی نے نہ کی تھی۔ خرابات[2] کھلے رہنے دیئے کمزور بیچاروں کو دن دہاڑے لٹنے دیا۔ جن کی گنتی کچھ کم نہیں ہے کیا باغیوں کو دن کی لوٹ مار اور رات کی شب گردی[3] سے روکنے والے تم میں نہ تھے۔ قرابت کا تم نے خیال کیا اور دین سے دور رہے۔ کوئی عذر تو نہیں اور معذور بنتے ہوٗ اچکوں[4] کی پردہ پوشی کرتے ہو۔

تم میں سے ہر شخص ایک نالائق کی پیچ کرتا ہے جیسے کسی کو نہ عذاب کا ڈر ہو نہ قیامت کا اندیشہ۔ نالائقوں کے نقش قدم پر چلے تو پھر تم کہاں کے لائق رہے۔ تم ان کو اپنی پناہ میں اس طرح لیے رہے کہ انہوں نے اسلام کی ہتک عزت کی اور پھر تمہارے پس پشت گوشہ رسوائی میں آ کر چھپ رہے جب تک میں ان کی جائے پناہ[5] کو ڈھا نہ لوں اور جلا کر خاک نہ کر ڈالوں مجھے کھانا پینا حرام ہے میں دیکھتا ہوں کہ اس امر کا انجام اسی طرح ہوگا جس طرح آغاز ہوا۔ نرمی کی جائے گی مگر ایسی جس میں کمزوری نہ ثابت ہو۔ سختی کی جائے گی مگر ایسی کہ جس میں جبر وتعدی نہ ہو۔ واللہ میں غلام کا مواخذہ آقا[6] سے مسافر[7] کا مقیم سے مستمند کا اقبال مند سے بیمار کا تندرست سے کروں گا۔ کہ تم میں

---

[1]: الطَّرْفَہ: آنکھ میں ظاہر ہونے والا ایک سرخ دھبہ، جو چوٹ یا کسی اور سبب سے نمودار ہوتا ہے۔ اور مراد یہ ہے: تم نے اپنی نگاہیں دنیا کی طرف اٹھا دیں، چنانچہ اس نے تمہیں آخرت سے غافل کر دیا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط ١٠٧٤؛ ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) . ٤٩٥/٦

[2]: الماخور: بدکاری کا گھر، مشتبہ (بری) سرگرمیوں کی جگہ۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٦٠٩

[3]: الدُّلَجْ: رات کی ابتدا سے سفر کرنا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٢٤٢

[4]: الخُلَس: موقع پا کر اور چالاکی یا دغا سے کوئی چیز لے لینا۔ ابن منظور : لسان العرب . ٦٥/٦

[5]: کنوسًا في مكانس الرّيب: انہوں نے شبہے (بدگمانی) کی جگہوں میں چھپ کر پناہ لی۔ ابن منظور : لسان العرب . ١٩٨/٦

[6]: الولی اور المولی: دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے، یعنی: ساتھی، قریبی، ہمسایہ، حلیف (معاہد)، اور شریک۔ ابن منظور : لسان العرب . ٤١١ ، ٤٠٨/١٥

[7]: الظَّاعِن: مسافر، وہ شخص جو سفر کر رہا ہو۔ ابن منظور : لسان العرب . ٢٧١ ، ٢٧٠/١٣

سے کوئی شخص اپنے دوست سے ملے تو یہ مثل زبان پر ہوگی۔ انج یا سعد فقد ھلک سعید [1] یا یہ ہوگا کہ تمہاری برچھیاں [2] میرے لیے سیدھی ہو جائیں گی۔

منبر پر جھوٹ کہنا دائمی رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ تم پر میرا کوئی جھوٹ ثابت ہو جائے تو میری نافرمانی [3] کرنا تمہیں جائز ہے۔ تم میں سے کسی پر ڈاکہ [4] پڑے تو اس کے نقصان کا ضامن میں ہوں۔ دیکھو شب گردی کی شکایت میرے پاس نہ آنے پائے جو شب گرد گرفتار ہو کر میرے پاس آئے گا میں قتل ہی کر ڈالوں گا، بس اتنی مہلت دیتا ہوں جتنے عرصے میں کوفہ تک خبر لے جائیں اور واپس آجائیں۔ دیکھو کسی سے دعویٰ جاہلیت [5] میں نہ سننے پاؤں جس کو میں سنوں گا کہ ایسا کلمہ زبان سے نکالا میں اس کی زبان ہی کاٹ ڈالوں گا۔ تم لوگوں نے وہ کرتوت نکالے جو پہلے نہ تھے۔ ہم نے بھی ہر گناہ کے لیے سزا نکال رکھی ہے کوئی کسی کو ڈبو دے گا تو میں بھی اس کو ڈبو دوں گا کوئی آگ لگائے گا تو میں بھی اسے جلا دوں گا کوئی شخص کسی کے گھر میں سیندھ دے گا تو میں بھی اس کے قلب میں سوراخ ڈالوں دوں گا کوئی اگر کسی شخص کے لیے قبر کھودے گا میں اسی کو جیتا اس میں گاڑ دوں گا [6]۔ اپنے ہاتھ کو اپنی زبان کو مجھ پر دراز نہ کرنا میں بھی اپنا ہاتھ اپنی ایذا رسانی تم سے باز رکھوں گا۔

عام دستور کے خلاف کوئی حرکت کسی سے سرزد ہوگی تو میں اس کی گردن مار دوں گا

---

[1]: انج سعد فقد ھلک سعید : یہ ایک مشہور مثل ہے، اور اس کا اصل واقعہ یہ ہے کہ ضبہ بن عدی کے دو بیٹے تھے: سعد اور سعید۔ دونوں اپنے اونٹوں کو تلاش کرنے کے لیے نکلے، سعد واپس آ گیا لیکن سعید واپس نہ آیا۔ جب ضبہ بن عدی رات کے وقت کسی سیاہ سایہ کو دیکھتے تو کہتے: کیا یہ سعد ہے یا سعید؟۔ یہی اس مثل کا اصل ہے اور بعد میں یہ لفظ نحوست کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ یہ مثل رشتہ داروں کے بارے میں احتیاط کرنے کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اور عام طور پر یہ پوچھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ آیا کوئی معاملہ اچھا ہے یا برا۔ ابن منظور : لسان العرب. ٢١٦/٣

[2]: القناة: قامت (جسم کی لمبائی یا قامت کی تیز لکیری شکل)۔ ابن منظور : لسان العرب . ٢٠٤/١٥

[3]: طبری نے اس کلمہ کے بعد اگلا نص حذف کر دیا اور جب تم اسے مجھ سے سنو تو میرے بارے میں اسے طعنہ سمجھو، اور جان لو کہ میرے پاس اس جیسے اور بھی ہیں۔ یہ نص الجاحظ کی کتاب البیان والتبیین میں آیا ہے، صفحہ 430، جلد 2۔ محقق طبری نے اسے اصل نص میں شامل کیا، اور میں نے اسے اس لیے چھوڑ دیا تاکہ طبری کے طریقہ کار کو مدنظر رکھتے ہوئے جو مصادر سے وہ استفادہ کرتے ہیں، اس کی حذف و اضافہ کی روش کو برقرار رکھا جا سکے۔

[4]: بیّت: رات کے وقت کسی کو پھانسنا یا جال میں پھنسانا۔ ابن منظور : لسان العرب . ١٦/٢

[5]: دعوی الجاہلیہ: نسب کا فخر کرنا، تکبر اور جبر کا اظہار کرنا۔ ابن منظور : لسان العرب . ١٣٠/١١

[6]: البيان والتبيين . ٤٣٠/٢

میرے اور کچھ لوگوں کے درمیان عداوت [۱] چلی آتی ہے۔اب میں ان باتوں کو کانوں کے پیچھے اور قدموں کے نیچے ڈال دیا۔تم میں جو نیک لوگ ہیں انہیں چاہیے اپنی نیکی کو زیادہ کریں۔ جو لوگ بد ہیں۔اپنی بدی سے باز آئیں۔اگر میں یہ نہ جانوں کہ میری دشمنی کسی شخص کو مارے ڈالتی ہے۔جب بھی میں اس کا پردہ فاش نہ کروں جب تک کہ روگردانی و روکشی علانیہ میرے ساتھ نہ کرے ہاں اس صورت میں اسے دم نہ لینے دوں گا۔اب تم اپنے کاموں میں ازسرنو مصروف ہو جاؤ اور اپنے خیالات کو درست کرو۔کتنے ہی لوگ میرے آنے سے رنجیدہ ہوئے ہیں جو خوش ہو جائیں گے اور کتنے ہی لوگ میرے آنے سے خوش ہوئے ہیں۔وہ رنجیدہ ہو جائیں گے۔

ایہاالناس ہم لوگ تمہارے رئیس ہیں تمہاری حمایت [۲] کرنے والے ہیں اللہ نے جو حکومت ہمیں عطا کی۔اسی کی رو سے ہم تم پر حکومت چلائیں گے اللہ نے جو مال غنیمت [۳] ہم کو بخشا ہے اس سے ہم تمہاری حمایت کریں گے۔ ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ ہماری مرضی کے موافق ہماری اطاعت کرو اور تمہارا حق ہم پر یہ ہے کہ اپنی اس حرکت میں عدل کریں۔ ہماری خیر خواہی کر کے تم اپنے کو ہمارے عدل کا اور مال کا مستحق بناؤ [۴]۔

اور جان لو کہ میں اگر کوتاہی بھی کروں تو تین باتوں میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔کوئی حاجت مند آدھی رات کو بھی میرے پاس آئے گا تو میں اس سے روپوش نہ ہوں گا۔کسی کی تنخواہ کو یا وظیفہ کو عین وقت [۵] پر ادا ہونے سے نہ روکوں گا۔تمہارے لیے کسی فوج [۶] کو بھی نہ رکھوں گا۔

تمہیں چاہیے کہ اپنے ائمہ کی بہبود کے لیے اللہ سے دعا کرو۔ یہ سب تمہارے حاکم ہیں تمہیں ادب دینے والے ہیں تمہاری جائے پناہ ہیں جن کا سہارا تم رکھتے ہو اور سنو تم

---

[۱] :اللحن: حسد اور دشمنی، اوراس کا واحد اِحنۃ ہے۔ ابن منظور : لسان العرب . ۸/۱۳

[۲] :ذَادَۃ: محافظین اور مدافعین۔ابن منظور : لسان العرب . ۱٦۷/۳

[۳] :الفيء: غنیمت۔ابن منظور : لسان العرب . ۱۲٦/۱

[۴] :فیئنا: ہم نے مہربانی کی اور نیک سلوک کیا۔ابن منظور : لسان العرب . ۱۲٦/۱

[۵] :إِبّانۃ: اُس کا وقت، اُس کی گھڑی۔الفیروز آبادي : القاموس المحیط . ۱۵۱۵

[٦] :تَجْمِیرُ الجَیْش: امیر کا لشکر کو سرحد پر روک لینا اور ان کو اپنے گھروں کو واپس جانے کی اجازت نہ دینا۔ ابن منظور : لسان العرب . ۱٤٦/٤

نیک ہوجاؤ گے تو وہ بھی نیک ہوجائیں گے۔ ان کی طرف سے دل میں بغض نہ رکھو اس سے تم غم وغصہ میں ہمیشہ مبتلا رہو گے۔ ایسی حاجب کے طلب گار نہ ہو جو پوری کی جائے تو تم کو ضرر پہنچائے۔ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہر ایک کی مدد ہر ایک کے مقابلے میں کیا کرے۔ جب دیکھنا کہ میں تم لوگو میں کوئی حکم جاری کرنا چاہتا ہوں تو اسے آسانی سے جاری ہونے دو[1]۔ واللہ تم میں سے بہت لوگ میرے ہاتھ سے مارے جائیں گے ہر شخص کو چاہیے کہ میرے کشتوں میں شامل ہونے سے حذر کرے۔

عبداللہ بن اہتم [2] نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر میں اعتراف کرتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو دانائی اور قوت فیصلہ عنایت فرمائی ہے زیاد نے کہا تم نے غلط کہا یہ مرتبہ حضرت داوٗد علیہ السلام [3] کو ملا تھا۔ احنف نے کہا اے امیر آپ نے جو کچھ کہا خوب کہا لیکن آزمائش کے بعد ستائش اور عطا کے بعد سپاس چاہیے ہم کبھی تعریف نہ کریں گے جب تک امتحان نہ کرلیں۔ زیاد نے کہا یہ بات صحیح ہے۔ پھر اُبو بلال مرداس بن اُدیہ آہستہ آہستہ یہ کہتا ہوا اٹھا کہ تم نے جو کچھ بیان کیا اللہ نے اس کے خلاف خبر دی ہے فرماتا ہے:

وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰى (٣٧) اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (٣٨) وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم: ٣٩)[4]

"یعنی صحف موسیٰ وابراہیم میں لکھا ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور انسان جیسا کرے گا ویسا ہی پائے گا"۔

---

[1]: علی أذلالہ: اس کے چہرے اور حال کے مطابق، یعنی جیسے اس کی حالت ہو۔ ابن منظور : لسان العرب . ٢٥٨/١١

[2]: عبداللہ بن الاہتم، 71 ہجری میں عبدالملک بن مروان کی طرف سے بصرہ کا پولیس افسر (والیِ شرطہ) مقرر ہوا، اور پھر 91 ہجری میں قتیبہ بن مسلم نے اسے خراج پر مقرر کیا۔ (ماخذ: الطبری، التاریخ، جلد 6، صفحات 165، 454) تاہم، اس قول کو کس نے کہا، اس بارے میں مختلف مصادر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض میں اس کا نام صفوان بن الاہتم ذکر ہوا ہے (ماخذ: القالی، ذیل الامالی، صفحہ 185) اور بعض میں نعیم بن الاہتم بتایا گیا ہے۔ الجريري : الجليس الصالح . ٣٦٣/٢

[3]: اور یہ اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف جو حضرت داوٗد علیہ السلام کے بارے میں ہے: اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا، اور اسے حکمت اور فیصلہ کن بات کہنے کی صلاحیت عطا کی۔ (سورة ص : الآية . (٢٠)

[4]: سورة النجم ، الآيات (٣٩-٣٧).

اے زیاد! تم نے جو وعدہ کیا اس سے بہتر اللہ نے ہم سے وعدہ کیا۔ زیاد [1] نے جواب دیا کہ تم لوگ [2] جو بات چاہتے ہو ہم خون کے دریا میں پیرے بغیر وہاں تک نہیں پہنچ سکتے [3]۔

یہ خطبہ جاحظ [4]، ابن عبد ربہ [5]، ابن الاثیر [6]، البیاسی [7] اور ابن ابی الحدید [8] نے طبری ہی کی روایت کے مطابق ذکر کیا ہے۔ جبکہ ابن قتیبہ [9]، القالی [10]، الجریري [11] اور ابن عساکر [12] نے اس کو اسی کے قریب مفہوم کے ساتھ بیان کیا ہے، تاہم انہوں نے خطبے میں زیاد کے ابو سفیان کی طرف نسب کے انتساب کا واقعہ شامل کیا ہے۔ رہی بات ابن الجوزی [13] اور ابن کثیر [14] کی، تو انہوں نے اسے بہت مختصر انداز میں نقل کیا ہے۔

یہ خطبہ تاریخ کی مشہور خطبوں میں شمار ہوتا ہے، لیکن اس کی شہرت اور اس کو نقل کرنے والے متعدد مصادر کے باوجود، میں اس کے لیے کوئی صحیح سند نہیں پا سکا جو قاری کو اس بات پر مطمئن کر دے کہ اس میں جو کچھ آیا ہے وہ درست ہے۔ بالخصوص اس لیے بھی کہ اس میں کئی قابلِ گرفت امور اور واضح تضادات موجود ہیں، جو اس بات کی صحت کو کمزور کرتے ہیں کہ اس کا تمام تر مواد واقعی زیاد ہی سے منسوب ہو۔ ذیل میں اس خطبے کے نمایاں نکات پر بحث پیش کی جاتی ہے:

---

[1]: جاحظ کے ہاں زیاد کا یہ قول وارد ہوا ہے: اے ابو بلال! میں اس بات سے جاہل نہیں ہوں جو تم جانتے ہو، لیکن ہم تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے بارے میں وہ (سزا یا انجام) حاصل نہیں کر سکتے جو ہم چاہتے ہیں، جب تک کہ ہم باطل میں خوب غرق نہ ہو جائیں۔ البيان والتبيين . ٤٣٢/٢

[2]: یعنی: خوارج۔

[3]: ٢٢٠-٢١٧/٥

[4]: البيان والتبيين . ٤٢٩/٢

[5]: العقد الفريد . ١٠٦/٤

[6]: الكامل في التاريخ . ٤٤٧/٣

[7]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام . ٢٨٢/١

[8]: شرح نهج البلاغة . ٣٣٨/١٦

[9]: عيون الأخبار . ٢٤١/٢

[10]: ذيل الأمالي والنوادر . ١٨٥

[11]: الجليس الصالح . ٣٦٢/٢

[12]: تاريخ دمشق (مخطوط) ٤٩١/٦

[13]: المنتظم . ٢١٢/٥

[14]: البداية والنهاية . ٢٩/٨

اوّلاً: خطبہ میں وارد قابلِ گرفت امور (مآخذ):

① خطبے میں بصرہ میں فحاشی کے پھیلاؤ اور وہاں موجود بہت سی فاحشہ خانوں کا ذکر کیا گیا ہے، اور یہ بات زیاد کے قول سے ظاہر ہوتی ہے: (جو لوگ تمہیں یہ فاحشہ خانے چھوڑ کر گئے ہیں۔۔۔)، اور اس کے بعد (میں نے کھانے اور پینے کو حرام کر لیا ہے، یہاں تک کہ انہیں زمین بوس کر کے مٹی میں ملا دوں یا جلا دوں)

اور بصرہ کے حال پر زیاد کے آنے کے وقت کی یہ بات جو ناپسندیدہ (منکر) سمجھی جاتی ہے، اس کا رد بصرہ کی اصل حقیقت سے کیا جا سکتا ہے، جو کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں قائم ہوئی تھی۔ بصرہ کو اس مقصد کے لیے بسایا گیا تھا کہ یہ اسلامی افواج کے لیے ایک اڈہ بنے، تا کہ وہ کھلی سرزمینوں میں اسلام کے پھیلاؤ اور فتوحات [1] کی مہم جاری رکھ سکیں۔ اسی مقصد کے تحت، بصرہ میں پچاس سے زیادہ صحابہ کرام [2] نے آباد کاری اختیار کی تھی، جنہوں نے اللہ کی دین کی تعلیم دینے اور لوگوں کو اسلامی احکام سکھانے کا فریضہ اپنے کندھوں پر لیا تھا۔ لہٰذا، یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیسے ایسے منکرات (گناہ اور فساد) بصرہ کے معاشرے میں پھیل سکتے تھے، جہاں صحابہ اور تابعین کی موجودگی تھی، جو ان برائیوں کو پہچان کر ان کا مقابلہ کرتے اور انہیں مٹانے کی کوشش کرتے۔

اسی طرح بصرہ میں خوارج کا وجود اور ان کی فوراً عمل کرنے کی عجلت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں تیزی، ایک اور دلیل ہے کہ بصرہ کے معاشرے میں ان منکرات کا وجود نہیں تھا، اور خاص طور پر وہ جس حجم میں زیاد کی خطبے میں ذکر کیے گئے ہیں۔

② خطبے میں زیاد کا یہ قول آیا ہے:

(اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ولی کو ولی کے بدلے سزا دوں گا، مقیم کو مسافر کے بدلے سزا دوں گا، آتے ہوئے اور جاتے ہوئے دونوں کو سزا دوں گا، اور صحت مند کو بیمار کے بدلے سزا دوں گا)

یہ ناپسندیدہ قول جو خود پسندی کے مطابق فیصلہ کرنے اور اللہ کے شرع سے انکار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اس کا رد اس مسلمان معاشرے کی حالت سے کیا جا سکتا ہے جو عصرِ صحابہ میں تھا۔

---

[1]: الطبري : التاريخ ٥٩٠/٣- ٥٩٧

[2]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.إحسان عباس) ٥/٧-٩٠

وہ معاشرہ ہمیشہ اللہ کے شرع کو معیار بناتا تھا، نہ کہ دورِ جاہلیت کے فیصلوں کو۔

ثانیًا: خطبے میں موجود تضادات:

① خطبے میں زیاد کا یہ قول آیا ہے:

(اور مجھ سے دور رہو دیکھو کسی سے دعویٰ جاہلیت میں نہ سننے پاؤں جس کو میں سنوں گا کہ ایسا کلمہ زبان سے نکالا میں اس کی زبان ہی کاٹ ڈالوں گا)

حالانکہ اس خطبے کے ایک اور مقام پر اس کے برعکس بات ذکر کی گئی ہے، اور وہ قول ہے:

(اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ولی کو ولی کے بدلے سزا دوں گا، مقیم کو مسافر کے بدلے سزا دوں گا، آتے ہوئے اور جاتے ہوئے دونوں کو سزا دوں گا، اور صحت مند کو بیمار کے بدلے سزا دوں گا)

② خطبے میں زیاد کا یہ قول آیا ہے:

(دیکھو شب گردی کی شکایت میرے پاس نہ آنے پائے جو شب گرد گرفتار ہو کر میرے پاس آئے گا میں قتل ہی کر ڈالوں گا)

لیکن اس کے بعد اس نے خطبے کے ایک اور مقام پر وہ بات رد کر دی جو اس نے ابھی کہی تھی، اور کہا:

(کوئی حاجت مند آدھی رات کو بھی میرے پاس آئے گا تو میں اس سے روپوش نہ ہوں گا)

[۹۸] حدثني عمر ، قال : حدثنا خلاد بن يزيد ، قال : سمعت من يخبرعن الشعبي ، قال : (میں نے سنا جو شخص شعبی سے روایت کرتا تھا، کہا:)

(کہ میں نے جس خوش بیان کو تقریر کرتے سنا اس اندیشہ میں کہ کہیں اب بگڑ نہ جائے۔ یہی جی چاہا کہ بس خاموش ہو رہے مگر زیاد ایسا نہ تھا وہ تو جس قدر تقریر کرتا اس کا کلام اتنا ہی جید ہوتا جاتا)

یہ خبر جاحظ[۱] نے اور ابن جوزی[۲] نے طبری کی روایت کے مثل ذکر کی ہے۔

اور امام شعبی کا زیاد کی تعریف کرنا، زیاد کی اس متنازعہ خطبہ بتراء کے بارے میں شک کو مزید تقویت دیتا ہے جس کا ذکر پچھلی روایت میں کیا گیا تھا۔

---

[۱]: البيان والتبيين ٤٣٢/٢

[۲]: المنتظم ٢١٢/٥

[۹۹] حدثني عمر ، قال : حدثنا علي ، عن مسلمة ، قال :

زیاد نے خدمت شرط عبداللہ بن حصن کو دی اور لوگوں کو اتنی مہلت دی کہ کوفہ تک خبر پہنچا کر واپس آسکیں اور عشاء کی نماز سب کے بعد پڑھا کرتا تھا اور کسی شخص سے کہتا تھا کہ سورۂ بقر یا اتنا ہی بڑا اور سورۂ قرآن شریف سے بہ ترتیل تلاوت کرے اس سے فارغ ہونے کے بعد اتنا توقف کرتا تھا کہ چلنے والا مقام خربیہ تک پہنچ جائے اب صاحب شرط کو یہ حکم ہوتا تھا کہ نکلے اور جسے پائے قتل کرے ایک رات کا ذکر ہے کہ کسی اعرابی کو زیاد کے پاس پکڑ لائے۔ اس سے زیاد نے پوچھا کہ جو حکم پکارا گیا تھا تو نے سنا تھا اس نے کہا واللہ میں نے نہیں سنا۔ میں اپنی دودھیل اونٹنی کو لیے آرہا تھا کہ رات ہوگئی اور مجبور ہو کر ایک مقام پر صبح تک ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا۔ مجھے مطلق علم نہیں کہ امیر نے کیا حکم دیا ہے۔ زیاد نے جواب دیا۔ واللہ! مجھے یہی گمان ہے کہ تو سچ کہتا ہے لیکن تیرے قتل کرنے میں ہی اس امت کی بہتری ہے حکم دیا اور اس کی گردن ماردی گئی۔

زیاد پہلا شخص ہے جس نے جس سلطنت کے احکام کو بہت شدید کردیا۔ جس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت کو مستحکم کردیا۔ جس نے لوگوں کو اطاعت گذاری پر مجبور کردیا جس نے سزا دینے میں سبقت کی جس نے تلوار کو برہنہ کیا۔ جس نے تہمت پر گرفتار کرلیا[۱]۔ جس نے شبہ پر سزا دے دی۔ اس کی شاہی کے زمانہ میں لوگ اس سے بے حد ڈرتے تھے یہاں تک کہ ایک کو ایک سے کچھ کھٹکا نہ رہا تھا۔ کسی شخص کی کوئی چیز گر پڑتی تو کوئی اسے نہ چھوتا جس کا مال تھا۔ وہی جب آتا تو اٹھا لیتا۔ عورت اپنے گھر کا دروازہ بند کیے بغیر سورہتی۔ ایسا اس نے انتظام کیا جو کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ اس کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں اس قدر سمائی ہوئی تھی کہ اتنی ہیبت آج تک نہ ہوئی تھی۔ تنخواہیں اس نے جاری کیں اور مدینہ رزق[۲] تعمیر کیا۔[۳]

یہ روایت بلاذری[۴] ابن جوزی[۵] نے بہت مختصر انداز میں بیان کی ہے، اور ابن اثیر[۶] اور

---

[۱]: الظنة: الزام یا شک۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٥٦٦

[۲]: مدینۃ الرزق: یہ شہر اناج کے ذخیرہ کرنے اور لوگوں میں تقسیم کرنے کے لیے بنایا گیا تھا، اور یہ بصرہ کے قریب واقع ہے۔ دیکھیں: د.صالح العلي : خطط البصرة ١٥٣؛ صالح الرواضيه : زياد بن أبيه . ١٧٠

[۳]: ٥/ ٢٢١،٢٢٢

[۴]: أنساب الأشراف . ٢١٦/٤

[۵]: المنتظم . ٢١٢/٥

[۶]: الكامل في التاريخ . ٤٥٠/٣

بیا سی [1] نے اسے طبری کی روایت کے قریب بیان کیا ہے۔
اور اس روایت میں ایک بڑی منکر بات پائی جاتی ہے، جو کہ ایک مسلمان کو بغیر کسی ایسے جرم کے قتل کر دینا ہے جو شرعاً اس کا مستحق بنائے، اور یہ ان اخباری راویوں کی مبالغہ آمیزیوں میں سے ہے جنہوں نے صحابہ کے معاشرے کی حقیقت کو مسخ کر دیا، اسے اس شکل میں پیش کر کے جو جاہلی معاشروں سے زیادہ مشابہ ہے۔

زیاد (بن ابیہ) کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام سے مدد طلب کرنا:

[١٠٠] حدثني عمر بن شبة ، قال : حدثنا علي بن محمد ، قال :

(زیاد نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے چند شخصوں کو اپنے ساتھ شریک کیا ان حضرات میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ [2] کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔ حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ [3] کو والی خراسان کر دیا۔ انہیں لوگوں میں سمرہ بن جندب وانس بن مالک وعبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہم کا بھی نام ہے عمران رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمت سے استعفیٰ دیا۔ زیاد نے قبول کر لیا۔ اور عبداللہ بن فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ [4] کو پھر ان کے بھائی عاصم بن فاضلہ رضی اللہ عنہ [5] کو پھر زرارہ بن اوفی جرشی رضی اللہ عنہ [6] کو قاضی مقرر کیا اور زرارہ کی بہن لبابہ [7] زیاد کے پاس تھی [8])

---

[1]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام . ٢٨٦/١

[2]: عِمْران بن حُصَین بن عُبید بن خَلَف الخُزاعی، ابونُجید، غزوۂ خیبر کے سال مسلمان ہوئے، سن 52 ہجری میں بصرہ میں وفات پائی، صحاح ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٤٢٩

[3]: حَکَم بن عَمرو الغِفاری، اور انہیں حکم بن اُقرع بھی کہا جاتا ہے، صحابی ہیں، بصرہ میں سکونت اختیار کی، اور 50 ہجری میں مرو میں وفات پائی۔ امام بخاری اور دیگر چار (اصحابِ سنن) نے ان سے روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ١٧٥

[4]: عبداللہ بن فَضالہ الزَّہرانی اللَیثی، صحابہ کی اولاد میں سے ہیں، انہوں نے (صحابہ کو) دیکھا ہے، اور ان کی ایک مرسل روایت بھی ہے۔ ولید بن عبدالملک کے دور تک زندہ رہے۔ امام ابوداود نے ان سے روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٣١٧

[5]: عاصم بن فَضالہ الزَّہرانی اللَیثی، ابن حجر نے انہیں صحابہ میں ذکر کیا ہے، طبری کی روایت کی بنیاد پر۔ ابن حجر : الاصابه . ٥٧٤/٣

[6]: زُرارہ بن اوفی العامری الحُرَشی، ثقہ اور عبادت گزار تھے، تیسری طبقے کے راویوں میں سے ہیں، 93 ہجری میں نماز کے دوران وفات پائی۔ صحاح ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٢١٥

[7]: لبابہ بنت اوفی الحُرَشی، ان سے زیاد نے نکاح کیا، تو ان کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام اُمِّ ابان تھا۔ البلاذري : أنساب الأشراف ٣٧٠/٤

[8]: ٢٢٤/٥

یہ خبر ابن جوزی [1] نے بھی تقریباً انہی الفاظ میں ذکر کی ہے، اور ابن اثیر [2] اور بیاسی [3] نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

زیاد کے زمانے میں خراسان کے گورنر:

[١٠١] حدثني عمر ، قال : حدثنا علي ، قال :

(زیاد نے خراسان کے چار صوبے کر دیئے تھے۔ مرو [4] پر امیز بن احمر یشکری [5] کو، ابرشہر [6] پر خلید بن عبداللہ حنفی [7] کو۔ مرد روذ [8] وفاریاب [9] وطالقان [10] [1] پر قیس بن الہیثم

---

[1]: المنتظم . ٢١٣/٥

[2]: الكامل في التاريخ ٤٥١/٣

[3]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام . ٢٨٩/١

[4]: مرو الشاہجان: یہ مرو العظمہ ہے، خراسان کے مشہور ترین شہروں میں سے ہے اور اس کا صدر مقام ہے۔ آج کل یہ ترکمانستان جمہوریہ میں واقع ہے، دریائے مرغاب کے کنارے۔ یاقوت : معجم البلدان ١١٢/٥ ؛ د.دولت صادق : أطلس العالم الإسلامي . ٧٢

[5]: شاید (مراد) امین بن احمد بن مسہر الیشکری ہو، جنہیں عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان پر، پھر طوس پر، پھر سجستان پر عامل مقرر فرمایا تھا۔ ابن ناصر الدين : توضيح المشتبه . ٢٧٤/١

[6]: ابرشہر: یہی نیشاپور کا شہر ہے، جو خراسان میں واقع ہے، اور آج کل اس کا مقام شمالی ایران میں ہے۔ یاقوت : معجم البلدان ٦٥/١؛ ٣٣١/٥؛ لسترنج : بلدان الخلافة ، ١٦خارطة . ١

[7]: طؤخلید بن عبداللہ الحنفی نے خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتوحاتِ خراسان میں شرکت کی، اور خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زیاد نے انہیں خراسان کے ایک شہر کے خراج پر عامل مقرر کیا، پھر بعد ازاں خراسان کا امیر بنایا۔ الطبري : التاريخ ٣١٤/٤؛ . ٢٨٥ ، ٢٢٥/٥

[8]: مرو الروذ: خراسان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے، جو مرو الشاہجان کے قریب واقع ہے۔ آج کل یہ مغربی افغانستان میں، دریائے مرغاب کے کنارے واقع ہے، جو ترکمانستان کی جمہوریہ سے نکلتا ہے۔ یہ شہر مرو الشاہجان سے تقریباً 160 میل کے فاصلے پر ہے۔ یاقوت معجم البلدان ١١٢/٥؛ د.محمد أمان صافي : أفغانستان ٩٠هامش . ١٤٥ ، ٥

[9]: الفاریاب: خراسان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے، جو دریائے جیحون کے مغرب میں واقع ہے۔ آج کل یہ شمالی افغانستان کے صوبوں میں سے ایک صوبہ ہے۔ یاقوت : معجم البلدان ٢٢٩/٤؛ د.محمد أمان صافي : بست وسيستان ٨ .

[10] [1]: الطالقان: خراسان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ آج کل یہ شمالی افغانستان کے شہروں میں شمار ہوتا ہے، اور ولایت تخار کا صدر مقام ہے۔ یاقوت : معجم البلدان ٦/٤؛ د.محمد أمان صافي : أفغانستان ٩٠هامش . ٦

اور ہرات (۱) وباذغیس (۲) وقادس (۳) وبوشنج (۴) پرنافع بن خالد طاحی (5) کو مقرر کیا تھا) (۶)
یہ روایت ابن اثیر (۷) اور بیاسی (۸) نے اسی طرح ذکر کی ہے۔

[۱۰۲] حدثني عمر قال : حدثنا علي قال : أخبرنا أبو عبد الرحمن الثقفي ومحمد بن الفضل ، عن أبيه :

(جب زیاد نے عراق کی ولایت سنبھالی تو اس نے حکم بن عمرو الغفاری کو خراسان پر عامل مقرر کیا، اور اس کے ساتھ ایک شخص کو مختلف علاقوں پر مقرر کیا، اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔ یہ لوگ خراج کی وصولی پر مامور تھے، اور ان میں شامل تھے: اسلم بن زرعہ، خلید بن عبداللہ الحنفی، نافع بن خالد الطاحی، ربیعہ بن عسل الیربوعی، امیر بن احمر الیشکری، اور حاتم بن نعمان الباہلی (۹)۔ پھر حکم بن عمرو کا انتقال ہو گیا۔ حکم بن عمرو نے طخارستان میں جہاد کیا غنیمت میں مال خطیر حاصل ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے انتقال کیا مرتے وقت انس بن ابی اناس بن

---

(۱): ہراۃ: خراسان کے بڑے شہروں میں سے ایک ہے۔ آج کل یہ مغربی افغانستان میں واقع ہے، اور مغربی افغانستان ہی میں واقع ولایتِ ہرات کا صدر مقام ہے۔ ياقوت : معجم البلدان ٣٩٦/٥؛ د.محمد أمان صافي : أفغانستان ٩١هامش ١؛ بست وسيستان . ٨

(۲): باذغیس: ایک علاقہ ہے جو متعدد دیہات پر مشتمل ہے، اور یہ ہرات کے ماتحت علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔ آج کل یہ شمال مغربی افغانستان کے صوبوں میں سے ایک صوبہ ہے۔ ياقوت : معجم البلدان ٣١٨/١؛ د.محمد أمان صافي : بست وسيستان . ٨

(۳): قادس: مرو کے ایک گاؤں کا نام ہے جو خراسان میں واقع تھا، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قادس آج کل ترکمانستان کی جمہوریہ میں واقع ہے، کیونکہ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، مرو الشاہجان بھی ترکمانستان کی جمہوریہ میں واقع ہے۔ ياقوت : معجم البلدان . ٢٩١/٤

(۴): بوشنج: ہرات کے نواحی علاقے کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے، اور آج کل یہ مغربی افغانستان میں ہرات کے گاؤں میں سے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ ٩١هامش ٣؛ بست وسيستان . ٨

(5): نافع بن خالد الطاحی: ابن حبان نے ان کا ذکر اپنی کتاب الثقات میں کیا ہے۔ ان کا ذکر فتوحاتِ خراسان میں عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں آیا ہے۔ ابن سعد . الطبقات (تحقيق د.إحسان عباس) . ٤٦/٥

(۶): ٢٢٤/٥

(۷): الكامل في التاريخ . ٤٥١/٣

(۸): الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام . ٢٩٠/١

(۹): حاتم بن نعمان الباہلی نے عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتوحاتِ خراسان میں شرکت کی۔ الطبري : التاريخ . ٣٠١ ، ١٦٧/٤

زنوم[1] کو اپنا خلیفہ کیا اور زیاد کو لکھ بھیجا میں نے اس شخص کو خدا کے لیے اور مسلمانوں کے لیے تمہارے لیے انتخاب کیا۔ زیاد نے یہ دیکھ کر کہا خداوند میں اس شخص کو نہ تیرے دین کے لیے نہ مسلمانوں کے لیے نہ اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور خلید کے نام پر ولایت خراسان کا فرمان لکھ بھیجا۔ اس کے بعد ربیع بن زیاد حارثی[2] کو پچاس ہزار کی سپاہ کے ساتھ خراسان روانہ کیا ان میں پچیس ہزار بصرہ کے لوگ تھے ربیع ان کا سردار تھا پچیس ہزار کوفہ کے تھے اور عبداللہ بن ابی عقیل[3] ان کا سردار تھا اور سب کے سب ربیع بن زیاد کے ماتحت تھے)[4]

زیاد کی جانب سے انس بن ابی اناس کو معزول کیے جانے کی خبر کے متعلق بلاذری نے انساب الاشراف[5] میں اسے ذکر کیا ہے، جبکہ مسلمانوں کے خراسان میں آباد ہونے کی خبر کو بلاذری نے فتوح البلدان[6] میں بیان کیا ہے، اور ابن الاثیر[7] نے بھی اس روایت کو اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے، جبکہ بیاسی[8] نے اسے تقریباً اسی انداز میں ذکر کیا ہے۔

روایات میں بڑی تعداد میں مسلمانوں کی خراسان کی طرف ہجرت اور وہاں ان کے آباد ہونے کا ذکر آیا ہے۔ یہ ہجرت ان دیار میں دعوتِ اسلامی کے فروغ، اسلامی حکومت کے استحکام، اور خراسان کو ایک مضبوط مرکز بنانے کے لیے تھی، جہاں سے اسلامی لشکر آس پاس کے علاقوں کی طرف روانہ ہو سکیں۔

ربیع بن زیاد الحارثی کی وفات:

---

[1]: انس بن ابی انس کنانی، تابعین کے شعراء میں سے ہیں۔ ان کے والد ابو انس کنانی الدؤلی، صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا: اور کوئی بھی اونٹ جس پر سوار ہوا ہوں، اس کی پیٹھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ وفادار اور امانت دار نہیں ہے۔ ابن ناصر الدين : توضيح المشتبه . ٢٨٧/١

[2]: الربیع بن زیاد الحارثی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ ان کا ذکر فتوحاتِ سجستان میں عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں آیا ہے۔ ابن حجر : الإصابة . ٤٥٦/٢

[3]: عبداللہ بن ابو عقیل ثقفی کا ذکر فتوحاتِ فارس میں عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آیا ہے۔ وہ ان افراد میں سے تھے جنہوں نے حجر بن عدی کے سلطان کے خلاف خروج کے بارے میں گواہی دی۔ الطبري : التاريخ ٩٤/٤؛ ٢٦٩/٥ .

[4]: . ٢٢٥/٥-٢٢٦

[5]: ٢٢٢/٤

[6]: ٥٠٧

[7]: الكامل في التاريخ ٤٥٢/٣

[8]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام ٢٩٢/١

[۱۰۳] قال الطبری:

اور اس سال [۱] الربیع بن زیاد الحارثی کی وفات ہوئی، جو زیاد بن ابیہ کے خراسان پر عامل تھے [۲]۔

یہ خبر ابن اثیر [۳] نے اسی طرح ذکر کی ہے۔

[۱۰۴] قال علي : وأخبرني محمد بن الفضل ، عن أبيه : قال :

مجھ تک یہ بات پہنچی کہ ربیع بن زیاد نے خراسان میں ایک دن حجر بن عدی کے ذکر پر کہا اب عرب یوں ہی گرفتار ہو ہو کر قتل ہوا کریں گے حجر کے قتل کے وقت اگر سب بگڑ بیٹھتے تو ایک شخص بھی اس مجبوری سے نہ قتل کیا جاتا انہوں نے قتل گوارا کرلیا اور خود ذلیل ہو گئے اس گفتگو کے ایک ہفتہ کے بعد جمعہ کو سفید کپڑے پہنے ہوئے برآمد ہوئے۔ لوگوں سے کہا۔ حضرات میں زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں اس وقت میں دعا مانگتا ہوں سب صاحب آمین کہیں۔ دونوں ہاتھ نماز کے بعد بلند کر کے انہوں نے یہ دعا کی ''خداوند تیرے پاس میرے لیے کچھ بہتری ہے تو مجھے جلد اپنے پاس بلا لے'' سب نے آمین کہی۔ اور ربیع وہاں سے چلے۔ عبا کے دامن ابھی سنبھالے نہ تھے کہ گر پڑے۔ لوگ اٹھا کر گھر میں لے گئے بس اسی دن مر گئے۔ انہوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے عبداللہ کو مقرر کیا تھا۔ دو مہینے حکومت کر کے عبداللہ بھی مر گئے ان کی حکومت کا فرمان زیاد کے پاس سے خراسان میں اس وقت پہنچا کہ وہ دفن ہو رہے تھے عبداللہ بن ربیع خلید بن عبداللہ حنفی کو اپنا جانشین کر گئے تھے زیاد نے بھی خلید کو برقرار رکھا۔ زیاد کے مرنے پر خلید خراسان میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بصرہ کا حاکم تھا اور جب زیاد مرنے لگا تو کوفہ میں عبداللہ بن خالد بن اسید کو اپنا جانشین کر گیا۔ اور بصرہ پر سمرۃ بن جندب الفزاری کو حاکم رکھا [۴]۔

اس روایت کو ابن اثیر [۵] نے نقل کیا ہے، اور بیاسی [۶] نے طبری کی روایت کے مطابق بیان کیا

---

[۱]: سنة ٥٣هـ.

[۲]: ٢٩١/٥

[۳]: الكامل في التاريخ ٤٩٥/٣

[۴]: ٢٩١/٥

[۵]: الكامل في التاريخ ٤٩٥/٣

[۶]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام ٣٤٢/١

ہے، جبکہ باقی مصادر جیسے بلاذری (1)، ابن جوزی (2)، ذہبی (3)، ابن کثیر (4)، اور ابن حجر (5) نے صرف ربیع بن زیاد کی موت کی آرزو کا ذکر کیا ہے۔

یہاں پر ربیع بن زیاد کی موت کی آرزو کو حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل سے جوڑنا ایک غلط تفسیر سمجھا جاتا ہے، کیونکہ حجر بن عدی رحمہ اللہ کا قتل ۵۱ ہجری میں ہوا تھا، جبکہ ربیع بن زیاد کی وفات ۵۳ ہجری میں ہوئی (6)۔

جہاں تک ربیع بن زیاد کی موت کی آرزو کا تعلق ہے یہ بات جانتے ہوئے کہ اُن کے بارے میں، میں نے ایسی کوئی صحیح روایت نہیں پائی جو اس کی موت کی آرزو کی تصدیق کرے تو غالباً یہ اس کے جسمانی تکالیف کی وجہ سے تھا جو وہ جبین میں تیر لگنے سے اٹھاتا تھا، کیونکہ یہ زخم ہر سال اُسے تکلیف دیتا رہتا تھا۔ ابن عبد ربہ نے ایک روایت میں اس کا ذکر کیا ہے:

(ربیع بن زیاد حارثی کو جبین پر تیر (7) لگا تھا، جو ہر سال دوبارہ تکلیف دیتا رہتا تھا، تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے آئے اور پوچھا: اے ابو عبد الرحمن! تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں اپنے آپ کو ایسا پاتا ہوں کہ اگر میری تکلیف کا علاج میری بینائی کے جانے سے ہوتا، تو میں اپنی بینائی کے جانے کی آرزو کرتا۔ علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہاری بینائی کی کیا قیمت ہے؟ تو ربیع بن زیاد نے کہا: اگر دنیا میری ہوتی، تو میں اپنی بینائی کے بدلے اسے دے دیتا۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی شک نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں اسی قدر دے گا جس قدر تمہاری تکلیف ہے، ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ درد اور مصیبت کے مطابق انعام دیتا ہے، اور اس کے پاس بہت زیادہ انعامات ہیں) (8)

یہ بات بھی واضح کرنی ضروری ہے کہ مسلمان کا مطلق طور پر موت کی آرزو کرنا شرعاً ممنوع ہے،

---

(1): فتوح البلدان ٥٠٧

(2): المنتظم ٢٦٠/٥-٢٦١

(3): تاريخ الإسلام (عهد معاوية) . ٢٠٦

(4): البداية والنهاية ٦١/٨

(5): تهذيب التهذيب ٢٤٣/٣

(6): الطبري : التاريخ ٢٩١/٥؛ ابن الجوزي : المنتظم ٢٦١ ، ٢٦٠/٥؛ ابن كثير : البداية والنهاية ٦١/٨ .

(7): النشاب : النبل . الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٧٦

(8): العقد الفريد ٢٤٠/٦-٢٤١

اور اس پر دلیلیں درج ذیل ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے؛ اگر وہ نیکوکار ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ (نیکی میں) اور بڑھ جائے، اور اگر وہ گناہ گار ہے تو شاید وہ توبہ کر لے [1] اور اللہ کو راضی کر لے) [2]

ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

(اس میں نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی پر خوش خبری دینے اور گناہ کرنے والے کو اس کے گناہ سے ڈرانے کی طرف اشارہ ہے۔ گویا حدیث کا مفہوم یہ ہے: جو شخص نیکی کرنے والا ہو، وہ موت کی تمنا نہ کرے بلکہ اپنی نیکی پر قائم رہے اور اس میں اضافہ کرتا رہے۔ اور جو شخص گناہ کرنے والا ہو، وہ بھی موت کی تمنا نہ کرے بلکہ گناہ سے باز آ جائے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ گناہ کی حالت میں مر جائے اور خطرے میں پڑ جائے) [3]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، اور اگر اسے ایسا کہنا ہی ہو، تو یوں کہے: اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو، اور مجھے وفات دے جب وفات میرے لیے بہتر ہو) [4]

ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

(اس حدیث کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ موت کی تمنا کرنا بالکل منع ہے [5]، اور دعا کرنے پر اکتفا کرنا چاہیے) [6]

پھر انہوں نے مزید کہا:

(جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **فليقل** (یعنی کہے)، تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ

---

[1]: يستعتب یعنی: گناہ چھوڑ کر اور استغفار کے ذریعے اللہ کو راضی کرے۔ ابن حجر : فتح الباري . ۲۳۵/۱۳

[2]: البخاري : صحيح البخاري مع الفتح . ۲۳۳/۱۳

[3]: ابن حجر : فتح الباري . ۲۳۵/۱۳

[4]: البخاري : صحيح البخاري مع الفتح . ۱۳۲/۱۰

[5]: یعنی موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

[6]: ابن حجر : فتح الباري . ۲۳۵/۱۳

موت کی تمنا کرنا اس مخصوص دعا کے بغیر منع ہے۔ کیونکہ عام طور پر موت کی تمنا میں تقدیر کے فیصلے کے خلاف اعتراض اور مخالفت کا پہلو ہوتا ہے، اس دعا میں جو کلمات ہیں، ان میں نوعی طور پر تقدیر کے فیصلے کے حوالے سے تفویض (اللہ کی مرضی پر چھوڑ دینا) اور تسلیم (قبول کرنا) کا پہلو پایا جاتا ہے) [1]

زیاد بن ابیہ اور الفرزدق کے درمیان واقعہ کی خبر:

[۱۰۵] قال الطبري [2] :

(اسی سال [3] زیاد نے فرزدق کے حاضر کرنے کا حکم دیا بنی نہشل و فقیم نے اس کی نالش کی تھی اور یہ بھاگ کر سعید بن عاص رضی اللہ عنہ والی مدینہ (معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقرر گورنر) کے پاس چلا گیا سعید رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا) [4]

خبرِ زیاد مع الفرزدق: معمر بن المثنی [5] نے زیاد اور الفرزدق کے درمیان واقعہ کو تفصیل سے ذکر کیا، جبکہ ابن الجوزی [6] نے اسے بہت اختصار کے ساتھ بیان کیا، ابن اثیر [7] نے بھی اسے مختصر طور پر ذکر کیا، اور ابن کثیر [8] نے بھی بہت اختصار سے اس کا ذکر کیا۔

ابن کثیر نے طبری کی تاریخ میں الفرزدق کی خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

(ابن جریر نے اس کہانی کو بہت طویل کیا ہے) [9]

اور زیاد بن ابیہ اور الفرزدق کے درمیان واقعہ زیاد کے مناقب میں شمار ہوتا ہے؛ کیونکہ اس میں زیاد کی اس بات کا ذکر ہے کہ وہ مسلمانوں کے معاشرتی مفادات کی حفاظت کے لیے ایسے شعراء سے لڑتے تھے جو شعر کو ہجو اور اپنے مخالفین کی بدنامی کے لیے استعمال کرتے تھے۔

---

[1]: المصدر السابق . ١٣٣/١٠

[2]: زیاد بن ابیہ اور الفرزدق کے درمیان باقی واقعات کو طبری کی تاریخ میں دیکھیں: ٢٤١/٥-٢٥٠

[3]: سنة ٥٠هـ .

[4]: ٢٤١/٥

[5]: النقائض ٦٠٧/٢-٦٢٠

[6]: المنتظم . ٢٣٠/٥

[7]: الكامل في التاريخ ٤٦٧/٣-٤٧٠

[8]: البداية والنهاية . ٤٥/٨

[9]: ابن كثير : البداية والنهاية . ٤٥/٨

بصرہ پر سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کی نیابت کی خبریں:

[١٠٦] قال الطبری :

(جب زیاد بن ابیہ بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے، تو انہوں نے سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا)[1]

اس خبر کو بیاسی[2] نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

[١٠٧] حدثني عمر ، قال : حدثني موسى بن إسماعيل ، قال : حدثني سليمان بن مسلم العجلي ، قال : سمعت أبي يقول :

(مسلم العجلی ذکر کرتے ہیں کہ میں مسجد کی طرف گزرا۔ وہاں ایک مرد نے سمرہ رضی اللہ عنہ کو آ کر اپنے مال کی زکاۃ دی اور نماز پڑھنے لگا یکا یک ایک شخص نے آ کر اس کی گردن ماردی کہ سر تو مسجد میں تھا اور بدن کنارے پر تھا اسی اثناء میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا انہوں نے یہ آیت پڑھی جس کا مضمون یہ ہے ''جس نے زکاۃ دی اور اللہ کا ذکر کیا اور نماز پڑھی اس کے لیے فلاح ہے''[3] یہی شخص کہتا ہے میں سمرہ کو دیکھا سخت سردی[4] میں مبتلا ہو کر بہت ہی بری موت مرا۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ سمرہ رضی اللہ عنہ کے پاس لائے گئے اور چند شخص پہلے ہی سے وہاں تھے یہ ہر ایک شخص سے پوچھتے جاتے تھے کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا اللہ وحدہ لا شریک ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور مذہب حروریہ سے میں بے زار ہوں اس کے بعد اس کی گردن ماری جاتی تھی اسی طرح کچھ اوپر بیس شخص قتل ہوئے)[5]

اس شخص کے واقعے کے بارے میں جسے اپنے مال کی زکاۃ ادا کرنے کے بعد قتل کر دیا گیا بلاذری[6] نے یہ خبر ہشام کلبی کے واسطے سے نقل کی ہے اور وہ ایک رافضی اور متروک راوی[7] ہے۔ اس روایت میں آیا ہے کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ ابن اثیر

---

[1]: ٢٣٦/٥

[2]: الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام . ٣٠٢/١

[3]: سورة الأعلى : (الآية). ١٥-١٤

[4]: الزَّمْهَرِير: شدید سردی۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٥١٤

[5]: ٢٩٢/٥

[6]: أنساب الأشراف . ٢١٠/٤

[7]: ابن حجر : لسان الميزان . ١٩٦/٦

[1] نے بھی یہی خبر بلاذری کی طرح نقل کی ہے۔ تاہم اس واقعے کی جو روایت طبری نے بیان کی ہے، وہ بلاذری کی روایت پر مقدم ہے، کیونکہ یہ اس باب میں سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔ جہاں تک اس شخص کے قتل کی بات ہے جس نے اپنی زکاۃ ادا کی تھی، تو طبری کی روایت میں قتل کی کوئی صریح وجہ بیان نہیں کی گئی، لیکن میں نے مختلف مصادر کے استقراء کے بعد یہ احتمال اخذ کیا ہے کہ یہ کاروائی خوارج کی جانب سے ہوئی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی زکاۃ بصرہ کے والی یا اس کے نائب کو دی، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس شخص کی حکومت کی شرعی حیثیت کو تسلیم کرتا ہے اور یہی بات خوارج کے نزدیک اس کے قتل کے لیے کافی تھی۔ خوارج نے سنہ ۵۰ ہجری میں جب زیاد بصرہ میں موجود نہ تھا اپنی ایک مسلح بغاوت کے ذریعے یہی رویہ اپنایا۔ یہ بغاوت قریب الازدِی اور زُحاف الطائی [2] کی قیادت میں ہوئی، اور اس تحریک کا مرکز بصرہ کے وہ علاقے تھے جہاں قبیلہ ازد آباد تھا۔ خوارج نے وہاں کی مساجد پر دھاوا بولا اور ان میں نماز پڑھنے والوں میں سے بعض کو قتل کر دیا۔

اور جب ہم اس خبر کے راوی مسلم العجلی کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ وہ بنو عجل سے تعلق رکھتا ہے، جن کا نسب بنو بکر بن وائل [3] تک پہنچتا ہے۔ بنو بکر بن وائل، ازدِ بصرہ کے ہمسائے تھے، ان کے محلے ایک دوسرے سے متصل تھے۔ لیکن جنگِ جمل کے بعد بنو عجل کی اکثریت کوفہ کی طرف کوچ کر گئی، چنانچہ ازد نے ان کی رہائش گاہوں [4] کا وارث بن کر ان میں سکونت اختیار کی۔ ان تمام باتوں سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ کہ: مسلم العجلی نے جب اس شخص کے بارے میں یہ روایت بیان کی جسے زکاۃ اپنے مال سے ادا کرنے کے بعد سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے پاس قتل کر دیا گیا، تو دراصل وہ قریب الازدِی اور زحاف الطائی کی بغاوت کے کسی منظر کو بیان کر رہا تھا وہ بغاوت جو بصرہ میں ازد کے محلوں میں برپا ہوئی تھی۔

---

[1]: الكامل في التاريخ. ٤٩٥/٣

[2]: اس تحریک کے بارے میں روایت نمبر [63] ملاحظہ کریں۔

[3]: ابن حزم: جمهرة أنساب العرب. ٣١٢-٣٠٩

[4]: البلاذري: أنساب الأشراف ٢١٥/٤؛ د.صالح العلي: خطط البصرة. ٩٤

رہا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ تو اسے ابن سعد [1]، ابن عبد البر [2]، ابن اثیر [3]، اور ذہبی [4] نے نقل کیا ہے کہ وہ شدید سردی کے باعث بیمار ہوئے۔ تاہم ان میں سے بعض نے مزید تفصیلات بھی ذکر کی ہیں، جو اس بیماری سے شفایابی کی کوشش کے دوران ان کی وفات کے حالات سے متعلق ہیں۔

جہاں تک طبری کی روایت میں مذکور تیسری خبر کا تعلق ہے جو سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیس سے کچھ زائد افراد کے قتل سے متعلق ہے، تو اسے بلاذری [5] نے بھی قریب قریب اسی انداز میں نقل کیا ہے۔ لیکن اس خبر کا مقصد صحابیِ رسول سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی سیرت کو داغ دار بنانا اور انہیں خونریزی کے شوقین شخص کے طور پر پیش کرنا ہے۔ یہ منکر خبر قابلِ رد ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عدالت قطعی طور پر ثابت شدہ ہے، اور وہ ایسی تہمتوں سے بری الذمہ ہیں۔

اور بظاہر سمرہ رضی اللہ عنہ پر کی جانے والی اس تنقیص کی وجہ یہ تھی کہ وہ خوارج کے خلاف سختی سے کارروائی کرتے تھے اور ان کی لغزش کو ہرگز معاف نہیں کرتے تھے۔ اسی حقیقت کو امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: (وہ حروریہ (یعنی خوارج) کے خلاف بہت سخت تھے، جب بھی ان میں سے کوئی ان کے پاس لایا جاتا، تو وہ اسے قتل کر دیتے اور کوئی رعایت نہ دیتے، اور فرمایا کرتے: زمین کے اوپر [6] سب سے بدترین قاتل یہی لوگ ہیں، یہ مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور خون ریزی کرتے ہیں) چنانچہ حروریہ اور ان کے ہم خیال لوگ سمرہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں اور ان کی ذات کو نشانہ بناتے ہیں۔ [7]

(5) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی ولایت: ۵۳۔ ۵۴ھ

[١٠٨] قال عمر : وبلغني عن جعفر بن سليمان الضبعي ، قال :

---

[1]: الطبقات (تحقيق د.إحسان عباس) ٣٤/٦؛ ٥٠/٧ .

[2]: الاستيعاب . ٦٥٤/٢

[3]: أسد الغابة . ٣٠٣/٢

[4]: تاريخ الإسلام (عهد معاوية) . ٢٣٤

[5]: أنساب الأشراف . ٢١١/٤

[6]: ادیم السماء: آسمان کی ظاہر ہونے والی سطح۔ ابن منظور : لسان العرب . ١١/١٢

[7]: ابن عبد البر: الاستیعاب۔ ٦٥٣/٢

(معاویہ رضی اللہ عنہ نے سمرہ رضی اللہ عنہ کو زیاد کے بعد چھ ماہ تک برقرار رکھا، پھر انہیں معزول کر دیا، تو سمرہ نے کہا: اللہ معاویہ پر لعنت کرے! اللہ کی قسم! اگر میں اللہ کی ایسی اطاعت کرتا جیسی معاویہ کی کی، تو وہ مجھے کبھی عذاب نہ دیتا) [1]

یہ خبر جو سمرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے معاویہ کو گالی دی یہ اس جلیل القدر صحابی پر جھوٹ گھڑا گیا ہے۔ اسی بارے میں ابن کثیر فرماتے ہیں:

(یہ قول سمرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے) [2]

اسی طرح خبر کے ماخذ جعفر بن سلیمان ضُبَعی کے رجحانات کو جاننا بھی ضروری ہے۔ ابن حجر نے ان کے بارے میں فرمایا:

(سچ بولنے والا اور زاہد ہے، لیکن شیعہ رجحان رکھتا تھا) [3] یہ بات اس امر کو واضح کرتی ہے کہ تشیع کا اثر اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے میں کس طرح کارفرما رہا ہے۔ [4]

⑥ عبداللہ بن عمرو بن غیلان ثقفی کی ولایت: (۵۴-۵۵ھ)

[۱۰۹] قال الطبري

(اور اسی سال (۵۵ھ) میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو بصرہ سے معزول کیا، اور اس پر عبداللہ بن غیلان کو مقرر کیا) [5]

⑦ عبیداللہ بن زیاد کی ولایت: خراسان پھر بصرہ۔

[۱۱۰] قال الطبري :

(اور اسی سال (۵۵ھ) میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ بن زیاد کو خراسان کی ولایت دی [6])

بصرہ کو عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ ضم کرنا: ۵۵-۶۰ھ

[۱۱۱] قال الطبري :

---

[1]: ۲۹۱/۵

[2]: البداية والنهاية . ۶۷/۸

[3]: تقريب التهذيب . ۱۴۰

[4]: اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر عبدالعزیز ولی کی کتاب اوّلین صدی ہجری میں تاریخی روایات پر تشیع کے اثرات۔

[5]: ۲۹۵/۵

[6]: ۲۹۵/۵

(اوراسی سال (۵۵ھ) میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمرو بن غیلان کو بصرہ سے معزول کیا اوراس کی ولایت عبیداللہ بن زیاد کو دی) [1]

خراسان پر اسلم بن زرعہ کی نیابت: ۵۵-۵۶ھ

[۱۱۲] قال عمر حدثني علي بن محمد ، قال :

(معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۵۵ھ میں عبداللہ بن عمرو کو معزول کر کے بصرہ کی ولایت عبیداللہ بن زیاد کو دے دی، اور عبیداللہ بن زیاد نے اسلم بن زرعہ کو خراسان کی نیابت دی، تاہم انہوں نے وہاں نہ تو کوئی فوجی مہم کی اور نہ ہی کچھ فتح کیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے پولیس کی قیادت عبداللہ بن حصن کو دی، اور قضاء کی ذمہ داری زرارہ بن اوفی کو سونپی، پھر انہیں معزول کر کے قضاء کی ذمہ داری ابن اذینہ العبدی [2] کو دی) [3]

یہ روایت ابن جوزی [4] نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے، ابن کثیر [5] نے بھی اس کی مانند ذکر کیا ہے، اور ابن اثیر [6] نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے کہا: (اس سے کچھ بھی نہیں فتح ہوا)

ولایت سعید بن عثمان [7] (جنگ خراسان) ۵۶-۵۷ ہجری:

[۱۱۳] قال الطبري :

---

[1]: ۲۹۹/۵

[2]: عبدالرحمن بن اذینہ العبدي، جنہیں ابن حبان نے اپنی کتاب ثقات میں ذکر کیا ہے، بخاری نے ان سے معلق طور پر روایت نقل کی ہے، اور ابن ماجہ نے بھی ان سے روایت نقل کی ہے۔ وہ ۹۵ھ میں یا اس سے قبل وفات پا گئے۔ المزي : تهذيب الكمال . ٥١٠/١٦

[3]: ٣٠٠/٥

[4]: المنتظم ٢٧٨/٥-٢٧٩

[5]: البداية والنهاية . ٧١/٨

[6]: الكامل في التاريخ . ٥٠٢/٣

[7]: سعید بن عثمان بن عفان، ابن سعد نے انہیں مدینہ کے تابعین کی پہلی جماعت میں ذکر کیا، اور ابن حبان نے انہیں ثقہ قرار دیا۔ انہوں نے بخارا، سمرقند، اور صغد کی طرف غزوہ کیا اور اللہ نے ان کے ہاتھوں ایک عظیم فتح عطا کی۔ وہ یزید بن معاویہ کی خلافت میں وفات پائی۔ ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.إحسان عباس) ١٥٣/٥؛ ابن حبان : الثقات ٢٨٩/٤؛ النرشخي : تاريخ بخاري ٦٩؛ ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) .

(اور اسی سال میں بصرہ کا عامل عبید اللہ بن زیاد تھا، اور خراسان کا عامل سعید بن عثمان تھا)[1]
یہ روایت ابن جوزی[2]، ابن اثیر[3]، اور ابن کثیر[4] نے بھی نقل کی ہے۔
[۱۱۴] اور خراسان پر اس کی ولایت کا سبب یہ تھا کہ عمر نے مجھے بیان کیا، اس نے کہا: علی نے مجھے بیان کیا، اس نے کہا: محمد بن حفص نے مجھے خبر دی۔
سعید بن عثمان نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے حکومت خراسان کو طلب کیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، وہاں تو عبید اللہ بن زیاد ہے۔ سعید نے کہا، سنو! تم سے میرے باپ نے سلوک کیا اور تمہیں اس قدر بلند[5] کیا کہ تم ان کے سلوک کے سبب اس حد تک پہنچ گئے جسے کوئی پا نہیں سکتا نہ کوئی برابری کر سکتا ہے تم نے ان کی جانفشانی کا کچھ عوض ان کے احسانوں کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور مجھ پر اس کو یزید بن معاویہ کو مقدم کر دیا اور اس کے لیے لوگوں سے بیعت لی۔ واللہ! میرا باپ اس کے باپ سے میری ماں اس کی ماں سے میں خود اس سے بہتر ہوں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے باپ کی جانفشانی کا عوض کرنا مجھ پر واجب ہے۔ یہ بھی تو اس کا عوض تھا کہ میں نے ان کے خون کا بدلہ لیا۔ یہاں تک کہ تمام امور سلجھ گئے۔ اور اپنے اس طرح آمادہ ہو جانے پر مجھ پر کچھ بھی پشیمانی نہیں ہوئی۔ اپنے باپ کو اس کے باپ سے جو تم نے افضل کہا تو واللہ!
تمہارے باپ مجھ سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تر ہیں۔ اپنی ماں کو اس کی ماں سے جو تم نے بہتر کہا ہے تو اس کا بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ زن قریشیہ بہتر ہے زن کلبیہ سے۔ تم خود کو جو اس سے بہتر کہتے ہو۔ میں اس بات کو نہیں پسند کرتا کہ تم سا شخص اور یزید کے معاملے خرابی ڈالے[6]۔
یہ سن کر یزید نے کہا: امیر المومنین یہ تو آپ کا ابن عم ہے آپ سے بڑھ کر کون ان کے حال پر نظر التفات کر سکتا ہے، میرے بارے میں یہ آپ سے خفا ہیں۔ ان کو راضی کر لیجیے۔ اس پر معاویہ

---

[1]: ۳۰٤/٥
[2]: المنتظم. ۲۸۸/٥
[3]: الكامل في التاريخ. ۵۱۲/۳
[4]: البداية والنهاية. ۷۸/۸
[5]: رَفَّ فُلانًا: اس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا۔ الفيروز آبادي: القاموس المحيط. ۱۰۵۲
[6]: دَحَسَ الشيءَ: اُسے بھر دیا۔ المصدر السابق. ۷۰۰

رضی اللہ عنہ نے سعید کو خراسان کے جنگ وجدال کا اور اسحاق بن طلحہ [1] کو خراج کا حاکم مقرر کر دیا- اسحاق معاویہ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں ان کی ماں ام ابان عتبہ بن ربیعہ [2] کی بیٹی ہیں۔ جب ری میں اسحاق پہنچے تو انتقال کیا اور سعید ہی خراج و جنگ خراسان کے حاکم مقرر ہوئے۔ [3]

یہ روایت بلاذری [4] نے اسی مفہوم میں ذکر کی، ابن عساکر [5] نے اسی طرح ذکر کی، ابن جوزی [6] نے مختصر انداز میں بیان کی، ابن اثیر [7] نے اسی طرح ذکر کی، اور ابن کثیر [8] نے بھی اسی طرح ذکر کی، یہاں تک کہ فولاہ حرب خراسان تک۔

یہ روایت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سعید بن عثمان کو خراسان کی ولایت دینے کے سبب کے بارے میں بات کرتی ہے، اور یہ سب اخباریوں کی فاسد تفسیروں میں شامل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سعید بن عثمان مدینہ [9] کے رہائشی تھے، تو پھر انہوں نے معاویہ سے مدینہ کی ولایت کی بجائے خراسان کی ولایت کیوں مانگی؟ خاص طور پر یہ بات اہم ہے کہ خراسان جانا آسان نہیں تھا، کیونکہ یہ ایک جنگی مرکز تھا جہاں سے اسلامی فوجیں اپنے پڑوسی مشرکوں کے خلاف جہاد کے لیے روانہ ہوتی تھیں۔

لیکن خراسان کی ولایت پر سعید بن عثمان کو مقرر کرنے کی منطقی توجیح یہ ہے کہ خراسان کے پڑوسی

---

[1]: اسحاق بن طلحہ بن عبید اللہ کو ابن سعد نے تابعینِ اہلِ مدینہ کی پہلی جماعت میں شمار کیا ہے، اور ابن حبان نے انہیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ ان کا انتقال 56 ہجری میں ہوا، اور بعض کے نزدیک یزید بن معاویہ کے دور میں وفات پائی۔ ابن سعد : الطبقات (تحقیق د.إحسان عباس) ١٦٦/٥؛ ابن حبان : الثقات ٢٢/٤؛ ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) . ٧٦١/٢

[2]: امّ اُبان بنت عتبہ بن ربیعہ، ایک صحابیہ تھیں جنہوں نے اپنے شوہر ابان بن سعید بن العاص کے ساتھ شام کی فتوحات میں شرکت کی۔ ان کے شوہر کی شہادت کے بعد، طلحہ بن عبید اللہ نے ان سے شادی کی۔ ابن عبد البر : الاستیعاب ١٩٢٤/٤؛ ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) . ٥٨٢/١٩

[3]: ٣٠٥/٥

[4]: أنساب الأشراف ٦١٥/٤

[5]: تاريخ دمشق (مخطوط) ٧٦١/٢

[6]: المنتظم ٢٨٧/٥

[7]: الكامل في التاريخ ٥١٢/٣

[8]: البداية والنهاية ٧٩/٨

[9]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.إحسان عباس) ١٥٣/٥

جہادی محاذ اس وقت تک رک چکے تھے جب عبید اللہ بن زیاد کو بصریہ کی ولایت اور اسلم بن زرعہ کو خراسان [1] کا نیا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ صورتحال مجاہد فاتح معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے لیے موزوں نہیں تھی، کیونکہ وہ اپنی فوجی مہمات کو جاری رکھنے کے خواہشمند تھے۔ اسی لیے انہوں نے سعید بن عثمان کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تا کہ وہاں کے جہادی کاموں کو دوبارہ تحریک دی جا سکے۔ اور حقیقتاً جب سعید خراسان پہنچے تو انہوں نے فتح و جہاد کے کاموں کا آغاز خود سے کیا۔ اللہ ان پر رحم کرے۔ [2]

[١١٥] حدثني عمر ، قال : حدثني علي ، قال : أخبرنا مسلمة ، قال :

(سعید خراسان کی طرف روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ اوس بن ثعلبہ التیمی نکلے، جو قصرِ اوس کے مالک تھے، اور طلحہ بن عبد اللہ بن خلف الخزاعی، مہلب بن ابی صفرہ، اور ربیعہ بن عسل، جو بنی عمرو بن یربوع میں سے تھے، بھی ان کے ہمراہ تھے۔ راوی کہتا ہے: کچھ بدوی لوگ حاجیوں کے قافلوں کو وادی فلج میں لوٹتے تھے۔ تو سعید سے کہا گیا: یہاں کچھ لوگ ہیں جو حاجیوں کا راستہ کاٹتے ہیں اور راستہ چلنے والوں کو ڈراتے ہیں، اگر آپ انہیں بھی ساتھ لے جائیں تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ سعید نے بنی تمیم کے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لے لیا، ان میں مالک بن الریب المازنی [3] بھی تھے، جو اپنے کچھ نوجوان ساتھیوں سمیت شریک تھے۔ انہیں دیکھ کر ایک راجز شاعر نے یہ شعر کہا:

الله أنجاك من القصيم [4]

---

[1]: انظر الرواية رقم [١١٢]

[2]: النرشخي : تاريخ بخارى ٦٩-٦٤

[3]: مالک بن الریب المازنی تمیمی، ایک ڈاکو تھا جو راستے میں لوٹ مار کرتا تھا۔ سعید بن عثمان نے اسے اس کی اصلاح کی کوشش کی اور خراسان لے جا کر مجاہدین کی صفوں میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد مالک بن الریب نے اپنے آپ کی اصلاح کی اور اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ اس بارے میں مالک بن الریب خود اپنی حالت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں بیچ دیا اور ابن عفان کے لشکر میں غازی بن کر آیا۔
مالک بن الریب خراسان میں وفات پا گئے، اور اپنی موت پر انہوں نے ایک مشہور مرثیہ لکھا، جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:
کاش! میں جانتا کہ کیا میں کبھی ایک رات غضا کے کنارے پر گزاروں گا، اور سوگوار اونٹوں کو روتا ہوا لے جاؤں گا۔
(مترجم: یہ اشعار مالک کی توبہ اور ان کے اندر کی گہرائی کو ظاہر کرتے ہیں، اور ان کی موت پر لکھی جانے والی مرثیہ اشعار کی تاریخ میں اہمیت رکھتی ہے)

[4]: القصیم: یہ وہ علاقہ ہے جو وسطی نجد میں واقع ہے۔ کچھ ڈاکوؤں کا یہاں چھپنا اس لئے ہوسکتا ہے کیونکہ اس علاقے میں گھنے درختوں اور جنگلات کی موجودگی ہے، جو عرب بدو ڈاکوؤں کے لیے ایک قدرتی پناہ گاہ فراہم کرتے ہیں۔

ومن أبي حردبة[1] الأثيم
اللہ نے تجھے بچایا قصیم سے
اور ابوحردبہ کے برے شخص سے۔
ومن غويث فاتح العكوم
ومالك وسيفه المسموم
اور غویث[2] سے جو کہ عکوم[3] (جنگل یا راستوں) کا فاتح تھا،
اور مالک اور اس کی زہر آلود تلوار سے۔[4]

یہ روایت میں نے صرف طبری میں پائی ہے، لیکن یہ خبر کہ سعید بن عثمان مالک بن الریب کو خراسان ساتھ لے گئے، تقریباً تمام مآخذ میں متفق نظر آتی ہے۔[5]
اس روایت میں حکام کے اس عزم کی طرف اشارہ ہے کہ وہ رعایا کی اصلاح پر توجہ دیتے ہیں اور افراد کی صلاحیتوں کو امت کی بھلائی کے لیے موجہ کرتے ہیں۔

حجاز کے گورنر

أ- مدینہ کے گورنر:

(۱) مروان بن حکم کی ولایت (۴۲-۴۹ھ)

[۱۱٦] قال الطبری
(اور اس سال[6] میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن حکم کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا، تو مروان نے

---

[1]: أبوحردبہ: یہ أثال بن مازن کے خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک شخص تھا۔ اس کی زندگی کے ابتدائی حصے میں وہ ایک ڈاکو تھا، پھر اس نے توبہ کی اور روم کے خلاف جہاد کے لیے نکلا۔ وہ جنگ کے دوران ایک تیر کی زد میں آ کر شہید ہوگیا۔ الأصفهاني : الأغاني . ۲۹۸-۲۸۷/۲۲

[2]: غویث: غویث، کعب بن مالک بن حنظلہ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ المصدر السابق . ۲۸۷/۲۲

[3]: العکم: العکم کا مطلب ہے وہ توازن یا عدل جو کسی چیز میں موجود ہو، جب تک کہ اس میں سامان (متاع) ہو۔ العکمان دو عدل ہوتے ہیں جو ہودج کے دونوں طرف ایک کپڑے سے باندھے جاتے ہیں۔ اس کا جمع أعکام ہے۔

[4]: ۳۰٥/٥

[5]: ابن قتيبة : الشعر والشعراء ۲۲۱؛ ابن أعثم الكوفي : الفتوح ۱۹۰-۱۸۷/٤؛ القالي : ذيل الأمالي والنوادر ۱۳٥؛ الأصفهاني : الأغاني . ۲۸٦/۲۲

[6]: سنة ٤۲هـ.

عبداللہ بن الحارث بن نوفل [1] کو قاضی مقرر کیا) [2]
یہ خبر ابن اثیر [3] اور ابن کثیر [4] نے ذکر کی ہے۔

[۱۱۷] قال الطبری :

(اس سال میں [5] مروان نے مقصورہ [6] (حکومتی دفتر) کا انتظام کیا، اور یہی کام معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام میں بھی کیا تھا) [7]
یہ خبر ابن جوزی [8]، ابن اثیر [9] اور ابن کثیر [10] نے بھی ذکر کی ہے۔
ابن اثیر نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل مقصورہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:
(اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے شام میں اس وقت بنایا جب خارجی نے انہیں ضرب لگائی تھی [11])

اور یہاں بات ہورہی ہے اُس مقصورے کے بارے میں جو مسجد کے اندر [12] بنایا جاتا ہے؛ کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ پر مسجد میں حملہ ہوا تھا، اور جب ہم یہ جانتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سال [13] مدینہ کا سفر کیا تھا، یعنی وہ سال جس میں مروان نے مسجد نبوی میں مقصورہ بنوایا، تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سیکیورٹی کی فکر ہی تھی جس نے مروان کو اس عمل پر مجبور کیا۔

---

[1]: عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب ہاشمی تھے۔ ان کے پاس کچھ رؤیتیں تھیں اور وہ ایک قابل اعتماد ثقہ اور ظاہر میں صالح شخص تھے۔ اہلِ بصرہ نے انہیں یزید بن معاویہ کی وفات اور عبیداللہ بن زیاد کے بصرہ سے فرار کے بعد اپنے امیر کے طور پر قبول کیا۔ وہ 79 ہجری میں وفات پا گئے۔ ان کے بارے میں تمام چھ کتابوں میں حدیثیں آئی ہیں۔ ابن حجر : الإصابة ۹/۵؛ التقريب . ۲۹۹

[2]: ۱۷۲/۵

[3]: الكامل في التاريخ ۴۲۰/۳

[4]: البداية والنهاية ۲٤/۸

[5]: سنة ٤٤هـ .

[6]: اور یہ مسجد نبوی میں کیا گیا۔ ابن عذاري : البيان المغرب . ۱٦/۱

[7]: ۲۱۵/۵

[8]: المنتظم ۲۱۰/۵

[9]: الكامل في التاريخ ٤٤٦/۳

[10]: البداية والنهاية ۲۸/۸

[11]: الكامل في التاريخ ٤٤٦/۳

[12]: ابن تغرى بردي : النجوم الزاهرة ١٦٤/١

[13]: سنة ٤٤هـ . الطبري : التاريخ . ۲۱۵/۵

[١١٨] قال الطبری :

(عام سیرت نگاروں کے قول کے مطابق، اس سال [١] لوگوں کو حج کرانے کا ذمہ مروان بن الحکم نے لیا۔ وہ اس دوران عہدے سے برطرفی کا متوقع تھا، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کے تعلقات میں کشیدگی تھی اور فدک [٢] کی واپسی کا معاملہ تھا، حالانکہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے فدک ہبہ کر دیا تھا) [٣]

یہ روایت ابن الجوزی [٤] اور ابن الاثیر [٥] نے بھی اسی طرح ذکر کی ہے۔

اس روایت میں فدک کا ذکر آیا ہے، اور فدک کے بارے میں بات کرنا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے بارے میں بات کرنے کی طرف لے جاتا ہے؛ کیونکہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خالص طور پر مخصوص تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا، تو فدک کے یہودیوں نے جو خیبر کے قریب واقع تھا، خوف محسوس کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امن کی درخواست کی کہ وہ اپنے علاقے کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے ان سے معاہدہ کیا تھا۔ [٦]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فدک کی ملکیت بعد کے حکام کے پاس منتقل ہوگئی، اور اس میں دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے:

(فاطمہ علیہا السلام [٧]، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں، نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں سے انہیں حصہ دیں جو اللہ نے ان پر غنیمت کے طور پر عطا کیا تھا۔

تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: (ہم وراثت نہیں چھوڑتے، جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے)

---

[١]: سنة ٤٨هـ.

[٢]: فدک آج کل الحائط (باغ) کے نام سے جانا جاتا ہے، اور یہ خیبر کے مشرق میں واقع ہے۔ عاتق البلادي : معجم معالم الحجاز . ٢٨/٧.

[٣]: ٢٣١/٥

[٤]: المنتظم ٢٢٣/٥

[٥]: الكامل في التاريخ ٤٥٧/٣

[٦]: ابن حجر : فتح الباري ٢٣٤/٦

[٧]: یہ عبارت نسّاخ کے اضافے میں سے ہے۔

اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کر رہی تھیں کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر، فدک اور مدینہ میں صدقہ کے طور پر چھوڑا تھا، اس کا حصہ انہیں دے دیا جائے۔ لیکن ابو بکر صدیق نے انکار کیا اور کہا: میں کچھ بھی ایسا نہیں چھوڑوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے، میں اس پر عمل کروں گا، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں ان کے کسی حکم کو چھوڑ دوں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

تو جہاں تک مدینہ کی صدقہ کا تعلق ہے، اسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب اور عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کو دے دیا، اور جہاں تک خیبر اور فدک کا تعلق ہے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں روک لیا اور کہا: یہ صدقہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھیں، یہ ان کے حقوق اور مصیبتوں کے لیے جو انہیں گھیرے [1] ہوئے تھے، اور ان کا انتظام ولی امر کے اختیار میں ہے۔ [2]

جو بات طبری کی روایت میں آئی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فدک مروان سے واپس لے لیا تھا، وہ بلاذری کی ایک حسن سند والی روایت سے ردّ کی جاتی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ عمرو الناقد [3] نے مجھے بتایا، اور انہوں نے الحجاج بن ابی منیع الرصافی [4] سے، انہوں نے اپنے والد [5] سے، اور انہوں نے ابن برقان [6] سے سنا کہ جب عمر بن عبد العزیز نے خلافت سنبھالی تو انہوں نے خطبہ دیا اور کہا:

(فدک وہ مال تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غنیمت کے طور پر نازل کیا تھا، اور مسلمان نہ اس پر کسی فوجی قوت سے حملہ آور ہوئے تھے اور نہ ہی اس پر کوئی فوج یا سوار چلایا

---

[1]: تعروہ کا مطلب ہے اسے گھیرنا، اس پر آنا یا اس پر آنا شروع ہونا۔ ابن منظور : لسان العرب . ۱۵/۴۴

[2]: البخاري : صحیح البخاري مع الفتح ۶/۲۲۷

[3]: عمرو بن محمد بن بکیر الناقد، جو رقہ میں مقیم تھے، ایک قابل اعتماد حافظ تھے۔ ان کا انتقال 232 ہجری میں ہوا۔ ان سے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ابن حجر : التقریب . ۴۲۶

[4]: حجاج بن ابی منیع الرصافی، ثقہ (یعنی قابل اعتماد) راوی تھے۔ ان کی حدیثیں بخاری نے معلقاً (یعنی سند کے بغیر) روایت کی ہیں۔ ابن حجر نے اپنی کتاب تقریب ۱۵۳ میں ان کا ذکر کیا ہے اور انہیں ثقہ راوی قرار دیا ہے۔

[5]: عبید اللہ بن ابی زیاد الرصافی، صدوق (یعنی صحیح حدیث روایت کرنے والے) تھے۔ ان کی حدیثیں بخاری نے معلقاً (یعنی سند کے بغیر) روایت کی ہیں۔ ابن حجر نے اپنی کتاب تقریب ۱۵۳ میں ان کا ذکر کیا ہے اور انہیں صدوق راوی قرار دیا ہے۔

[6]: اصل میں ابو برقان، جو جعفر بن برقان کلابی، ابو عبد اللہ الرقّی تھے، صدوق ہیں مگر وہ زہری کی احادیث میں بعض اوقات وہم کرتے ہیں۔ اس حوالے سے مزید تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔

تھا[1]۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بارے میں درخواست کی، تو انہوں نے کہا: تمہارے لیے اس کا سوال کرنا مناسب نہیں تھا اور نہ ہی میرے لیے اس کا دینا مناسب تھا۔ پھر وہ جو کچھ بھی فدک سے آتا، اسے مسافروں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرتے۔ پھر ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کی خلافت میں یہ نظام برقرار رہا، اور اس مال کو اسی طرح خرچ کیا گیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا۔ پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو انہوں نے فدک مروان بن حکم[2] کو دے دی۔ مروان نے اسے میرے والد[3] پر ہبہ کر دیا، اور پھر عبد الملک کے لیے ہبہ کیا، تو یہ مال میرے اور ولید اور سلیمان[4] کے ہاتھ میں آ گیا۔ جب ولید نے خلافت سنبھالی تو میں نے اس سے اپنی حصے کا مطالبہ کیا اور اس نے اسے مجھے دے دیا، اور جب میں نے سلیمان سے اپنی حصے کا مطالبہ کیا تو اس نے بھی مجھے وہ دے دیا۔ میں نے اسے جمع کر لیا، اور اس مال میں جو کچھ بھی تھا، وہ میرے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ تو گواہ رہو کہ میں نے اسے ویسے ہی واپس کر دیا جیسا کہ یہ پہلے تھا۔[5]

۲ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی ولایت (۴۹-۵۴ھ):

[۱۱۹] قال الطبری :

(اور اسی سال[6] معاویہ رضی اللہ عنہ نے ربیع الاول کے مہینے میں مروان بن حکم کو مدینہ سے معزول کیا، اور اسی سال ربیع الآخر کے مہینے میں اور بعض کے نزدیک ربیع الاول ہی میں سعید بن

---

[1]: الوجف کا مطلب ہے تیز رفتاری سے سفر کرنا، اور الرکاب کا مطلب ہے اونٹ۔ مطلب یہ ہے کہ فدک وہ چیز تھی جو اللہ نے خاص طور پر اپنے رسول کو دی، بغیر اس کے کہ مسلمانوں نے اس پر لڑائی کی ہو۔ ابن منظور : لسان العرب . ۳۵۲/۹

[2]: اور یہ اس لیے ہے کہ شرع کا حکم فدک کی زمین کے بارے میں یہ ہے کہ وہ ولی امر کے زیر تصرف ہے، جیسا کہ بخاری کی روایت میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

[3]: عبد العزیز بن مروان بن حکم، ان کے والد نے انہیں مصر کا حکمران مقرر کیا، اور وہ وہاں بیس سال سے زیادہ عرصہ تک رہے۔ 85 ہجری میں وفات پائی۔ ان کی حدیث کی تخریج ابو داود نے کی ہے۔

[4]: سلیمان بن عبد الملک بن مروان، اموی خلیفہ، نے اپنے بھائی الولید کے بعد 96 ہجری میں بیعت لی۔ وہ دین دار، فصیح، بلیغ، عادل اور غزوہ سے محبت رکھنے والے تھے۔ ان کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے اپنے بعد عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ مقرر کیا۔ وہ 99 ہجری میں وفات پا گئے۔

[5]: البلاذري : فتوح البلدان ۳۷

[6]: سنة ٤٩هـ.

عاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا)[1]

اس روایت میں مروان بن حکم کو مدینہ سے معزول کیے جانے اور سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا گورنر مقرر کیے جانے کا ذکر ہے، اور یہ خبر خلیفہ[2]، ابن الجوزی[3]، ابن الاثیر[4] اور ابن کثیر[5] نے نقل کی ہے۔

(۳) مروان بن حکم کی ولایت - دوسری مدت - (۵۴-۵۷ھ، ۵۸ھ):

[۱۲۰] قال الطبری :

(اور اسی سال[6] معاویہ رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے معزول کیا، اور مروان بن حکم کو اس پر گورنر مقرر کیا)[7]

یہ خبر خلیفہ[8]، ابن الجوزی[9]، ابن الاثیر[10] اور ابن کثیر[11] نے ذکر کی ہے۔

(۴) ولید بن عتبہ بن ابی سفیان[12] کی ولایت (۵۷، ۵۸-۶۰ھ):

[۱۲۱] قال الطبري : وقال الواقدي :

(جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو مدینہ سے معزول کیا تو اس وقت انہوں نے مدینہ پر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو گورنر مقرر کیا)[13]

---

[1]: ۲۳۲/۵

[2]: التاريخ ۲۰۸

[3]: المنتظم . ۲۲٤/۵

[4]: الكامل في التاريخ . ٤٦٠/۳

[5]: البداية والنهاية . ۳۲/۸

[6]: سنة ٥٤هـ .

[7]: ۲۹۳/۵

[8]: التاريخ . ۲۲۲

[9]: المنتظم . ۲٦٦/۵

[10]: الكامل في التاريخ . ٤۹۷/۳

[11]: البداية والنهاية . ٦٦/۸

[12]: ولید بن عتبہ بن ابی سفیان، جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے، جود و سخا، حلم، بزرگی اور دینداری کے حامل تھے۔ وہ سنہ ۶۴ھ میں وفات پا گئے۔ الذهبي : السير . ٥٣٤/۳

[13]: ۳۰۸/۵

ب۔ مکہ کے گورنر:

(۱) خالد بن عاص بن ہشام رضی اللہ عنہ [۱] کی گورنری: ۴۲-۴۳ھ

[۱۲۲] قال الطبری :

(اور اسی سال [۲] معاویہ رضی اللہ عنہ نے مکہ کا گورنر خالد بن عاص بن ہشام رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا [۳])

[۱۲۳] قال الطبری :

(اور مکہ [۴] پر خالد بن عاص بن ہشام رضی اللہ عنہ گورنر مقرر تھے) [۵]

طبری نے جب ۴۲ھ اور ۴۳ھ میں مکہ کے گورنروں کے نام ذکر کر دیے، تو اس کے بعد وہ مکہ کے عاملین [۶] کے نام لینے سے خاموش ہو جاتے ہیں اور صرف اس عبارت پر اکتفا کرتے ہیں: (اور اسی سال (یعنی ۴۲ھ یا ۴۳ھ کے بعد) مختلف شہروں پر جو گورنر اور عاملین مقرر تھے، ان کا ذکر یا تو پہلے [۷] ہی کیا جا چکا ہوتا یا طبری اس جیسی کسی عبارت پر اکتفا کرتے ہیں۔ ابن جوزی [۸] اور ابن اثیر [۹] نے بھی اسی طرز کو اختیار کیا ہے۔

ج۔ طائف کے گورنر:

طبری نے طائف کے گورنروں کے نام ذکر نہیں کیے، تاہم ان کے ہاں ایک روایت آئی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ بنی حرب کے کچھ افراد نے طائف کی گورنری سنبھالی تھی۔ اس روایت کا متن درج

---

[۱]: خالد بن عاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی صحابی تھے۔ انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور مکہ ہی میں مقیم رہے۔ عمر اور عثمان رضوان اللہ علیہم نے اُنہیں مکہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ ابن حجر : الإصابة . ۲۴۰/۲.

[۲]: سنة ٤٢هـ.

[۳]: ١٧٢/٥

[۴]: سنة ٤٣هـ.

[۵]: ٢١١/٥

[۶]: رہے باقی مکہ کے گورنر، تو وہ یہ ہیں: عبداللہ بن خالد بن اسید، پھر عنبسہ بن ابی سفیان، اور وہ مکہ کے گورنر رہے یہاں تک کہ ۴۸ھ میں وفات پا گئے۔ اس کے بعد مکہ کو مدینہ کے گورنر کے ماتحت کر دیا گیا۔ انظر الأزرقي : أخبار مكة ، ٢٦٩/١-٢٧٠؛ البلاذري : أنساب الأشراف . ١٥٩/٤

[۷]: التاريخ ٢٢٦/٥

[۸]: المنتظم ١٩٣/٥-٢٠٦

[۹]: الكامل في التاريخ ٤٢٠/٣-٤٣٩

ذیل ہے:

[۱۲۴] حدثني عمر ، قال : حدثني عمر بن محمد ، قال : حدثنا مسلمة بن محارب ، ومحمد بن أبان القرشي ، قالا :

اور جب معاویہ رضی اللہ عنہ کسی شخص کو بنی حرب سے گورنر مقرر کرنا چاہتے، تو وہ اسے طائف کا گورنر بناتے۔ اگر انھوں نے اس شخص میں اچھائی اور پسندیدہ صفات دیکھیں، تو وہ اسے مکہ کی گورنری بھی سونپ دیتے۔ اگر وہ گورنری کو اچھے طریقے سے انجام دیتا، تو اسے مدینہ کی گورنری بھی دے دی جاتی۔ اور جب کسی کو طائف کا گورنر مقرر کیا جاتا، تو کہا جاتا: وہ ابوجاد[۱] میں ہے، جب مکہ کی گورنری دی جاتی تو کہا جاتا: وہ قرآن میں ہے، اور جب مدینہ کی گورنری دی جاتی، تو کہا جاتا: وہ حذق[۲] (ماہر) ہو چکا ہے۔

اس روایت کو ابن جوزی[۳] نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ جہاں تک بات ہے کہ بنی حرب میں سے طائف کا گورنر کون تھا، تو طبری اس کا ذکر نہیں کرتے، لیکن بلاذری[۴] کے ہاں یہ آتا ہے کہ عنبسہ بن ابی سفیان بن حرب اور عتبہ بن ابی سفیان بن حرب کو طائف کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔

مصر کے گورنر

① عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی گورنری (۴۱-۴۳ھ):

[۱۲۵] حدثني أحمد ، عن علي بن محمد ، عن علي بن عبيد الله ، قال :

(عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا، جس میں اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرو کے لیے وہی کچھ طلب کیا جو خود ان کے والد کو مصر میں دیا گیا تھا۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ

---

[۱]: في أبي جاد کا مطلب ہے: اولاً یعنی شروع میں۔ محمد أبو الفضل إبراهيم : تاريخ الطبري، ۲۹۶/۵ الحاشية .

[۲]: ۲۹۵/۵، ۲۹٦

[۳]: المنتظم ۲٦۷/۵

[۴]: أنساب الأشراف ۳۹/٤

نے کہا: ابو عبداللہ (یعنی عمرو) نے عہد لکھنے کا[1] ارادہ کیا، مگر وہ بے وقعت ہو گیا۔ میں تم سب کو گواہ بناتا ہوں کہ اگر میں اس کے بعد زندہ رہا، تو میں نے اس کے عہد کو منسوخ[2] کر دیا)[3]

یہ روایت بلاذری[4] نے بھی نقل کی ہے، البتہ اس میں یہ عبارت موجود نہیں: أشهدكم أني إن بقيت بعده فقد خلعت عهده (میں تم سب کو گواہ بناتا ہوں کہ اگر میں اس کے بعد زندہ رہا، تو میں نے اس کے عہد کو منسوخ کر دیا)

اس روایت میں معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایک باریک اشارہ (مغمز خفی) موجود ہے، جو اس مفہوم کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ گویا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر کی گورنری عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس لیے دی کہ انہوں نے فتنے کے زمانے میں، خاص طور پر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پیدا ہونے والی کشمکش میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ تاہم یہ فہم وضاحت طلب ہے، کیونکہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہونا کسی ذاتی یا خاندانی وفاداری کی بنیاد پر نہیں تھا، بلکہ یہ ان کا ذاتی اجتہاد تھا، جو انہوں نے قصاص کے فوری نفاذ کے بارے میں کیا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے فوراً بدلہ لیا جائے، اور یہ رائے اسی معاملے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق تھی۔ چنانچہ دونوں کا اکٹھا ہونا شخصی حمایت نہیں بلکہ ایک مشترکہ اجتہادی موقف کا نتیجہ تھا۔

رہی بات معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر کرنے کی، تو یہ اس اصول کے تحت آتی ہے کہ مناسب شخص کو مناسب مقام پر فائز کیا جائے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے فاتح تھے، اور وہ عہدِ عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم میں اسی صوبے کے گورنر رہ چکے تھے۔ چنانچہ وہ اس اہم ترین صوبے کی گورنری کے سب سے زیادہ اہل اور موزوں فرد تھے۔

---

[1]: بلاذری کے أنساب الاشراف (٦٠/٤) میں یکُت کا لفظ آیا ہے، اور کَتَّ کے معنی آہستہ، نرم انداز سے چیخنے یا آواز نکالنے کے ہیں۔ جیسا کہ فیروز آبادی نے القاموس المحیط (ص: ۲۰۳) میں بیان کیا ہے: کت: صاحَ صِیاحًا لَیِّنًا یعنی: کت کا مطلب ہے نرم آواز میں پکارنا یا چیخنا۔

[2]: ھدر کا مطلب ہے: آواز، پکار۔ ابن منظور : لسان العرب . ٢٥٨/٥

[3]: ٣٣٥/٥

[4]: أنساب الأشراف . ٦٠/٤

[۱۲٦] حدثني أحمد ، عن علي بن محمد ، عن علي بن عبيد الله قال :

(عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کبھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں نہیں دیکھا کہ وہ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں، ایک پاؤں دوسرے پر رکھے ہوں، آنکھ نیچی کیے ہوئے کسی شخص سے کہیں: بول مگر یہ کہ مجھے ان پر رحم آتا تھا) [۱]

یہ روایت جاحظ [۲] اور بلاذری [۳] نے اسی الفاظ کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کی ہے، جبکہ ابن قتیبہ [۴] نے یہی روایت زیاد بن ابیہ کے بارے میں بیان کی ہے، نہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔ اس کے بعد ابن قتیبہ نے فرزدق کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے جو اسی مفہوم کی تائید کرتا ہے:

وقبلك ما أعييت كاسر عينِه

زيادًا فلم تقدر علي حبائله

تجھ سے پہلے میں نے کسی آنکھ نیچی کرنے والے چالاک کو عاجز نہ پایا نہ ہی زیاد کو، جس کے جال سے تو بچ نہ سکا۔

یعنی فرزدق زیاد کی چالاکی، تدبر اور معاملہ فہمی کی طرف اشارہ کر رہا ہے، جیسا کہ روایت میں کاسر عینہ کا ذکر آیا۔

[۱۲۷] حدثني عبد الله بن أحمد ، قال : حدثني أبي ، قال : حدثني سليمان ، قال : قرأت على عبد الله ، عن فليح ، قال :

(بیان کیا گیا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، اہلِ مصر کے ایک وفد کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ تو عمرو نے ان سے کہا: دیکھو، جب تم ابنِ ہند (یعنی معاویہ) کے پاس داخل ہو، تو اس پر خلافت کا سلام نہ کہنا، یہ بات اس کی نگاہ میں تمہیں زیادہ بلند کرے گی۔ جتنا ہو سکے اسے کمتر سمجھاؤ۔ جب وہ وفد معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اپنے دربانوں سے کہا: مجھے یوں لگتا ہے کہ میں ابن النابغہ (یعنی عمرو بن عاص) کو پہچان رہا ہوں، اس نے میرے معاملے کو ان لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا کر دیا

---

[۱]: ۳۳٥/٥

[۲]: البيان والتبيين ٦٤٣/٢

[۳]: أنساب الأشراف ٦٠/٤

[۴]: عيون الأخبار ١٧١/٢

ہے۔ جب یہ لوگ داخل ہوں تو ان پر خوب تعتعاؤ (یعنی انہیں روک کر، ہکلا کر بات کرنے پر مجبور کرو)، اتنی سخت تعتعہ کرو جتنی تم کر سکتے ہو، یہاں تک کہ ہر ایک کو یہ محسوس ہو کہ وہ اپنی جان سے جانے لگا ہے۔ پہلا داخل ہونے والا شخص ابن الخیاط [١] نامی ایک مصری تھا۔ جب وہ داخل ہوا تو تعتعانے کے بعد کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! پھر باقی لوگ بھی اسی طرح اس کے پیچھے چل پڑے۔ جب وہ سب باہر نکلے تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں نے تو تمہیں روکا تھا کہ اسے امیر کہہ کر سلام نہ کرو، تم نے تو اسے نبی بنا دیا!) [٢]

یہ روایت بلاذری [٣] اور ابن کثیر [٤] نے مختصر طور پر ذکر کی ہے، جبکہ ابن اثیر [٥] نے بھی اسے اسی طرح نقل کیا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان مصادر میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا گیا، حالانکہ اس کی سند ضعیف اور متن میں نقص موجود ہے؛ کیونکہ اس روایت میں کچھ تابعین پر ختم نبوت کے عقیدہ میں جہل کا الزام لگایا گیا ہے- اور یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبوت کے ساتھ سلام کیا، حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ نبوت کا خاتمہ دین اسلام کی بنیادی عقیدہ ہے، جسے ہر مسلمان، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، جانتا ہے۔

[١٢٨] قال الطبري :

اس سال میں [٦] عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر میں عید الفطر کے دن وفات پا گئے۔ اس سے پہلے وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں چار سال تک اس پر عامل رہے، عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں چار سال اور دو ماہ تک، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں دو سال اور ایک ماہ تک مصر پر حکمرانی کرتے رہے۔ [٧]

---

[١]: میں ابن الخیّاط کے ترجمے یا حالات سے واقف نہیں ہوسکا۔

[٢]: ٣٣٠/٥

[٣]: أنساب الأشراف ٣١/٤

[٤]: البداية والنهاية ١٤٠/٨

[٥]: الكامل في التاريخ ١١/٤

[٦]: سنة ٤٣هـ.

[٧]: ١٨١/٥

یہ روایت ابن جوزی[1] اور ابن اثیر[2] نے ذکر کی ہے۔

(۲) ولایت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۴۳ھ):

[۱۲۹] قال الطبري :

اس سال[3] معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنے والد کی وفات کے بعد مصر کی ولایت دی، اور الواقدی کے مطابق، وہ اس پر تقریباً دو سال تک عامل رہے۔[4]

یہ روایت ابن جوزی[5]، ابن اثیر[6]، اور ابن کثیر[7] نے اسی طرح ذکر کی ہے۔

اور یہ لگتا ہے کہ طبری کا واقدی کی روایت کو ضعیف قرار دینا بجا تھا، اور اس کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کی مصر پر ولایت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے نہیں تھی بلکہ ان کے والد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی جگہ مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ یہ بات کُندی[8] نے ابوفراس[9] کے طریقے سے نقل کی ہے، جس میں کہا گیا ہے:

(عمرو بن العاص کی وفات عید الفطر کی رات ۴۳ھ میں ہوئی، اور انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو مصر کے صلاۃ وخراج پر اپنا نائب مقرر کیا تھا)

اور جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی عتبہ کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا، اور یہ واقعہ سنہ تینتالیس ہجری[10] کے ماہ ذوالقعدہ میں پیش آیا۔

یعنی عبداللہ بن عمرو کی مصر پر گورنری دو مہینے سے زیادہ نہ تھی، اور یہ وہ مدت تھی جو عمرو کی وفات کی

---

[1]: المنتظم ٢٠٠/٥

[2]: الكامل في التاريخ ٤٢٥/٣

[3]: سنة ٤٣هـ.

[4]: ١٨١/٥

[5]: المنتظم ٢٠١/٥

[6]: الكامل في التاريخ ٤٢٥/٣

[7]: البداية والنهاية ٢٤/٨

[8]: ولاة مصر ٥٧

[9]: یزید بن رباح القرشی السہمی، ابوفراس، مولی عبداللہ بن عمرو بن العاص، اور کہا گیا کہ وہ مولی عمرو بن العاص تھے، ۹۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے لیے مسلم اور ابن ماجہ نے حدیث نقل کی ہے۔ المزی: تهذيب الكمال، ٣٢/١٢٠

[10]: الكندي : ولاة مصر ٥٧

خبر کے معاویہ تک پہنچنے اور نئے گورنر کے تقرر کے فیصلے میں صرف ہوئی۔ اوراس بات کی تائید ابن عبدالحکم [1] کی روایت سے ہوتی ہے، جوانہوں نے لیث بن سعد [2] کے طریق سے بیان کی ہے کہتے ہیں:

(عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا انتقال سنہ تینتالیس ہجری میں ہوا، اوراسی سال عتبہ بن ابی سفیان کو اہلِ مصر کا گورنر مقرر کیا گیا)

اور یہ روایت طبری کی روایت پر ترجیح رکھتی ہے کیونکہ یہ اس باب کی سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔

۳ عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی گورنری (۴۳-۴۴ھ):

طبری نے عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی مصر پر ولایت کا ذکر نہیں کیا، اوراس میں ابن جوزی [3]، ابن اثیر [4] اورابن کثیر [5] نے ان کی پیروی کی، حالانکہ مصر کے متعلق ماہر تاریخی مصادر نے ان کی مصر [6] پر ولایت کو ثابت کیا ہے اوراس مقام پر انہی مصادر کو دیگر پر مقدم سمجھا جاتا ہے نیز ابن عبدالبر [7] اورابن حجر [8] نے بھی ان کے لیے اس ولایت کو ثابت کیا ہے۔

۴ ولایتِ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ [9] : ۴۵ تا ۴۷ ہجری۔

---

[1]: فتوح مصر وأخبارها ١٨٠

[2]: لیث بن سعد بن عبدالرحمن الفہمی، کنیت: ابوالحارث المصری، ثقہ، ثبت، فقیہ، مشہور امام تھے۔ ان کا انتقال 175 ہجری میں ہوا۔ صحاح ستہ نے ان سے روایت لی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٤٦٤

[3]: المنتظم ٢٢٠/٥

[4]: الكامل في التاريخ ٤٥٥/٣

[5]: البداية والنهاية ٣١/٨

[6]: ابن عبد الحكم : فتوح مصر وأخبارها ١٨٠؛ الكندي : ولاة مصر ٥٧؛ ابن تغري بردي : النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة ١٦١/١؛ السيوطي : حسن المحاضرة في تاريخ مصر والقاهرة ٤٠/٢ ، ٥٨٥/١؛ ابن إياس : بدائع الزهور في وقائع الدهور . ١١٨/١

[7]: الاستيعاب ١٠٢٥/٣

[8]: الإصابة ٦٠/٥

[9]: عقبہ بن عامر جہنی، صحابی تھے، جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے روایتیں بیان کیں۔ وہ قاری، فرائض اور فقہ کے عالم، فصیح اللسان، شاعر اور کاتب تھے۔ وہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے قرآن کو جمع کیا۔ انہوں نے فتوحات میں شرکت کی، پھر صفین کے معرکے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ ان کا انتقال ۵۸ ہجری میں ہوا۔ ابن حجر : الإصابة . ٥٢١/٤

طبری نے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی مصر پر ولایت کا ذکر نہیں کیا، اور اس معاملے میں ابن جوزی[1]، ابن اثیر[2] اور ابن کثیر[3] نے ان کی پیروی کی، حالانکہ مصر کے متعلق ماہر تاریخی مصادر نے ان کی مصر[4] پر ولایت کو ثابت کیا ہے اور اس مقام پر انہی مصادر کو دیگر پر مقدم سمجھا جاتا ہے نیز ابن عبدالبر[5] اور ابن حجر[6] نے بھی ان کے لیے اس ولایت کو ثابت کیا ہے۔

⑤ ولایتِ مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ[7]: ۴۷ تا ۶۲ ہجری۔

مختلف مصادر میں ۴۷ ہجری کے بعد مصر کے گورنر کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ طبری نے یہ ذکر کیا ہے کہ مصر کے والی معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ تھے اور ان کی ولایت کی مدت ۴۷ سے ۵۰ ہجری تک تھی۔ نیچے طبری کی روایت کا متن ہے:

[۱۳۰] قال الطبري :

اس سال میں[8] عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو مصر سے معزول کیا گیا، اور اس کی ولایت معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ کو دی گئی، اور وہ، جیسا کہ الواقدی نے ذکر کیا ہے، مغرب[9] کی طرف روانہ ہوئے، اور وہ عثمانی[10] تھے۔

---

[1]: المنتظم ٥/٢٢٠

[2]: الكامل في التاريخ ٣/٤٥٥

[3]: البداية والنهاية ٨/٣١

[4]: الكندي : ولاة مصر ٥٩؛ ابن تغري بردي : النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة ١/١٦٧؛ السيوطي : حسن المحاضرة في تاريخ مصر والقاهرة ٢/٤٠ ، ١/٥٨٥؛ ابن إياس : بدائع الزهور في وقائع الدهور . ١/١١٨

[5]: الاستيعاب ٣/١٠٣٧

[6]: الإصابة ٤/٥٢١

[7]: مسلمہ بن مخلد بن صامت انصاری خزرجی، صحابی تھے، ہجرت کے سال پیدا ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بنوفزارہ کے صدقات پر عامل مقرر کیا۔ وہ صفین کے معرکے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کے لیے مصر کی امارت کے منصب پر فائز رہے۔ ان سے ابوداؤد نے روایت نقل کی ہے۔ ان کا انتقال ۶۲ ہجری میں ہوا۔ الذهبي : السير . ٣/٤٢٤

[8]: ۴۷ ہجری میں، یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ روایت نمبر [۱۲۹] میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی مصر پر ولایت دو مہینوں سے زیادہ نہیں تھی۔

[9]: مغرب کے ممالک سے مراد اس دور میں وہ تمام علاقے تھے جو مصر کے مغرب میں واقع تھے، یعنی طنجہ تک کے علاقے۔ ابن عذاري : البيان المغرب . ١/٢١

[10]: یہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے شیعوں میں سے تھے۔

کہا: اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ان کے پاس سے گزرے جب وہ اسکندریہ سے آرہے تھے، تو انہوں نے کہا: اے معاویہ، تم نے اپنی قسمت کا پورا بدلہ لے لیا، تم نے محمد بن ابی بکر [1] کو قتل کیا کیونکہ تمہیں مصر کی ولایت ملنی تھی، اور اب تمہیں یہ مل گئی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے محمد بن ابی بکر کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ مجھے عثمان کا انتقام لینا تھا [2]؛ میں نے اسے عثمان کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا، اسی لیے قتل کیا۔ پھر عبدالرحمن نے کہا: اگر تم واقعی صرف عثمان کے خون کا بدلہ لے رہے تھے تو تم معاویہ کو اس میں شریک نہ کرتے، جہاں عمرو بن العاص نے اشعری [3] کے ساتھ جو کچھ کیا تھا [4]۔ پھر سب سے پہلے میں نے اٹھ کر اس سے بیعت کی [5]۔

طبری کی اس روایت کو ابن اثیر [6] اور ابن عذاری [7] نے بعینہٖ نقل کیا، جبکہ ابن جوزی [8] اور ابن کثیر [9] نے صرف اتنا ذکر کیا کہ معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ ۴۷ ہجری میں مصر کے گورنر مقرر ہوئے۔

جہاں تک مصری تاریخی مصادر کا تعلق ہے، جیسے: ابن عبدالحکم [10]، الکندی [11]، اور ابن تغری

---

[1]: محمد بن ابی بکر الصدیق، حجۃ الوداع کے سال پیدا ہوئے، اور علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں پرورش پائی کیونکہ انہوں نے ان کی والدہ سے نکاح کیا تھا۔ وہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگِ جمل اور صفین میں شریک ہوئے، پھر علی رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر کا امیر بنا کر بھیجا، چنانچہ وہ وہاں ۳۸ ہجری میں قتل کر دیے گئے۔ ابن حجر : الإصابة . ٢٤٥/٦

[2]: یعنی وہ اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر خروج کرنے والے منافقین کی تعداد بڑھائی، اور اسی بارے میں امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں: پھر وہ (محمد بن ابی بکر) عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوا، اور ایک بڑے کام کا ارتکاب کیا، چنانچہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے عثمان پر حملہ کیا یہاں تک کہ انہیں قتل کر دیا۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا: جن لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کرنے میں کوشش کی، ان میں سے اکثر قتل کر دیے گئے، اور ممکن ہے کہ ان کا قتل ان کے لیے بہتر اور گناہوں کی صفائی کا ذریعہ ہو۔ الذهبي : السير. ٤٨٢ ، ٤٨١/٣

[3]: وہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔

[4]: صفین اور تحکیم کے واقعے کی حقیقت کے بارے میں تفصیل کے لیے دیکھیے: د۔ یحییٰ الیحییٰ: مرویات أبی مخنف، صفحات ٢٧٧ اور ٣٧٥؛ اور عبدالحمید فقیہی: خلافت علی بن ابی طالب، صفحات ١٨٠ تا ٢٥٨۔

[5]: ٢٢٩/٥

[6]: الكامل في التاريخ ٤٥٥/٣

[7]: البيان المغرب ١٨/١

[8]: المنتظم ٢٢٠/٥

[9]: البداية والنهاية ٣١/٨

[10]: فتوح مصر وأخبارها ١٠٧

[11]: ولاة مصر ٦١

بردی[1]، تو انہوں نے بیان کیا ہے کہ مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ ہی وہ شخصیت تھے جنہوں نے مصر کی ولایت سنبھالی، نہ کہ معاویہ بن حُدیج رضی اللہ عنہ۔ اور چونکہ صحیح روایات اس باب میں غیر موجود ہیں، اس لیے تخصص کی بنیاد پر اس مقام پر دیگر مصادر کے مقابلے میں مصری تاریخی مصادر کی بات کو ترجیح دینا ناگزیر ہے۔

[۱۳۱] قال الطبري :

(اور اس سال[2] معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ کو مصر سے معزول کر دیا گیا، اور مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ کو مصر اور افریقیہ[3] کا والی مقرر کیا گیا)[4]

اس خبر کو ابن جوزی[5]، ابن اثیر[6] اور ابن کثیر[7] نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

[۱۳۲] قال الطبري :

(پھر اسی سال - میرا مطلب ہے پچاس ہجری - معاویہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ کو مصر سے، اور عقبہ بن نافع[8] کو افریقیہ سے معزول کر دیا، اور مسلمہ بن مخلد کو مصر اور پورے مغرب کا گورنر مقرر کیا۔ پس وہ پہلا شخص تھا جس کے ماتحت پورا مغرب، مصر، برقہ،[9]

---

[1]: النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة ١٧٥/١

[2]: سنة ٥٠هـ.

[3]: افریقیہ: اس نام کے دو مفہوم ہیں: ایک عام مفہوم جو مغرب کے مفہوم کے برابر ہے، اور دوسرا خاص مفہوم جس سے مراد بلادِ مغرب کے مشرقی حصے ہیں (یعنی مغربِ ادنیٰ)، اور اس سے مراد موجودہ تُونس کا علاقہ ہے، ساتھ ہی طرابلس کے مغربی علاقے اور الجزائر کی مشرقی سرحدیں بھی اس میں شامل ہیں۔

[4]: ٢٤٠/٥

[5]: المنتظم ٢٢٨/٥

[6]: الكامل في التاريخ ٤٦٤/٣

[7]: البداية والنهاية ٤٥/٨

[8]: عقبہ بن نافع الفہری رحمہ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے، لیکن ان کی صحابیت ثابت نہیں ہے۔ انہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتحِ مصر میں شرکت کی، افریقیہ (مغرب) کی غزوات میں حصہ لیا اور وہاں القیروان شہر کی بنیاد رکھی۔ 63 ہجری میں بربر کے ساتھ لڑائی کے دوران شہید ہو گئے۔ وہ رحمہ اللہ مستجاب الدعوۃ تھے۔ ابن عبد البر : الاستيعاب ١٠٧٥/٣؛ ابن حجر : الإصابة . ٦٤/٥

[9]: برقہ: ایک وسیع ریاست جو مصر اور افریقیہ (مغرب) کے درمیان واقع ہے۔ أبو الفداء : تقويم البلدان . ١٢٧

افریقیہ اور طرابلس (۱) جمع کیے گئے۔ مسلمہ بن مخلد نے اپنے ایک مولیٰ کو، جسے ابوالمہاجر (۲) کہا جاتا تھا، افریقیہ پر والی مقرر کیا اور عقبہ بن نافع کو معزول کر دیا۔ ابوالمہاجر نے بعض امور کی حقیقت واضح کی۔ پس مسلمہ بن مخلد مصر و مغرب کا والی رہا اور ابوالمہاجر اس کی طرف سے افریقیہ پر والی رہا، یہاں تک کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا انتقال ہو گیا) (۳)

اس روایت کو ابن الاثیر (۴) نے تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس روایت اور اس سے پہلے والی روایت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ کو ۵۰ ہجری میں مصر سے معزول کیا گیا، اور اس بات کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ اسی سال انہیں محاذِ مغرب کی قیادت سے معزول کیا گیا، کیونکہ مغرب کے محاذ پر معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ کی آخری مہم جو مؤرخین نے ذکر کی ہے، وہ ۵۰ ہجری کی تھی۔ (۵)

حج کے امراء

أ المغيرة بن شعبة رضي الله عنه سنة (٤٠هـ):

[۱۳۳] قال الطبري:

اس سال (۶) لوگوں کو حج مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کروایا (۷)

[۱۳۴] حدثني موسى بن عبد الرحمن، قال: حدثنا عثمان بن عبد الرحمن الخزاعي أبو عبد الرحمن، قال: أخبرنا إسماعيل بن راشد قال:

(جب حج کا موسم قریب آیا (۸) - یعنی اس سال جس میں علی علیہ السلام کو شہید کیا گیا - تو

---

(۱): طرابلس: ایک ساحلی شہر ہے، اور موجودہ زمانے میں لیبیا کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ د.محمد التونجي: عقبه بن نافع، ٨٠ خارطه رقم (٢)

(۲): ابوالمہاجر دینار، جو کہ انصار کے آزاد کردہ غلام تھے، عقبہ بن نافع کے ساتھ 63 ہجری میں بربر کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ابن عبد الحكم: فتوح مصر. ١٩٩-١٩٧

(۳): ٢٤٠/٥.

(۴): الكامل في التاريخ ٤٦٥/٣

(۵): ابن عبد الحكم: فتوح مصر ١٩٤؛ خليفة بن خياط: التاريخ. ٢١٠

(۶): سنة ٤٠هـ.

(۷): ١٦٠/٥.

(۸): یعنی: حج کا موسم۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے ایک جھوٹا خط لکھا، اور اسی کی بنیاد پر سنہ ۴۰ ہجری میں لوگوں کے لیے حج کا اہتمام کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یومِ ترویہ [1] کو انہوں نے عرفہ قرار دیا، اور یومِ عرفہ کو قربانی کی، تاکہ لوگ اس کی اصل جگہ سے آگاہ نہ ہو جائیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ اس وجہ سے کیا کہ اسے یہ خبر ملی کہ عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو موسم (یعنی حج) کا گورنر مقرر کیا گیا ہے، تو انہوں نے اس سے پہلے ہی حج کروانے میں جلدی کی) [2]

اس روایت کو خلیفہ بن خیاط [3] نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے، اور اس میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ مغیرہ نے یہ خط حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر کے بنایا تھا، نہ کہ معاویہ کی طرف۔ اسی روایت کو خطیب بغدادی [4] نے تقریباً انہی الفاظ میں ذکر کیا، ابن جوزی [5] نے مختصر طور پر اور ابن الاثیر [6] نے بھی اسی کے مثل بیان کیا۔ پھر ابن کثیر [7] نے جب اس روایت کو نقل کیا، تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

(اور یہ جو ابن جریر نے نقل کیا ہے، وہ قابلِ قبول نہیں، اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے صرف اس لیے اس کا ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ روایت باطل ہے، کیونکہ صحابہ اس سے کہیں بلند مرتبہ تھے، اور در حقیقت یہ ایک شیعی رجحان کی جھلک ہے)

۲ عتبة بن أبي سفيان رضي الله عنه سنة (٤١هـ):

[١٣٥] قال الطبري:

(اور اس سال [8] لوگوں کو حج عتبہ بن ابی سفیان نے کروایا) [9]

---

[1]: یعنی: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آٹھویں تاریخ (یوم الترویہ) کو عرفہ چلے گئے۔

[2]: ١٦٠/٥

[3]: التاريخ ٢٠٣

[4]: تاريخ بغداد ١٩٢/١

[5]: المنتظم ١٦٧/٥

[6]: الكامل في التاريخ ٤٠٢/٣

[7]: البداية والنهاية ١٦/٨

[8]: سنة ٤١هـ.

[9]: ١٧١/٥

یہ خبر خلیفہ بن خیاط[1]، یعقوبی[2]، ابن جوزی[3]، ابن اثیر[4]، اور ابن کثیر[5] نے ذکر کی ہے، اور اسی پر ابن حجر[6] نے فیصلہ کن موقف اختیار کیا ہے۔

٣ عنبسة بن أبي سفيان سنة (٤٢هـ) :

[١٣٦] قال الطبري :

(اور اس سال[7] لوگوں کو عنبسہ بن ابی سفیان نے حج کرایا)[8]

اس خبر کا ذکر خلیفہ بن خیاط[9]، ابن جوزی[10] اور ابن اثیر[11] نے کیا ہے۔

٤ مروان بن الحكم سنة (٤٣هـ) :

(اور اس سال[12] جیسا کہ کہا گیا ہے لوگوں کو مروان بن حکم نے حج کرایا، اور وہ مدینہ پر گورنر تھا)[13]

اس خبر کا ذکر خلیفہ بن خیاط[14]، یعقوبی، ابن جوزی[15] اور ابن اثیر[16] نے کیا ہے۔

٥ معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه سنة (٤٤هـ) :

[١٣٨] قال الطبري :

---

[1]: التاريخ ٢٠٥

[2]: التاريخ ٢/٢٣٩

[3]: المنتظم ٥/١٨٧

[4]: الكامل في التاريخ ٣/٤١٩

[5]: البداية والنهاية ٨/٢٢

[6]: الإصابة ٥/٦٠

[7]: سنة ٤٢هـ.

[8]: ٥/١٨٠

[9]: التاريخ ٢٠٥

[10]: المنتظم ٥/١٩٥

[11]: الكامل في التاريخ ٣/٤٢٤

[12]: سنة ٤٣هـ.

[13]: ٥/٢١١

[14]: التاريخ ٢٠٦

[15]: المنتظم ٥/٢١٠

[16]: الكامل في التاريخ ٣/٤٤٦

(اور اس سال [1] لوگوں کو معاویہ نے حج کرایا) [2]

اس خبر کو خلیفہ بن خیاط [3]، یعقوبی [4]، ابن جوزی [5] اور ابن اثیر [6] نے ذکر کیا ہے۔

٦ مروان بن الحكم سنة (٤٥هـ) :

[١٣٩] قال الطبري :

(اور کہا گیا ہے: اس سال [7] لوگوں کو حج کرایا مروان بن حکم نے جبکہ وہ مدینہ پر گورنر تھا) [8]

اس خبر کو خلیفہ بن خیاط [9]، یعقوبی [10]، ابن جوزی [11] اور ابن اثیر [12] نے ذکر کیا ہے۔

٧ عنبسة بن أبي سفيان سنة (٤٦هـ) :

[١٤٠] قال الطبري :

(اس سال [13] عتبہ بن ابی سفیان نے لوگوں کو حج کرایا) [14]

اس خبر کو خلیفہ بن خیاط [15]، یعقوبی [16]، ابن جوزی [17] اور ابن اثیر [18] نے ذکر کیا ہے۔

یہاں ایک غلطی ہے، کیونکہ ان مصادر نے بھی اسی بات کو اختیار کیا ہے جو طبری نے بیان کی ہے

---

[1]: سنة ٤٤هـ.

[2]: ٢١٥/٥

[3]: التاريخ ٢٠٧

[4]: التاريخ ٢٣٩/٢

[5]: المنتظم ٢١٠/٥

[6]: الكامل في التاريخ ٤٤٦/٣

[7]: سنة ٤٥هـ.

[8]: ٢٢٦/٥

[9]: التاريخ ٢٠٧

[10]: التاريخ ٢٣٩/٢

[11]: المنتظم ٢١٣/٥

[12]: الكامل في التاريخ ٤٥٢/٣

[13]: سنة ٤٦هـ.

[14]: ٢٢٨/٥

[15]: التاريخ ٢٠٨

[16]: التاريخ ٢٣٩/٢

[17]: المنتظم ٢١٧/٥

[18]: الكامل في التاريخ ٤٥٤/٣

کہ عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہی سنہ ۴۶ ہجری میں حج کے موقع پر ذمہ دار تھے، حالانکہ عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال اسکندریہ میں سنہ ۴۴ ہجری میں ہو چکا تھا، جب وہ مصر کے گورنر [۱] تھے۔ زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ سنہ ۴۶ ہجری میں عنبسہ بن ابی سفیان حج کے موقع پر ذمہ دار تھے، کیونکہ وہ اسی سال [۲] مکہ کے گورنر تھے۔ لیکن عتبہ اور عنبسہ کے ناموں کے رسم الخط میں مشابہت نے ان مصادر کو اس التباس میں مبتلا کر دیا۔

[8] عنبسة بن أبي سفيان سنة (٤٧هـ):

[۱۴۱] قال الطبري:

(اور اس سال [۳] لوگوں کو حج کرانے والے شخص کے بارے میں اختلاف ہے۔ واقدی کا کہنا ہے کہ اس سال حج عتبہ بن ابی سفیان نے کرایا، جبکہ دوسروں کا کہنا ہے کہ دراصل اس سال حج عنبسہ بن ابی سفیان نے کرایا) [۴]

یہ روایت ابن جوزی [۵]، ابن اثیر [۶] اور ابن کثیر [۷] نے ذکر کی ہے، اور یہاں ایک بار پھر مصادر نے عتبہ رضی اللہ عنہ اور عنبسہ کے درمیان خلط کر دیا ہے، جیسا کہ اس سے پہلے والی روایت میں اس پر گفتگو گزر چکی ہے۔

[9] مروان بن الحكم سنة (٤٨هـ):

[۱۴۲] قال الطبري:

(اور اس سال [۸] لوگوں کو حج کرایا مروان بن حکم نے، جیسا کہ اہلِ سیر کی اکثریت کا قول ہے [۹])

---

[۱]: الكندي: ولاة مصر ٥٩؛ ابن قدامة: التبيين في أنساب القرشيين ٢٠٨؛ ابن الأثير: أسد الغابة ٤٥٦/٣؛ ابن حجر: تعجيل المنفعة. ٢٧٩

[۲]: البلاذري: أنساب الأشراف ١٥٩/٤

[۳]: سنة ٤٧هـ.

[۴]: ٢٣٠/٥

[۵]: المنتظم ٢٢٠/٥

[۶]: ابن الأثير: الكامل في التاريخ ٤٥٦/٣

[۷]: البداية والنهاية ٣١/٨

[۸]: سنة ٤٨هـ.

[۹]: . ٢٣١/٥

اس خبر کو یعقوبی[1]، ابن جوزی[2]، ابن اثیر[3] اور ابن کثیر[4] نے ذکر کیا ہے، جبکہ خلیفہ بن خیاط کا خیال ہے کہ (اس سال) سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا، اور میں نے طبری کے قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ انہوں نے صراحت کی ہے کہ یہ اہلِ سیر کی اکثریت کا قول ہے۔

١٠ سعيد بن العاص رضي الله عنه سنة (٤٩هـ) :

[١٤٣] قال الطبري :

(اور اس سال[5] لوگوں کو حج کرایا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے)[6]

اس خبر کو خلیفہ بن خیاط[7]، یعقوبی[8]، ابن جوزی[9] اور ابن کثیر[10] نے ذکر کیا ہے۔

١١ يزيد بن معاوية سنة (٥٠هـ) :

[١٤٤] قال الطبري :

(اور اس سال[11] لوگوں کو حج کرانے والے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان کے ساتھ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے حج کیا، اور بعض کا کہنا ہے کہ ان کے ساتھ ان کے بیٹے یزید نے حج کیا)[12]

یہ روایت ابن جوزی[13]، ابن اثیر[14] اور ابن کثیر[15] نے ذکر کی ہے، لیکن درست بات

---

[1]: التاريخ ٢٣٩/٢

[2]: المنتظم ٢٢٣/٥

[3]: الكامل في التاريخ ٤٥٧/٣

[4]: البداية والنهاية ٣٣/٨

[5]: سنة ٤٩هـ.

[6]: ٢٣٣/٥

[7]: التاريخ ٢٠٩

[8]: التاريخ ٢٣٩/٢

[9]: المنتظم ٢٢٤/٥

[10]: البداية والنهاية ٣٣/٨

[11]: سنة ٥٠هـ.

[12]: ٢٤٠/٥

[13]: المنتظم ٢٣٠/٥

[14]: الكامل في التاريخ ٤٧١/٣

[15]: البداية والنهاية . ٤٥/٨

یہ ہے کہ اس سال حج یزید بن معاویہ نے کیا، اس لیے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران صرف دو مرتبہ [1] حج کیا، جن میں سے پہلا حج سنہ ۴۴ ہجری میں تھا۔ بالاتفاق تمام مصادر کے اور دوسرا حج اس سال ہوا تھا جس سال حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا [2]، اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجر بن عدی کے معاملے پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اُس وقت ملامت کی تھی جب وہ حج پر آئے تھے۔ اور یہ بات معروف ہے کہ حجر بن عدی کا قتل سنہ ۵۱ ہجری میں ہوا تھا، لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا حج سنہ ۵۱ ہجری میں شمار ہوگا، اور سنہ ۵۰ ہجری میں یزید بن معاویہ نے حج کیا تھا، جیسا کہ خلیفہ بن خیاط [3] کی رائے بھی یہی ہے۔

۲ أ معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه سنة (۵۱هـ) :

[۱۴۵] قال الطبري :

(اور اس سال [4] لوگوں کو حج کرایا یزید بن معاویہ نے) [5]

یہ خبر یعقوبی [6]، ابن جوزی [7]، ابن اثیر [8] اور ابن کثیر [9] نے ذکر کی ہے، اور گزشتہ روایت کے مطالعے میں یہ وضاحت گزر چکی ہے کہ ۵۱ ہجری میں حج کرنے والے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے، نہ کہ ان کے بیٹے یزید۔ اسی بات کو خلیفہ بن خیاط [10][1] نے بھی اختیار کیا ہے۔

۳ أ سعيد بن العاص رضي الله عنه سنة (۵۲هـ) :

[۱۴۶] قال الطبري :

---

[1]: یعقوبی: التاریخ، ۲۳۸/ ۲؛ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ، ۱۳۳/ ۸۔ اور یہ بات اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران حج پر مقرر کیے گئے امراء کا تاریخی مصادر میں تتبع کیا جائے تو یہی نتیجہ سامنے آتا ہے۔

[2]: خليفة بن خياط : التاريخ ۲۱۳؛ الطبري : التاريخ ۲۵۳/۵؛ الذهبي : السير . ٤٦٧/۳

[3]: التاريخ . ۲۱۸

[4]: سنة ۵۱هـ .

[5]: ۲۸٦/۵

[6]: التاريخ ۲۳۹/۲

[7]: المنتظم ۲٤٤/۵

[8]: الكامل في التاريخ ٤۹۰/۳

[9]: البداية والنهاية ۵٦/۸

[10][1]: التاريخ ۲۱۸

(اوراس سال [1] لوگوں کو حج کرایا سعید بن عاص نے) یہ ابو معشر، واقدی اور دیگر کے قول میں ہے۔ [2]

یہ خبر خلیفہ بن خیاط [3]، یعقوبی [4]، ابن جوزی [5] اور ابن اثیر [6] نے ذکر کی ہے۔

٤ أ سعيد بن العاص رضي الله عنه سنة (٥٣هـ) :

[١٤٧] قال الطبري :

(اوراس سال [7] سعید بن عاص نے لوگوں کو حج کرایا) یہ ابو معشر، واقدی اور دیگر کے قول میں ہے۔ [8]

یہ خبر خلیفہ بن خیاط [9]، یعقوبی [10]، ابن جوزی [11] اور ابن اثیر [12] نے ذکر کی ہے۔

٥ أ مروان بن الحكم سنة (٥٤هـ) :

[١٤٨] قال الطبري :

(اوراس سال [13] مروان بن حکم نے لوگوں کو حج کرایا)۔اسی طرح واقدی اور دیگر نے بھی یہی کہا ہے۔ [14]

---

[1]: سنة ٥٢هـ

[2]: ٢٨٧/٥

[3]: التاريخ ٢١٨

[4]: التاريخ ٢٣٩/٢

[5]: المنتظم ٢٤٩/٥

[6]: الكامل في التاريخ ٤٩٢/٣

[7]: سنة ٥٣هـ.

[8]: ٢٩٢/٥

[9]: التاريخ ٢٢٢

[10]: التاريخ ٢٣٩/٢

[11]: المنتظم ٢٥٥/٥

[12]: الكامل في التاريخ ٤٩٦/٣

[13]: سنة ٥٤هـ.

[14]: ٢٩٨/٥

یہ خبر خلیفہ بن خیاط[1]، یعقوبی[2]، ابن جوزی[3] اور ابن اثیر[4] نے ذکر کی ہے۔

٦ أ مروان بن الحكم سنة (٥٥هـ) :

[١٤٩] قال الطبري :

(اور اس سال[5] مروان بن حکم نے لوگوں کو حج کرایا)[6]

یہ خبر خلیفہ بن خیاط[7]، یعقوبی[8]، ابن جوزی[9] اور ابن اثیر[10] [11] نے ذکر کی ہے۔

٧ أ الوليد بن عتبة بن أبي سفيان سنة (٥٦هـ) :

[١٥٠] قال الطبري :

(اور لوگوں کو ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے حج کرایا)[11]

یہ خبر خلیفہ بن خیاط[12]، یعقوبی[13]، ابن جوزی[14] اور ابن اثیر[15] نے ذکر کی ہے۔

[١٥١] قال الطبري :

(اور اسی سال[16] رجب میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرہ کیا)[17]

---

[1]: التاريخ ٢٢٣

[2]: التاريخ ٢/٢٣٩

[3]: المنتظم ٥/٢٦٧

[4]: الكامل في التاريخ ٣/٤٩٩

[5]: سنة ٥٥هـ .

[6]: ٥/٢٩٨

[7]: التاريخ ٢٢٣

[8]: التاريخ ٢/٢٣٩

[9]: المنتظم ٥/٢٧٩

[10]: الكامل في التاريخ ٣/٥٠٢

[11]: ٥/٣٠١

[12]: التاريخ ٢٢٤

[13]: التاريخ ٢/٢٣٩

[14]: المنتظم ٥/٢٨٥

[15]: الكامل في التاريخ ٣/٥٠٣

[16]: سنة ٥٦هـ .

[17]: ٥/٣٠١

یہ خبر یعقوبی[1]، ابن جوزی[2]، ابن اثیر[3] اور ابن کثیر[4] نے ذکر کی ہے۔

[١٨] [أ] الوليد بن عتبة بن أبي سفيان سنة (٥٧هـ) :

امام طبری نے اس سال[5] کے حج کے امیر کا نام ذکر نہیں کیا، لیکن بعض مصادر نے ذکر کیا ہے کہ اس سال حج کروانے والے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم تھے۔[6]

[١٩] [أ] الوليد بن عتبة بن أبي سفيان سنة (٥٨هـ) :

[١٥٢] قال الطبري :

(اور اس سال[7] ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے لوگوں کو حج کرایا)۔ اسی طرح واقدی اور دیگر نے بھی یہی کہا ہے۔[8]

یہ خبر خلیفہ بن خیاط[9]، یعقوبی[10]، ابن جوزی[11] اور ابن اثیر[12] نے ذکر کی ہے۔

[٢٠] عثمان بن محمد بن أبي سفيان[13] سنة (٥٩هـ) :

[١٥٣] قال الطبري :

---

[1]: التاريخ ٢٣٨/٢

[2]: المنتظم ٢٨٥/٥

[3]: الكامل في التاريخ ٥٠٣/٣

[4]: البداية والنهاية ٧٨/٨

[5]: التاريخ ٣٠٨/٥

[6]: دیکھو: خليفة بن خياط : التاريخ ٢٢٥؛ اليعقوبي : التاريخ ٢٣٩/٢؛ ابن الجوزي : المنتظم ٢٨٩/٥ .

[7]: سنة ٥٨هـ .

[8]: ٣٠٩/٥-٣١٤

[9]: التاريخ ٢٢٥

[10]: التاريخ ٢٣٩/٢

[11]: المنتظم ٢٩٦/٥

[12]: الكامل في التاريخ ٥٢٠/٣

[13]: عثمان بن محمد بن ابی سفیان، جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے، یزید بن معاویہ کی طرف سے مدینہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ انہی کے دور میں اہلِ مدینہ نے یزید بن معاویہ کے خلاف بغاوت کی اور اس محمد کو سنہ ٦٣ ہجری میں مدینہ سے نکال دیا۔ الطبري :التاريخ . ٤٨٢/٥

(اور اس سال[1] عثمان بن محمد بن ابی سفیان نے لوگوں کو حج کرایا) اسی طرح واقدی اور دیگر نے بھی یہی کہا ہے۔[2]

یہ خبر یعقوبی[3]، ابن جوزی[4]، ابن اثیر[5] اور ابن کثیر[6] نے ذکر کی ہے۔

---

[1]: سنة ٥٩هـ.

[2]: ٣٢١/٥

[3]: التاريخ ٢٣٩/٢

[4]: المنتظم ٣٠٥/٥

[5]: الكامل في التاريخ ٥٢٥/٣

[6]: البداية والنهاية ٩٦/٨

پانچویں فصل

طبری کی روایات خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران جہاد کی خبریں (یا واقعات) بیان کرتی ہیں۔

- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جہاد کے رک جانے کے بارے میں تمہیدی کلام۔
- خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران جہاد کے محاذ۔
- روم کا محاذ۔
- مغرب کا محاذ۔
- سجستان، خراسان اور ماوراء النہر کا محاذ۔
- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جہادی پالیسی۔

مقدمہ

فتنہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب بنی، وہ اسلام کی دعوت کو سب سے بڑا دھچکا تھا جو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں ردہ کی حرکت کے بعد آیا، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے نتیجے میں جہاد کا سلسلہ رک گیا، اور اہلِ قبلہ کی تلواریں ایک دوسرے کے خلاف اٹھ گئیں۔ یہ فتنہ ایسا تھا کہ اگر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو یہ امتِ مسلمہ کو برباد کر دیتا، لیکن اللہ کی طرف سے اس فتنہ کو روکنے کے لیے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ۴۱ ہجری میں خلافت کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا، اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کا خون بہنے سے بچ گیا۔

اس کے علاوہ، مصادر میں وہ تمام نصوص موجود ہیں جو فتنے کے اثرات کو ظاہر کرتی ہیں کہ اس کے نتیجے میں جہاد کی تحریک سست پڑ گئی۔ ذیل میں ان میں سے کچھ پیش کی جا رہی ہیں:

(۱) وہ روایت جو ابن سعد [۱] نے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے، جس میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

(میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں مدینہ جا کر وہاں قیام کروں اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس مسئلے سے آزاد چھوڑ دوں، کیونکہ فتنے نے طوالت اختیار کر لی تھی، خونریزی ہوئی تھی، رشتہ داروں کے تعلقات ٹوٹ چکے تھے، راستے بند ہو گئے تھے، اور دفاعی محاذ (ثغور) بے کار ہو گئے تھے)

(۲) وہ روایت جو ابو زرعہ دمشقی [۲] نے اپنی سند کے ساتھ نقل کی، انہوں نے کہا:

(جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور لوگ مختلف ہو گئے، تو لوگوں کے پاس نہ کوئی جنگی مہم تھی اور نہ کوئی موسمِ جنگ (صائفہ) [۳] تھا، حتیٰ کہ امت نے معاویہ رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا)

(۳) قدامہ بن جعفر [۴] کا قول:

---

[۱]: الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) ٣٣١/١

[۲]: التاريخ ١٨٨/١

[۳]: الصائفہ: وہ غزوہ جو موسمِ گرما میں کیا جائے۔

[۴]: الخراج وصناعة الكتابة . ٤٠٤

(جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی ۔۔۔تو خراسان میں بغاوت ہو گئی اور یہ بغاوت جاری رہی یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا)

اوران کا یہ قول[1] بھی:

(اور سجستان کا معاملہ مسلسل انتشار میں رہا یہاں تک کہ معاملہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دور تک پہنچا)

۴ ابوبکر المالکی[2] کا قول:

(پھر فتنہ برپا ہوا۔۔۔اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے، ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، اور افریقہ کا حال اسی طرح برقرار رہا یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت آ گئی)

۵ ابن تیمیہ[3] کا قول:

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کفار سے قتال نہیں ہوا، نہ ہی کوئی ملک فتح ہوا، بلکہ تلواریں اہلِ قبلہ کے درمیان چلتی رہیں)

٦ ایک نامعلوم مؤلف[4] کا قول:

(پھر حضرت عثمان رحمہ اللہ کا فتنہ اٹھا، تو افریقہ کی طرف صائفہ (گرمیوں کی فوجی مہمات) منقطع ہو گئیں، اور بربر کا معاملہ سخت ہو گیا، پھر جب فتنہ ختم ہوا تو حضرت معاویہ رحمہ اللہ کے ہاتھ پر صائفہ دوبارہ شروع ہوئیں)

دورِ خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے جہادی محاذ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہونے والی فتوحات اور غزوات کا جائزہ لینے سے ہمیں جہاد کے تین بڑے محاذ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں:

---

[1]: المصدر السابق ٣٩٤

[2]: رياض النفوس ٢٧/١

[3]: منهاج السنة النبوية ٥٤٦/١

[4]: اسم كتابه : أخبار مجموعة في فتح الأندلس ١٤

① روم[1] کے خلاف محاذ:

یہ محاذ سب سے اہم اور خطرناک محاذوں میں شمار ہوتا ہے، کیونکہ رومی ایک طاقتور قوم تھے اور ان کی سرحدیں مسلمانوں کے علاقوں سے متصل تھیں۔ اس کے علاوہ وہ بری افواج اور سمندری بیڑے رکھنے والے منظم اور تجربہ کار لشکر کے مالک بھی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے رومیوں کے خلاف خشکی اور سمندر- دونوں محاذوں پر جہاد کیا۔

② مغرب[2] (یعنی شمالی افریقہ) کا محاذ:

یہ محاذ رومیوں کے محاذ سے گہرا تعلق رکھتا ہے، کیونکہ مغربی علاقوں کی ساحلی پٹی پر رومیوں کے استعماری علاقے موجود تھے، جن کا اثر اسلامی فتوحات کی پیشرفت پر بہت گہرا پڑا تھا اور انہوں نے ان علاقوں میں مسلمانوں کی فتوحات کی رفتار کو سست کر دیا تھا۔

③ سجستان، خراسان اور ماوراء النہر[3] کا محاذ:

سجستان اور خراسان وہ ابتدائی علاقے تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی۔[4]

روم کا محاذ

اولاً: خشکی میں جہاد:

[۱۵۴] ۴۲ ہجری میں ہونے والا غزوہ:

قال الطبري :

---

[1]: اس محاذ کا میدان خشکی میں ایشیائے کوچک (موجودہ ترکی) اور سمندر میں بحرِ شام (بحرِ روم، یعنی بحیرۂ روم) تھا۔ انظر ياقوت الحموي : معجم البلدان ، ٣٤٥-٣٤٢/١ ، ١٠٠-٩٨/٣أبو الفداء : تقويم البلدان . ٣٧٨ ، ٢٧ د.محمود عمران : معالم تاريخ الإمبراطورية البيزنطية . ٣٩٧ ، ٨١

[2]: المالكي : رياض النفوس ٣٧-٣٥ ، ٣١ ، ٢٩ ، ٢٨/١؛ ابن عذاري : البيان المغرب ٢٤-١٧/١؛د.سعد زغلول عبد الحميد : تاريخ المغرب العربي . ١٩٧-١٩٥/١

[3]: ماوراء النہر کے اصطلاحی مفہوم سے مراد وہ علاقے ہیں جو نہرِ جیحون کے پار واقع ہیں۔ انظر أبو الفداء : تقويم البلدان. ٤٨٥

[4]: قدامة بن جعفر : الخراج وصناعة الكتابة . ٤٠٤ ، ٣٩٤

اس سال (1) مسلمانوں نے ''اللّان'' (2) (ایک جگہ کا نام) پر حملہ کیا، اور رومیوں کے خلاف بھی جنگ کی، جس میں انہوں نے رومیوں کو ایک زبردست شکست دی، جیسا کہ بعض نے ذکر کیا ہے، اور ان کے بعض بڑے سرداروں (3) کو قتل کر ڈالا۔ (4)

اس روایت کو ابن جوزی (5) نے ذکر کیا ہے، بغیر ''اللّان'' کے غزوے کا ذکر کیے، اور ابن اثیر (6) اور ابن کثیر (7) نے بھی ایسی ہی روایت ذکر کی ہے۔

یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غزوۂ ''اللّان'' اور رومیوں پر حملہ ایک ہی مہم کا حصہ تھے، جس کا مقصد رومیوں کو آرمینیا (8) واپس آنے سے روکنا تھا، جو اس وقت اسلامی ریاست کے زیر اثر تھا (9)۔

[۱۵۵] شاتیہ (10) (1) غزوہ، سال ۴۳ ہجری میں:

قال الطبري :

(اس میں سے ایک غزوہ بسر بن ارطاۃ کا ہے، جس میں وہ رومیوں کی سرزمین تک پہنچے اور ان کے علاقے میں سردی گزاری، حتیٰ کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے (جیسا کہ واقدی نے دعویٰ کیا)، تاہم کچھ اہلِ علم نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ: (بسر بن ارطاۃ کا رومی سرزمین میں کبھی بھی کوئی مشتی نہیں تھا) (1) (1)

---

(1): سنة ٤٢هـ.

(2): ''اللّان'' ایک ایسی ولایت ہے جو اس وقت جارجیا میں واقع ہے۔ لسترنج : بلدان الخلافة الشرقية . ٢١٣

(3): ''بطارقہ'' بطریق کی جمع ہے، اور بطریق رومیوں کے اہم جرنیلوں میں سے ایک جرنیل کو کہتے ہیں، جس کے تحت دس ہزار فوجی ہوتے تھے۔

(4): ١٧٢/٥

(5): المنتظم ١٩٣/٥

(6): الكامل في التاريخ ٤٢٠/٣

(7): البداية والنهاية ٢٤/٨

(8): ''آرمینیا'' ایک وسیع خطہ تھا جو بحرِ خزر (مشرق) سے لے کر وادی فرات (مغرب) تک پھیلا ہوا تھا۔ آج اس کا ایک بڑا حصہ ترکی میں ہے، جبکہ ایک حصہ سابق سوویت یونین کے علاقے میں تھا، جو سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد آزاد ہو گیا۔ د.صلاح الدين المنجد : معجم أماكن الفتوح . ٦٨٥

(9): د.فتحي عثمان : الحدود الإسلامية البيزنطية . ٤٨/٢

(10) (1): ''شاتیہ'' کا مطلب ہے وہ غزوہ جو موسمِ سرما میں کیا گیا۔ قدامة بن جعفر : الخراج وصناعة الكتابة . ١٩٣ وشتا بالبلد : أقام أقام به شتاءً ، كَشتى وتشتى . الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٦٧٥

(1) (1): ١٨١/٥

[۱۵۶] شاتیہ غزوۂ، سال ۴۴ ہجری میں:

قال الطبري :

"(اسی سال [۱] کے واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان عبدالرحمن بن خالد بن ولید [۲] کے ساتھ رومیوں کی سرزمین میں داخل ہوئے اور وہیں موسمِ سرما گزارا [۳])

[۱۵۷] شاتیہ غزوۂ، سال ۴۵ ہجری میں:

قال الطبري :

(اوراسی سال [۴] عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مشتی (یعنی سردیوں کا پڑاؤ) رومیوں کے علاقے میں تھا) [۵]

[۱۵۸] شاتیہ غزوۂ، سال ۴۶ ہجری میں:

قال الطبري :

(اوراسی سال [۶] کی ایک اہم کارروائی مالک بن عبداللہ رضی اللہ عنہ [۷] کا رومیوں کے علاقے میں مشتی (سردیوں کا پڑاؤ) تھا)

اور کہا گیا کہ:

(بلکہ وہ (مہم) عبدالرحمن بن خالد بن ولید کی قیادت میں تھی)

---

[۱]: سنة ٤٤هـ.

[۲]: عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید بن مغیرہ المخزومی، صغار صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ اپنے والد کے ساتھ جنگ یرموک میں شریک ہوئے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں بھی شریک رہے۔ وہ نہایت باعزت اور بہادر شخصیت کے مالک تھے۔ زیادہ صحیح قول کے مطابق ان کا وصال ۴۶ ہجری میں ہوا۔ الذهبي : تاريخ الإسلام (عهد معاوية) . ٧٧ ، ٧٦ ، ١٦

[۳]: ٢١٢/٥

[۴]: سنة ٤٥هـ.

[۵]: ٢٢٦/٥

[۶]: سنة ٤٦هـ.

[۷]: مالک بن عبداللہ الخثعمی - جن کی صحابیت میں اختلاف ہے - اسلام کے نامور مجاہدوں میں سے تھے۔ وہ چالیس برس تک موسم گرما کی فوجی مہمات (الصوائف) کی قیادت کرتے رہے، اور مالک السرایا کے لقب سے معروف تھے۔ وہ روزے، قیام اور جہاد میں نمایاں حصہ رکھتے تھے۔ ان کا انتقال غالباً ۶۰ ہجری کے آس پاس یا اس کے بعد ہوا۔ الذهبي : السير ١٠٩/٤؛ ابن حجر : الإصابة . ٧٣٠/٥

اور کہا گیا کہ:

(بلکہ وہ مالک بن ہبیرہ السکونی[1] تھے)[2]

[۱۵۹] شاتیہ غزوہ، سال ۴۷ ہجری میں:

قال الطبري :

(اسی سال[3] میں مالک بن ہبیرہ السکونی کا مشتی (سردیوں کا پڑاؤ) رومیوں کے علاقے میں تھا، اور ابو عبد الرحمن القینی[4] کا مشتی انطاکیہ[5] میں تھا)[6]

مذکورہ روایات خلیفہ بن خیّاط[7]، یعقوبی[8]، اور ابن جوزی[9] نے نقل کی ہیں۔

[۱۶۰] شاتیہ غزوہ، سال ۴۸ ہجری میں:

قال الطبري :

(اور اس سال[10] میں ابو عبد الرحمن القینی کا مشتی انطاکیہ میں تھا)[11]

یہ خبر خلیفہ بن خیّاط[12]، ابن جوزی[13]، اور ابن اثیر[14] نے ذکر کی ہے۔

---

[1]: مالک بن ہبیرہ السکونی، صحابی تھے۔ انہوں نے فتح مصر میں شرکت کی اور وہاں سکونت اختیار کی۔ بعد ازاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں حمص کے گورنر مقرر ہوئے۔ ان کا انتقال مروان بن حکم کے دورِ حکومت میں ہوا۔ ابن حجر : الإصابة ٧٥٦/٥ .

[2]: ٢٢٧/٥

[3]: سنة ٤٧هـ .

[4]: النعمان بن اسد بن عروہ، ابو عبد الرحمن القینی، صحابی تھے۔ انہوں نے فتحِ شام میں شرکت کی۔ ابن عساکر : تاریخ تاريخ دمشق) مخطوط (١٣٦/١٩؛ ابن حجر : الإصابة . ٢٦٣/٧

[5]: انطاکیہ: ایک مشہور شہر ہے جو اس وقت جنوب مشرقی ترکی میں واقع ہے۔ د.صلاح الدين المنجد : معجم أماكن الفتوح . ٦٩٠

[6]: ٢٢٩/٥

[7]: التاريخ ٢٠٨-٢٠٦

[8]: التاريخ ٢٣٩/٢-٢٤٠

[9]: المنتظم ٢٠١/٥ ، ٢٢٠ ، ٢١٧ ، ٢١٣ ، ٢٠٩

[10]: سنة ٤٨هـ

[11]: ٢٣١/٥

[12]: التاريخ ٢٠٩

[13]: المنتظم ٢٢٣/٥

[14]: الكامل في التاريخ ٤٥٧/٣

[۱٦۱] شاتیہ غزوہ، سال ۴۸ ہجری میں:

قال الطبري :

(اور اس میں [1] ۔۔۔عبداللہ بن قیس الفزاری [2] کی صائفہ بھی تھی) [3]

یہ خبر ابن اثیر [4] نے ذکر کی ہے۔

[۱٦۲] غزو القسطنطينية [5] سنة ٤٩هـ :

قال الطبري :

اس سال (49 ہجری) میں یزید بن معاویہ نے رومیوں کے خلاف غزوہ کیا اور قسطنطنیہ تک پہنچے، ان کے ساتھ ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم بھی تھے [6]۔

یہ روایت خلیفہ بن خیاط [7]، ابن جوزی [8]، اور ابن کثیر [9] نے ذکر کی ہے۔

اور غزوۂ قسطنطینیہ نبوت کی نشانیوں میں سے ہے، کیونکہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پیش گوئی کی تھی، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جو بخاری میں ام حرام رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا:

(۔۔۔میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطینیہ) پر حملہ کرے گا، ان کی

---

[1]: سنة ٤٨هـ .

[2]: عبداللہ بن قیس الفزاری، صحابی تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو دیکھا نہیں لیکن ان کی حیات میں رہے۔ انہوں نے پچاس غزوات میں حصہ لیا، جن میں صائفہ اور شاتیہ دونوں شامل ہیں۔ ان کی پہلی غزوات 27 ہجری میں تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں اکثر سمندر کے جہاد کے لیے بھیجتے تھے۔ عبداللہ بن قیس 53 ہجری میں شہید ہوئے۔ ابن حجر : الإصابة . ٩٥/٥

[3]: ٢٣١/٥

[4]: الكامل في التاريخ ٤٥٧/٣

[5]: القسطنطینیہ: یہ شہر اسلامبول (استنبول) ترکی میں واقع ہے۔ د.صلاح الدين المنجد : معجم أماكن الفتوح . ٧٦٢

[6]: ٢٣٢/٥

[7]: التاريخ ٢١١

[8]: المنتظم ٢٢٤/٥

[9]: البداية والنهاية ٣٢/٨

مغفرت ہوگی) [1]

غزوۂ قسطنطینیہ میں کئی بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم [2] نے شرکت کی، تا کہ وہ اس مغفرت کو حاصل کرسکیں جس کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔

اوراسی غزوہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اس بارے میں ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(اوران کی وفات بلاد الروم [3] میں ہوئی، قسطنطینیہ ۔۔۔ کے قلعے کے قریب۔ وہ یزید بن معاویہ کی فوج میں شامل تھے اورانہی کے نام وصیت کی تھی، اورانہی نے ان کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی) [4]

[۱۶۳] شاتیہ غزوۂ، سال ۴۹ ہجری میں:

قال الطبري :

(اسی سال [5] مالک بن ہبیرۃ السکونی کا مشتی (یعنی سردیوں کالشکری پڑاؤ) سرزمینِ روم میں ہوا) [6]

اس خبر کوخلیفہ بن خیاط [7] ابن جوزی [8] اورابن اثیر [9] نے ذکر کیا ہے۔

---

[1]: یہ حدیث صحیح بخاری مع الفتح، جلد 6، صفحہ 120 پر آئی ہے اور پہلے بھی اس کا ذکر فضائلِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے باب میں ہو چکا ہے۔

[2]: ابن كثير : البداية والنهاية ۱۲۷/۸

[3]: روم کے بادشاہ نے جب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو قسطنطینیہ کے قلعے کے قریب دفن کرنے کی خبر سنی، تو کہنے لگا: اس لڑکے (یزید) کی عقل کتنی ناقص ہے! اس نے اپنے ساتھی کو یہاں دفن کر دیا۔۔۔ کیا اسے یہ خیال نہیں آیا کہ جب ہم واپس آئیں گے تو ہم اس کی قبر اکھیڑ کر لاش کو کتوں کے آگے پھینک دیں گے؟ جب یہ بات یزید بن معاویہ تک پہنچی، تو اس نے کہا: میں نے اس سے زیادہ بے وقوف کسی کو نہیں پایا! کیا اسے یہ اندازہ نہیں ہوا کہ اگر اس نے ایسا کیا تو ہم اپنی سلطنت میں نصاریٰ کی ایک بھی قبر سلامت نہ چھوڑیں گے، اور کوئی کلیسا باقی نہ رہنے دیں گے مگر یہ کہ اسے بھی گرا دیں گے؟ یہ سن کر رومی بادشاہ کہنے لگا: ہم نے اس سے زیادہ عقل مند کسی کو نہیں دیکھا، نہ ہی اس شخص کو جو اُسے لے کر آیا۔ آثار البلاد وأخبار العباد . ٦٠٦

[4]: البداية والنهاية ٥٨/٨

[5]: سنة ٤٩هـ

[6]: ٢٣٢/٥

[7]: التاريخ ٢٠٩

[8]: المنتظم ٢٢٤/٥

[9]: الكامل في التاريخ ٤٥٨/٣

[۱۶۴] صائفہ سنہ ۴۹ ہجری:

قال الطبري :

(اور اسی سال[1] عبداللہ بن کُرز البَجلی[2] کی صائِفہ (گرمیوں کی فوجی مہم) رومیوں کے خلاف ہوئی)[3]

یہ خبر ابن اثیر[4] اور ابن کثیر[5] نے ذکر کی ہے۔

[۱۶۵] غزوہ سنہ ۵۰ھ:

قال الطبري :

(پس اس سال[6] بسر بن ابی ارطاۃ اور سفیان بن عوف ازدِی[7] کا روم کی سرزمین کی جانب غزوہ ہوا)

یہ خبر ابن جوزی[8]، ابن اثیر[9]، اور ابن کثیر[10][1] نے ذکر کی ہے۔

[۱۶۶] شاتیہ غزوۂ، سال ۵۱ ہجری میں:

قال الطبري :

---

[1]: سنة ٤٩هـ.

[2]: وہ عبداللہ بن یزید بن اسد بن کرز البجلی القَسری تھے۔ خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں حبیب بن مسلمہ کے کاتب تھے، پھر عمرو الاشدق کے ساتھ تھے جب اس نے دمشق پر غلبہ حاصل کیا۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن حجر : تعجيل المنفعة . ٢٤٠

[3]: التاريخ ٢٠٩

[4]: الكامل في التاريخ ٤٥٨/٣

[5]: البداية والنهاية ٣٢/٨

[6]: سنة ٥٠هـ.

[7]: سفیان بن عوف ازدِی، صحابی تھے، انہوں نے فتوحاتِ شام میں شرکت کی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں صوائف (گرمیوں کی فوجی مہمات) پر مقرر کیا تھا۔ ان کا انتقال ۵۲ھ میں ہوا، اور بعض نے کہا ہے کہ ۵۳ھ میں، جبکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ ۵۴ھ میں۔ ابن حجر : الإصابة . ١٢٦/٣

[8]: المنتظم ٢٢٧/٥

[9]: الكامل في التاريخ ٤٦١/٣

[10][1]: البداية والنهاية ٤٥/٨

(اسی سال [1] فضالہ بن عبید کا مشتی، یعنی سردیوں کا لشکری پڑاؤ، رومی سرزمین میں واقع ہوا [2])
یہ خبر خلیفہ بن خیاط [3] یعقوبی [4] اور ابن جوزی [5] نے ذکر کی ہے۔

[١٦٧] صائفہ سنہ ٥١ ہجری:

قال الطبري :

(اس سال میں [6] ۔۔۔بسر بن ابی ارطاۃ کا غزوۂ صیفہ تھا) [7]
یہ خبر ابن جوزی [8] اور ابن اثیر [9] نے ذکر کی ہے۔

[١٦٨] شاتیہ غزوۂ، سال ٥٢ ہجری میں:

قال الطبري :

(واقدی نے یہ دعویٰ کیا کہ اس سال [10] میں غزوہ سفیان بن عوف الازدی کا تھا، اور وہ روم کے علاقے میں جنگ کر رہے تھے، اور وہ وہاں وفات پا گئے۔ اور انہوں نے عبداللہ بن مسعدۃ الفزاری کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا)
اور واقدی کے علاوہ دوسروں نے کہا:
(بلکہ اس سال روم کی سرزمین پر جو لشکر اترا، وہ بسر بن ابی ارطاۃ کا تھا، اور ان کے ساتھ سفیان بن عوف الازدی بھی تھے) [11]

[١٦٩] صائفہ سنہ ٥٢ ہجری:

قال الطبري :

---

[1]: سنة ٥١هـ.

[2]: ٢٥٣/٥

[3]: التاريخ ٢١٨

[4]: التاريخ ٢٤٠/٢

[5]: المنتظم ٢٤١/٥

[6]: سنة ٥١هـ.

[7]: ٢٥٣/٥

[8]: المنتظم ٢٤١/٥

[9]: الكامل في التاريخ ٤٧٢/٣

[10]: سنة ٥٢هـ.

[11]: ٢٨٧/٥

(اوراس سال [1] میں محمد بن عبداللہ الثقفی نے بھی پے در پے موسمِ گرما کی جنگ کی) [2]

[۱۷۰] شاتیہ غزوہ، سال ۵۳ ہجری میں:

قال الطبري :

(اس میں سے [3] ایک واقعہ یہ تھا کہ عبدالرحمن بن ام الحکم الثقفی نے روم کی سرزمین میں سردیوں کا لشکر پڑاؤ کیا) [4]

پچھلی روایات کو ابن جوزی [5]، ابن اثیر [6] اور ابن کثیر [7] نے ذکر کیا ہے۔

[۱۷۱] شاتیہ غزوہ، سال ۵۴ ہجری میں:

قال الطبري :

(اس سال [8] میں محمد بن مالک [9] کا روم کی سرزمین میں سردیوں کا لشکر پڑاؤ تھا) [10]

یہ خبر خلیفہ بن خیاط [11]، ابن جوزی [12] اور ابن اثیر [13] نے ذکر کی ہے۔

[۱۷۲] صائفہ سنہ ۵۴ ہجری:

قال الطبري :

---

[1]: سنة ٥٢هـ

[2]: ٢٨٧/٥

[3]: سنة ٥٣هـ .

[4]: ٢٨٨/٥

[5]: المنتظم ٢٤٩/٥-٢٥٥

[6]: الكامل في التاريخ ٤٩١/٣-٤٩٣

[7]: البداية والنهاية ٥٨/٨-٦١

[8]: سنة ٥٤هـ .

[9]: ابن عساکر نے اس کا ذکر کیا ہے بغیر اس کے ترجمے کے۔ تاريخ دمشق (مخطوط) ٩٢٩/٥

[10]: ٢٩٣/٥

[11]: التاريخ ٢٢٣

[12]: المنتظم ٢٦٦/٥

[13]: الكامل في التاريخ ٤٩٧/٣

(پس اس سال [1] میں ۔۔۔معن بن یزید السلمی [2] کی صیفہ (گرمیوں کی) فوج کشی ہوئی) [3]
یہ خبر ابن جوزی [4]، ابن اثیر [5] اور ابن کثیر [6] نے ذکر کی ہے۔

[۱۷۳] شاتیہ غزوہ، سال ۵۵ ہجری میں:

قال الطبري :

(پس اس سال [7] میں ان واقعات میں سے ایک سفیان بن عوف الازدی کا بلادِ روم میں جا کر موسمِ سرما گزارنا (مشتی) تھا)

یہ واقعہ واقدی کے قول کے مطابق ہے۔

اور بعض نے کہا:

(بلکہ جس نے اس سال بلادِ روم میں موسمِ سرما گزارا، وہ عمرو بن محرز تھا [8])

اور بعض کا کہنا ہے:

(بلکہ اس سال لوگوں کو عبداللہ بن قیس الفزاری نے حج کرایا)

اور بعض نے کہا:

(بلکہ یہ (ذمہ داری) مالک بن عبداللہ نے انجام دی) [9]

اس روایت میں پہلا قول خلیفہ بن خیاط [10] نے ذکر کیا ہے، چوتھا قول یعقوبی [11] نے بیان

---

[1]: سنة ٥٤هـ.

[2]: معن بن یزید السلمی رضی اللہ عنہما ان کے لیے، ان کے والد اور ان کے دادا، تینوں کے لیے صحابیت ثابت ہے۔ انہوں نے فتح دمشق میں شرکت کی، اور ان کا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک مقام و مرتبہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ 64 ہجری میں وفات پا گئے۔ المزي : تهذيب الكمال ٣٤١/٢٨؛ ابن حجر : الإصابة . ١٩٢/٦

[3]: ٢٩٣/٥

[4]: المنتظم ٢٦٦/٥

[5]: الكامل في التاريخ ٤٩٧/٣

[6]: البداية والنهاية ٦٦/٨

[7]: سنة ٥٥هـ.

[8]: عمرو بن محرز الاشجعی تابعی تھے، وہ حمص کی فتح کے بعد وہاں پیدا ہونے والے پہلے شخص تھے۔ وہ عبدالملک بن مروان کے دور تک زندہ رہے۔ ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) ٦٠٠/١٣

[9]: ٢٩٩/٥

[10]: التاريخ ٢٢٣

[11]: التاريخ ٢٤٠/٢

کیاہے، اوراسی طرح ابن جوزی [1] اورابن اثیر [2] نے بھی اس روایت کونقل کیاہے۔

[۱۷۴] شاتیہ غزوۂ، سال ۵۶ ہجری میں:

قال الطبري :

(چنانچہ اس سال [3] جنادہ بن امیہ [4] نے روم کی سرزمین میں جاکر موسمِ سرما گزارا)

اور کہا گیاہے: (عبدالرحمٰن بن مسعود [5] نے (یہ ذمہ داری انجام دی) [6]

اس روایت کوخلیفہ بن خیاط [7]، ابن جوزی [8] اورابن اثیر [9] نے ذکر کیاہے۔

[۱۷۵] غزوہ سنہ ۵۶ ھ:

قال الطبري :

اور کہا گیا: (اس سال [10] ۔۔۔عیاض بن الحارث [11] نے خشکی پر غزوہ کیا) [12]

اس غزوہ کو یعقوبی [13] نے مغازی البحر میں شمار کیاہے، اورابن جوزی [14]، ابن اثیر [15] اور

---

[1]: المنتظم ٢٧٨/٥

[2]: الكامل في التاريخ ٥٠١/٣

[3]: سنة ٥٦هـ.

[4]: جنادہ بن امیہ ازدی صحابی تھے، انہوں نے مصر کی فتح میں شرکت کی، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بحری بیڑے کی قیادت (ولایت البحر) پر مامور رہے۔ المزي : تهذيب الكمال. ١٣٣/٥

[5]: عبدالرحمن بن مسعود الفزاری، اہلِ شام کے تابعین میں سے تھے، وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں روم کی صوائف (مہمات) کے ایک سپہ سالار تھے، اور ان کی بہادری اور شہرت کا خاص ذکر ملتا ہے۔ ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) ١٨٤/١٠

[6]: ٣٠١/٥

[7]: التاريخ ٢٢٤

[8]: المنتظم ٢٨٥/٥

[9]: الكامل في التاريخ ٥٠٣/٣

[10]: سنة ٥٦هـ.

[11]: یقیناً یہ وہ صحابی عیاض بن الحارث التیمی رضی اللہ عنہ ہیں، جو مدینہ کے باشندے تھے۔ ابن عبد البر : الاستيعاب ١٢٣٢/٣

[12]: ٣٠١/٥

[13]: التاريخ ٢٤٠/٢

[14]: المنتظم ٢٨٥/٥

[15]: الكامل في التاريخ ٥٠٣/٣

ابن کثیر [1] نے بھی طبری کی روایت کے مطابق اسے ذکر کیا ہے۔

[۱۷۶] شاتیہ غزوۂ، سال ۵۷ ہجری میں:

قال الطبري :

(اور اسی سال [2] عبداللہ بن قیس نے روم کی سرزمین میں موسمِ سرما گزارا) [3]

[۱۷۷] غزوہ سنہ ۵۸ ھ:

قال الطبري :

(اور اسی سال [4] مالک بن عبداللہ بن عبداللہ الخثعمی نے روم کی سرزمین پر غزوہ کیا) [5]

[۱۷۸] شاتیہ غزوۂ، سال ۵۹ ہجری میں:

قال الطبري :

(اور اسی سال [6] عمرو بن مرہ الجہنی نے روم کی سرزمین میں موسمِ سرما گزارا) [7]

سابقہ روایات کو خلیفہ بن خیاط [8]، یعقوبی [9] اور ابن جوزی [10] [1] نے ذکر کیا ہے۔

[۱۷۹] غزوہ سنہ ۶۰ ھ:

قال الطبري :

---

[1]: البداية والنهاية ٧٨/٨

[2]: سنة ٥٧هـ.

[3]: ٣٠٨/٥

[4]: سنة ٥٨هـ.

[5]: ٣٠٩/٥

[6]: سنة ٥٩هـ.

[7]: عمرو بن مرہ الجہنی، صحابی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات ومشاہد میں شریک ہوئے۔ بعد ازاں مصر اور پھر دمشق میں سکونت اختیار کی۔ ان کا انتقال خلافتِ معاویہ کے دوران ہوا، اور بعض نے کہا ہے کہ عبدالملک بن مروان کی خلافت میں وفات پائی۔ ابن حجر : الإصابة . ٦٨٠/٤

[8]: التاريخ ٢٢٦ ، ٢٢٥

[9]: التاريخ ٢٤٠/٢

[10] [1]: المنتظم ٢٨٩/٥، ٢٩٠ ، ٣٠٤

(اوراسی سال [1] مالک بن عبداللہ کا سوریہ [2] کی جانب غزوہ ہوا) [3]

یہ روایت ابن جوزی [4]، ابن اثیر [5] اور ابن کثیر [6] نے ذکر کی ہے۔

ثانیاً: بحر میں جہاد

[۱۸۰] سنہ ۴۴ ہجری:

قال الطبري :

(پس اس سال [7] کے واقعات میں سے یہ بھی شامل تھا کہ بسر بن ابی ارطاۃ نے بحر (سمندر) میں جہاد کیا) [8]

اس خبر کو ابن جوزی [9]، ابن اثیر [10] اور ابن کثیر [11] نے ذکر کیا ہے

[۱۸۱] سنہ ۴۸ ہجری:

قال الطبري :

(اوراسی سال [12] یہ واقعات پیش آئے: مالک بن ہبیرہ السکونی نے سمندر میں غزوہ کیا، اور عقبہ بن عامر جہنی نے اہلِ مصر اور اہلِ مدینہ کے ساتھ سمندر میں جہاد کیا۔ مدینہ کے لشکر پر منذر

---

[1]: سنة ٦٠هـ.

[2]: سوریہ: سے مراد غالباً شہر ''إسوريا'' یا ''إيسورة'' ہے، جو موجودہ ترکی کے وسطی حصے میں واقع ہے۔ د.فتحي عثمان : الحدود الإسلامية البيزنطية ٥٠/٢؛ د.إبراهيم العدوي : الدولة الإسلامية وإمبراطورية الروم . ١٠١

[3]: ٣٢٢/٥

[4]: المنتظم ٣٢٠/٥

[5]: الكامل في التاريخ ٥/٤

[6]: البداية والنهاية ١١٥/٨

[7]: سنة ٤٤هـ.

[8]: ٢١٢/٥

[9]: المنتظم ٢٠٩/٥

[10]: الكامل في التاريخ ٤٤٠/٣

[11]: البداية والنهاية ٢٧/٨

[12]: سنة ٤٨هـ.

بن زہیر [1] امیر تھے، اور تمام لشکروں کے سربراہ خالد بن عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید [2] تھے [3])
اس روایت کو ابن جوزی [4] نے ذکر کیا ہے، لیکن انہوں نے اہلِ مدینہ کی شمولیت کا ذکر نہیں کیا۔ جبکہ ابن اثیر [5] نے اسے طبری کی روایت کے مطابق ذکر کیا ہے یہاں تک کہ جملہ وبأهل المدينه (اہلِ مدینہ کے ساتھ) پر بات ختم کر دی۔ اور ابن کثیر [6] نے صرف عقبہ بن عامر کی غزوہ کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

[۱۸۲] سنہ ۴۹ ہجری:

قال الطبري :

(اسی سال [7] یزید بن شجرہ الرُّہاوی [8] نے اہلِ شام کے لشکر کے ہمراہ سمندری محاذ پر غزوہ کیا اور وہاں موسمِ سرما گزارا۔ اسی برس [9] عقبہ بن نافع نے بھی اہلِ مصر کے ساتھ بحری جہاد میں شرکت کی اور اُنہوں نے بھی سردی کے ایام اسی مہم میں بسر کیے) [10]
یہ روایت ابن جوزی [11] نے ذکر کی ہے، اس میں یزید بن شجرہ کے غزوات کا ذکر ہے۔ ابن

---

[1]: ممکن ہے یہاں منذر بن زبیر بن عوام مراد ہو، جو ایک تابعی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے سگے بھائی تھے۔ ان کی ولادت خلافتِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔ وہ ایک جری اور بہادر سپاہی تھے، اور یزید بن معاویہ کے ساتھ قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہوئے۔ سنہ 64 ہجری میں، جب اہلِ شام نے مکہ کا محاصرہ کیا، تو وہ اسی محاصرے کے دوران شہید ہوئے۔ الذهبي : السير . ۳۸۱/۳

[2]: خالد بن عبدالرحمن بن خالد بن ولید، ایک تابعی تھے۔ روایت ہے کہ انہوں نے نصرانی طبیب ابن اُثال کو قتل کیا تھا، جس پر الزام تھا کہ اسی نے عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو زہر دے کر شہید کیا تھا۔ ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) . ٥٠٢/٥

[3]: ٢٣١/٥

[4]: المنتظم ٢٢٣/٥

[5]: الكامل في التاريخ ٤٥٧/٣

[6]: البداية والنهاية ٣٢/٨

[7]: سنة ٤٩هـ .

[8]: یزید بن شجرہ بن ابی شجرہ الرُّہاوی، جن کی صحابیت میں اختلاف ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو لشکروں پر امیر مقرر فرمایا کرتے تھے۔ ان کا انتقال 58 ہجری میں ہوا۔ ابن حجر : الإصابة . ٦٦٢/٦

[9]: سنة ٤٩هـ .

[10]: ٢٣٢/٥

[11]: المنتظم ٢٢٤/٥

عذاری[1] نے اس میں عقبہ بن نافع کی سمندری غزوات کا ذکر کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ یہ غزوہ روم کے خلاف تھا۔ ابن اثیر[2] اور ابن تغری بردی[3] نے بھی اس روایت کو اسی طرح ذکر کیا ہے۔

[۱۸۳] سنہ ۵۰ ہجری:

قال الطبري :

اور کہا گیا: (اس سال[4] میں غزوہ بحر فضالہ بن عبید الانصاری رضی اللہ عنہ کے تحت واقع ہوا تھا[5])

اس غزوے کا ذکر ابن جوزی[6]، ابن اثیر[7]، اور ابن کثیر[8] نے کیا ہے۔

[۱۸۴] جزیرہ رودس[9] کی فتح (۵۳ ہجری)

قال الطبري :

(اور اسی[10] سال جزیرہ رودس کی فتح ہوئی - یہ ایک بحری جزیرہ ہے - جسے جنادہ بن امیہ ازدی نے فتح کیا۔ تو مسلمان وہاں ٹھہر گئے، جیسا کہ محمد بن عمر نے ذکر کیا ہے، اور انہوں نے وہاں کاشتکاری کی، مال و دولت حاصل کی، اور مویشی پالے جو جزیرے کے اردگرد چرنے کے لیے چھوڑے جاتے، پھر جب شام ہوتی تو وہ انہیں قلعے کے اندر داخل کر لیتے۔ ان کے پاس ایک

---

[1]: البيان المغرب ١٩/١

[2]: الكامل في التاريخ ٤٥٨/٣

[3]: النجوم الزاهرة ١٨١/١

[4]: سنة ٥٠هـ.

[5]: ٢٣٤/٥

[6]: المنتظم ٢٢٧/٥

[7]: الكامل في التاريخ ٤٦١/٣

[8]: البداية والنهاية ٤٥/٨

[9]: جزیرہ رودس: یہ مشرقی بحیرہ روم میں واقع ہے، اور موجودہ زمانے میں یہ یونان کے جزیروں میں سے ایک ہے۔ محمد سيد نصر ، وآخرون : أطلس العالم . ٧٩

[10]: سنة ٥٣هـ.

نگران (ناطور)[1] بھی ہوتا جو سمندر میں دشمن کی کسی سازش یا حملے سے انہیں خبردار کرتا، چنانچہ وہ ہمیشہ محتاط رہتے۔ وہ رومیوں پر نہایت سخت تھے؛ سمندر میں ان پر حملے کرتے اور ان کے جہازوں کو تباہ کر دیتے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے لیے باقاعدہ راشن اور عطیات مقرر کرتے تھے۔ دشمن ان سے خوف زدہ ہو گیا تھا۔ لیکن جب معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو یزید بن معاویہ نے انہیں واپس بلالیا)[2]

[۱۸۵] سن ۶۰ ہجری میں جزیرہ رودس سے مسلمانوں کا انخلاء۔

قال الطبري :

(اسی سال[3] جنادہ بن امیہ کا جزیرہ رودس میں داخل ہونا، اور اس کا اس کی مرکزی بستی کو منہدم کرنا (جیسا کہ واقدی کا قول ہے)[4]

یہ دونوں روایتیں جزیرہ روڈس کی فتح کے بارے میں ہیں جو خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی، اور پھر اس کا انخلاء یزید بن معاویہ کے دور میں ہوا۔ اس بات کا ذکر بلاذری[5]، قدامہ بن جعفر[6]، ابن جوزی[7]، ابن اثیر[8]، اور ابن کثیر[9] نے بھی کیا ہے، اور ان سب نے طبری کی روایت کے مطابق ہی ذکر کیا ہے۔

[۱۸۶] جزیرہ اُرواد[10][1] کی فتح (سنہ ۵۴ ہجری)

قال الطبري :

---

[1]: ناطور: کھجور کے باغ اور تاکستان کا نگہبان۔ یہ ایک عجمی (غیر عربی) لفظ ہے۔ یہاں ناطور سے مراد چوکیدار یا پہرہ دار ہے۔

[2]: ۸۸/۵

[3]: سنة ٦٠هـ.

[4]: ٣٢٢/٥

[5]: فتوح البلدان ٢٧٩-٢٧٨

[6]: الخراج وصناعة الكتابة ٣٥١

[7]: المنتظم ٢٥٥/٥-٣٢٠

[8]: الكامل في التاريخ ٤٩٣/٣؛ ٥/٤

[9]: البداية والنهاية ٦١/٨ ، ١١٥

[10][1]: اُرواد: یاقوت حموی نے اس کا ذکر کیا ہے، لیکن اس نے طبری کی بیان کردہ تعریف میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ یاقوت : معجم البلدان . ١٦٢/١

(اور اسی سال [1]، جیسا کہ واقدی کا قول ہے، جنادہ بن امیہ نے ایک جزیرہ فتح کیا جو بحیرے میں واقع ہے اور قسطنطنیہ کے قریب ہے، جس کا نام اُرواد ہے۔
اور محمد بن عمر نے ذکر کیا کہ مسلمان اس جزیرے میں ایک طویل عرصے تک مقیم رہے، جسے بعض روایات کے مطابق سات سال کہا گیا ہے۔ اور اس میں مجاہد بن جبر [2] بھی تھے۔ انہوں نے کہا: تبیع [3]، ابن امرأۃ کعب [4] نے کہا: کیا تم یہ سیڑھی [5] دیکھ رہے ہو؟ جب یہ گر گئی تو ہماری واپسی کا وقت آ گیا۔ پھر ایک شدید آندھی آئی جس نے سیڑھی کو گرا دیا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال کا پیغام آیا، اور یزید کا حکم واپس جانے کے بارے میں آیا۔ ہم نے کہا: اب اس جزیرے پر مزید قیام ممکن نہیں، اور یہ ویران ہو گیا، اور رومیوں نے امن پا لیا) [6]
یہ روایت بلاذری [7] نے اپنی کتاب فتوح البلدان میں ذکر کی ہے، قدامہ بن جعفر [8] نے، اور ابن اثیر [9] نے مختصر طور پر ذکر کی ہے، جبکہ ابن عساکر [10] نے، مزی نے [11]، اور ذہبی [12]

---

[1]: سنة ٥٤هـ.

[2]: مجاہد بن جبر ابو الحجاج المکی، تابعی، قراءت وتفسیر کے بزرگ استاد تھے۔ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کثرت سے روایات نقل کیں، اور انہی سے قرآن، تفسیر اور فقہ کا علم حاصل کیا۔ وہ 102 ہجری میں وفات پا گئے، کچھ نے کہا کہ اس کے بعد وفات پائی۔ الذهبي : السير . ٤٥٦/٤

[3]: تبیع بن عامر الحمیری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا، مگر انہوں نے اسلام صرف حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں قبول کیا۔ انہوں نے قرآن مجاہد بن جبر سے پڑھا اور وہ اُرواد کے غزوے میں ان کے ساتھی تھے۔ ان کی وفات 101 ہجری میں اسکندریہ میں ہوئی۔ المزي : تهذيب الكمال . ٣١٢/٤

[4]: کعب بن ماتع الحمیری، علامہ اور بزرگ عالم، پہلے یہودی تھے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام لائے۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ آئے اور اسلام میں مضبوط ایمان رکھتے ہوئے نیک اور متقی شخص بن گئے۔ وہ علماء کے بزرگوں میں شمار ہوتے تھے اور شام میں سکونت اختیار کی۔ صحابہ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے رہے۔ ان کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں حمص میں ہوئی۔ الذهبي : السير . ٤٨٩/٣

[5]: الدرجة: سیڑھیاں یا مرقاۃ (چڑھائی)۔ ابن منظور : لسان العرب ٢٦٦/٢

[6]: ٢٩٣/٥

[7]: فتوح البلدان ٢٧٩

[8]: الخراج وصناعة الكتابة ٣٥١

[9]: الكامل في التاريخ ٤٩٧/٣

[10]: تاريخ دمشق (مخطوط) ٥١٧/٣

[11]: تهذيب الكمال ٣١٦/٤

[12]: السير ٤١٤/٤

نے سے مفصل طور پر ذکر کیا ہے۔
اور اس روایت میں ایک عقیدے کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے، جو اس بات کے دعوے کی صورت میں ہے کہ تبیع الحِمْیَر ی علمِ غیب جانتا تھا۔ اس کا اظہار اس کے اس گمان سے ہوتا ہے کہ جزیرۂ عرب سے مسلمانوں کا انخلا اُس وقت ہوگا جب درجہ (یا انجیر [1] کا درخت، جیسا کہ ابن عساکر کے بعض نسخوں میں ہے) جڑ سے اکھڑ جائے گی۔ ابن عساکر کی روایت میں تو یہاں تک آیا ہے کہ تبیع الحمیر ي نے اس دن اور مہینے تک کی تعیین کر دی تھی جس دن وہ درجہ اکھڑنے والی ہے۔ نیز ابن عساکر نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ واقعہ جزیرہ روڈس میں پیش آیا تھا۔

[۱۸۷] سنہ ۵۶ ہجری

قال الطبري :

(اور کہا گیا ہے کہ اُسی سال [2] یزید بن شجرۃ الرَّ ہاوی نے سمندر میں ایک جنگ کی تھی) [3]

[۱۸۸] سنہ ۵۸ ہجری

قال الطبري :

(اور اسی سال [4]) واقدی کے قول کے مطابق یزید بن شجرۃ الرَّ ہاوی سمندر میں، کشتیوں کے اندر، قتل ہوا۔ اس نے کہا: اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ (قتل ہونے والا) عمرو بن زید الجہنی تھا، اور وہی تھا جس نے سرزمینِ روم میں سردیاں گزاریں)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ:

(اس سال سمندر میں جو جہاد کیا، وہ جنادہ بن اُمیہ تھے) [5]

[۱۸۹] سنہ ۵۹ ہجری

قال الطبري :

---

[1]: یعنی انجیر کا درخت، اور ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ وہ (درخت) جزیرے میں مسلمانوں کی مسجد کے قریب تھا۔ ابن عساكر :تاريخ دمشق) مخطوط (. ٥١٧/٣

[2]: سنة ٥٦هـ .

[3]: ٣٠١/٥

[4]: سنة ٥٨هـ .

[5]: ٣٠٩/٥

واقدی نے کہا:

(اس وقت [1] سمندر میں کوئی جہاد نہیں ہوا تھا) [2]

اور واقدی کے علاوہ دوسرے نے کہا:

(بلکہ سمندر میں جنادہ بن ابی اُمیہ نے جہاد کیا تھا)

پچھلی روایات کو ابن جوزی [3]، ابن اثیر [4]، اور ابن کثیر [5] نے ذکر کیا ہے۔

مغربی محاذ

[۱۹۰] جزیرہ جربہ [6] کی فتح (سنہ ۴۹ ہجری)

قال الطبري :

(اسی سال [7] فضالہ بن عبید نے جزیرہ جربہ کی طرف لشکر کشی کی، وہیں قیامِ سرما کیا، اور بالآخر یہ جزیرہ ان کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اس مہم میں مسلمانوں کو بڑی تعداد میں قیدی بھی حاصل ہوئے [8])

یہ روایت ابن اثیر [9]، ابن کثیر [10]، اور ابن تغری بردی [11] نے ذکر کی ہے۔

---

[1]: سنة ٥٩هـ.

[2]: ٣١٥/٥

[3]: المنتظم ٥ / ٣٠٤ ، ٢٩٠ ، ٢٨٥

[4]: الكامل في التاريخ ٥٠٣/٣، ٥١٥، ٥٢١

[5]: البداية والنهاية ٧٨/٨ ، ٩٤ ، ٨١

[6]: جربہ: یہ ایک جزیرہ ہے جو قابس کے قریب واقع ہے، اور موجودہ زمانے میں تیونس کے علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔ البكري : المسالك والممالك) الجزءالخاص بصفة المغرب (١٩؛ د.دولت صادق : أطلس العالم الإسلامي . ١٠٣

[7]: سنة ٤٩هـ.

[8]: ٢٣٢/٥

[9]: الكامل في التاريخ ٤٥٨/٣

[10]: البداية والنهاية ٣٢/٨

[11]: النجوم الزاهرة ١٨١/١

اسی طرح ابن سعد[1]، ابونعیم الاصبہانی[2]، البکری[3]، المالکی[4] اور ابن اثیر[5] نے یہ بیان کیا ہے کہ جزیرہ جربہ کو صحابی رُویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ[6] نے فتح کیا۔ فضالہ بن عبید انصاری اور رُویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہما کی اس غزوہ میں امارت کو جمع کرنا ممکن ہے، جیسا کہ درج ذیل قرائن سے ظاہر ہوتا ہے:

(۱) فضالہ بن عبید اور رویفع بن ثابت کا افریقیہ کی مہم میں ایک ساتھ شریک ہونا، جیسا کہ مالکی[7] نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

(فضالہ بن عبید افریقیہ میں جہاد کے لیے داخل ہوئے، وہ اور رویفع بن ثابت دونوں (اس مہم میں) شریک تھے)

(۲) جزیرہ جربہ کی فتح کے لیے اسلامی بحریہ کی مدد ناگزیر تھی تاکہ بری افواج کو ساحل سے جزیرے تک منتقل کیا جا سکے، اور اسی طرح رومی بحری جہازوں کے حملوں سے مسلمانوں کی افواج کی حفاظت بھی ممکن ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذمہ داری صحابی فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی تھی، جو اس وقت مصر[8] میں اسلامی بحریہ کے امیر تھے۔ لہٰذا، فضالہ بن عبید اسلامی بحری افواج کے امیر کی حیثیت سے جزیرے کی فتح میں شریک ہوئے، جبکہ رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ بری افواج کے امیر تھے جنہوں نے براہِ راست جزیرہ فتح کیا۔

3- طبری کی روایت میں اس غزوے میں بہت زیادہ قیدیوں کا ذکر آیا ہے، اور یہ بات ان

---

[1]: الطبقات (تحقيق د.إحسان عباس) ١١٥/٢

[2]: معرفة الصحابة (مخطوط) ٢٣٦أ ، ب .

[3]: المسالك والممالك ، الجزء الخاص بصفة المغرب ، . ١٩

[4]: رياض النفوس ٨١/١

[5]: أسد الغابة ٨٨/٢

[6]: رویفع بن ثابت انصاری، ایک صحابی تھے۔ انہوں نے مصر میں سکونت اختیار کی، اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں 46 ہجری میں طرابلس کا گورنر مقرر کیا۔ انہوں نے افریقہ پر لشکر کشی کی۔ ان کا انتقال 56 ہجری میں برقہ میں ہوا، جب وہ مسلمہ بن مخلد کی جانب سے وہاں کے امیر تھے۔ ابن حجر : الإصابة ٥٠١/٢

[7]: رياض النفوس ٨٠/١

[8]: المالكي : رياض النفوس ٨٠/١

ذرائع [١] میں بھی ملتی ہے جو رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس غزوہ میں امارت کے بارے میں غیر مستقیم طور پر بات کرتی ہیں۔ یہ اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ رویفع بن ثابت نے اس غزوہ میں مسلمانوں کو قیدیوں سے متعلق شرعی احکام یاد دلائے تھے۔ رویفع بن ثابت کا یہ قول ابوداؤد [٢] نے حنش الصنعانی کے واسطے سے نقل کیا ہے، جہاں رویفع بن ثابت انصاری نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا: میں تم سے وہی بات کہوں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حنین کے دن کہتے سنا تھا:

(٣) طبری کی روایت میں اس غزوے میں بہت زیادہ قیدیوں کا ذکر آیا ہے، اور یہ بات ان ذرائع میں بھی ملتی ہے جو رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس غزوہ میں امارت کے بارے میں غیر مستقیم طور پر بات کرتی ہیں۔ یہ اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ رویفع بن ثابت نے اس غزوہ میں مسلمانوں کو قیدیوں سے متعلق شرعی احکام یاد دلائے تھے۔ رویفع بن ثابت کا یہ قول ابوداؤد نے حنش الصنعانی [٣] کے واسطے سے نقل کیا ہے، جہاں رویفع بن ثابت انصاری نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا: میں تم سے وہی بات کہوں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حنین کے دن کہتے سنا تھا:

(کسی شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لاتا ہے، یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے [٤] پانی [٥] کو (یعنی حاملہ عورتوں کے ساتھ [٦]) دوسرے کے کھیتوں [٧] میں لگائے۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ کسی قیدی عورت [٨] سے ہم بستری کرے جب تک کہ وہ اپنی حیض کی

---

[١]: انظر ابن سعد : الطبقات (تحقیق د.إحسان عباس) ١١٥/٢؛ أبو نعیم الأصبهاني : معرفة الصحابة (مخطوط) ٢٣٦أ ، ب ؛ البكري : المسالك والممالك ، الجزء الخاص بصفة المغرب ، ١٩؛ المالكي : رياض النفوس ٨١/١؛ ابن الأثير : أسد الغابة . ٨٨/٢

[٢]: أبو داود : السنن مع شرحها عون المعبود ١٣٧/٦؛ الألباني : صحیح سنن أبي داود . ٤٠٥/٢

[٣]: حنش بن عبد اللہ الصنعانی، تابعی تھے۔ انہوں نے مغرب اور اندلس کی فتوحات میں شرکت کی، اور وہ عبد اللہ بن زبیر کی حمایت میں عبد الملک بن مروان کے خلاف جنگ میں شریک تھے۔ ان کا انتقال 100 ہجری میں ہوا۔ ان سے تمام محدثین نے روایت کی ہے سوائے بخاری کے۔ المزي : تهذيب الكمال . ٤٢٩/٧

[٤]: یسقی کا معنی ہے داخل کرتا ہے۔ شمس الحق العظیم آبادي : عون المعبود شرح سنن أبي داود . ١٣٧/٦

[٥]: ماءہ سے مراد ہے اس کا نطفہ۔ المصدر السابق .

[٦]: إتیان الحبالی یعنی حاملہ عورتوں سے جماع کرنا (ہم بستری کرنا)۔ المصدر السابق .

[٧]: زرع غیرہ یعنی کسی اور کا کھیت، جہاں اس کی کھیتی ہو۔ المصدر السابق .

[٨]: یقع علی امرأۃ یعنی اس سے جماع (ہم بستری) کرنا۔ المصدر السابق . ١٣٨/٦

مدت پوری نہ کرلے [1] (یعنی اس کا استبراء نہ کرلے)۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ کسی غنیمت [2] کو بیچ دے جب تک کہ وہ اسے تقسیم [3] نہ کرلے)

ان قرائن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں جلیل القدر صحابہ، فضالہ بن عبید انصاری اور رُویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہما، جزیرہ جربہ کی فتح میں شریک ہو سکتے ہیں۔

[۱۹۱] قیروان [4] کی بنیاد (سنہ ۵۰ ہجری)

قال الطبري :

(اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے، مسلمہ بن مخلد کو مصر اور افریقہ کا گورنر مقرر کرنے سے پہلے، عقبہ بن نافع الفہری کو افریقہ بھیجا، تو انہوں نے اسے فتح کیا اور قیروان کی بنیاد رکھی۔ اس کا مقام - جیسا کہ محمد بن عمر کا کہنا ہے - ایک گھنا [5] جنگل تھا، جہاں درندے، سانپ اور دیگر جانوروں کی وجہ سے انسان کا پہنچنا ممکن نہ تھا۔ عقبہ نے وہاں اللہ عز وجل سے دعا کی، تو کوئی جانور باقی نہ رہا جو وہاں سے نہ بھاگا ہو، حتیٰ کہ درندے بھی اپنے بچوں کو اٹھا کر لے جاتے تھے [6])

[۱۹۲] قال محمد بن عمر : حدثني موسى بن علي عن أبيه ، قال :

(عقبہ بن نافع نے نداء دی: ہم یہاں آئے ہیں، تم سب غول کے غول [7] متفرق ہو جاؤ [8]۔ تو وہ (درندے اور موذی جانور) اپنے بلوں سے خوف زدہ ہو کر باہر نکل بھاگے) [9]

---

[1]: یستبرئھا: یعنی (اسے) حیض آنے یا ایک مہینہ گزرنے کے ذریعے پاک سمجھنا۔ المصدر السابق .

[2]: مغنمًا: یعنی مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز۔ المصدر السابق .

[3]: یُقسم: یعنی (مالِ غنیمت کو) مجاہدین کے درمیان تقسیم کیا جائے اور اس میں سے خمس نکالا جائے۔ المصدر السابق .

[4]: قیروان: یہ لفظ فارسی زبان سے عربی میں آیا ہے اور اس کے معانی میں فوجی چھاؤنی، لشکر کا بڑا پڑاؤ، اور بڑی قافلہ گاہ شامل ہیں۔ آج کے دور میں قیروان تیونس کا ایک معروف شہر ہے، جو دارالحکومت تونس کے جنوب میں واقع ہے۔ ابن منظور : لسان العرب ۱۷۷-۱۷۶/۱۵؛ د.دولت صادق : أطلس العالم الإسلامي . ۱۰۳

[5]: الغیضہ: اس سے مراد گھنا جنگل یا جھاڑیوں کا ایسا علاقہ ہے جہاں درخت بہت زیادہ اکٹھے ہوں۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ۸۳۸

[6]: ۲٤۰/۵ .

[7]: اظعنوا: کا مطلب ہے: چلو، روانہ ہو جاؤ، کوچ کرو۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ۱۵٦٦

[8]: عِزِین: کا مطلب متفرقین ہے (یعنی الگ الگ، منتشر گروہ)۔ ابن منظور : لسان العرب . ۵۳/۱۵

[9]: ۲٤۰/۵ .

[۱۹۳] قال : وحدثني المفضل بن فضالة ، عن يزيد بن أبي حبيب ، عن رجل من جند مصر ، قال :

(ہم عقبہ بن نافع کے ساتھ یہاں آئے، وہی سب سے پہلے شخص تھے جنھوں نے اس شہر کی بنیاد رکھی، اور لوگوں کو وہاں رہنے اور گھر بنانے کے لیے زمینیں دیں، مسجد بھی انہوں نے ہی تعمیر کی۔ ہم ان کے ساتھ وہاں مقیم رہے یہاں تک کہ وہ معزول کیے گئے، اور وہ بہترین گورنر اور بہترین امیر تھے) [1]

روایاتِ سابقہ نے عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کے ہاتھوں قیروان کی بنیاد رکھنے کا ذکر کیا ہے، اور یہ خبر خلیفہ بن خیاط [2]، ابن عبد الحکم [3]، بلاذری [4]، ابن جوزی [5]، ابن اثیر [6] اور ابن عذاری [7] جیسے مؤرخین نے بیان کی ہے۔

اور درندوں کا اپنے مقام سے نکلنا، قیروان کی بنیاد رکھنے کا واقعہ ایک عظیم کرامت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے عقبہ بن نافع رحمہ اللہ اور ان کے ساتھ موجود مجاہدین کو عزت بخشی۔ اس کرامت کا ذکر خلیفہ بن خیاط [8] نے حسن سند [9] کے ساتھ یحییٰ بن عبد الرحمن بن حاطب [10] کے ذریعے کیا ہے، انہوں نے کہا:

(جب عقبہ بن نافع رحمہ اللہ نے افریقہ فتح کیا، تو وہ قیروان پر کھڑے ہو کر کہا: اے وادی کے لوگو، ہم ان شاء اللہ یہاں اُترنے والے ہیں، پس متفرق ہو جاؤ، تین بار کہا۔ پھر کہا: ہم نے کوئی پتھر یا درخت نہیں دیکھا مگر اس کے نیچے سے کوئی جانور نکلتا،

---

[1]: ٥/٢٤٠
[2]: التاريخ ٢١٠
[3]: فتوح مصر ١٩٦
[4]: فتوح البلدان ٢٦٩
[5]: المنتظم ٥/٢٢٩
[6]: الكامل في التاريخ ٣/٤٦٦
[7]: البيان المغرب ١/١٩-٢٠
[8]: التاريخ ٢١٠
[9]: ابن حجر : الإصابة . ٥/٦٤
[10]: یحییٰ بن عبد الرحمن بن حاطب بن ابی بلتعہ، ثقہ ہیں، 104 ہجری میں وفات پائی، اور مسلم و چاروں (ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) نے ان سے روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقريب ٥٩٣

یہاں تک کہ وہ وادی کے نیچے پہنچ گئے۔ پھر کہا: اللہ کے نام پر اُتر جاؤ۔ یہ کرامت اس بات کا سبب بنی کہ جو لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے، ان میں سے کئی مشرکین نے اسلام قبول کیا۔ ابن اثیر [۱] نے کہا: (کثیر تعداد میں بربر [۲] (مشرکین) نے یہ منظر دیکھا اور وہ اسلام لے آئے)

اس کے علاوہ، بعض معاصرین [۳] نے اس کرامت پر شک کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے عقبہ بن نافع اور ان کے ساتھ دیگر مجاہدین پر انعام کی تھی، حالانکہ یہ کرامت متواتر ہے اور اس کا اسناد صحیح ہے۔

قیروان کی تعمیر کے اسباب:

① افریقہ کے لوگوں کا اسلام سے بہت زیادہ مرتد ہونا، اور یہی عقبہ بن نافع رحمہ اللہ نے کہا تھا، جب انہوں نے فرمایا:

① (یقیناً افریقیہ کا حال یہ ہے کہ جب کوئی امام وہاں داخل ہوتا ہے تو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں، لیکن جب وہ امام وہاں سے نکل جاتا ہے تو جو لوگ دینِ الٰہی کو قبول کر چکے ہوتے ہیں، وہ دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ پس اے مسلمانوں کی جماعت! میری رائے یہ ہے کہ تم وہاں ایک شہر بناؤ جو اسلام کے لیے قیامت تک باعثِ عزت ہو) [۴]

② اسے ساری بلادِ مغرب میں جہاد اور دعوت کا مرکز بنانے کے لیے اختیار کرنا۔

③ اسے ایک ایسا مرکز بنانا جس کی طرف مجاہدین لوٹ کر آئیں، اور جہاں وہ اپنے بچوں اور اہل وعیال کے بارے میں اطمینان محسوس کریں۔ اس بارے میں ابن اثیر [۵] کہتے ہیں: (اور قیروان کے شہر میں مقیم فوجیوں کے دل [۶] مضبوط ہوئے، وہ پُرامن ہو گئے، اور وہاں قیام پر مطمئن ہوئے، تو اسلام راسخ ہو گیا)

④ یہ (شہر) اس جاہلی ماحول میں ایمان کا مینار بنے، جہاں اسلام میں داخل ہونے

---

[۱]: الكامل في التاريخ ٤٦٦/٣

[۲]: وہ مغرب اقصیٰ کے باشندے ہیں۔

[۳]: د۔ حسین مؤنس نے فتح العرب للمغرب (صفحہ 142) اور د۔ سعد زغلول عبدالحمید نے تاريخ المغرب العربي (صفحہ 185) میں اس کرامت پر شک کرنے کی بات کی ہے۔

[۴]: ابن عذاري : البيان المغرب ١٩/١

[۵]: الكامل في التاريخ ٤٦٦/٣

[۶]: الجنان: دل۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٥٣٢

والے اپنے دین کے امور سیکھیں، اور اسی طرح جو لوگ اسلام لانے کے خواہشمند ہوں، وہ خود آ کر اس دینِ حنیف کی عظمت کا مشاہدہ کریں۔

⑤ یہ (شہر) اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے ایک رباط[1] یعنی سرحدی مورچہ ہو، کیونکہ وہ سمندر کے قریب واقع ہے۔ اور اسی کے متعلق ابن عذاری[2] کہتے ہیں:

(پس سب لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس (شہر) کے باشندے مرابط (سرحدی محافظ) ہوں، اور کہا: ہم سمندر کے قریب رہیں تاکہ ہمیں جہاد اور رباط (مرابطہ) کا موقع ملے۔ تو عقبہ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ قسطنطنیہ[3] کا حکمران اچانک اس پر حملہ کر دے اور اسے قبضے میں لے لے، اس لیے تم اسے سمندر سے اتنا دور بناؤ کہ کوئی سمندر کی طرف سے آئے[4] تو اس کے آنے کا علم ہو جائے، اور اگر شہر اور سمندر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جس میں نماز قصر[5] کرنا لازم نہ ہو تو وہ سب مرابط شمار ہوں گے)

---

[1]: رباط کا معنی: سرحدی مقام پر اقامت اختیار کرنا تاکہ مسلمانوں کو کفار کے مقابلے میں تقویت حاصل ہو، اور ثغر ہر اس جگہ کو کہا جاتا ہے جس کے رہنے والے دشمن کو خوف میں مبتلا کرتے ہوں اور دشمن بھی ان سے خائف ہوتا ہو۔ ابن قدامة : المغني . ١٨/١٣

رباط کا اجر بہت عظیم ہے، اور اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایک دن اور ایک رات کا رباط (سرحد پر پہرہ دینا) ایک مہینے کے روزے اور قیام سے بہتر ہے، اور اگر وہ (مرابط) مر جائے تو اس کا وہ عمل جاری رہتا ہے جو وہ کیا کرتا تھا، اور اس کا رزق اس پر جاری رہتا ہے، اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے۔ (مسلم: صحیح مسلم بشرح النووی، ٦١/ ٥)

اور جہاد و رباط کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک جہاد اور رباط کے برابر کوئی چیز نہیں، رباط مسلمانوں اور ان کی عزتوں کی حفاظت ہے، اور سرحد کے رہنے والوں اور غازیوں کے لیے قوت کا ذریعہ ہے۔ میرے نزدیک رباط، جہاد کی اصل اور اس کی شاخ ہے، جبکہ جہاد اس سے افضل ہے کیونکہ اس میں مشقت، محنت اور تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ (ابن قدامہ: المغنی، ١٨/١٣)

[2]: ابن عذاري : البيان المغرب ١٩/١

[3]: مراد روم سے ہے۔

[4]: یہاں بھی مراد روم ہیں۔

[5]: اور مسافتِ قصر (یعنی سفر کی وہ مسافت جس پر نماز قصر کی جاتی ہے) سولہ فرسخ یا اڑتالیس میل ہاشمی کے برابر ہے، جبکہ ایک فرسخ تقریباً 6 کلومیٹر اور ایک میل تقریباً 2 کلومیٹر کے برابر ہے۔ (فالترهنتس : المكاييل والأوزان الإسلامية ، (٩٥-٩٤) تو اس حساب سے مسافتِ قصر تقریباً 96 کلومیٹر بنتی ہے۔ قیروان اور سمندر کے درمیان فاصلہ 36 میل ہے، یعنی یہ قصر کی مسافت سے کم ہے، اور یہی وہ بات تھی جو عقبہ رحمہ اللہ کی مراد تھی۔ (الحسن الوازن : وصف إفريقيا ٨٧/٢) اور مزید تفصیل کے لیے مسئلہ قصرِ نماز میں ابن قدامہ : کتاب المغني ١٠٤/٣ ۔ وما بعدہ کا مطالعہ کریں۔

سجستان، خراسان اور ماوراء النہر کا محاذ

[۱۹۴] عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو سجستان اور خراسان کی دوبارہ فتح کا حکم دینا:

قال الطبري :

(اور اسی سال[۱] معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ[۲] کا گورنر مقرر کیا، اور انہوں نے سجستان اور خراسان میں جنگ کی)[۳]

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اس منصب پر اس لیے مقرر کیا گیا کیونکہ انہیں اس علاقے میں سابقہ تجربہ حاصل تھا، چنانچہ وہی تھے جنہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سجستان اور خراسان کو فتح کیا تھا۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ[۴] کی شہادت کے بعد[۵] یہ علاقے مرتد ہو گئے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے بعد عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اس علاقے کو دوبارہ فتح کرنے کا حکم دیا۔

[۱۹۵] جبالِ غور[۶] اور فروانده[۷] پر چڑھائی (غزوہ)

قال الطبري :

اور بعض اہلِ سِیَر نے کہا:

---

[۱]: سنة ٤١هـ.

[۲]: عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بصرہ پر گورنری کے متعلق تفصیل کے لیے پچھلے باب کے ولاة البصرة کے عنوان کے تحت دیکھیں۔

[۳]: ١٧٠/٥.

[۴]: الطبري : التاريخ ٣١٤/٤

[۵]: قدامة بن جعفر : الخوارج وصناعة الكتابة ٤٠٤ ، ٣٩٤

[۶]: جبالِ غور: یہ علاقے آج کل افغانستان کے وسط میں واقع ولایتِ غور میں واقع ہیں، اور یہ ایک نہایت دشوار گزار پہاڑی علاقہ ہے۔ د.محمد أمان صافي : بست وسيستان ٨؛ د.محمد أمان : أفغانستان . ٤٥٦ ، ٧٤

[۷]: فَروانده: غالباً اس سے مراد فَروان ہے، اور فروان غزنہ کے قریب واقع ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ یاقوت : معجم البلدان ، ٢٥٧/٤۔ اور غزنہ: یہ افغانستان میں ایک شہر اور صوبہ ہے، جو موجودہ دارالحکومت کابل سے تقریباً 135 کلومیٹر جنوب کی جانب واقع ہے۔ د.محمد أمان : أفغانستان . ٢٦٩

(اوراسی سال [1] زیاد نے حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو خراسان کا امیر مقرر کیا، چنانچہ انہوں نے جبالِ غور اور فروانده پر چڑھائی کی، تو تلوار کے زور پر ان علاقوں کو زیر کیا اور انہیں فتح کرلیا، اور وہاں سے بہت سا مالِ غنیمت اور قیدی حاصل کیے۔ اور اس قول کے راوی نے ذکر کیا ہے کہ حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ اس مہم سے واپسی کے وقت مرو میں وفات پا گئے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ میں آگے چل کر اس قول سے اختلاف کرنے والوں کا ذکر کروں گا) [2]

غزوہ جبالِ غور اور حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ابن اثیر [3] نے ذکر کی ہے۔ اور ابن اثیر نے وضاحت دی ہے کہ حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کی سختی اہلِ غور کے ساتھ اس وجہ سے تھی کہ وہ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد پھر مرتد ہو گئے تھے۔

[۱۹۶] غزوہ جبلِ الاشل [4] سنہ ۵۰ ہجری:

حدثني عمر بن شبة ، قال : حدثني حاتم بن قبيصة ، قال : حدثنا غالب بن سليمان ، عن عبد الرحمن بن صبح ، قال :

(میں حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ خراسان میں تھا، تو زیاد نے عمرو [5] کو لکھا: اہلِ جبلِ اشل کا اسلحہ چمڑے کے ہوتے ہیں [6]، اور ان کے برتن سونے کے ہوتے ہیں [7]۔

پھر انہوں نے ان پر حملہ کیا اور جب وہ درمیان میں پہنچے تو وہ پہاڑیوں اور راستوں پر چھپ گئے اور ان پر حملہ کر دیا۔ اس پر حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ مشکل میں پڑ گئے [8]، تو

---

[1]: سنة ٤٧هـ.

[2]: ٢٢٩/٥-٢٣٠.

[3]: الكامل في التاريخ ٤٥٥/٣-٤٥٦

[4]: جبلِ الاشل: یہ ترکستان کے پہاڑی سلسلے میں واقع ہے جو خراسان کے سرحدی علاقے پر واقع ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جبلِ الاشل وہ پہاڑی علاقہ ہے جو ترکستان کے جنوب میں واقع ہے، کیونکہ ترکستان کا علاقہ خراسان کے سرحدی علاقے پر واقع تھا۔ ابن الأثير :الكامل في التاريخ ٤٥٦/٣؛ ياقوت : معجم البلدان : ٢٠٠/١؛ د.دولت صادق : أطلس العالم الإسلامي ٧٢-٧٣؛ بارتولد : تركستان . ٨١٦

[5]: یعنی: حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ۔

[6]: سلاحهم اللبود: اللبود کا معنی ہے زمین سے چمٹنا۔ (ابن منظور : لسان العرب ، ٣٨٥/٣) اور غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے دشمن سے بچنے کے لیے پہاڑوں میں چھپتے اور زمین سے چمٹ کر حملہ آور ہوتے ہیں، تاکہ اپنے دشمن کو پھانس کر اس پر حملہ کر سکیں۔

[7]: اور یہ ان کی دولت اور خوش حالی کی دلیل ہے۔

[8]: عیَّ اور وَعِيَ: کا مطلب ہے: عاجز ہو جانا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٦٩٧

انہوں نے مہلب کو جنگ کا اختیار دے دیا۔ مہلب نے تدابیر اختیار کیں اور ان کے بڑے سرداروں میں سے ایک کو پکڑ لیا، تو اس سے کہا: تجھ پر دو باتوں میں سے ایک چن: یا تو میں تجھے قتل کر دوں گا، یا ہمیں اس تنگ راستے سے باہر نکالنے کی اجازت دے گا۔ اس نے کہا: راہ میں آگ لگا دو تا کہ وہ اس راستے سے گزریں، کیونکہ وہ دوسری راہوں کو چھوڑ کر یہاں جمع ہو جائیں گے، اور تمہیں تنگ راستے سے باہر نکلنے کا موقع ملے گا۔ چناں چہ انہوں نے ایسا کیا، اور مہلب کامیاب ہو گئے اور بڑی مالِ غنیمت حاصل کی)[١]

غزوہ جبلِ الاشل کی خبر ابن اثیر[٢] نے ذکر کی ہے۔

[١٩٧] حدثني عمر ، قال : حدثني حاتم بن قبيصة ، قال : حدثنا غالب بن سليمان عن عبد الرحمن بن صبح ، قال :

(زیاد نے حکم کو لکھا:) اللہ کی قسم! اگر میں زندہ رہا اور تُو میرے اختیار میں باقی رہا، تو میں ضرور تجھ سے ایک پرت ناحق اور سختی سے کاٹ کر رکھوں گا[٣]۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب زیاد کے پاس اس غزوہ کی خبر پہنچی، جس میں غنیمت حاصل ہوئی تھی، تو اس نے حکم بن عمرو کو لکھا: امیر المؤمنین نے مجھے لکھا ہے کہ میں اس کے لیے سونا، چاندی[٤] اور عمدہ و نفیس اشیاء (روائع)[٥] کو منتخب کروں، لہٰذا تُو کسی چیز کو نہ چھیڑنا جب تک کہ یہ چیزیں (بطور خمس یا صفایا) الگ نہ کر دی جائیں[٦])

پس حکم بن عمرو نے اسے لکھا: اما بعد، تمہارا پیغام پہنچا، اور تم نے ذکر کیا کہ امیر المؤمنین نے مجھے لکھا تھا کہ میں اس کے لیے سونا، چاندی اور پسندیدہ چیزیں (روائع) منتخب کروں، اور کچھ نہ ہلاؤں۔ یقیناً اللہ کا حکم، امیر المؤمنین کے حکم سے پہلے ہے۔ اور اللہ کی قسم! اگر زمین و آسمان

---

[١]: ٢٥١/٥

[٢]: الكامل في التاريخ ٤٥٦/٣

[٣]: لأقطعن منك طابقًا سُحتًا یعنی: میں تیرے کمائی کے ناپاک حصے کو جڑ سے کاٹ ڈالوں گا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط. ١١٦٥ ، ١٩٦

[٤]: الصفراء والبيضاء: سے مراد سونا اور چاندی ہیں۔ ابن عبد البر : الاستيعاب . ٣٥٧/١

[٥]: الروائع: کا مقصد یہاں اس موقع پر وہ چیزیں ہیں جو آپ کو غنائم میں پسند آئیں اور خوش کر دیں۔ ابن منظور : لسان العرب. ١٣٦/٨

[٦]: یعنی غنائم کی تقسیم نہ کرو جب تک کہ ان میں سے سونا، چاندی اور پسندیدہ چیزیں الگ نہ کر لو۔

ایک بندہ صالح[1] کے لیے بند کر دیے جائیں، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُسے اس مشکل سے نکالنے کا راستہ ضرور فراہم کر دے گا۔

اور حکم نے لوگوں سے کہا: اپنے غنائم کے پاس صبح کو جاؤ۔ چناں چہ لوگ صبح کے وقت وہاں گئے، اور پانچواں حصہ (خمس) الگ کر لیا گیا، پھر باقی غنائم ان میں تقسیم کر دی گئیں۔ اس پر حکم بن عمرو نے کہا: اے اللہ! اگر تیرے ہاں میرے لیے کوئی بھلائی ہے تو میری جان لے لے۔ پھر حکم بن عمرو خراسان کے علاقے میں مرو شہر میں فوت ہوئے۔[2]

حکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ کے غنائم کی تقسیم کے بارے میں خبر، ابن عبد البر[3]، ابن الجوزی[4]، ابن الاثیر[5] اور ابن کثیر[6] نے ذکر کی ہے، اور یہ تمام منابع اس بات پر متفق ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونا اور چاندی الگ کرنے کا حکم دیا اور ان کو فوج کے درمیان تقسیم کرنے سے منع کیا، تاہم ان روایات میں کوئی صحیح سند موجود نہیں ہے۔ ابن کثیر نے اس میں مزید اضافہ کیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونا اور چاندی کو بیت المال کی طرف بھیجنے کا حکم دیا۔

اور یہاں یہ یاد دہانی ضروری ہے کہ اسلام میں غنائم کے مصرف کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر بیان فرمایا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ)[7]

اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں بطور غنیمت ملے خواہ کوئی چیز ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

---

[1]: الرتق: کا معنی ہے: ضد الفتق، اور اس کا مطلب ہے جو چیزیں آپس میں جڑ کر مل جائیں یا آپس میں چمٹ جائیں۔ ابن منظور: لسان العرب. ۱۱۴/۱۰

[2]: ۲۵۱/۵-۲۵۲

[3]: الاستیعاب ۳۵۷/۱

[4]: المنتظم ۲۳۰/۵

[5]: الكامل في التاريخ ۴۷۰/۳

[6]: البداية والنهاية ۴۷/۸

[7]: سورة الأنفال: (الآية) ۴۱

اس کا مطلب یہ ہے کہ غنائم کا چار پانچواں حصہ فوج کے درمیان تقسیم کیا جائے گا[1]، اور باقی پانچواں حصہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا جیسا کہ پچھلی آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ حکم معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوشیدہ نہیں تھا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی دیانت داری اور انصاف انہیں اللہ کے حکم کو رد کرنے سے روکتی تھی۔

اور طبری کی روایت کا جائزہ لینے سے ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ حکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ فوراً غنائم کی تقسیم میں نہیں لگے، حالانکہ شرع کا حکم اس حوالے سے واضح تھا، بلکہ ان کے درمیان غنائم کے بارے میں زیاد بن ابی سفیان کے ساتھ مراسلات کا تبادلہ ہوا۔ غنائم کی تقسیم میں یہ تاخیر ہمیں کئی احتمالات کی طرف رہنمائی کرتی ہے، جن کے ذریعے ہم روایت میں موجود ابہام کو دور کر سکتے ہیں، اور یہ احتمالات یہ ہیں:

(۱) معاویہ رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ غنائم کا پانچواں حصہ جسے امام المسلمین تقسیم کرتا ہے سونا اور چاندی ہو۔

(۲) معاویہ رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ مسلمانوں نے جو سونا اور چاندی غنیمت کے طور پر حاصل کیا ہے اس کے تخمیس اور تقسیم سے پہلے اسے ہندوستان لے جا کر وہاں زیادہ قیمت پر بیچ دیا جائے[2]، پھر اس کی قیمت کا پانچواں حصہ نکالا جائے۔ اس میں سب کے لیے فائدہ تھا۔

(۳) مسلمانوں کے بیت المال میں عارضی کمی کا ہونا، اس لیے معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ وہ حکم رضی اللہ عنہ کے لشکر کی غنیمت کو ایک معین مدت کے لیے قرض کے طور پر لے لیں، تا کہ غنائم کی تقسیم میں تاخیر کی جا سکے۔

[۱۹۸] حکم رضی اللہ عنہ کا نہر جیحون[3] کا عبور کرنا:

---

[1]: ابن قدامة : المغني ٣٠٤/٩

[2]: مسلمانوں کے سونے اور چاندی کو ہندوستان میں فروخت کرنے کی خبر بلاذری نے اپنی سند کے ساتھ بیان کی ہے، وہ کہتا ہے: عبداللہ بن قیس بن مخلد الدُّرَقی نے صقلیہ (سسلی) میں قیام کیا، تو اسے سونے اور چاندی کے مجسمے ملے جو جواہرات سے مزین تھے، اس نے وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ بھیج دیا تا کہ انہیں وہاں سے ہندوستان لے جایا جائے اور وہاں فروخت کیا جائے تا کہ زیادہ قیمت حاصل ہو۔ البلاذري : فتوح البلدان . ٢٧٨

[3]: نہر جیحون، جو آج کے دور میں موجودہ ازبکستان اور ترکمانستان کے علاقوں سے گزرتا ہے، ایک تاریخی اور جغرافیائی لحاظ سے اہم دریا ہے۔ یہ دریا وسطی ایشیا کے اہم دریاؤں میں شمار ہوتا ہے اور اس کا ذکر اسلامی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ د.دولت صادق : أطلس العالم الإسلامي . ٧٣-٧٢

حدثني عمر ، عن علي بن محمد ، قال :

(سب سے پہلے جس شخص نے دریا سے پانی پیا، وہ حکم کا ایک غلام تھا۔ اس نے اپنی ڈھال[1] سے پانی لیا اور پی لیا، پھر حکم کو دیا تو اس نے بھی پیا، اور پھر دریا کے پار وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے یہ کام کیا، پھر واپس لوٹ گیا)[2]

حکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ کے دریا عبور کرنے کا واقعہ بلاذری[3]، قدامہ بن جعفر[4]، ابن جوزی[5] اور ابن کثیر[6] نے ذکر کیا ہے۔

[۱۹۹] بلخ[7] اور قہستان[8] کی فتح ۵۱ ہجری میں ہوئی:

حدثني عمر ، قال : حدثني علي ، عن مسلمة بن محارب وعبد الرحمن بن أبان القرشي ، قالا :

(ربیع[9] بن زیاد خراسان میں داخل ہوئے، تو بلخ کو صلح کے ذریعے فتح کیا، حالانکہ وہاں کے لوگوں نے دروازے بند کر لیے تھے، باوجود اس کے کہ احنف بن قیس ان سے پہلے صلح کر چکے تھے۔ پھر قہستان کو بزورِ شمشیر فتح کیا؛ اس کے اطراف میں ترک آباد تھے، جنہیں انھوں نے قتل کیا اور شکست دی)[10][1]

---

[1]: الترس: ایک قسم کا ہتھیار جس سے دفاع کیا جاتا ہے۔ ابن منظور : لسان العرب . ٣٢/٦

[2]: ٢٨٦/٥

[3]: فتوح البلدان ٥٠٦

[4]: الخراج وصناعة الكتابة ٤٠٥

[5]: المنتظم ٢٤٣/٥

[6]: البداية والنهاية ٥٦/٨

[7]: بلخ خراسان کا ایک مشہور شہر تھا۔ موجودہ دور میں بلخ ایک چھوٹا سا شہر ہے جو افغانستان کے صوبہ بلخ میں مزار شریف کے قریب واقع ہے۔ ياقوت : معجم البلدان ٤٧٩/١؛ د.محمد أمان صافي : أفغانستان . ٢٥١

[8]: قہستان ایک وسیع علاقہ تھا جو نیشاپور اور ہرات کے درمیان واقع تھا۔ قہستان کرمان میں ایک شہر کا نام بھی تھا۔ آج یہ دونوں علاقے مشرقی ایران میں واقع ہیں۔ لسترنج : بلدان الخلافة الشرقية ٢٨٨ خارطة ٣٧٦ ، ٦ خارطة ٨؛ أبو الفداء : تقويم البلدان . ٤٤٤

[9]: وہ ربیع بن زیاد حارثی ہیں۔

[10][1]: ٢٨٦/٥

اس روایت کا ذکر ابن جوزی [1]، ابن اثیر [2] اور ابن کثیر [3] نے کیا ہے۔
ربیع بن زیاد حارثی کا نہرِ جیحون عبور کرنے کا واقعہ ابن جوزی [4] اور ابن کثیر [5] نے ذکر کیا ہے۔

[۲۰۱] عبید اللہ بن زیاد کا نہر جیحون عبور کرنا ۵۴ ہجری میں ہوا:

حدثني عمر مرةً أخرى في كتابه الذي سماه كتاب (أخبار أهل البصرة) ، فقال : حدثني أبو الحسن المدائني ، قال :
(۔۔۔پھر عبید اللہ (بن زیاد) خراسان آئے، اور اس کے بعد اونٹوں پر سوار ہو کر نہر (جیحون) عبور کی، اور بخاری پہاڑوں [6] کی طرف لشکر سمیت جانے والے وہ پہلے شخص بنے۔ وہاں انہوں نے رامثین [7] اور بیکند [8] کا نصف [9] حصہ۔ جو دونوں بخارا [10] کے علاقے میں واقع تھے۔ فتح کیا۔ چنانچہ یہیں سے بخارا کے لوگ ان کے ہاتھ آئے) [11]

[۲۰۲] قال علي : أخبرنا الحسن بن رشيد ، عن عمه ، قال :
(عبید اللہ بن زیاد کا بخارا میں ترکوں سے سامنا ہوا، اور ان کے بادشاہ کی بیوی قبج خاتون بھی

---

[1]: المنتظم ٢٤٣/٥

[2]: الكامل في التاريخ ٤٨٩/٣

[3]: البداية والنهاية ٥٦/٨

[4]: المنتظم ٢٤٣/٥

[5]: البداية والنهاية ٥٦/٨

[6]: بخارا: ماوراء النہر کی سب سے عظیم اور جلیل القدر شہروں میں سے ایک ہے۔ اس کا فاصلہ دریائے جیحون سے تقریباً دو دن کا ہے، اور یہ موجودہ دور میں جمہوریہ ازبکستان میں واقع ہے۔ ياقوت : معجم البلدان ٣٥٣/١؛ د.دولت صادق : أطلس العالم الإسلامي . ٧٢

[7]: رامثین: بخارا کے مضافات میں شامل ایک بستی تھی، اور فتحِ اسلام سے قبل یہ بخارا کے بادشاہوں کا سرمائی صدر مقام ہوا کرتا تھا۔ رامثین، بیکند سے تقریباً دو فرسخ کے فاصلے پر واقع تھی، اور ایک فرسخ لگ بھگ بارہ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔ قدامة بن جعفر : الخراج وصناعة الكتابة ٤٠٥؛ النرشخي : تاريخ بخارى . ٣٢ ، ٢٧

[8]: بیکند: بخارا کے شہروں میں سے ایک شہر تھا۔ موجودہ زمانے میں یہ بخارا سے دریائے جیحون کی طرف تقریباً 44 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ أبو الفداء :تقويم البلدان ٤٨٨؛ د.أمين بدوي ، د.نصر الله الطرازي : تاريخ بخارى للنرشخي ، ص ، ٣٦ حاشية . ٢

[9]: نرشخی نے اپنی کتاب میں یہ وضاحت کی ہے کہ بیکند مکمل طور پر فتح کی گئی تھی، نہ کہ اس کا صرف آدھا حصہ۔ النرشخي : تاريخ بخارى . ٦٤

[10]: انظر الرواية رقم [٢٠٤].

[11]: ٢٩٨-٢٩٦/٥

موجود تھی۔ جب اللہ نے ترکوں کو شکست دی، تو انہیں فوراً اپنی جوتیاں اُتارنے کی جلدی ہوئی، اور وہ ایک جوتی پہن کر رہ گئیں، جبکہ دوسری جوتی رہ گئی۔ مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا اور اس جوتی کی قیمت دو لاکھ درہم تک پہنچ گئی)[1]

[۲۰۳] قال : وحدثني محمد بن حفص ، عن عبيد الله بن زياد بن معمر ، عن عبادة بن حصن ، قال :

(میں نے عبید اللہ بن زیاد سے زیادہ بہادر اور جنگجو کوئی نہیں دیکھا، ہم نے خراسان میں ترکوں سے سخت مقابلہ کیا، اور میں نے اسے لڑتے ہوئے دیکھا، وہ دشمن پر حملہ آور ہوتا، ان پر طعن کرتا اور پھر غائب ہو جاتا، پھر اس کی پرچم خون سے تر ہوتی ہوئی اوپر اٹھتی تھی)[2]

[۲۰۴] قال علي : وأخبرنا مسلمة :

(بخارا کے وہ لوگ جو عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ بصرہ آئے تھے، ان کی تعداد دو ہزار[3] تھی، اور ان میں سے ہر ایک تیر اندازی میں ماہر تھا۔

مسلمہ نے کہا: عبید اللہ بن زیاد کے زمانے میں ترکوں کی بخارا کی جانب پیش قدمی خراسان کی ان فوجوں میں سے ایک بڑی فوج[4] تھی جنہیں شمار کیا جاتا ہے)

عبید اللہ بن زیاد کے نہرِ جیحون کے پار جہاد کی خبر، اسے بلاذری[5]، قدامہ بن جعفر[6]، النرشخی[7]، ابن الجوزی[8]، ابن الاثیر[9] اور ابن کثیر[10][1] نے ذکر کیا ہے۔

واضح رہے کہ عبید اللہ بن زیاد کے ترکوں کے خلاف جہاد کے بارے میں النرشخی کی روایت بعض

---

[1]: ۲۹۸/۵

[2]: ۲۹۸/۵

[3]: اور یہ سب بصرہ میں امن قائم کرنے کے لیے ان کی مدد حاصل کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔

[4]: یہ مسلمانوں کا ترکوں کے خلاف ایک بڑی فوجی پیش قدمی تھی۔

[5]: فتوح البلدان ٥٠٧

[6]: الخراج وصناعة الكتابة ٤٠٥

[7]: تاريخ بخارى ٦٤

[8]: المنتظم ٢٦٧/٥

[9]: الكامل في التاريخ ٤٩٩/٣

[10][1]: البداية والنهاية ٦٧/٨

ایسے تفصیلی پہلوؤں پر مشتمل ہے، جو مجھے دیگر مصادر میں نہیں ملے۔ [1]

[۲۰۵] سعید بن عثمان بن عفان کا سنہ ۵۶ھ میں نہرِ جیحون عبور کرنا:

قال علي : قال مسلمة :

(سعید بن عثمان آئے، اور نہر عبور کر کے سمرقند [2] تک پہنچے، تو اہلِ صغد [3] ان کے مقابلے کے لیے نکلے، اور دونوں لشکر ایک دن بھر ایک دوسرے کے مقابل ٹھہرے رہے یہاں تک کہ رات ہو گئی، پھر بغیر جنگ کیے واپس لوٹ گئے۔ اس پر مالک بن الریب نے سعید کی مذمت کرتے ہوئے کہا:

توصغد کے دن مسلسل کانپتا ہوا کھڑا رہا

بزدلی کی وجہ سے یہاں تک کہ میں ڈر گیا کہ شاید تو نصرانی ہو جائے۔

---

[1]: جب امیر معاویہؓ نے عبیداللہ بن زیاد کو خراسان روانہ کیا، تو اس نے نہرِ جیحون عبور کی اور بخارا پہنچا۔ اس وقت بخارا کی حکمران سیدہ خاتون تھی، کیونکہ اس کا بیٹا طغشادہ ابھی کم عمر تھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے بیکند اور رامثین کو فتح کیا، بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا اور بخارا کے چار ہزار غلام اپنے لیے لے لیے۔ یہ واقعہ 53 ہجری کے آخر اور 54 ہجری کے آغاز میں پیش آیا۔ جب وہ بخارا کے شہر کے قریب پہنچا تو صفیں مرتب کیں اور منجنیقیں نصب کیں۔ سیدہ خاتون نے ترکوں کی جانب ایک قاصد بھیجا اور ان سے مدد طلب کی۔ ساتھ ہی عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھی اپنا ایلچی روانہ کیا، سات دن کی مہلت مانگی اور اپنی اطاعت کا یقین دلایا، نیز اس کے پاس قیمتی ہدیے بھی بھیجے۔ مقررہ سات دنوں میں ترکوں کی مدد نہ پہنچ سکی تو اس نے دوبارہ ہدیے بھیجے اور مزید سات دن کی مہلت طلب کی۔ بالآخر ترکوں کی فوج پہنچ گئی اور دیگر دستے بھی جمع ہو گئے، یہاں تک کہ ایک عظیم لشکر تیار ہو گیا۔ پھر بہت سی لڑائیاں ہوئیں، آخر کار کفار کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور کثیر تعداد میں قتل کیا۔ سیدہ خاتون قلعے میں محصور ہو گئی اور ترکوں کے لشکر اپنے اپنے علاقوں کی طرف لوٹ گئے۔ مسلمان لشکر نے بے شمار اسلحہ، لباس، سونے چاندی کے برتن اور غلام حاصل کیے۔ اسی دوران سیدہ خاتون کے قیمتی جوتے کا ایک پایہ (خف) اور ایک موزہ (جورب) بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا، جو جواہرات سے مزین سونے کا بنا ہوا تھا۔ جب ان کی قیمت لگائی گئی تو وہ دو لاکھ درہم تک پہنچی۔ عبیداللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ درخت کاٹے جائیں اور مکانات تباہ کر دیے جائیں۔ شہر بھی خطرے میں آ گیا۔ چنانچہ سیدہ خاتون نے امان کی درخواست بھیجی اور صلح اس شرط پر طے پائی کہ ایک ملین (دس لاکھ) درہم بطور خراج ادا کیے جائیں گے۔ خاتون نے مال روانہ کیا، عبیداللہ بن زیاد نے مال وصول کیا اور ان چار ہزار غلاموں کو لے کر واپس پلٹ آیا۔ (النرشخي : تاريخ بخارى . ٦٤)

[2]: سمرقند: ایک مشہور اور معروف شہر ہے جو ماوراء النہر (دریائے جیحون کے پار) میں واقع ہے۔ یہ صغد کا مرکزی شہر تھا، جو وادیِ صغد کے جنوب میں واقع ہے۔ موجودہ وقت میں سمرقند جمہوریہ اُزبکستان میں واقع ہے۔ یاقوت : معجم البلدان ٢٤٦/٣؛ د.دولت صادق :أطلس العالم الإسلامي . ٧٢

[3]: صغد: صغد کا آغاز ایک ایسا علاقہ ہے جس میں کثیر مقدار میں پانی اور سرسبز درخت ہیں، اور یہاں بخارا اور جیحون کے درمیان کئی گاؤں واقع ہیں۔ اس کا مرکزی شہر سمرقند ہے، جو سیحون اور جیحون کے درمیان واقع ایک اہم علاقہ ہے۔ اس علاقے کے اہم شہروں میں سمرقند اور بخارا شامل ہیں۔ یاقوت : معجم البلدان ٢٢٢/٣؛ لسترنج : بلدان الخلافة الشرقية . ٥٠٣

اور میں نے عثمان (رضی اللہ عنہ) میں کوئی ایسی بات نہ دیکھی جس کا میں علم رکھتا ہوں
سوائے اس کی نسل کے جو (لڑائی میں) پیچھے ہٹنے والے لوگوں میں باقی رہی۔
اگر بنو حرب نہ ہوتے تو تمہارا خون
ٹوٹی پھوٹی اور اندھی اژدھاؤں کے پیٹوں [1] میں چلا جاتا۔
پھر جب اگلا دن ہوا تو سعید بن عثمان بن عفان لشکر کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے، اور اہلِ صغد ان کے سامنے صف آراء ہو گئے۔ دونوں کے درمیان قتال ہوا، جس میں سعید نے انہیں شکست دی اور ان کی بستی کا محاصرہ کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے صلح کر لی اور اپنے پچاس نوجوانوں کو، جو ان کے سرداروں کے بیٹے تھے، بطورِ رہن سعید کے سپرد کر دیا تا کہ وہ ان کی تحویل میں رہیں۔ پھر سعید نے دریا عبور کر کے ترمذ [2] میں قیام فرمایا، مگر ان کے ساتھ طے شدہ شرائط پوری نہ کیں، اور ان رہن رکھے گئے نوجوانوں کو اپنے ہمراہ مدینہ لے گئے۔ [3]
نہرِ جیحون کے پار سعید بن عثمان بن عفان کے جہاد کی خبر اسے بلاذری [4]، ابن أعثم [5]، قدامہ بن جعفر [6] اور نرشخی [7] نے بیان کیا ہے، اور ان حضرات نے اس واقعے کو طبری کے مقابلے میں زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے۔ جبکہ ابن الجوزی [8]، ابن الاثیر [9] اور ابن کثیر [10] [1] نے تقریباً طبری ہی کی روایت کے مطابق اس کا ذکر کیا ہے۔
رہی وہ شاعری جو طبری کی روایت میں آئی ہے، تو بلاذری نے اس کا پہلا شعر اپنی کتاب فتوح

---

[1]: بطون العظایا: اس کا مطلب ہے برص (چمڑی کی ایک بیماری)۔ البلاذري : أنساب الأشراف . ٦١٨/٤

[2]: ترمذ: یہ ایک مشہور شہر ہے اور بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ نہرِ جیحون کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ آج کل ترمذ کا شہر جمہوریہ اُزبکستان میں واقع ہے۔ یاقوت : معجم البلدان ٢٦/٢ ؛ د.دولت صادق : أطلس العالم الإسلامي . ٧٢

[3]: ٣٠٦/٥

[4]: فتوح البلدان ٥٠٧

[5]: الفتوح ١٨٧/٤-١٩٩

[6]: الخراج وصناعة الكتابة ٤٠٥

[7]: تاريخ بخارى . ٦٥ ، ٦٤

[8]: المنتظم ٢٨٧/٥

[9]: الكامل في التاريخ ٥١٢/٣

[10] [1]: البداية والنهاية ٧٨/٨

البلدان [1] میں ذکر کیا ہے، اور بقیہ دونوں اشعار اپنی کتاب أنساب الاشراف [2] میں نقل کیے ہیں۔ جبکہ ابن أعثم [3] نے طبری کے بیان کردہ تینوں اشعار نقل کیے ہیں، اس کے ساتھ ایک مزید شعر کا اضافہ بھی کیا ہے جسے اس نے ان اشعار کے مقدمے میں رکھا ہے، اور وہ شعر یہ ہے:

سعید بن عثمان ایک ایسا امیر ہے جو رعب و دبدبہ رکھتا ہے۔
مگر جب جنگ کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے تو خوف سے زرد [4] پڑ جاتا ہے۔ [5]

جبکہ ابن اثیر نے صرف وہی پہلا شعر ذکر کیا جو طبری کی روایت میں آیا ہے۔

اس کے علاوہ، اس بات پر شک وشبہات ہیں کہ یہ اشعار مالک بن ریب سے منسوب ہیں، اور ذیل میں کچھ دلائل دی جا رہی ہیں جو اس کی صحت کو تقویت دیتی ہیں:

(۱) سعید بن عثمان پر الزام لگانا کہ وہ بزدل تھے، ایسا کوئی جواز نہیں ہے، کیونکہ وہ شجاعت، بہادری، اور سخت جنگجو تھے، اور یہ خصوصیات سمرقند میں صغد کے خلاف ان کے جہاد کے دوران واضح طور پر ظاہر ہوئیں۔ یہ بات مالک بن ریب سے چھپی نہیں تھی۔

(۲) دوسرے مصرعے میں جو "تتنصرا" لفظ آیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سعید بن عثمان کا صغد سے خوف اتنا شدید تھا کہ وہ کفر کے قریب پہنچنے والا تھا۔ لیکن شاعر نے صغد کے لوگوں کی دین کو غلط سمجھا اور انہیں نصاریٰ قرار دیا، حالانکہ وہ نصاریٰ نہیں تھے [6]۔ یہ بات بھی مالک بن ریب سے چھپی نہیں رہ سکتی تھی، اگر یہ صحیح ہوتا کہ وہ ان اشعار کے قائل ہیں۔

(۳) یہ شکوک وشبہات مالک بن الریب کی جانب سے سعید بن عثمان کے حق میں ان اشعار کے کہنے کے بارے میں ہیں، کیونکہ سعید بن عثمان رحمہ اللہ مالک بن الریب کے لیے فضل وکرم کا باعث تھے۔ سعید ہی وہ شخص تھے جنہوں نے مالک بن الریب کو اس کی سابقہ ضیاع کی زندگی سے بچایا اور اسے جہاد کی ترغیب دی اور اس کی حوصلہ افزائی کی [7]۔ اس بارے

---

[1]: ٥٠٩

[2]: ٦١٨/٤

[3]: الفتوح ١٩٥/٤

[4]: الاخزر: وہ شخص جس کی آنکھوں کی پلکیں اس کے ناک تک پہنچتی ہوں۔ ابن منظور : لسان العرب . ٢٣٦/٤

[5]: الفتوح ١٩٥/٤

[6]: النرشخی نے ذکر کیا کہ بخارا اور اس کے اردگرد کے لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے، جبکہ ماوراء النہر کے حکومتی طبقے کا مذہب زردشتی تھا۔ النرشخي : تاريخ بخارى ٧٧-٧٤؛ بارتولد : تركستان . ٢٩٧

[7]: ابن أعثم : الفتوح ١٨٩/٤؛ القالي : ذيل الأمالي والنوادر ١٣٥؛ الأصفهاني : الأغاني . ٢٨٦/٢٢

میں مالک بن الریب خود فرماتے ہیں:
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خرید لیا
اور ابن عفان کے لشکر میں شامل ہو کر میں غازی[1] بن گیا؟

معاویہ رضی اللہ عنہ کی جہادی پالیسی

اوّلاً: معاویہ رضی اللہ عنہ کی رومیوں کے خلاف پالیسی:

رومیوں کے خلاف معاویہ رضی اللہ عنہ کی جہادی پالیسی کا خلاصہ خلیفہ بن خیاط[2] نے اپنی سند کے ساتھ جو روایت نقل کی ہے، اس کے ذریعے بیان کیا جا سکتا ہے، انہوں نے کہا:

(معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری وصیت میں ان کو یہ ہدایت دی تھی کہ: ''رومیوں پر دباؤ سخت رکھو، کیونکہ تم اس کے ذریعے دیگر قوموں[3] پر بھی کنٹرول قائم رکھو گے۔'')

اور ذیل میں وہ نمایاں اقدامات بیان کیے جا رہے ہیں، جو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران اس پالیسی کو نافذ کرنے کے لیے اختیار فرمائے:

① موسم گرما اور موسم سرما کی فوجی مہمات (صوائف اور شواتی) پر خصوصی توجہ دینا، تا کہ کئی مقاصد حاصل کیے جا سکیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

الف: رومیوں کی طاقت[4] کو گھٹاتے رہنا۔

ب: رومیوں سے قیادت چھیننا اور انہیں مسلسل دفاع کی حالت میں رکھنا۔[5]

ج: رومیوں کو اپنی افواج کو اس طرح تقسیم کرنے پر مجبور کرنا کہ وہ اسلامی ریاست کے خلاف فیصلہ کن اور طاقتور حملے نہیں کر سکتے۔[6]

② رومیوں پر ان کے اپنے وطن میں حملہ کرنا اور ان کے دارالحکومت کا محاصرہ کرنا، اور

---

[1]: ابن قتيبة : الشعر والشعراء ٢٢١؛ ابن أعثم : الفتوح ١٩٧/٤؛ القالي : ذيل الأمالي والنوادر ١٣٥.

[2]: التاريخ ٢٣٠

[3]: یعنی رومیوں کا محاصرہ اور ان پر دباؤ ڈالنا دیگر اقوام کے دلوں میں اسلامی ریاست کا رعب اور خوف بٹھانے کا سبب بنتا تھا۔

[4]: بسام العسلي : فن الحرب الإسلامي ٢٣٣/١

[5]: بسام العسلي : فن الحرب الإسلامي ٢٣٣/١

[6]: المصدر السابق

اس کے نتیجے میں ان کی معنوی کمزوری پیدا کرنا اوران کے دلوں میں دہشت ڈالنا۔

③ رومیوں کی بحری طاقت کو کم کرنا، شام[1] کے سمندر میں واقع جزائر کو فتح کر کے، اور اس کے نتیجے میں رومیوں کے اہم بحری اڈوں سے ان کی بحری جہازوں کو محروم کرنا۔

ثانیاً: معاویہ رضی اللہ عنہ کی مغربی محاذ کی پالیسی:

① معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغربی محاذ کو خصوصی اہمیت دی، جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ محاذ براہ راست ان سے جڑا ہوا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ خود اس محاذ کے لیے براہ راست رہنمائی فراہم کرتے تھے، اور اس محاذ کے تمام افسران و قیادتیں ۴۷ھ تک ان سے براہ راست رابطے میں رہیں۔ اسی سال مغربی محاذ کو مصر[2] کے گورنر کے تحت کر دیا گیا۔

② معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغربی علاقے میں ایک مستحکم اور پیش قدمی کرنے والی جہادی بیس قائم کرنے کی کوشش کی تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی قوت کو بڑھایا جا سکے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے قیروان شہر کی تعمیر کی، جو کہ ایک اہم فوجی اور دینی مرکز بن گیا۔

ثالثاً: سجستان، خراسان اور ماوراء النہر کے محاذ پر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پالیسی:

① معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان علاقوں کے دوبارہ فتح کرنے کے لیے ان ہی سپہ سالار عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مدد لی، جو عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں سجستان اور خراسان کے فاتح رہ چکے تھے، اور انہیں دوبارہ ان علاقوں کی فتح کی ذمہ داری سونپی۔

② ان علاقوں میں اسلامی حکومت کو مستحکم کرنے اور دعوتِ اسلام کو پھیلانے کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ نے خراسان میں پچاس ہزار عربوں کو ان کے اہل وعیال سمیت آباد کیا۔

---

[1]: المصدر السابق ٢١١/١

[2]: الكندي : ولاة مصر ٦١؛ ابن تغري بردي : النجوم الزاهرة . ١٧٥/١

چھٹی فصل

• طبری کی روایات میں خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران اُن پر لگائے گئے الزامات کی حقیقت

- اوّل: زیاد بن ابیہ کی نسبت کا معاملہ۔
- دوّم: عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کو زہر دیے جانے کا معاملہ۔
- سوّم: منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے دمشق منتقل کرنے کا معاملہ۔
- چہارم: حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو زہر دیے جانے کا معاملہ۔
- پنجم: حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل کا معاملہ۔
- ششم: یزید بن معاویہ کو ولی عہد بنانے کا معاملہ۔

زیاد بن ابیہ کی نسبت کا مسئلہ

[۲۰۶] قال الطبري :

(اور اس سال[1] معاویہ رضی اللہ عنہ نے (جیسا کہ کہا جاتا ہے) زیاد بن سمیہ[2] کی نسبت کو اُن کے باپ ابوسفیان کی طرف ملحق کر دیا)[3]

[۲۰۷] حدثني عمر بن شبة ، قال :

(کہتے ہیں کہ جب زیاد، معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو عبدالقیس کا ایک شخص اس کے ساتھ تھا۔ اس نے زیاد سے کہا: ''ابن عامر رضی اللہ عنہ کا میرے ذمے ایک احسان ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سے مل آؤں۔'' زیاد نے کہا: ''اس شرط پر کہ جو کچھ تمہارے اور اس کے درمیان گفتگو ہو، وہ مجھے بتاؤ گے۔'' اس نے کہا: ''جی ہاں۔'' زیاد نے اسے اجازت دی تو وہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ''ہا! ہا! اور ابنِ سمیہ (زیاد) میرے کارناموں کو برا کہتا ہے اور میرے عاملوں پر طعن کرتا ہے! میں تو یہ ارادہ کر چکا تھا کہ قریش سے قسامہ[4] لے آؤں جو قسم کھائیں کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے سمیہ کو دیکھا ہی نہیں تھا۔'' جب وہ واپس آیا تو زیاد نے اس سے پوچھا لیکن اس نے بتانے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ زیاد نے اصرار کر کے ساری بات اگلوالی۔ پھر زیاد نے یہ سارا معاملہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتا دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حاجب سے کہا: جب ابن عامر رضی اللہ عنہ آئے تو اس کی سواری کے منہ پر آخری دروازے کے پاس مارنا۔'' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ، یزید کے پاس آئے اور اس شکایت کی۔ یزید نے اس سے

---

[1]: سنة ٤٤هـ.

[2]: سمیہ: حارث بن کلدہ کی لونڈی تھیں، جو رومی قیدیوں میں سے تھیں۔ یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو، البتہ یہ امکان موجود ہے کہ وہ اس عمومی قول میں شامل ہوں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر قریش اور ثقیف میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہا جس نے اسلام قبول نہ کر لیا ہو اور حج میں شریک نہ ہوا ہو۔ سمیہ کی شادی پہلے عبید الرومی سے ہوئی، پھر ازرق سے، جو کہ حارث بن کلدہ کے غلاموں میں سے ایک رومی تھا۔ سمیہ کے بیٹوں میں صحابیِ رسول ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، نافع اور سلمہ شامل ہیں۔

[3]: ٢١٤/٥

[4]: قَسامہ: یہ "أقسمَ يُقسِمُ قَسمًا و قَسامَةً" سے ماخوذ مصدر ہے، اور اس کا مطلب ہے قسم کھانا۔ قسامہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو قسم کھاتے ہیں، اور انہیں مصدر کے نام پر ہی قسامہ کہا گیا ہے۔ ابن قدامة : المغني ١٨٨/١٢

پوچھا: ''کیا تم نے زیاد کا ذکر کیا تھا؟'' اس نے کہا: ''ہاں۔'' تو یزید اس کے ساتھ سوار ہو کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ جب ابن عامر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو معاویہ رضی اللہ عنہ اٹھ کر اندر چلے گئے۔ یزید نے ابن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''بیٹھو، آخر تم کتنی دیر دروازے پر رکو گے!'' جب وہ دونوں دیر تک بیٹھے رہے تو معاویہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ دروازے پر مار رہے تھے اور اشعار پڑھتے جا رہے تھے:

''ہمارے پاس ایک مخصوص طریقہ [1] ہے، اور تمہارے لیے بھی ایک خاص انداز ہے، یقیناً تمہارے ساتھی یہ سب جانتے ہیں۔''

پھر وہ بیٹھ گئے اور کہا: اے ابن عامر! تم نے زیاد کے بارے میں جو کچھ کہا، وہ کیا ہے؟ اللہ کی قسم! عرب جانتے ہیں کہ میں جاہلیت میں ان میں سب سے زیادہ عزت والا تھا، اور اسلام نے مجھے عزت میں صرف اضافہ کیا ہے۔ اور میں نے زیاد کو نہ کمی سے زیادہ کیا، نہ ذلت سے عزت پائی، بلکہ میں نے اس کا حق پہچانا اور اسے اس کا مقام دیا۔ ابن عامر نے جواب دیا: اے امیر المؤمنین، ہم وہی کریں گے جو زیاد کو پسند ہو۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہم وہی کریں گے جو تم چاہتے ہو۔ پھر ابن عامر زیاد کے پاس واپس گیا اور اسے راضی کر لیا۔[2]

[٢٠٨] حدثني أحمد بن زهير ، قال : حدثنا عبد الرحمن بن صالح ، قال : حدثنا عمرو بن هاشم ، عن عمر بن بشير الهمداني ، عن أبي إسحاق :

جب زیاد بن ابی سفیان کوفہ آئے، تو کہا: میں تمہارے پاس ایک ایسی بات لے کر آیا ہوں جس کی تلاش میں میں نے سوائے تمہارے کسی اور سے نہیں کی تھی۔ لوگوں نے کہا: جس بات کی طرف تم ہمیں بلاؤ، ہم اس پر آمادہ ہیں۔ تو وہ بولا: تم مجھے معاویہ کے ساتھ اپنے نسب کو جوڑنے کی اجازت دو۔ لوگوں نے جواب دیا: ہم جھوٹی گواہی کے بدلے یہ کام نہیں کر سکتے۔ پھر وہ بصرہ گئے، جہاں ایک شخص نے ان کے حق میں گواہی دی۔[3]

---

[1]: السیاق: المھر (یہاں المھر کا مطلب ہے مہر، جو کہ نکاح میں عورت کو دی جانے والی رقم یا سامان ہے) الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١١٥٦

[2]: ٢١٤/٥

[3]: ٢١٥/٥

نقد النصوص

(متون یا متنی مواد کی جانچ اور تجزیہ)

(طبری رحمہ اللہ نے زیاد بن ابی کے نسب کے بارے میں اس کی اہمیت کے باوجود زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کیا، بلکہ اس کا ذکر اپنی تاریخ میں مختصر طور پر کیا)

اور اس پر ابن اثیر نے اعتراض کیا اور کہا:

(یہ تمام وہ باتیں ہیں جو ابو جعفر نے معاویہ کے ذریعہ زیاد کے نسب کو قبول کرنے کے بارے میں ذکر کیں، اور اس میں حقیقت حال کا ذکر نہیں کیا، بلکہ صرف ایک واقعہ بیان کیا ہے جو اس کے بعد پیش آیا۔ اور میں اس کا سبب اور طریقہ بیان کروں گا، کیونکہ یہ اسلام کے اہم اور مشہور معاملات میں سے ہے، جسے نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔

اور اس کی ابتدا یہ تھی کہ سمیہ، جو زیاد کی والدہ تھیں، ایک دہقان کی ملکیت تھیں۔۔۔ایک دن وہ دہقان بیمار پڑا اور اس نے الحارث بن کلدہ ثقفی کو طبیب کے طور پر بلایا، اس نے اس کا علاج کیا اور وہ شفا پا گیا، پھر اس نے سمیہ کو تحفہ کے طور پر دے دیا۔۔۔اور سمیہ کو اپنے غلام عبید سے شادی کر دی، جو کہ ایک رومی تھا، اور اس سے زیاد پیدا ہوا۔

اور ابوسفیان بن حرب جاہلیت کے دور میں طائف گئے، وہاں ایک خمّار (شراب بیچنے والا) سے ملے جس کا نام ابو مریم السلولی[1] تھا۔۔۔ابوسفیان نے ابو مریم سے کہا: مجھے عورتوں کی خواہش ہے، تو میری لیے کوئی عورت تلاش کر۔ ابو مریم نے جواب دیا: کیا تمہیں سمیہ پسند ہے؟ ابوسفیان نے کہا: ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ پھر ابو مریم سمیہ کو ان کے پاس لے آیا، ابوسفیان نے اس کے ساتھ تعلق قائم کیا، اور سمیہ نے زیاد کو حمل میں ڈالا۔ پھر زیاد ہجرت کے پہلے سال پیدا ہوئے۔۔۔)

پھر ابن الاثیر نے اس کے بعد ان روایات کا ذکر کیا جو عمر اور علی رضی اللہ عنہما کے عہد میں زیاد کے بارے میں وارد ہوئی تھیں، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیاد[2] کو اپنے نسب میں شامل کرنے کے واقعے پر گفتگو کی۔

---

[1]: اس کا نام مالک بن ربیعہ تھا، ابو مریم السلولی، صحابی تھے اور بیعتِ شجرہ میں شریک ہوئے تھے۔ ابن حجر : الإصابة . ٥/٧٢٤

[2]: المصدر السابق ٣/٤٤٣-٤٤٥

بہر حال، زیاد بن ابیہ کے نسب کا معاملہ اسلامی تاریخ کے پیچیدہ مسائل میں شمار ہوتا ہے، کیونکہ یہ کئی ایسے سوالات کو جنم دیتا ہے جن کا جواب دینا مشکل ہے، جیسے کہ:

(۱) یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس طرح کیوں نہ اٹھا، جس طرح فتحِ مکہ کے وقت اس سے مشابہ امور اٹھائے گئے تھے؟[۱]

(۲) یہ مسئلہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زندگی میں کیوں نہیں اٹھایا گیا؟

(۳) یہ مسئلہ خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کے دوران کیوں نہیں اٹھایا گیا، جب کہ زیاد علی رضی اللہ عنہ کے گورنروں میں سے تھا؟ حالانکہ اگر اس وقت یہ مسئلہ چھیڑا جاتا تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک سیاسی فائدہ حاصل ہوسکتا تھا، کیونکہ ممکن تھا کہ اس کے نتیجے میں زیاد، علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو جاتا۔

(۴) یہ مسئلہ ۴۴ھ میں کیوں اٹھایا گیا، جب کہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہو چکی تھی؟

چاہے جو بھی معاملہ ہو، بہر حال، زیاد کے نسب کا مسئلہ جاہلیت کے نکاحوں سے متعلق مسائل میں سے ہے، اور ان نکاحوں کی ایک قسم وہ ہے جسے بخاری نے اپنی صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

> جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے[۲] تھے: ان میں سے ایک وہ نکاح تھا جو آج کے زمانے میں ہوتا ہے، جس میں مرد کسی دوسرے مرد سے اپنی بیٹی یا ولی کی شادی کی بات

---

[۱]: جیسا کہ اُمَۃ زمعہ بن قیس کے نسب کا معاملہ تھا، جس کا دعویٰ عتبہ بن ابی وقاص نے کیا تھا۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے یہ واقعہ روایت کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں: عتبہ نے اپنے بھائی سعد کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا یہ بیٹا میرا ہے، اسے اپنے پاس لے لینا۔ جب فتح مکہ کا سال آیا تو سعد نے اس بچے کو لے لیا اور کہا: یہ میرا بھتیجا ہے، عتبہ نے اس کے بارے میں مجھ سے عہد کیا تھا۔ عبد بن زمعہ کھڑے ہو گئے اور کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے والد کی لونڈی کا بیٹا ہے، یہ میرے والد کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ کے لیے پہنچے۔ سعد نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے، میرے بھائی نے میرے حوالے کرنے کی وصیت کی تھی۔ عبد بن زمعہ نے عرض کیا: یہ میرا بھائی ہے، اور میرے والد کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارا ہے اے عبد بن زمعہ! بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہو، اور زنا کار کے لیے پتھر ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس سے پردہ کرو! کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے میں عتبہ سے مشابہت دیکھی تھی۔ پس حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کبھی پردہ نہ ہٹایا یہاں تک کہ اللہ سے جا ملیں۔ البخاري : صحيح البخاري مع الفتح ۱۲/۳۲-۳۳.

[۲]: جمع کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور یہ سمت اور نوع پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ ابن حجر: فتح الباری، ۹/۹۰

کرتا ہے، اور اس کی حق مہر مقرر کرتا ہے، پھر اس سے نکاح کر لیتا ہے۔

اور ایک اور نکاح تھا، جب مرد اپنی بیوی سے کہتا تھا: جب تم حیض سے پاک ہو جاؤ[1]، تو فلاں کے پاس جا کر اس سے حمل کے لیے[2] مل لو۔ اور پھر اس کا شوہر اس سے دور رہتا، اور کبھی بھی اسے نہیں چھوتا جب تک کہ اس کے حمل کا پتہ نہ چل جائے اس مرد سے، جس سے اس نے حمل کے لیے ملنا تھا۔ پھر جب حمل ثابت ہو جاتا، تو اس کا شوہر اگر چاہے، تو اس سے مباشرت کرتا۔ اور وہ یہ اس لیے کرتے تھے تا کہ اولاد کی نجابت[3] (اچھی نسل) حاصل کر سکیں۔ یہ نکاح استبضاع کہلاتا تھا۔

ایک اور قسم کا نکاح تھا جس میں دس سے کم افراد ایک عورت کے پاس آتے اور سب اس سے ہمبستری کرتے۔ پھر جب وہ حاملہ ہوتی اور بچہ جنم دیتی، تو اس کے کچھ دن بعد وہ ان سب کو بلا لیتی۔ ان میں سے کوئی بھی انکار نہیں کر پاتا اور سب اس کے پاس آ جاتے۔ وہ کہتی کہ تم نے جو کچھ کیا، وہ تمہارے سامنے ہے، اور میں نے بچہ جنم دیا ہے، یہ تمہارا بیٹا ہے[4]، فلاں! اور وہ جس کا نام چاہتی، اس کے بیٹے کا نام رکھ دیتی، پھر وہ شخص جو چاہتی، اس کے بیٹے کو اپنا بیٹا مان لیتا اور اس میں انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

اور چوتھا نکاح: بہت سے لوگ اکٹھے ہوتے اور عورت کے پاس جاتے، اور وہ کسی بھی شخص کو آنے سے نہیں روکتی تھیں، اور وہ فاحشہ عورتیں ہوتیں جو اپنے والدین کی طرف پرچم نصب کرتیں تا کہ وہ پہچانی جا سکیں، جو چاہتا، ان کے پاس آ کر آ جاتا۔ پھر اگر ان میں سے کوئی حاملہ ہو جاتی اور بچے کو جنم دیتی، تو ان کے لیے لوگ جمع ہو جاتے اور پھر قافہ[5] (جو کہ نسب معلوم کرنے والے لوگ تھے) انہیں بلاتے، پھر وہ بچہ جس کے

---

[1]: جب تک کہ وہ اپنے حیض سے پاک نہ ہو جائے۔ ابن حجر : فتح الباري . ٩١/٩

[2]: یعنی اس سے جماع کی درخواست کرو تا کہ تم اس سے حاملہ ہو سکو، اور المباضعہ جماع کو کہا جاتا ہے، جو کہ بضع (فرج) سے متعلق ہے۔ بعض اہلِ جاہلیت اپنے بزرگوں اور رؤساء سے یہ مطالبہ کرتے تھے۔ ابن حجر : فتح الباري . ٩١/٩

[3]: النجیب: وہ شخص ہوتا ہے جس کا نسب اور خاندان بڑا بلند اور معزز ہو۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٧٤

[4]: یعنی اگر بچہ لڑکا ہو، کیونکہ ان لوگوں میں لڑکی کو ناپسند کرنے کا رواج تھا، اور ان میں سے کچھ لوگ اپنی بیٹی کو اس صورت میں قتل بھی کر دیتے تھے جب وہ یقین کرتے کہ وہ لڑکی ہے، اور اس سے بھی بڑھ کر، جو اس وصف میں آتی تھی۔ ابن حجر : فتح الباري . ٩١/٩

[5]: القافہ: یہ قائف کی جمع ہے، اور قائف وہ شخص ہوتا ہے جو بچے کی صورت وشکل سے والد کی مشابہت کو چھپے ہوئے آثار سے پہچانتا ہے۔ ابن حجر : فتح الباري. ٩٢/٩

متعلق وہ سمجھتے کہ وہ اس کا بیٹا ہے، اس کے ساتھ اسے منسلک کر دیتے [1]، اور وہ اس کا بیٹا مانا جاتا، اور کوئی بھی اس میں اعتراض نہیں کرتا۔ لیکن جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا گیا، تو اس نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو ختم کر دیا، سوائے اس نکاح کے جو لوگ آج کرتے ہیں۔ [2]

اور اسلام نے ان نکاحوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نسبوں کو تسلیم کیا، اس بارے میں ابن اثیر کہتے ہیں:

(پس جب اسلام آیا۔۔۔ تو ہر وہ بچہ جو کسی بھی نکاح سے پیدا ہوتا، اسے اس کے والد کے نسب سے نسبت دی گئی، اور ان نکاحوں میں سے کسی میں بھی کوئی فرق نہیں کیا گیا) [3]

اور جہاں تک ان بچوں کا تعلق ہے جو اسلام کے آنے کے وقت اپنے والدین سے منسلک نہیں تھے، جیسے کہ اولادِ زنا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ایک حدیث میں فرمایا جو ابو داؤد نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے، کہا:

(ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اللہ کے رسول! فلاں میرا بیٹا ہے میں نے زمانہ جاہلیت میں اس کی ماں سے زنا کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں اس طرح کا مطالبہ صحیح نہیں، زمانہ جاہلیت کی بات ختم ہوئی، بچہ صاحب بستر کا ہے [4] اور زانی کے لیے سنگساری ہے [5]۔

رہی یہ بات کہ ابوسفیان کے زیاد کے بارے میں دعویٰ نہ کرنے کی وجہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شماتت کا خوف تھا [6]، تو یہ بات درج ذیل دلائل کی بنیاد پر مردود ہے:

---

[1]: التاطتہ بہ: یعنی اس کو اس کے ساتھ وابستہ کر لیا۔ المصدر السابق .

[2]: البخاري : صحيح البخاري مع الفتح ٩/٨٨-٨٩

[3]: ابن الأثير : الكامل في التاريخ ٣/٤٤٥

[4]: الفراش: یہ لفظ عموماً عورت کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور کبھی کبھار اس سے بستر یا کسی خاص حالت (افتراش) مراد لی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ اس شخص کا ہوگا جس کا اس عورت کے ساتھ تعلق (وطء) رہا ہو، جیسے شوہر یا آقا۔ ابن حجر : فتح الباري . ١٢/٣٦

[5]: للعاھر الحجر: یعنی زانی کے لیے محرومی اور اس بچے سے محروم رہنا ہے جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے۔ عربوں کی عادت تھی کہ جب کسی کو ناکامی ہوتی تو کہتے: اس کے لیے پتھر ہے، یا اس کے منہ میں پتھر اور مٹی ہو۔ المصدر السابق . ١٢/٣٧

[6]: ابن عبد البر : الاستيعاب ٢/٥٢٥

(۱) زنا سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب ایک شرعی نص کے ذریعے بیان کیا گیا ہے اور اسے انسانی اجتہادات پر نہیں چھوڑا گیا۔

(۲) بے شک اسلام اپنے سے پہلے کے تمام (گناہوں) کو مٹا دیتا ہے۔

(۳) عمر رضی اللہ عنہ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پہلے وفات پا گئے تھے، تو پھر ابوسفیان نے عمر کی وفات کے بعد زیاد کا دعویٰ کیوں نہ کیا؟

(۴) اس خبر کی سند میں محمد بن سائب کلبی ہے، اور ابن حجر نے اس کے بارے میں فرمایا ہے: وہ جھوٹ بولنے کا متہم ہے اور رافضیت [1] کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

رہی بات معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے زیاد کو نسب میں ملانے کے حکم کی، تو میں ایسی کوئی صحیح اور صریح روایت نہیں پائی جو اس کی تصریح کرے، چنانچہ یہ بات تو اپنی جگہ مسلم ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت، ان کی عدالت، دین داری اور فقاہت انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کو رد کرنے سے باز رکھتی تھی، خاص طور پر جبکہ معاویہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے حدیث بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے کو روایت کیا ہے [2]۔

اور جب یہ بات واضح ہوگئی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اس بہتان سے بری ہیں، تو اب یہ الزام زیاد بن ابیہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اسی نے اپنا نسب ابوسفیان کے نسب سے ملایا، اور یہی بات میرے نزدیک اس روایت کی روشنی میں راجح ہے، جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوعثمان [3] کے طریق سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا:

(جب زیاد نے (اپنا نسب) دعویٰ کیا، تو میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا: یہ آپ لوگوں نے کیا کیا؟ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا: میرے دونوں کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: جس نے اسلام میں اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسب منسوب کیا، حالانکہ

---

[1]: ابن حجر : التقریب ٤٧٩

[2]: ابن حجر : فتح الباري ٣٩/١٢

[3]: عبدالرحمن بن مل، ابوعثمان النہدی، اپنے کنیت سے مشہور ہیں، مخضرم ہیں، دوسری طبقہ کے بڑے علماء میں سے ہیں، ثقہ، ثابت اور عبادت گزار تھے، ان کی وفات 95 ہجری میں ہوئی، اور بعض نے اس کے بعد کی تاریخ بھی ذکر کی ہے، وہ 130 سال تک زندہ رہے اور بعض نے اس سے بھی زیادہ عرصہ ذکر کیا ہے، ان سے چھ کتب حدیث نے روایات نقل کی ہیں۔ ابن حجر : التقریب . ٣٥١

وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے، تو اس پر جنت حرام ہے۔۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور میں نے بھی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے۔ [1]

امام نووی رحمہ اللہ نے اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

(۔۔۔ اس بات کا معنی یہ ہے کہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جا رہا ہے، کیونکہ یہ زیاد، جو ذکر کیا گیا ہے، وہ زیاد بن ابی سفیان کے طور پر معروف ہے، اور اسے زیاد بن ابیہ بھی کہا جاتا ہے، جبکہ بعض لوگ اسے زیاد بن امہ بھی کہتے ہیں، اور وہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا ہمشیرہ زادی بھائی ہے۔۔۔ اس لیے ابوعثمان نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ آپ لوگوں نے کیا کیا؟

اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس (زیاد کے نسب) کو انکار کیا اور اس کی وجہ سے زیاد کو چھوڑ دیا، اور انہوں نے قسم کھائی کہ کبھی اس سے بات نہیں کریں گے۔

اور ممکن ہے کہ ابوعثمان کو ابوبکرہ کا انکار نہ پہنچا ہو جب انہوں نے یہ بات کہی، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابوعثمان کا مقصد یہ آپ لوگوں نے کیا کیا؟ میں یہ تھا کہ یہ آپ کے بھائی سے کیا عمل ہوا ہے، کتنی بدترین بات اور اس کی سزا کتنی بڑی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمل کرنے والے پر جنت حرام کر دی ہے۔ [2]

اور انہوں نے یہ بھی کہا:

(آپ کا قول: (ادعی) ہم نے دال کو ضم اور عین کو کسر کے ساتھ ضبط کیا ہے، جو کہ مبنی ہے اس فعل پر جس کا فاعل ذکر نہیں کیا گیا [3]، یعنی یہ کہ اس کا دعویٰ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا۔

---

[1]: مسلم : صحيح مسلم بشرح النووي ٢/٥١-٥٢

[2]: النووي : شرح صحيح مسلم ٢/٥٢

[3]: مترجم: (ادعی) کا فعل مبنی ہے اس پر جس کا فاعل معلوم نہیں، اور اس میں فاعل کو ظاہر نہیں کیا گیا تا کہ جملہ عمومی ہو اور کسی خاص فرد کی طرف اشارہ نہ ہو۔ تاہم، جب ہم اس جملے کو مکمل سیاق و سباق میں دیکھتے ہیں، تو یہ واضح ہوتا ہے کہ فاعل یہاں معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، جنہوں نے زیاد کا نسب اپنے خاندان سے منسلک کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس طرح، لفظ (ادعی) کے ذریعے یہ اشارہ کیا جا رہا ہے کہ اس عمل کو معاویہ نے اختیار کیا، مگر براہ راست ان کا نام نہیں لیا گیا۔ اس طرح کے الفاظ عموماً اس وقت استعمال کیے جاتے ہیں جب کسی عمل کی تفصیل دی جاتی ہے مگر فاعل کا ذکر ضروری نہ ہو، یا جب اس عمل کا فاعل مشہور یا معروف ہو، جیسا کہ یہاں معاویہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے۔

اور حافظ ابو عامر العبدری [۱] کے خط میں یہ لفظ (ادعی) (فتحہ کے ساتھ دال اور عین) آیا ہے، جس میں زیاد کو فاعل قرار دیا گیا ہے۔ یہ بات کچھ حد تک صحیح معلوم ہوتی ہے، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا دعویٰ کیا، اور زیاد نے اس کی تصدیق کی، اس طرح زیاد خود کو دعویٰ کرنے والا سمجھا گیا کہ وہ ابوسفیان کا بیٹا ہے، اور اللہ سب سے بہتر جاننے والا ہے۔ [۲]

ڈاکٹر خالد الغیث کہتے ہیں: معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس الزام سے بریت جو پیشتر بیان کی گئی تھی، یہ بات واضح ہو چکی ہے، اور اس کے ساتھ ہی وہ پہلو بھی ختم ہو جاتا ہے جو نووی نے حافظ ابو عامر العبدری کے (ادعی) کے لفظ کے ضبط پر اپنے کلام میں اختیار کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے نووی کے کلام کی غلطی کو واضح کیا ہے، اور ثابت کیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اس الزام سے بری ہیں۔

اس معاملے کو مزید پختگی بخشتا ہے وہ جو حافظ ابو نعیم نے زیاد بن ابیہ کے ترجمے میں ذکر کیا، جہاں انہوں نے کہا:

(زیاد بن سمیہ: اُس نے ابوسفیان کا نسب اپنے ساتھ جوڑ لیا اور اپنے آپ کو ان کا بیٹا قرار دیا [۳])

---

[۱]: امام الحفاظ، علامہ ابو عامر محمد بن سعدون القرشی العبدری المیورقی الاندلسی، جو بغداد کے رہائشی تھے، حفاظت حدیث کے عظیم علماء میں سے تھے، اور فقہاء ظاہریہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ انہوں نے 524 ہجری میں وفات پائی۔ الذهبي : تذكرة الحفاظ ١٢٧٢/٤ .

[۲]: مترجم: اس عبارت میں دو مختلف اقوال کا ذکر کیا گیا ہے: پہلا قول (فتحہ کے ساتھ ادعی): حافظ ابو عامر العبدری نے ادعی کو فتحہ کے ساتھ ضبط کیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ زیاد خود کو فاعل کے طور پر بیان کر رہا ہے۔ اس کے مطابق، زیاد نے خود اپنے آپ کو ابوسفیان کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد یہ بات کہی جا رہی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دعوے کی تصدیق کی، یعنی اس کے بعد زیاد کو اس کا بیٹا تسلیم کیا گیا۔ اس صورت میں زیاد نے اپنی طرف سے دعویٰ کیا، اور معاویہ نے اس کی تصدیق کر دی، جس کے نتیجے میں وہ خود کو ابوسفیان کا بیٹا سمجھنے لگا۔ دوسرا قول (ضم کے ساتھ ادعی): پہلے بیان میں، جیسے کہ ہم نے دیکھا، ادعی کو ضم کے ساتھ ضبط کیا گیا تھا، جس میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا تھا اور زیاد نے اس دعوے کو قبول کیا۔ یہاں ادعی کو فتحہ کے ساتھ ضبط کر کے، یہ رائے ظاہر کی گئی کہ دعویٰ زیاد نے کیا تھا، جو کہ اس کی طرف سے ایک خود مختار اقدام ہو سکتا ہے۔ اس دونوں اقوال میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ایک میں زیاد کو فاعل کے طور پر دیکھا جا رہا ہے اور دوسرے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاعل مانا جا رہا ہے۔ دونوں اقوال اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ زیاد نے ابوسفیان کے خاندان سے اپنا نسب جوڑا، لیکن ان کے دعویٰ کرنے کے عمل کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ آخر میں، اس عبارت میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ سب سے بہتر جاننے والا ہے، یعنی اس معاملے کی حقیقت اللہ ہی کے علم میں ہے۔

[۳]: أبو نعيم الأصبهاني : معرفة الصحابة (مخطوط) ٢٦٥أ .

اس طرح زیادہ دعویٰ کرنے والا (مدعی) قرار پاتا ہے، اور اسی وجہ سے اس کے بھائی ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اسے ترک کر دیا، اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جاننے والا ہے۔

عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کو زیر کرنے کا معاملہ

[۲۰۹] قال الطبري :

(اور اس سال [1] میں یہ ذکر ہے کہ عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما روم کے علاقے سے حمص [2] واپس آ گئے، تو فدس بن اُثال [3] النصرانی نے انہیں زہر ملا ہوا پانی پیش کیا، جیسا کہ کہا گیا ہے، چناں چہ انہوں نے وہ پانی پیا اور اس کے بعد وہ وفات پا گئے) [4]

[۲۱۰] طبری نے کہا: اور اس (واقعے) کا سبب وہ تھا جس کی عمر نے مجھے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے علی نے، مسلمہ بن محارب سے روایت کرتے ہوئے، خبر دی۔

(بے شک عبدالرحمن بن خالد بن ولید کا شام میں بڑا مقام بن گیا تھا، اور اہلِ شام ان کی طرف مائل ہو گئے تھے، اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک ان کے والد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے آثار اور کارنامے موجود تھے، اور (اسی طرح) ان کی سرزمینِ روم میں مسلمانوں کی جانب سے شرکت اور بہادری کی وجہ سے بھی۔ یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان سے خوف لاحق ہوا [5]، اور لوگوں کے ان کی طرف میلان کے سبب [6] انہیں اپنی جان کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن اُثال کو حکم دیا کہ کوئی چالاکی سے ان کو قتل کر دے، اور یہ ضمانت دی کہ اگر وہ ایسا کر دے تو جب تک وہ زندہ رہے گا، اس سے خراج معاف کر دیا جائے گا، اور اسے حمص کے خراج کی وصولی پر مقرر کر دیا جائے گا۔ پس جب عبدالرحمن بن خالد روم کے علاقوں سے واپس آ کر حمص پہنچے،

---

[1]: في سنة ٤٦هـ

[2]: حمص: ایک مشہور قدیم شہر ہے، جو دمشق اور حلب کے درمیان نصف راستے پر واقع ہے۔ ياقوت : معجم البلدان . ٣٠٢/٢

[3]: ابن اُثال: وہ دمشق کے ایک ممتاز اور ماہر ڈاکٹر تھا، نصرانی مذہب کا پیروکار تھا، اور وہ اکیلے اور مرکب ادویات کی طاقتوں کے ماہر تھا۔ ابن أبي أصيبعة : طبقات الأطباء . ١٧١

[4]: ٢٢٧/٥

[5]: اور خلیفۃ المسلمین (معاویہ رضی اللہ عنہ) کو اس سے کیا اندیشہ ہو سکتا تھا؟!

[6]: یہ بات اہلِ شام کی معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت کے مشہور اور متواتر حال کے خلاف ہے۔

تو ابن اُثال نے اپنے چند غلاموں کے ذریعے ان کی طرف زہر آلود مشروب بھیجا، جسے انہوں نے پی لیا اور اسی کے نتیجے میں حمص میں وفات پا گئے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن اُثال کے ساتھ کیا گیا وعدہ پورا کیا: اسے حمص کے خراج کا افسر بنایا اور اس سے خراج معاف کر دیا۔ (راوی نے کہا:) پھر خالد بن عبد الرحمن بن خالد بن ولید مدینہ آئے، اور ایک دن عروہ بن زبیر کے پاس بیٹھے۔ انہوں نے عروہ کو سلام کیا، تو عروہ نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: (خالد نے جواب دیا:) میں خالد بن عبد الرحمن بن خالد بن ولید ہوں۔ تو عروہ نے اس سے پوچھا: ابن اُثال کا کیا ہوا؟ (یہ سن کر) خالد عروہ کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور حمص کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر اس نے وہاں ابن اُثال کی تاک میں رہنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ایک دن اسے سوار دیکھا، تو خالد بن عبد الرحمن نے اس کا راستہ روک لیا اور تلوار سے اسے ضرب لگائی، یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ پھر (یہ معاملہ) معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچایا گیا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے چند دن قید میں رکھا، اور اس پر ابن اُثال کی دیت (خون بہا) لازم کر دی، مگر قصاص نہیں لیا۔ پھر خالد مدینہ واپس لوٹ آیا۔ جب وہ مدینہ آیا، تو عروہ کے پاس گیا اور اسے سلام کیا۔ تو عروہ نے اس سے پوچھا: ابن اُثال کا کیا ہوا؟ خالد نے کہا: میں نے تمہیں ابن اُثال سے کفایت کر دی ہے (یعنی اسے قتل کر دیا ہے)، لیکن ابن جرموز[1] کا کیا ہوا؟ (یہ سن کر) عروہ خاموش ہو گیا۔ اور خالد بن عبد الرحمن نے جب ابن اُثال کو قتل کیا تھا تو یہ کہا:

میں سیف اللہ کا بیٹا ہوں، پس مجھے پہچان لو!

میرے پاس اب بس میرا نسب اور میرا دین باقی رہ گیا ہے،

---

[1]: اس کا نام عمرو بن جرموز التمیمی تھا، اور بعض نے اسے عمیر بھی کہا ہے۔
اس نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو سنہ 36 ہجری میں جنگِ جمل سے واپسی کے وقت قتل کر دیا تھا۔ وہ زندہ رہا یہاں تک کہ عبد اللہ بن زبیر کے دورِ خلافت تک پہنچا۔ پھر جب مصعب بن زبیر نے اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیر کے لیے عراق کا انتظام سنبھالا، تو عمرو بن جرموز اس کے پاس آیا اور کہا: مجھے زبیر کے قصاص میں قتل کر دے۔ چنانچہ مصعب نے اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیر کو خط لکھا۔ عبد اللہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: کیا میں ابن جرموز کو زبیر کے بدلے قتل کروں؟! نہیں، بلکہ زبیر کے جوتے کے تسمے کے بدلے بھی نہیں! اور اسی واقعے کے بارے میں امام ذہبی (جن سے یہ خبر مروی ہے) فرماتے ہیں: اس مغتر (لغزش کھانے والے) نے اپنے ہاتھوں کو خون میں آلودہ کر لیا، پھر (اس پر) ندامت ظاہر کی اور استغفار کیا۔ ابن سعد : الطبقات ٣/١١٠-١١٣؛ الذهبي : السير . ١/٦٤

اور ایک تیز دھار تلوار [1] ہے، جسے میری دائیں ہاتھ نے سنبھالا ہوا ہے۔ [2]

عبدالرحمن بن خالد بن ولید کی وفات کی خبر، جو زہر دیے جانے کے سبب ہوئی، قاسم بن سلام [3] نے نقل کی ہے، اور ابن حبیب بغدادی [4] نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اور انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ عبدالرحمن کے ولی عہد کے منصب میں یزید کے ساتھ مقابلہ کرنے [5] کے اندیشے کے باعث (اس کا) اقدام کیا گیا تھا، اور یہ کہ ابن اُثال کو قتل کرنے والے خالد بن مہاجر بن خالد بن ولید [6] تھے۔

اسی طرح اس خبر کو البلاذری [7]، ابو الفرج الاصفہانی [8] اور ابو ہلال العسکری [9] نے بھی نقل کیا ہے۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید کے زہر سے قتل ہونے کی خبر صحیح سند کے ساتھ مروی نہیں ہے، بلکہ یہ اس جلیل القدر صحابی پر من گھڑت افواہیں ہیں۔ اس بارے میں ابن کثیر [1] نے فرمایا:

(ابن جریر اور دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص جس کا نام ابن اُثال تھا- جو حمص کی سرزمین میں ذمّہ دار تھا نے عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو ایک زہریلا مشروب پلایا جس کے نتیجے میں ان کی وفات ہوگئی۔ بعض لوگوں نے یہ گمان کیا کہ یہ معاویہ رضی اللہ

---

[1]: الصَّلّ: (یعنی) تیز کاٹنے والی تلوار۔ ابن منظور : لسان العرب . ۳۸۳/۱۱

[2]: ۲۲۷/۵

[3]: كتاب الأمثال ۱۹۲

[4]: المنمق في أخبار قريش ۳۶۰

[5]: یہ علت فاسد ہے؛ کیونکہ اس وقت جب عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا، یعنی سنہ 46 ہجری، یزید بن معاویہ کا ولی عہد کے طور پر نامزد کرنا بالکل زیرِ غور نہیں آیا تھا؛ اس لیے کہ اس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ولی عہد حسن بن علی رضی اللہ عنہما تھے۔ اور اس مسئلے پر مزید تفصیل کے لیے اس باب میں ولایتِ عہد کے مبحث کو دیکھیں۔

[6]: خالد بن المہاجر بن خالد بن ولید، صالح الحدیث (صحیح حدیث بیان کرنے والے)، تیسرے طبقہ کے راوی ہیں۔ ان سے مسلم نے حدیث روایت کی ہے۔ وہ تقریباً 100 ہجری کے اردگرد وفات پا گئے۔ ابن حجر التقريب ۱۹۱؛ الصفدي : الوافي بالوفيات . ۲۶۹/۱۳

[7]: أنساب الأشراف ۱۰۹/٤

[8]: الأغاني ۱۹۷/۱٦

[9]: جمهرة الأمثال ۳۸۵/۲

[10][1]: البداية والنهاية ۳۱/۸

عنہ کے حکم سے ہوا، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر [1] کو شام منتقل کرنے کا معاملہ

[۲۱۱] قال محمد بن عمر :

(اور اس سال [2] معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر شام منتقل کیا جائے، تو زمین میں ارتعاش پیدا ہوا، اور سورج گہنا یا حتیٰ کہ اس دن ستارے نظر آنے لگے۔ لوگوں نے اس پر بہت حیرت کا اظہار کیا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں منبر کے منتقل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا، بلکہ مجھے خوف تھا کہ کہیں وہ منبر خراب نہ ہو گیا ہو [3]، اس لیے میں نے اس کی طرف دیکھا اور پھر اس دن اس منبر کو دوبارہ ڈھانپ دیا گیا) [4]

محمد بن عمر نے ذکر کیا کہ انہیں اس بات کی اطلاع خالد بن القاسم نے دی، جو شعیب بن عمرو الاموی سے نقل کر رہے تھے۔

---

[1]: منبر: خطیب کی سیڑھی یا وہ جگہ ہے جہاں وہ خطبہ دیتا ہے۔ اسے منبر اس لیے کہا گیا کیونکہ یہ بلند اور اُٹھا ہوا ہوتا ہے۔ ابن منظور : لسان العرب . ۱۸۹/۵

[2]: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے کہ منبر بنایا جائے، ایک درخت کے تنے (جذع) کے ساتھ خطبہ دیا کرتے تھے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے تنے کے ساتھ خطبہ دیا کرتے تھے، اور جب منبر بنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف منتقل ہو گئے، اور درخت کا تنا رونے لگا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور اس کے ساتھ اپنی ہاتھ کو مس کیا۔

منبر بنانے کی حکمت کے بارے میں سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری خاتون سے فرمایا: اپنے غلام کو حکم دو کہ وہ میرے لیے ایسی سیڑھیاں تیار کرے جن پر میں لوگوں سے بات کرتے ہوئے بیٹھ سکوں۔ انہوں نے اس کام کو غابہ کی لکڑی سے تیار کیا، پھر وہ اس کے ساتھ آئی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ یہاں رکھ دو۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی، اور تکبیر کہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے ہٹے اور منبر کے نیچے سجدہ کیا، پھر واپس آئے، اور جب نماز مکمل کی تو لوگوں سے کہا: اے لوگو! یہ میں نے اس لیے کیا تاکہ تم میری اقتداء کر سکو، اور تاکہ تم میری نماز سیکھ سکو۔

[3]: أي: یعنی اسے زمین نے متاثر کیا (یعنی وہ خراب ہو گیا)، اور الارضہ (دیمک) ایک چھوٹا سا کیڑا ہوتا ہے جو لکڑی کھاتا ہے۔

[4]: ۲۳۹/۵

[٢١٢] قال محمد بن عمر : حدثني يحيى بن سعيد بن دينار ، عن أبيه ، قال :

(معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر اور ان کی عصا[1] مدینے میں نہ چھوڑے جائیں، اور وہ (اشخاص) امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل اور ان کے دشمن ہیں۔ جب یہ معاملہ پیش آیا تو عصا کو طلب کیا گیا، جو سعد القرظ[2] کے پاس تھی۔ پھر ابو ہریرہ[3] اور جابر بن عبداللہ[4] رضی اللہ عنہما آئے اور کہا: اے امیر المؤمنین! ہم اللہ عز وجل کو یاد دلاتے ہیں کہ آپ یہ نہ کریں، کیونکہ یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر اس جگہ سے منتقل کریں اور ان کی عصا کو شام لے جائیں۔ تو اس طرح مسجد کو منتقل کریں، اور اس میں چھ مزید درجات شامل

---

[1]: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دینے کا ارادہ کرتے، تو وہ عصا یا قوس پر ٹیک لگاتے۔ حکم بن حزن رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم سات یا نو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم ان کے پاس گئے اور کہا: یا رسول اللہ، ہم آپ کے پاس آئے ہیں، تو اللہ سے ہمارے لئے خیر کی دعا کریں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کچھ کھجور دینے کا حکم دیا، حالانکہ اس وقت حالات سخت تھے۔ ہم وہاں کچھ دنوں تک ٹھہرے اور اس دوران ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز بھی پڑھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا یا قوس پر ٹیک لگاتے ہوئے خطبہ شروع کیا، اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: اے لوگو! تم وہ سب کچھ نہیں کر پاؤ گے جو تمہیں حکم دیا گیا ہے، لیکن تمہیں کوشش کرنی چاہیے اور خوش ہو جانا چاہیے) أبو داود : السنن مع شرحها عون المعبود ٣١٣/٣؛ الألباني : صحيح سنن أبي داود . ٢٠٤/١

[2]: سعد بن عائذ، جنہیں سعد القرظ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی رہائش قرظ کے درختوں کے قریب تھی، ایک صحابی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تھے، اور بعض روایات کے مطابق وہ انصار کے مولیٰ بھی تھے۔ وہ مسجد قباء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذان دیتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران سعد کو قباء سے مسجد نبوی منتقل کیا، جہاں انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کے بعد اذان دی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے بھی اس عمل کو وراثت کے طور پر اپناتے رہے۔ سعد بن عائذ کا انتقال حجاج بن یوسف کے دور میں ہوا۔ ابن حجر : الإصابة ٦٥/٣

[3]: ابو ہریرہ بن عامر الدوسی، جن کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ انہوں نے ہجرت کے چھٹے سال یا اس کے قریب اپنے اسلام قبول کیا اور 7 ہجری میں مدینہ آئے۔ وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ احادیث کو یاد رکھنے والے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو خوب حافظہ میں محفوظ رکھتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں انہیں بحرین کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال 57 ہجری میں ہوا۔ ابن حجر : الإصابة . ٤٢٥/٧

[4]: جابر بن عبداللہ الانصاری السلمی، جنہیں اور ان کے والد کو صحابیت کا شرف حاصل تھا، نے بیعتِ عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ شرکت کی تھی جب کہ وہ چھوٹے تھے۔ جنگِ بدر اور اُحد میں غائب رہے، مگر ان دونوں کے بعد ہونے والی تمام جنگوں میں شریک ہوئے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ میں ستر سال کی عمر میں ہوا۔ ابن عبد البر : الاستيعاب . ٢١٩/١

کریں۔ آج یہ آٹھ درجات [1] تک پہنچ چکا ہے۔ پھر لوگوں سے اس معاملے میں معذرت کی)[2]

[٢١٣] قال محمد بن عمر : وحدثني سويد بن عبد العزيز ، عن إسحاق بن عبد الله بن أبي فروة ، عن أبان بن صالح ، عن قبيصة بن ذؤيب، قال :

(عبدالملک بن مروان نے منبر کو منتقل کرنے کا ارادہ کیا، تو قبیصہ بن ذؤیب نے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم یاد دلاتا ہوں کہ تم یہ کام نہ کرو، کہ اس منبر کو منتقل کرو! کیونکہ امیر المؤمنین معاویہ نے بھی اسے حرکت دی تھی، اور اس دن سورج گرہن ہو گیا تھا)[3]

پچھلی روایات میں درج ذیل مسائل پر بات کی گئی ہے:

١ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر اور عصا شام منتقل کرنے کا عزم۔

٢ سورج گرہن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کو حرکت دینے کے ساتھ جوڑنا۔

٣ معاویہ رضی اللہ عنہ کا اہلِ مدینہ (انصار) سے بغض ظاہر کرنا۔

اور مندرجہ ذیل میں ان مسائل کا مطالعہ کیا جائے گا:

پہلا: جہاں تک خبر ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی عصا کو شام منتقل کرنے کا ارادہ کیا، تو یہ خبر زبیر بن بکار [4]، یعقوبی [5] اور ابن جوزی [6] نے ذکر کی ہے،

---

[1]: منبرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین درجوں پر مشتمل تھا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسے چھ درجے بڑھا دیے گئے تھے، جس کے بعد وہ آٹھ درجات ہو گیا، اور کبھی کبھی نو درجے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ بعض اوقات وہ آخری درجہ جو خطیب کے بیٹھنے کے لیے مخصوص ہوتا ہے، اسے شمار نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ منبرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین درجوں پر مشتمل تھا: ایک مقعدہ (جو تیسری درجے پر تھی) اور دو دیگر درجات، اور مقعدہ وہ درجہ تھا جس پر خطیب بیٹھا کرتے تھے۔ انظر الألباني : صحيح سنن ابن ماجه ٢٣٨/١؛ أبو نعيم الأصبهاني : معرفة الصحابة (مخطوط) ١٠٦ب .

[2]: ٢٣٩/٥

[3]: ٢٣٩/٥

[4]: ابن حجر: فتح الباری، 2/463، اور ابن حجر نے منبر کی خبر الزبیر بن بکار کی اخبار المدینہ کتاب سے نقل کی ہے، جو کہ ایک مفقود کتاب ہے۔

[5]: التاريخ ٢٣٨/٢

[6]: المنتظم ٢٢٧/٥

لیکن انہوں نے عصا کے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا۔ جبکہ ابن اثیر [1] اور ابن کثیر [2] نے منبر اور عصا دونوں کی خبر بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ میں نے کوئی صحیح روایت نہیں پائی جو واقدی کے دعووں کی تصدیق کرے۔ اس کے علاوہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کی دین داری، عدالت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابیت اسے اس بات سے روکتی ہے کہ وہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے شام لے جائیں، جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو جانتے ہیں:

(میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے) [3]

عبدالرزاق [4] نے خبر دی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ آئے تو منبر کی درجات میں اضافہ کیا، لیکن اس میں یہ ذکر نہیں آیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر کو شام منتقل کرنے یا عصا لینے کا ارادہ کیا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا منبر میں اضافہ اور اس کی کسوت کرنا ان کی خوبیوں میں شامل ہے، جنہیں بعض اخباریوں نے چھپانے اور مسخ کرنے کی کوشش کی۔

جہاں تک اس اضافے کی تاریخ کا تعلق ہے، تو اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ طبری نے اس اضافے کا ذکر ۵۰ ہجری کی خبریں میں کیا ہے، جبکہ زبیر بن بکار نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ یہ اضافہ مروان کی مدینہ پر ولایت کے دوران ہوا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اضافہ ۴۴ ہجری میں کیا گیا جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کی پہلی ولایت کے دوران حج کیا تھا، یا یہ ۵۶ ہجری میں ہوا جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کی دوسری ولایت کے دوران عمرہ کیا۔

ثانیاً: کسوف شمس کی خبر کو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکت کرنے سے مربوط کرنا۔ اسے عبدالرزاق [5]، زبیر بن بکار [6]، ابن الجوزی [7]، ابن اثیر [8]، اور ابن کثیر [9] نے ذکر کیا ہے،

---

[1]: الكامل في التاريخ ٤٦٣/٣

[2]: البداية والنهاية ٤٥/٨

[3]: البخاري : صحيح البخاري مع الفتح ١١٩/٤

[4]: المصنف ١٨٣/٣

[5]: المصنف ١٨٣/٣

[6]: ابن حجر : فتح الباري ٤٦٤/٢

[7]: المنتظم ٢٢٨/٥

[8]: الكامل في التاريخ ٤٦٤/٣

[9]: البداية والنهاية ٤٥/٨

جبکہ یعقوبی [1] نے منبر کے حرکت کرنے پر زلزلہ آنے کا ذکر کیا ہے۔ یہ خبر صحیح سند کے ساتھ نہیں آئی، اور یہ بات اہم ہے کہ اگر کسوف شمس واقعی ہوا ہو، تو وہ منبر کے حرکت کرنے کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ منبر کے حرکت کرنے کے ساتھ ہی اس کا وقوع ہوا تھا۔ ایسا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی پیش آیا تھا، جیسا کہ بخاری نے المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو سورج گرہن ہوگیا۔ لوگوں نے کہا کہ سورج ابراہیم کی وفات کی وجہ سے گرہن ہوا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کسی کے مرنے یا زندہ ہونے کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، جب تم یہ دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو) [2]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(یقیناً سورج اور چاند اللہ کی نشانیاں ہیں، یہ کسی کے مرنے کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے) [3]

تیسرا: معاویہ رضی اللہ عنہ کا اہلِ مدینہ (انصار) سے بغض؛ کیونکہ وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے، یہ خبر ابن اثیر [4] نے ذکر کی ہے، اور یہ خبر ضعیف الاسناد ہے۔

اور یہ معاملہ دو پہلوؤں پر مشتمل ہے: ایک پہلو ہے انصار رحمہم اللہ کا عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد میں کوتاہی کرنا، اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا انصار سے بغض رکھنا۔

جہاں تک پہلے پہلو کا تعلق ہے، یعنی انصار کا عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد میں کوتاہی کرنا، تو یہ اخبار نویسوں کی جھوٹی باتیں ہیں۔ کیونکہ خلیفہ بن خیّاط نے ایک حسن اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:

(یہ انصار دروازے کے پاس کہہ رہے تھے: اگر آپ چاہیں تو ہم اللہ کے مددگار دو مرتبہ بن سکتے ہیں۔ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس کی حاجت نہیں ہے، بس اپنے آپ کو روکے رہو)

---

[1]: التاريخ ٢٣٨/٢

[2]: البخاري : صحيح البخاري مع الفتح ٦١٢/٢

[3]: المصدر السابق ٦٢٣/٢

[4]: الكامل في التاريخ ٤٦٤/٣

دوسرا پہلو جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے انصار سے بغض رکھنے سے متعلق ہے، کیونکہ انصار نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، تو یہ بات پہلی بات سے رد کی جا سکتی ہے جس میں انصار کے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں موقف کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا انصار کو قریب کرنا اور اہم وحساس عہدوں پر ان کی تقرری بھی اس جھوٹے الزام کو رد کرتا ہے۔ اس پر مزید شواہد میں یہ شامل ہیں:

① معاویہ رضی اللہ عنہ نے فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ کو دمشق کا قاضی مقرر کیا[1]، اور ان کو مصر میں اسلامی بحریہ کا امیر بھی مقرر کیا[2]۔

② معاویہ رضی اللہ عنہ نے نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امیر مقرر کیا[3]۔

③ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ کو مصر اور مغرب کا امیر[4] مقرر کیا۔

④ معاویہ رضی اللہ عنہ نے رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو طرابلس کا امیر[5] مقرر کیا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ پر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے حوالے سے زہر دلوانے کا الزام لگانا

طبری نے اپنی تاریخ میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر نہیں کیا، لیکن بعض اخباریوں کے الزام کی بنا پر کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید نے حسن رضی اللہ عنہ کی وفات میں زہر کا سبب بننے میں کردار ادا کیا[6]، اس موضوع کو اس فصل میں ذکر کیا گیا ہے۔

---

[1]: ابن عبد البر : الاستيعاب ١٢٦٢/٣؛ ابن حجر : الإصابة . ٣٧١/٥

[2]: المالكي : رياض النفوس ٨٠/١

[3]: أحمد بن حنبل : العلل ومعرفة الرجال ٢٥/٢؛ الطبري : التاريخ . ٣١٥/٥

[4]: انظر الرواية رقم [١٣٢]

[5]: ابن عبد البر : الاستيعاب ٥٠٤/٢

[6]: ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) ٣٣٥/١؛ المسعودي : مروج الذهب ٥/٣؛ أبو الفرج الأصفهاني : مقاتل الطالبيين ٧٣؛ ابن عبد البر : الاستيعاب ٣٨٩/١؛ ابن الجوزي : المنتظم ٢٢٦/٥؛ ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) ٥٤٥/٤؛ المزي : تهذيب الكمال . ٢٥٣/٦

یہ بات جانتے ہوئے کہ ان روایات کی اسناد ضعیف ہیں، لیکن متوفی کے بارے میں کئی علمائے کرام نے گفتگو کی ہے، اور یہاں کچھ ان کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

۱ ابن العربی کا قول:

(اگر کہا جائے: کیا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کی بات درست ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ دو پہلوؤں سے محال ہے: ایک یہ کہ حسن رضی اللہ عنہ سے کوئی بھی خطرہ نہ تھا کیونکہ وہ پہلے ہی معاملات کو اللہ کے سپرد کر چکے تھے، دوسرا یہ کہ یہ ایک غیبی معاملہ ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، تو پھر آپ کیسے اسے بغیر کسی دلیل کے اللہ کے سوا کسی اور پر الزام لگاتے ہیں؟ ایک ایسے دور میں، جہاں معلومات کا نقل کرنا ناقابل اعتماد تھا، اور لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد اور عصبیت تھی، ہر شخص اپنے مخالف کو ایسی باتوں سے بدنام کرتا تھا جو مناسب نہیں تھیں۔ اس لیے صرف خالص سچائی کو قبول کیا جائے گا اور اس معاملے میں صرف انصاف پسند لوگ ہی بات سنی جائیں گے)[1]

۲ امام ابن تیمیہ کا قول:

(رہی یہ بات کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا، تو یہ بعض لوگوں کا کہنا ہے، لیکن یہ نہ کسی شرعی دلیل سے ثابت ہے، نہ کسی معتبر اقرار سے، اور نہ ہی کسی ایسے نقل سے جو قطعی ہو۔ یہ ان امور میں سے ہے جن کا یقینی علم حاصل کرنا ممکن نہیں، لہٰذا اس بارے میں کوئی بات کرنا علم کے بغیر بات کرنا ہے)[2]

۳ امام ذہبی کا قول:

(میں کہتا ہوں: یہ بات درست نہیں، پس وہ کون ہے جس کو اس پر اطلاع ہوئی ہو؟)[3]

۴ ابن کثیر کہتے ہیں:

---

[1]: ابن العربي : العواصم من القواصم ٢٢١-٢٢٠

[2]: ابن تيمية : منهاج السنة النبوية ٤٦٩/٤

[3]: الذهبي : تاريخ الإسلام (عهد معاوية) . ٤٠

(اور بعض نے روایت کیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے جعدہ بنت اشعث [1] کو پیغام بھیجا کہ تم حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے دو، میں تم سے نکاح کرلوں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا کیا، اور جب حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو اس نے (یزید کو) پیغام بھیجا۔ (یزید نے جواب دیا:) اللہ کی قسم! ہم نے تمہیں حسن رضی اللہ عنہ کے لیے پسند نہیں کیا تھا، تو کیا اپنے لیے پسند کرلیں گے؟ اور میرے نزدیک یہ بات درست نہیں ہے، اور یہ بات اگر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں کہی جائے تو بدرجہ اولیٰ اور بدرجہ احریٰ (درست) نہیں ہوسکتی) [2]

⑤ علامہ ابن خلدون کا قول:

(اور جو یہ نقل کیا گیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جعدہ بنت اشعث کے ذریعے ان (حسن بن علی رضی اللہ عنہما) کو زہر دلوانے کی سازش کی [3]، تو یہ شیعہ کی گھڑی ہوئی روایات میں سے ہے، اور معاویہ رضی اللہ عنہ اس جیسے کام سے پاک ہیں) [4]

اور اس معاملے پر ڈاکٹر جمیل مصری نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

(۔۔۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ کے زہر دینے کے معاملے کو معاویہ رضی اللہ عنہ یا یزید کی طرف منسوب کرنے کا افتراء شروع ہوا۔ اور ایسا لگتا ہے کہ یہ افتراء اس وقت اتنا مشہور نہیں تھا کیونکہ ہمیں یہ معاملہ حسین رضی اللہ عنہ کے قیام میں یا حتیٰ کہ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی عتاب نظر نہیں آتا) [5]

حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والی روایات کا طبی نقطہ نظر سے مناقشہ:

جبکہ یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید پر حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کا الزام ثابت نہیں ہوا، جیسا کہ علماء کی گذشتہ اقوال میں بیان کیا گیا ہے، اس کے

---

[1]: جعدہ بنت اشعث: ان کے والد اشعث بن قیس کندی تھے، جو قبیلہ کندہ کے سرداروں میں سے تھے۔ پہلے مرتد ہوگئے تھے، پھر اسلام لے آئے۔ یرموک اور قادسیہ کی جنگوں میں شریک ہوئے، پھر کوفہ میں سکونت اختیار کی، اور صفین کی جنگ میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ ابن حجر : الإصابة ۸۷/۱

[2]: ابن كثير : البداية والنهاية ۴۳/۸

[3]: شاید ''الیهم'' کی جگہ ''إليه'' درست ہے۔

[4]: ابن خلدون : التاريخ ۶۴۹/۲

[5]: د.جميل المصري : أثر أهل الكتاب في الفتن والحروب الأهلية في القرن الأول الهجري . ۴۸۲

بعد مناسب ہے کہ ہم ان روایات کے طبی پہلو پر گفتگو کریں جو حسن رضی اللہ عنہ کی زہر سے وفات کے بارے میں بیان کی گئی ہیں۔ [1]

یہ اور جب اس مسئلے سے متعلق طبی پہلو پر نصوص کو پیش کیا گیا تو پروفیسر ڈاکٹر کمال الدین حسین الطاہر [2] نے جواب دیا کہ:

(مریض نے کسی بھی خون کے بہاؤ یا سیال کے اخراج کی شکایت نہیں کی [3]، جو اس بات کو مستحکم کرتا ہے کہ اسے کوئی ایسی کیمیائی مادہ یا زہر نہیں دیا گیا جس کی صلاحیت خون کے جمنے کے عوامل کو روکنے کی ہو۔ یہ بات معروف ہے کہ بعض کیمیائی مادے اور زہر خون کے جمنے کو روکنے کے عمل کا باعث بنتے ہیں، کیونکہ یہ جگر میں خون جمنے کے بعض عوامل کی تیاری کو روکتے ہیں یا ان کے اثرات کو کم کرتے ہیں۔ اس لیے ان مادوں کے استعمال سے جسم کے مختلف اعضاء جیسے آنکھ، ناک، منہ، اور معدے کے نظام میں خون بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ جب خون معدے کے نظام میں بہتا ہے، تو خون مائع کی صورت میں پچھواڑے کے راستے سے نکلتا ہے، چاہے وہ اکیلا ہو یا فضلہ کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ خون کبھی بھی ٹھوس یا اسپنجی شکل میں یا جگر کے ٹکڑوں کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتا۔ لہذا یہ مستبعد ہے کہ مریض کو کوئی ایسی کیمیائی مادہ یا زہر دیا گیا ہو جس کی وجہ سے خون بہنے کی صورت میں خون کا اخراج ہوتا)

اور ان منجمد خون کے ٹکڑوں کی نوعیت کے بارے میں جن کا ذکر روایات میں کیا گیا ہے کہ وہ جگر کے ٹکڑے تھے، پروفیسر۔ ڈاکٹر کمال الدین حسین الطاہر کہتے ہیں:

(کچھ قسم کی سرطانات یا معدے اور آنتوں کے نظام کی ٹیومر جو ثابت یا آنتوں کے ذریعے

---

[1]: اور اس مسئلے سے متعلق طبی نقطہ نظر کی نصوص مندرجہ ذیل ہیں:

الف - ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ (حسن رضی اللہ عنہ اپنے کنیف میں داخل ہوئے، پھر باہر نکلے اور فرمایا: ۔۔۔ اللہ کی قسم! ابھی میں نے اپنا جگر کا ایک حصہ نکالا، اور اسے ایک لکڑی سے پلٹ کر دیکھ رہا تھا، اور میں نے کئی بار زہر پیا ہے، مگر ایسا زہر نہیں پیا تھا۔ ابن سعد : الطبقات (تحقيق د.محمد السلمي) . ٣٣٦/١

ب - ابن سعد نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے کئی بار زہر پیا ہے، لیکن ایسا زہر نہیں پیا تھا، میں اپنے جگر (میں تکلیف) محسوس کرتا ہوں۔ المصدر السابق . ٣٣٨/١

ج - ابن سعد نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ: (حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو متعدد بار زہر دیا گیا، ہر بار وہ بچ گئے، یہاں تک کہ آخری مرتبہ جب وہ فوت ہوئے، تو ان کا جگر خراب ہو گیا) المصدر السابق ٣٣٩/١

[2]: پروفیسر آف فارمیسی سائنسز، کالج آف فارمیسی، کنگ سعود یونیورسٹی، ریاض۔

[3]: یعنی: حسن بن علی رضی اللہ عنہما۔

پھیلنے والی ہوتی ہیں، یا کچھ قسم کے رطوبتی کینسر، خون کے جمنے کی حالت پیدا کرتے ہیں جو خلیوں اور معدے آنتوں کے نظام کی جھلیوں کے ساتھ مل کر متجمد خون کی صورت میں خارج ہوتا ہے۔ یہ جمنے والی حالت ایسی ٹھوس اشیاء کی صورت میں نکل سکتی ہے [جیسے کہ جگر کے ٹکڑے جیسا کہ روایات میں ذکر کیا گیا ہے]۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس مریض کو ممکنہ طور پر آنتوں کے کینسر یا ٹیومر سے متاثرہ ہونا چاہیے)

حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ کا تعین:

بعض ذرائع نے تصحیف کی وجہ سے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ کو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ [١] کی وفات کی تاریخ کے ساتھ منسلک کیا، اور دونوں کو ایک ہی سال میں شمار کیا۔ اس مسئلے کی وضاحت درج ذیل ہے:

(١) قال الطبراني[٢] : حدثنا عبيد[٣] ، حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة [٤] ،حدثنا يحيى بن بكير[٥] ، حدثنا شعبة[٦] ، عن أبي بكر بن حفص[٧]، قال :

ابوبکر بن حفص کہتے ہیں:

(سعد اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات ایک ہی وقت میں ہوئی، جبکہ معاویہ کی خلافت کے دس سال گزر چکے تھے)

اور اس روایت کی سند ابوبکر بن حفص تک صحیح ہے، مگر وہ حسن رضی اللہ عنہ کے معاصر نہیں تھے۔

---

[١]: اس تصحیف کے نتیجے میں بعض معاصر محققین کے لیے غلط نتائج سامنے آئے۔ مثلاً، استاد محمد الشیبانی نے اپنی کتاب ''مواقف المعارضة في خلافة يزيد بن معاوية'' (صفحات 99-105) میں، جو کہ ان کے اجتہاد پر مبنی ہے، حسن بن علی اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کی وفات کو ایک ہی سال میں شمار کیا۔ اس پر انہوں نے یہ استدلال کیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے 51 ہجری میں اپنے بیٹے یزید کے لیے اہلِ حجاز سے بیعت لینے کی کوشش کی۔

[٢]: المعجم الكبير ٢٥/٣

[٣]: عبید بن غنام بن حفص بن غیاث، جنہیں الذہبی نے ثقہ قرار دیا، 297 ہجری میں وفات پا گئے۔ الذہبی: السیر، ٥٥٨/١٣

[٤]: عبداللہ بن محمد بن ابراہیم الواسطي، ابوبکر بن ابوشیبہ، ثقہ حافظ اور تصانیف کے حامل تھے، 235 ہجری میں وفات پائے۔ ابن حجر : التقريب . ٣٢٠

[٥]: یحییٰ بن ابوبکر کرمانی، ثقہ تھے، اور 208 یا 209 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر: التقريب، ٥٨٨

[٦]: شعبہ بن الحجاج العتکی، مولاھم، ثقہ، حافظ اور ماہر تھے، اور 160 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر: التقريب، ٢٦٦

[٧]: ابوبکر عبداللہ بن حفص بن عمر بن سعد بن ابی وقاص، ثقہ، پانچویں طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، ابن حجر: التقريب، ٣٠٠

(۲) قال الطبراني[1] ، حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل[2] ، حدثنا أبي[3] ، حدثنا نوح بن يزيد[4] ، حدثنا إبراهيم بن سعد[5] ، قال :

(سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتقال معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا، ان کے پہلے حج کے بعد، اور وہ اس وقت تراسی سال کے تھے)

اس روایت کی سند ابراہیم بن سعد تک صحیح ہے، لیکن وہ حسن رضی اللہ عنہ کے معاصر نہیں تھے۔

(۳) قال الطبراني[6] : حدثنا عبيد ، حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة ، حدثنا يحيى بن بكير ، حدثنا شعبة ، عن أبي بكر بن حفص ، قال :

(سعد بن ابی وقاص اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا انتقال سنہ ۴۸ ہجری میں ہوا)

اس روایت کی سند ابوبکر بن حفص تک صحیح ہے، مگر وہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ہم عصر نہیں ہیں۔

یہ اور ان روایات کا مطالعہ جو بظاہر تصحیف کی وجہ سے متعارض نظر آتی ہیں، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ درج ذیل بات زیادہ درست ہے:

پہلی بات یہ کہ جو روایت میں یہ ذکر آیا ہے کہ سعد بن ابی وقاص اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات ایک ہی سال میں ہوئی تھی، وہ درست نہیں ہے۔ یہ بات بھی درست نہیں کہ یہ وفاتیں معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے عشرہ کے بعد یعنی ۵۱ ہجری میں واقع ہوئیں، کیونکہ یہ معروف ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ۴۱ ہجری میں شروع ہوئی تھی۔

اور یہ کہ سعد بن ابی وقاص اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات ایک ہی سال میں نہیں ہوئی، اس

---

[1]: المعجم الكبير ١٣٩/١

[2]: عبداللہ بن احمد بن حنبل، ثقہ، 290 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر: التقريب ٢٩٥

[3]: احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، ثقہ، حافظ، فقیہ اور حجت ہیں۔ ان کا ترجمہ اس سے قبل گزر چکا ہے۔

[4]: نوح بن یزید بن یسار، ثقہ (معتبر) راوی ہیں اور ان کا شمار طبقات حدیث کے دسویں طبقے میں کیا جاتا ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٥٦٧

[5]: ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف، جن کے دادا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ماں کی طرف سے ہیں، ثقہ اور حجت (معتبر) راوی ہیں۔ ان پر کوئی قابل اعتراض بات نہیں کی گئی۔ ان کا انتقال 185 ہجری میں ہوا۔ ابن حجر : التهذيب ١٢٣/١؛ التقريب .

[6]: المعجم الكبير کے ٢٥/٣ پر یہ ذکر ہے، اور اس روایت کے اسناد کا مطالعہ پہلے ہی رواية الطبراني الأولى میں پیش کیا جا چکا ہے۔

بات کا ثبوت ہمیں اس بات سے ملتا ہے کہ کس نے دونوں کی نماز جنازہ پڑھی۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے لیے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے امامت کی، جو کہ مدینہ کے گورنر ۴۹ ہجری سے ۵۴ ہجری تک تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۱ ہجری میں ہوئی، اور یہ تاریخ واضح طور پر درست ہے۔ دوسری طرف، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مروان بن حکم نے پڑھائی، جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے، اور ان کی گورنری ۵۵ ہجری تک تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۵ ہجری میں ہوئی، جو کہ اہل علم کے مطابق مشہور صحیح قول ہے۔ اس لیے یہ واضح ہوتا ہے کہ دونوں کی وفات ایک ہی سال میں نہیں ہوئی۔

ثانیاً: حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ جس صحابی نے اسی سال وفات پائی - یعنی ۵۱ھ میں - وہ سعد بن ابی وقاص نہیں، بلکہ جلیل القدر صحابی سعید بن زید بن نفیل رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ متعدد اہلِ علم نے ان کی وفات کا سنہ ۵۱ھ میں ہونا بیان کیا ہے۔[1]

ثالثاً: طبرانی کی اس دوسری روایت کے متعلق، جس میں سعد بن ابی وقاص کی وفات کا تذکرہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پہلے حج کے بعد ہوا ہے، تو یہ بات معلوم ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں دو مرتبہ حج کیا تھا: پہلی مرتبہ ۴۴ھ میں اور دوسری مرتبہ ۵۱ھ[2] میں۔ اور چونکہ سعد بن ابی وقاص کی وفات ۵۵ھ میں ہوئی، جبکہ سعید بن زید بن نفیل کی وفات ۵۱ھ میں - جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا - لہٰذا اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو صحابی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پہلے حج کے بعد وفات پا گئے، وہ سعید بن زید بن نفیل ہیں، نہ کہ سعد بن ابی وقاص۔

رابعاً: طبرانی نے تیسری روایت میں سعد اور حسن رضی اللہ عنہما کی وفات کا سنہ ۴۸ھ میں ذکر کیا ہے، لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ سعد اور سعید رضی اللہ عنہم کے ناموں میں خلط واقع ہوا ہے، اس بنیاد پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس روایت میں مراد سعید بن زید بن نفیل ہیں؛ کیونکہ - جیسا کہ پہلے وضاحت گزر چکی - انہی کی وفات حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک ہی سال، یعنی ۵۱ھ میں ہوئی تھی۔

---

[1]: البخاري : التاريخ الصغير ١٢٧/١؛ ابن أبي عاصم : الآحاد والمثاني ١٧٧/١؛ الطبراني : المعجم الكبير ١٥٠-١٤٩/١؛ أبو نعيم الأصبهاني : معرفة الصحابة ١٠-٩/٢؛ ابن الجوزي : المنتظم ٢٤٧/٥؛ الذهبي : تاريخ الإسلام (عهد معاوية) . ٢٢٤

[2]: تفصیل کے لیے چوتھے باب کے امراء الحج والے مبحث کو ملاحظہ کریں۔

جہاں تک تیسری روایت میں سعید بن زید بن نفیل اور حسن رضی اللہ عنہما کی وفات کا سنہ ۴۸ھ میں ہونا مذکور ہے، تو اس تاریخ کی تردید درج ذیل امور سے ہوتی ہے:

① طبرانی کی پہلی روایت میں یہ بات آئی ہے کہ سعید بن زید اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دس سال بعد ہوئی تھی، یعنی ان کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی، نہ کہ ۴۸ھ میں۔

② ۴۸ھ میں مدینہ کے گورنر مروان بن حکم [1] تھے، تو اگر حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ۴۸ھ میں ہوتی تو ان کا جنازہ مروان پڑھاتا، نہ کہ سعید بن العاص جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور سابقہ وضاحت کی بنیاد پر طبرانی کی تیسری روایت کا متن ممکن ہے اس طرح ہو:

ابوبکر بن حفص سے روایت ہے کہ:

(سعید بن زید اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات سنہ ۴۸ میں ہوئی، یعنی حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات اس وقت ہوئی جب ان کی عمر ۴۸ سال تھی، نہ کہ سنہ ۴۸ھ میں)

اور اس بات کی تصدیق ابن عبدالبر [2] کا یہ قول ہے کہ:

(حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت رمضان کے وسط میں سنہ ۳ھ میں ہوئی، یہ سب سے صحیح قول ہے، ان شاء اللہ)

ابن حجر [3] نے بھی اسی پر جزم کیا، اور یہ میرے نزدیک اس بات کے مطابق ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت عمر ۴۸ سال تھی، اور وہ ۵۱ھ میں وفات پا گئے، واللہ اعلم۔

مقتل حجر بن عدی رضی اللہ عنہ

زیاد بن ابیہ کا کوفہ پر گورنری اور حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے مدمقابل آنے کا آغاز:

[۲۱۴] قال هشام : قال عوانة :

---

[1]: تفصیل کے لیے ولاۃ الامصار والی فصل کو ملاحظہ کریں۔

[2]: الاستيعاب ٣٨٤/١

[3]: الإصابة ٦٨/٢

(مغیرہ بن شعبہ نے سنہ ۴۱ھ میں جمادی کے مہینے میں کوفہ کی گورنری سنبھالی، اور سنہ ۵۱ھ میں وفات پائی۔ پھر کوفہ اور بصرہ دونوں کو زیاد بن ابی سفیان کو دے دیا گیا، زیاد کوفہ میں آیا قصر میں داخل ہوا پھر منبر پر گیا۔ حمد وثنائے الٰہی بجالا کر کہا۔ زمانہ ہمارا تجربہ کر چکا ہے اور ہم زمانہ کا۔ ہم فرمانروائی بھی کر چکے ہیں اور فرماں بری بھی۔ ہم سمجھ چکے ہیں کہ اس حکومت کے آخر میں بھی وہی مناسب ہے جو اول میں تھی۔ آسانی سے اطاعت وہ بھی ایسی کہ باطن کو ظاہر سے غائب اور حاضر کو دل کی زبان سے یگانگی رہے اور ہم جان چکے ہیں کہ رعایا کی اصلاح اس کے سوا ہو نہیں سکتی نرمی بغیر کمزوری کے سختی بغیر زیادتی کے۔ میں واللہ جو حکم تم لوگوں میں جاری کروں گا اسے قابو کے ساتھ پورا کر کے چھوڑوں گا۔ حاکم اور منبر پر بیٹھ کر غلط گوئی کرے۔ اس سے بڑھ کر خدا و خلق خدا کے سامنے غلطی نہ ہوگی۔ اس کے بعد زیاد نے عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی ستائش اور ان کے قاتلوں پر نفریں کی۔ حجر رضی اللہ عنہ یہ سن کر اٹھے اور مغیرہ رضی اللہ عنہ سے جس طرح پیش آئے تھے اب بھی وہی بات انہوں نے کی۔ زیاد عمرو بن حریث کو والی کوفہ کر کے بصرہ چلا گیا۔ وہاں جا کر اس نے یہ خبر سنی کہ حجر رضی اللہ عنہ کے پاس شیعہ علی رضی اللہ عنہ کا مجمع رہتا ہے۔ یہ لوگ علانیہ معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور ان لوگوں نے عمرو بن حریث کو سنگریزے مارے۔ یہ سنتے ہی پھر کوفہ چلا آیا دار الامارۃ میں داخل ہوا پھر باہر آیا اور منبر پر گیا۔ سندس[1] کی قبا[2] پہنے خز[3] کی سبز چادر[4] اوڑھے ہوا تھا۔ بالوں کو درست کیے ہوئے تھا۔ حجر رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور آج ان کے ساتھ مجمع بھی بہت زیادہ تھا۔ زیاد نے حمد وثناء کے بعد کہا۔ تعدی وگمراہی[5] کا انعام برا ہے[6]۔ ان لوگوں کی حمایت کی گئی تو اترا گئے اور میری طرف سے مطمئن جو ہوئے تو گستاخ ہو گئے۔ قسم بخدا! اگر تم لوگ نہ سیدھے ہوئے تو جو تمہاری دوا ہے اسی سے تمہارا علاج کروں گا۔ اگر حجر کو سرزمین کوفہ سے ناپید نہ کر دوں اور اسے میں دوسروں کے لیے عبرت نہ بنا دوں تو مجھے ہیچ سمجھنا۔ وائے ہو تجھ

---

[1]: السندس: عربی میں معرب ہے، اور یہ باریک ریشم کا کپڑا ہوتا ہے۔ المصدر السابق . ۷۱۰

[2]: القباء: لباس کی ایک قسم ہے۔ الفیروز آبادي : القاموس المحيط . ۱۷۰۵

[3]: الخز: اون (صوف) ہوتا ہے۔ ابن منظور : لسان العرب . ۳۴۵/۵

[4]: المطرف: خز کا مربع شکل میں رداء (چادر) ہوتا ہے، جس پر دھاریاں ہوتی ہیں۔ المصدر السابق . ۱۰۷۵

[5]: الغي: گمراہی یا ضلالت کو کہا جاتا ہے۔ المصدر السابق . ۱۷۰۱

[6]: الغُب: کسی چیز کے نتیجے یا انجام کو کہا جاتا ہے۔ الفیروز آبادي : القاموس المحيط . ۱۵۲

پر اے حجر طعمہ گرگ [۱] اب تو ہونے والا ہے۔ پھر کہا:
سب سے بہترین نصیحت یہ ہے کہ اس کے اونٹوں کا چرواہا عشاء کا کھانا سرحان پر گرادے۔ [۲]

حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی زیاد کی پولیس کے ساتھ جھڑپ:

[۲۱۵] قال هشام ، عن أبي مخنف ، قال : حدثني إسماعيل بن نعيم النمري ، عن حسين بن عبد الله الهمداني ، قال :

(حسین کہتا ہے کہ شداد بن ہثیم امیر شرط نے مجھے حکم دیا کہ تم جا کر انہیں بلا لاؤ میں نے جا کر ان سے کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہو۔ ان کے اصحاب نے کہا کہ امیر کے پاس وہ جائیں گے اور نہ ہمیں ان کا پاس خاطر ہے یہ سن کر میں واپس آ کر حال بیان کر دیا۔ زیاد نے صاحب شرط کو حکم دیا کہ کچھ لوگ میرے ساتھ کر دے اس نے چند سپاہی میرے ساتھ کر دیئے ہم سب نے ان سے جا کر کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہو۔ ان لوگوں نے اس پر ہمیں برا بھلا کہا گالیاں دیں۔ ہم نے زیاد سے آ کر حال بیان کر دیا۔ یہ سن کر زیاد تمام شرفائے کوفہ پر خفا ہونے لگا کہ اے اہل کوفہ یہ کیا ایک ہاتھ سے چھری مارتے ہو [۳] دوسری سے پٹی باندھتے ہو [۴]۔ جسم تمہارے میرے ساتھ دل تمہارے حجر کے ساتھ یہ بکواسی احمق [۵] دیوانہ [۶] تم خود تو میرے ساتھ ہو اور تمہارے بھائی بیٹے برادری والے حجر کے ساتھ ہیں۔ قسم بخدا اس بات سے تمہاری مفسدہ پردازی [۷] و ریاکاری ثابت ہوتی ہے اب تم لوگ اپنے بے لوث ہونے کا ثبوت دو ورنہ میں کچھ لوگوں کو بلا کر ساری بے رخی [۸] و کجی تمہاری نکالے دیتا ہوں [۹]۔ یہ سنتے ہی سب زیاد کی طرف یہ کہتے ہوئے

---

[۱]: السرحان: بھیڑیا، اور یہ ایک مثل ہے جو اس حالت کے لیے استعمال ہوتی ہے جب کسی ضرورت کے سبب شخص کو نقصان پہنچتا ہے۔ العسكري : جمهرة الأمثال . ۵۱٤/۱

[۲]: ۲۵٥/٥-۲٥٦

[۳]: الشج: ٹوٹنا یا پھٹنا (کسر)۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ۲٤۹

[۴]: أسا الجرح: زخم کا علاج کرنا۔ المصدر السابق . ۱٦۲٦

[۵]: ذَبَّ الرجل: یعنی وہ پاگل ہو گیا۔ المصدر السابق ۳۸۲/۱

[۶]: الهَجْهاجة: وہ شخص جس کے پاس نہ عقل ہو نہ رائے۔ ابن منظور : لسان العرب . ۳۸٦/۲

[۷]: الدَّحس: معاملات کو چپکے سے چلانا (چالاکی سے معاملہ طے کرنا)۔

[۸]: الاوَد: ٹیڑھا پن۔ المصدر السابق ۷٥/۳

[۹]: الصَّعَر: تکبر اور منہ پھیرنا۔ المصدر السابق ٤٥٦/٤

لیکے۔ معاذ اللہ یہ ہوسکتا ہے کہ امیر المومنین کی اطاعت اور آپ کی اور جس بات میں آپ کی مرضی ہو اس کے سوا اس معاملے میں ہماری رائے کچھ اور ہو۔ جس بات میں آپ کے ساتھ ہماری اطاعت اور حجر کے ساتھ ہماری مخالفت کا ثبوت ہو جائے آپ ہمیں اسی بات کا حکم دے کر دیکھئے۔ زیاد نے کہا تم سب اٹھ کھڑے ہو یہ لوگ جو حجر کو گھیرے ہوئے ہیں ان کے پاس جاؤ تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے بھائی بیٹے کو قرابتدار کو اپنی اپنی برادری کے لوگوں میں سے جو تمہارا کہنا مانے اس کو یہاں تک کہ جس جس کو تم حجر سے علیحدہ کر سکتے ہو علیحدہ کر لو ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اکثر لوگ جو حجر کے ساتھ والے تھے۔ ان کو حجر سے علیحدہ کر دیا۔ زیاد نے جب دیکھا کہ حجر کے ساتھ والے زیادہ تر ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے تو صاحب شرطہ سے کہا اب حجر کے پاس جا اگر وہ چلا آئے تو میرے پاس لے آ۔ نہیں تو اپنے سپاہیوں کو حکم دینا کہ بازار میں سے ستونوں کو اکھاڑیں اور انہیں ستونوں سے ان لوگوں پر حملہ کر کے حجر کو میرے پاس لے آئیں اور جو روکے اسے ماریں۔ غرض صاحب شرط حجر کے پاس آیا اور کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہو۔ ان کے اصحاب نے کہا ایسا نہ ہوگا۔ ہم اس کا لحاظ نہیں کرتے ہم اس کے پاس نہیں آتے۔ اس نے اپنے ساتھ والوں سے کہہ دیا کہ بازار کے ستونوں پر حملہ کر دو یہ لوگ دوڑے اور ستون چھین لائے۔۔۔) [1]

حجر رضی اللہ عنہ کا زیاد کے سامنے ہتھیار ڈالنا اور انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کرنا:

[٢١٦] قال أبو مخنف : حدثني يحيى بن سعيد بن مخنف ، عن محمد بن مخنف ، قال :

(۔۔۔حجر بن عدی رضی اللہ عنہ نے قیام کر کے اپنے ایک اصفہانی غلام مسمی رشید کو محمد بن الاشعث کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ اس ظالم جبار نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا اس کی مجھے خبر پہنچی تم ہرگز نہ گھبرانا میں تمہارے پاس خود چلا آتا ہوں۔ تم اپنی قوم میں سے کچھ لوگوں کو جمع کر کے اس کے پاس جاؤ اور اس سے میرے لیے بس اس قدر امان

---

[1]: ٢٥٨/٥

طالب ہو کہ وہ مجھے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دے۔ جیسی ان کی رائے ہو اس طرح وہ مجھ سے پیش آئیں۔ ابن اشعث حجر بن یزید اور جریر بن عبد اللہ [1] اور عبد اللہ بن حارث اشتر کے بھائی کے پاس گیا اور ان لوگوں کو لے کر زیاد کے پاس آیا۔ ان لوگوں نے زیاد سے گفتگو کی اور حجر کے لیے اس باب میں امان طلب کے طالب ہوئے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کو بھیج دے۔ وہ اپنی رائے سے جو چاہیں ان کے حق میں میں کریں۔ زیاد نے منظور کیا۔ ان لوگوں نے حجر سے انہیں کے پیامبر کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ہم نے جو بات تم چاہتے تھے زیاد سے طے کر لی اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ اب آپ چلے آئیں۔ حجر یہ سن کر چلے آئے اور زیاد کے سامنے گئے۔ زیاد کہنے لگا ابو عبد الرحمٰن مرحبا۔ زمانہ جنگ میں بھی لڑنے کو تیار اور جب لوگوں میں امن جب بھی لڑے کو تیار۔ وہی مثل ہوئی کہ اپنے ہی لوگوں کو کتیا [2] نے بھونک کر قتل کروا دیا۔ حجر رضی اللہ عنہ نے کہا نہ میں نے قناعت سے سرکشی کی نہ جماعت سے علیحدگی میں اپنی بیعت پر قائم ہوں زیاد نے کہا کجا یہ دعویٰ اے حجر اور کجا تو۔ ایک ہاتھ سے تو چھری مارتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے پٹی باندھتا ہے۔ جب اللہ نے ہمارے قابو میں تجھے دے دیا اب ہمیں خوش کرنا چاہتا ہے واللہ ہرگز یہ نہ ہوگا، حجر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تو نے اتنی امان مجھے نہیں دی ہے کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا جاؤں اور میرے باب میں اپنے رائے پر وہ عمل کریں۔ زیاد نے کہا ہاں یہ ہمیں منظور ہے۔ اسے لے جاؤ قید خانہ میں۔ جب وہ زیاد کے پاس سے بھیج دیئے گئے تو کہنے لگا واللہ اگر امان نہ دی ہوتی تو یہاں سے وہ ہل

---

[1]: جریر بن عبد اللہ بجلی، مشہور صحابی، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الخلصہ کو منہدم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب سے میں مسلمان ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھے اپنے پاس آنے سے روکا نہیں، اور جب بھی مجھے دیکھا تو مسکرا دیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: یہ اس امت کے یوسف ہیں- ان کے بے پناہ حسن و جمال کی وجہ سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی عراق کی فتوحات میں بجیلہ قبیلے کے تمام لوگوں پر انہیں سپہ سالار بنایا تھا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ بعد میں جریر رضی اللہ عنہ دونوں فریقوں (یعنی علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما) سے کنارہ کش ہو کر قرقیسیا میں جا بسے۔ ان کا انتقال 51 ہجری میں ہوا، اور بعض نے 54 ہجری بھی کہا ہے۔

[2]: على أهلها تجني براقش: یہ مثل اس کے لیے کہی جاتی ہے جو کوئی ایسا کام کرے جس کا نقصان آخر کار خود اسی پر لوٹ آئے۔ الميداني : مجمع الأمثال ٣٣٧/٢

نہ سکتا یہاں تک کہ اس کی جان نکالی جاتی)[1]

زیاد کا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا پیچھا کرنا:

[۲۱۷] قال هشام بن محمد ، عن أبي مخنف ، وحدثني المجالد ابن سعيد ،عن الشعبي و زكريا بن أبي زائدة ، عن أبي إسحاق :

(زیاد کے پاس سے حجر رضی اللہ عنہ کو جب زندان کی طرف لے جا رہے تھے تو انہوں نے بلند آواز سے پکار کر کہا ''بار الٰہا! میں اپنی بیعت پر قائم ہوں نہ میں اسے چھوڑوں گا نہ چھوڑنا چاہتا ہوں یہ محض خدا و خلق کی اطاعت کے لیے'' صبح کا وقت تھا اور بہت سردی پڑ رہی تھی حجر اس وقت سر پر برنس (صدر اسلام کی ایک خاص وضع کی ٹوپی) پہنے ہوئے تھے۔ دس دن انہیں قید میں گزرے اور اب زیاد کو ان کے رؤسا کی فکر ہوئی جو حجر کے اصحاب میں تھے۔۔۔)[2]

[۲۱۸] قال أبو مخنف : وحدثني المجالد ، عن الشعبي ، وزكريا ابن أبي زائدة ، عن أبي إسحاق ، قال :

(اس طرح زیاد نے بارہ آدمی اصحاب حجر میں سے زندان میں جمع کیے اب رؤسائے ارباع کو بلا لیا ان سے کہا حجر کے جو افعال تم نے دیکھے ہیں اس کے گواہ ہو جاؤ۔ اس زمانہ میں یہ لوگ رؤسائے ارباع تھے۔ عمرو بن حریث ربع اہل مدینہ پر۔ خالد بن عرفطہ[3] ربع تمیم و ہمدان پر۔ قیس بن ولید ربیعہ و کندہ پر۔ ابو بردہ ابن ابو موسیٰ قبیلہ مذحج واسد پر مقرر تھے۔ ان چاروں رئیسوں نے اس امر کی گواہی دی کہ حجر نے اپنے پاس لوگوں کو جمع کیا۔ خلیفہ کو علانیہ برا کہا۔ امیر المومنین سے جنگ کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا۔ اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آل ابی طالب کے سوا امر خلافت کسی کے لیے شایان نہیں ہے اور انہوں نے شہر میں خروج کر کے امیر المومنین کے عامل کو نکال دیا۔ اور ابو تراب کی طرف

---

[1]: ٢٦٤-٢٦١/٥

[2]: ٢٦٥/٥

[3]: خالد بن عرفہ العذری، صحابی، نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ عراق کی فتوحات میں شرکت کی، پھر سعد نے انہیں کوفہ کا والی مقرر کیا۔ اور جب خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہیں عبداللہ بن ابی الحوساء خوارجی کے خلاف جنگ پر مامور کیا گیا، اور انہوں نے اس کے خلاف جنگ کی حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا۔ ان کی وفات 60 ہجری میں ہوئی، اور بعض روایات کے مطابق 61 ہجری میں۔ ابن حجر : الإصابة ٢٤٥/٢

سے عذر اور ان پر ترحم کیا۔ ان کے دشمن اور اہل حرب سے برأت کی۔ اور یہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں ان کے اصحاب کے سرگروہ ہیں انہیں کا سا عقیدہ انہیں کی سی حالت ان کی بھی ہے اب زیاد نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو روانہ کر دیا جائے۔ قیس بن ولید نے جو یہ سنا تو زیاد کے پاس آ کر یہ بات کہی کہ مجھے خبر ملی ہے جب یہ لوگ روانہ کیے جائیں گے تو ان کے ہوا خواہ تعرض کریں گے۔ زیاد نے یہ سن کر کناسہ [1] سے سرکش اونٹ مول لانے کا حکم دیا۔ ان اونٹوں پر محملیں [2] کسوا دیں اور دن چڑھے مقام رحبہ میں حجر اور ان کے اصحاب کو سوار کر دیا۔ جب رات ہوگئی تو زیاد نے کہا اب جس کا جی چاہے تعرض کرے۔ کسی نے بھی اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہ کی۔ زیاد نے گواہوں کی شہادت پر نظر ڈالی۔ اور یہ کہہ کر میں اس شہادت کو قطعی نہیں سمجھنا چاہتا ہوں کہ چار سے زیادہ گواہ ہوں ([3]

[۲۱۹] قال أبو مخنف : فحدثني الحارث بن حصيرة ، عن أبي الكنود . وهو عبد الرحمن بن عبيد . وأبو مخنف ، عن عبد الرحمن بن جندب ، وسليمان بن أبي راشد ، عن أبي الكنود :

(ان گواہوں کے ناموں کے ساتھ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابو بردہ بن ابو موسیٰ رضائے الٰہی کے لیے شہادت دیتا ہے کہ حجر بن عدی نے طاقت و جماعت کو ترک کیا اور خلیفہ پر لعن کی اور جنگ و فتنہ پر آمادہ کیا اور اپنے پاس لوگوں کو جمع کیا کہ وہ بیعت کو توڑیں اور امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سے معزول کریں اور اللہ عزوجل کے ساتھ علانیہ کفر کیا [4]۔

زیاد نے اس شہادت کو دیکھ کر کہا اسی طرح کی شہادت تم سب لوگ دو۔ سنو! واللہ میں اس اجل رسیدہ احمق کی گردن کے قطع ہونے میں جہد بلیغ کروں گا۔ باقی رؤسائے اربع نے بھی ابو بردہ کی

---

[1]: الكُناسة: ایک محلہ ہے جو کوفہ میں واقع ہے، یہاں بہت زیادہ کھجور کے درخت ہیں۔ یاقوت : معجم البلدان ٤٨١/٤؛ لسترنج : بلدان الخلافة الشرقية . ١٠٢

[2]: المحامل: یہ ہوادج (خواتین کے سفر کے لیے استعمال ہونے والی چھت والی پالکی) کو کہتے ہیں۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٢٧٦

[3]: ٢٦٨/٥

[4]: الصلعاء: سخت چالاک اور انتہائی عیار شخص۔ ابن منظور : لسان العرب . ٢٠٥/٨

شہادت کے مثل گواہی دی۔ اس کے بعد زیاد نے اور سب لوگوں کو بلالیا اور ان سے کہا کہ وہ رؤساء ارباع کی مثل تم بھی شہادت دو۔ اور ساری تحریر ان کو پڑھ کر سنادی۔ سب سے پہلے عناق بن شرحبیل تمیمی نے اٹھ کر کہا کہ میرا نام گواہوں میں لکھو۔ زیاد نے کہا پہلے قریش کے ناموں کو لکھو پھر عناق کا نام لکھو اور ان کا جن کی خیر وخواہی و راست بازی کو ہم لوگ بھی جانتے ہیں اور امیر المومنین بھی ان کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یہ سن کر اسحاق بن طلحہ بن عبید اللہ اور موسیٰ بن طلحہ [1] و اسماعیل بن طلحہ بن عبید اللہ [2] اور منذر بن زبیر [3] اور عمارہ بن عقبہ اور عبدالرحمٰن بن ہناد اور عمر بن سعد بن ابی وقاص [4] اور عامر بن مسعود بن امیہ بن خلف [5] اور محرز بن جاریہ بن ربیعہ بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس [6] اور عبید اللہ بن مسلم بن شعبہ الحضرمی [7] نے گواہی دی۔ پھر عناق بن شرحبیل بن ابی دہم اور وائل بن حجر حضرمی اور کثیر بن شہاب حارثی اور قطن بن عبداللہ کی گواہی ہوئی۔ پھر سری بن وقاص حارثی [8] کی شہادت لکھی گئی اور جو اس وقت وہاں موجود بھی نہ تھا۔ اپنی خدمت پر گیا ہوا تھا۔ پھر سائب بن اقرع ثقفی [9] اور شبث بن ربعی اور عبداللہ بن ابی عقیل

---

[1]: موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ التیمی، ثقہ اور جلیل القدر شخصیت تھے، سن ۱۰۳ ہجری میں وفات پائی۔ صحاح ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٥٥١

[2]: اسماعیل بن طلحہ بن عبید اللہ التیمی، عبداللہ بن زبیر کے عہد میں اصفہان کے گورنر مقرر رہوئے۔ (ماخذ: الطبری، تاریخ، جلد ۶، صفحہ ۱۲۵)

[3]: منذر بن زبیر بن عوام، تابعین کے ثقہ افراد میں سے ہیں (اس کا تذکرہ پہلے آچکا ہے)۔

[4]: عمر بن سعد بن ابی وقاص، صدوق (سچا) ہے، لیکن لوگوں نے اسے اس وجہ سے ناپسند کیا کہ وہ اس لشکر کا امیر تھا جس نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ اسے مختار نے ۶۵ ہجری میں قتل کیا۔ نسائی نے اس سے روایت لی ہے۔ ابن حجر : التقريب ٤١٣

[5]: عامر بن مسعود بن امیہ جمحی، ان کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں کوفہ پر عامل (گورنر) رہے۔ المزي : تهذيب الكمال ٧٥/١٤

[6]: محرز بن جاریہ بن ربیعہ میں اس کی سوانح (ترجمہ) پر مطلع نہ ہوسکا۔ اور یہ وہ صحابی محرز بن حارثہ بن ربیعہ بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس نہیں ہیں، جو جنگِ جمل کے دن شہید ہوئے تھے۔ ابن حجر : الإصابة ٧٨٢/٥

[7]: عبید اللہ بن مسلم بن شعبہ حضرمی ان کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقريب التقريب ٣٧٤

[8]: السری بن وقاص الحارثی، تابعی، معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ الرازي : الجرح والتعديل ٢٨١/٤

[9]: السائب بن الاقرع الثقفی، چھوٹے صحابہ میں سے ہیں، انہوں نے نہاوند کی فتح میں شرکت کی، عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مدائن کا گورنر مقرر کیا۔ ابن حجر : الإصابة . ١٦/٣

ثقفی اور مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی (۱) اور قعقاع بن شور ذہلی (۲) کی شہادت کی گئی پھر شداد بن بزیعہ کا نام آیا تو زیاد نے کہا کیا اس کا کوئی باپ نہیں ہے جو ماں کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ اسے گواہوں سے نکال ڈالو۔ کسی نے کہہ دیا کہ وہ حضین کا بھائی ہے (۳) اور حضین تو منذر کا بیٹا ہے زیاد نے کہا بس اسے بھی اسی کا بیٹا لکھ دو۔ غرض ابن جریعہ کو ابن منذر لکھ دیا یہ خبر شداد کو بھی پہنچی تو کہنے لگا تف ہے اس پسر فاحشہ پر کیا اس کی ماں اس کے باپ سے بڑھ کر زبان زد نہ تھی واللہ اسے تو اس کی ماں سمیہ کے ساتھ ہمیشہ نسبت دی جائے۔ پھر حجار بن الجبر عجلی کی گواہی لی گئی۔ ان گواہوں میں جو لوگ بنی ربیعہ کے تھے قوم ربیعہ ان پر غضبناک ہوئی اور ان سے کہا کہ تم نے ہمارے دوستوں اور خلفاء کے خلاف یہ گواہی دی ہے۔ انہوں نے جواب دیا خود ان کی قوم میں بہت لوگوں نے ان کے خلاف گواہی دی ہے ہم بھی آخر آدمی ہیں۔ پھر عمرو بن حجاج زبیدی (۴) اور لبید بن عطارد تمیمی (۵) اور محمد بن عمیر بن عطارد التمیمي (۶) اور سوید بن عبدالرحمٰن تمیمی (۷) کی گواہی

---

(۱): مصقلہ بن ہُبَیرہ الشَیبانی، علی رضی اللہ عنہ کے گورنروں میں سے تھے، خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوران طبرستان کے اہلِ علاقہ سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ الطبري : التاریخ ۱۲۸/۵ ؛ ۶/۵۳۵-۵۳۶

(۲): قعقاع بن شور الذہلی کا ذکر یزید بن معاویہ کے زمانے میں مسلم بن عقیل سے جنگ کے سلسلے میں ملتا ہے۔ الطبري : التاریخ ۳۸۱/۵

(۳): حُصین بن المُنذر بن حارث الرُقاشی، صفّین میں علی رضی اللہ عنہ کے امیروں میں سے تھے، ثقہ تھے، ایک سو ہجری کے آغاز میں وفات پائی، ان سے مسلم نے روایت نقل کی ہے۔ ابن حجر : التقریب . ۱۷۱

(۴): عمرو بن الحجاج الزبیدی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھے اور خروج پر اُکسایا، پھر عمر بن سعد کی اُس فوج میں شامل ہو گئے جو حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل آئی۔ ان کا انتقال تقریباً ۶۶ ہجری میں ہوا۔ الطبري : التاریخ ۴۲۲ ، ۳۵۳/۵؛ ۵۲/۶

(۵): لبید بن عطارد التمیمی، صحابی تھے، قبیلہ تمیم کے معزز افراد میں سے تھے، نویں سالِ ہجری میں اسلام قبول کیا، اور اہلِ کوفہ کے اشراف میں شمار ہوتے تھے۔ ابن حجر : الإصابة . ۶۸۰/۵

(۶): محمد بن عمیر التمیمی کا صحابہ سے تعلق نہیں تھا، لیکن وہ صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے امیروں میں سے تھے۔ المصدر السابق . ۳۴۴/۶

(۷): سویّد بن عبدالرحمن التمیمی، حجاج نے ۶۷ ہجری میں شبیب خوارجی کے خلاف جنگ کے لیے انہیں مقرر کیا، پھر ۷۷ ہجری میں انہیں حلوان اور ماسبذان کا گورنر مقرر کیا۔ الطبري : التاریخ ۲۳۶/۶-۲۹۰

ہوئی اسماء بن خارجہ فزاری [1] گواہی دینے سے عذر کرتا رہا مگر اس کی گواہی لکھی گئی۔ پھر شمر بن ذي الجوشن العامري [2] اور ہثیم بلالی کے دونوں بیٹوں شداد و مروان اور محفز بن ثعلبہ [3] نے گواہی دی۔ ہیثم بن اسود نخعی بھی سب سے عذر کرتا رہا مگر اس کی گواہی بھی لکھی گئی۔ پھر عبدالرحمٰن بن قیس اسدی اور ازمع ہمدانی کے دونوں بیٹے حارث [4] و شداد [5] الازمع الہمدانی کے دونوں بیٹے، پھر الوادعی کے دونوں بیٹے ۔۔اور کریب کریب بن سلمہ زید الجعفی اور عبدالرحمن بن ابی سبرہ الجعفی [6] اور زحر بن قیس جعفی [7] اور قدامہ بن عجلان ازدی اور عزرہ بن عزرہ احمسی گواہوں میں لکھے گئے۔ مختار بن ابی عبید اور عروہ بن مغیرہ بن شعبہ [8] کو بھی زیاد نے بلا بھیجا کہ حجر کے خلاف میں گواہی مگر وہ دونوں بچ کر نکل گئے پھر عمر بن قیس اللحیہ وادعی اور ہانی بن حید وادعی نے گواہی دی۔ تو ستر آدمیوں نے حجر کے خلاف گواہی دی اس پر زیاد نے کہا کہ ان لوگوں کے سوا جو صاحب حسب و دیندار ہیں اور سب کے نام نکال ڈالو جو لوگ گواہی سے نکالے گئے ان میں عبد اللہ بن الحجاج الثعلبی [9] بھی تھا اس انتخاب کے بعد بس اتنے لوگ گواہوں میں شامل رہے۔ ان کی گواہی ایک کتاب میں لکھی گئی یہ کتاب زیاد نے وائل بن حجر حضرمی اور کثیر بن شہاب حارثی کے حوالے کی اور ان دونوں کو حجر اور ان کے اصحاب پر نراول مقرر کیا اور حکم دیا کہ ان لوگوں کو

---

[2]: شمر بن ذی الجوشن العامری، صفین میں اہلِ عراق کے ساتھ شریک ہوئے، اور وہ حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے ایک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مختار ثقفی کے ہاتھوں ان پر عذاب بھیجا، اور ٦٦ ہجری میں انہیں قتل کر دیا گیا۔ الطبري : التاريخ ٤٥٣، ٢٨/٥؛ . ٥٣/٦

[3]: محفز بن ثعلبہ العائذی، ان کا ذکر فتوحاتِ عراق میں ملتا ہے، اور وہ عبید اللہ بن زیاد کے پیغامبر تھے جنہوں نے یزید بن معاویہ کو حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ الطبري : التاريخ ٢٦/٤؛ ، ٤٦٠/٥

[4]: الحارث بن الازمع الہمدانی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زندہ تھے لیکن آپ سے ملاقات نہیں کی، اور ان کا انتقال خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخر میں ہوا۔ ابن حجر : الإصابة . ١٥٦/٢

[5]: شداد بن الازمع الہمدانی، تابعین کے ثقہ افراد میں سے تھے، اور ان کا انتقال عبد الملک بن مروان کے دور میں ہوا۔ ابن حبان : الثقات ٣٥٨/٤

[6]: عبدالرحمن بن ابی سبرہ الجعفی، صحابی تھے، اور انہوں نے حجاج کے دور تک زندگی گزاری۔ ابن حجر : تعجيل المنفعة ٢٥٠.

[7]: زحر بن قیس الجعفی، ان کا ادراک تھا، اور وہ علی رضی اللہ عنہ کے امیروں میں سے تھے۔ ابن حجر : الإصابة . ٦٣١/٢

[8]: عروہ بن مغیرہ بن شعبہ، ثقہ تھے، تیسرے طبقے کے راویوں میں شمار ہوتے ہیں، ٩٠ ہجری کے بعد وفات پائی، صحاح ستہ کے تمام محدثین نے ان سے روایت لی ہے۔ ابن حجر: التقريب، ٣٩٠

[9]: عبداللہ بن حجاج الثعلبی، شاعر تھے، خلافت سنبھالنے کے بعد عبدالملک بن مروان کی خدمت میں وفد کے طور پر حاضر ہوئے اور ان کی مدح میں ایک قصیدہ کہا۔ الطبري : التاريخ . ٤٢١/٦

لے کر روانہ ہوں۔ گواہوں میں شریح بن حارث قاضی اور شریح بن ہانی [1] کا بھی نام لکھ دیا گیا تو شریح قاضی کا بیان یہ ہے کہ زیاد نے مجھ سے حجر کا حال پوچھا میں نے وہ بڑے روزے دار اور نماز گزار شخص ہیں۔ اور شریح ہانی کہتے ہیں میں نے گواہی دی ہی نہیں جب مجھے خبر ہوئی کہ میری گواہی بھی لکھی گئی ہے تو میں نے زیاد کو ملامت کی اور اسے کاذب کہا [2]۔

حجر رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کو شام کی جانب روانہ کرنا:

[۲۲۰] قال أبو مخنف : حدثني الحارث بن حصيرة ، عن أبي الكنود . وهو عبد الرحمن بن عبيد . ، وأبو مخنف ، عن عبد الرحمن بن جندب ، وسليمان بن أبي راشد ، عن أبي الكنود ، قال :

(وائل بن حجر و کثیر بن شہاب رات کے وقت سب لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ صاحب شرطہ بھی ساتھ ساتھ رہا اور کوفہ کے باہر تک ان کو نکال آیا۔۔۔) [3]

[۲۲۱] قال أبو مخنف : فحدثني النضر بن صالح العبسي ، عن عبيد الله بن الحر الجعفي ، قال :

(عبیداللہ بن حر جعفی بیان کرتے ہیں کہ حجر رضی اللہ عنہ کو ان کے اصحاب کو جب لے کر چلے ہیں تو میں سری بن ابی وقاص کے دروازہ پر کھڑا ہوا تھا میں نے کہا کیا دس آدمی ایسے نہیں ہیں جو اس وقت میرے شریک ہوجائیں کہ میں ان لوگوں کو چھڑا لوں کیا پانچ آدمی بھی ایسے نہیں ہیں افسوس! کسی نے مجھے جواب نہ دیا۔ جب غریین [4] کے مقام پر یہ لوگ پہنچے تو شریح بن ہانی ایک خط لیے ہوئے پہنچے اور کثیر سے کہا کہ میرا یہ خط امیر المومنین کو پہنچا دینا۔ کہا اس میں کیا مضمون ہے کہا یہ نہ پوچھو اس میں کچھ میری حاجت ہے۔ کثیر نے انکار کیا اور کہا ایسا خط امیر المومنین کے پاس میں نہیں لے جاتا جس کا مضمون مجھے نہ معلوم ہو ممکن ہے کہ انہیں ناگوار ہو شریح نے وائل کو

---

[1]: شُرَیح بن ہانی الحارثی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو پایا لیکن آپ کو نہیں دیکھا، علی رضی اللہ عنہ کے صحابہ میں سے تھے، ۷۸ ہجری میں غزوۂ سجستان میں شہید ہوئے۔ ابن حجر : الإصابة . ۳۸۲/۳

[2]: ۲٦۸/٥-۲۷۰

[3]: ۲٦۸/٥ ، ۲۷۰ ، ۲۷۱

[4]: الغریّان: دو عمارتیں تھیں جو صومعہ (عبادت گاہ) کی مانند تھیں، کوفہ کے مضافات میں واقع تھیں۔ یاقوت : معجم البلدان . ۱۹٦/٤

جا کر خط دیا اور انہوں نے لے لیا۔ پھر جو قافلہ روانہ ہوا تو مرج عذراء[1] میں جا کر ٹھہرا یہاں سے دمشق بارہ میل کے فاصلے پر ہے)[2]

ان افراد کے نام جنہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا تھا:

(وہ افراد جنہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا تھا، ان کے نام یہ ہیں: حجر بن عدی بن جبلہ کندی، اور ارقم بن عبداللہ کندی (بنو ارقم سے)، شریک بن شداد حضرمی، صیفی بن فُسیل، قبیصہ بن ضُبیعہ بن حرملہ عبسی، کریم بن عفیف خثعمی (بنو عامر بن شہران، پھر بنو قُحافہ سے)، عاصم بن عوف بجلی[3]، ورقاء بن سُمی بجلی[4]، کُدام بن حیّان، عبدالرحمن بن حسان العُتر یانی (بنو ہمیم سے)، مُحرِز بن شِہاب تمیمی (بنو مُنقر سے)، عبداللہ بن حُوَیّہ سعدی (بنو تمیم سے)؛ پس وہ ان سب کو لے کر مرجِ عذراء میں اترے، اور وہیں قید کر دیا گیا۔ پھر زیاد نے عامر بن اسود عجلی کے ساتھ دو اور افراد کو ان کے پیچھے روانہ کیا: عتبہ بن الاخنَس[5] (بنو سعد بن بکر بن ہوازن سے)، اور سعید بن نمران ہمدانی[6] (پھر ناعطی)؛ یوں ان کی تعداد چودہ مردوں تک مکمل ہو گئی)[7]

معاویہ رضی اللہ عنہ کا حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے بارے میں موقف:

[۲۲۲] قال أبو مخنف : حدثني النضر بن صالح العبسي ، عن عبيد الله بن الحر الجعفي ، قال :

---

[1]: مرج عذراء: دمشق کے دیہات میں سے ایک دیہات ہے۔ المصدر السابق ٤/٩١

[2]: یعنی تقریباً 24 کلومیٹر کے مساوی۔ فالترهنس : المكاييل والأوزان الإسلامي ٩٥

[3]: عاصم بن عوف البجلی، یا ابن عمرو، صدوق تھے، تشیع کی نسبت کی گئی ہے، تیسری طبقے کے راوی تھے، ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ ابن حجر : التقريب ٢٨٦

[4]: ورقاء بن سمی البجلی، علی رضی اللہ عنہ کے صحابی تھے، اور وہ وفد میں شامل تھے جنہیں علی رضی اللہ عنہ نے تحکیم کے موقع پر بھیجا تھا۔ الطبري : التاريخ ٥/٥٤

[5]: عتبہ بن الاخنس، علی رضی اللہ عنہ کے رجال میں سے تھے۔ الطبري : التاريخ ٥/٧٨

[6]: سعید بن نمران ہمدانی، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا لیکن آپ کو نہیں دیکھا۔ علی رضی اللہ عنہ کے صحابی تھے، جنگِ یرموک میں شریک ہوئے، حجر بن عدی کے معاملے میں معافی ملنے کے بعد جرجان میں سکونت اختیار کی، اور تقریباً 70 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر : الإصابة ٣/٢٥٧

[7]: ٥/٢٧١-٢٧٢

(معاویہ رضی اللہ عنہ نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور کثیر بن شہاب کو بلا کر ان سے خط لے کر مہر توڑی اور اہلِ شام کو پڑھ کر سنایا مضمون یہ تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : اللہ کے بندے امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو زیاد بن ابوسفیان کی طرف سے۔ اللہ نے اس بلا کو امیر المومنین سے خوبی کے ساتھ دفع کر دیا ہے اور باغیوں کے دفع کرنے کی زحمت سے انہیں بچالیا۔ اس فرقہ ترابیہ سبائیہ کے شیاطین نے جن کا سرگروہ حجر بن عدی ہے۔ امیر المومنین سے مخالفت اور جماعت المسلمین سے مفارقت کی اور ہم لوگوں سے جنگ کی اللہ نے ہمیں ان پر غلبہ دیا اور ہم نے انہیں گرفتار کر لیا شہر کے اشراف واخیار و معمر و دیندار لوگوں کو میں بلایا انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس کی گواہی انہوں نے دی۔ میں نے ان کو امیر المومنین کے پاس بھیج دیا ہے اور میرے اسی خط کے تحت صلحا واخیار شہر کی گواہیاں درج ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط اور گواہوں کو پڑھ کر پوچھا کہ ان لوگوں کے باب میں جن کے خلاف انہیں کی قوم نے گواہیاں دی ہیں جو تم سن رہے ہو تمہاری کیا رائے ہے۔

یزید بن اسد بجلی [1] نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ملک شام کے قریوں میں ان کو متفرق کر دیجیے۔ وہاں کے شورش انگیز لوگ [2] ان کے لیے بس ہیں۔ آپ کو سزا دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

شریح بن ہانی کا خط معاویہ رضی اللہ عنہ کو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے دے دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خط کو بھی پڑھا، لکھا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے بندے امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو شریح بن ہانی کی طرف سے مجھے خبر ملی ہے کہ زیاد نے آپ کے پاس میری شہادت حجر بن عدی کے خلاف میں لکھ کر بھیجی ہے حجر بن عدی کے باب میں میری شہادت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے والوں میں ہیں۔ ان کا خون بہانا ان کا مال لینا حرام ہے۔ اب چاہو ان کو قتل کرو چاہو چھوڑ دو۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو پڑھ کر سنایا اور یہ کہا کہ معلوم ہوتا ہے انہوں نے خود کو تم لوگوں کی شہادت سے الگ کر لیا۔ غرض یہ لوگ مرج عذراء میں قید رہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو لکھا۔ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب اور ان کے خلاف میں جو شہادت تمہاری جانب سے ہوئی ہے اس باب میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے میں سمجھ گیا میں

---

[1]: یزید بن اسد البجلی، صحابی تھے، عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں رومیوں کے خلاف جہاد کیا، پھر صفین میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے، اور خلافتِ معاویہ کے زمانے میں وفات پائی۔ ابن حجر : تعجیل المنفعة . ٤٤٨

[2]: ممکن ہے کہ صحیح (لفظ) طواعینھا ہو۔

نے غور کیا تو کبھی یہ رائے ہوئی کہ ان کو چھوڑ دینے سے قتل کرنا افضل ہے اور کبھی یہ رائے ہوئی کہ ان کے قتل کرنے سے معاف کر دینا افضل ہے والسلام۔

پس زیاد نے یزید بن حجیہ بن ربیعہ التیمی [1] کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ: اما بعد، میں نے آپ کے خط کو پڑھا اور آپ کی رائے کو سمجھا۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ حجر اور اس کے اصحاب کے بارے میں آپ کو کیسا اشتباہ ہوا۔ جو لوگ ان کے احوال سے واقف تر ہیں انہوں نے تو ان کے خلاف گواہیاں دیں اور آپ سن چکے۔ اب اگر اس شہر پر قبضہ رکھنا چاہتے ہیں تو حجر کو اور اس کے اصحاب کو ہرگز میرے پاس واپس نہ بھیجئے گا۔۔۔

پھر یزید کتاب (خط) لے کر معاویہ کے پاس آیا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے پڑھا۔۔۔: تو یزید بن اسد بجلی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا اے امیر المومنین دونوں ابن عم میرے مجھے بخش دیجیے ان دونوں کی سفارش میں جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ پہلے ہی معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ چکے تھے کہ میری قوم کے دو شخص جو اہل جماعت سے ہیں اور خوش عقیدہ ہیں کسی نمام بدخواہ نے زیاد سے ان کی شکایت کی۔ زیاد نے ان دونوں کو بھی ان کوفیوں کے ساتھ بھیج دیا ہے جن کو امیر المومنین کے پاس اس نے روانہ کیا ہے ان دونوں نے نہ تو اسلام میں کوئی بدعت نہ خلیفہ سے کوئی مخالفت کی ہے۔ امیر المومنین سے اس کا نفع انہیں ملنا چاہیے۔ اب جو یزید نے ان دونوں کی سفارش کی تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو جریر کا خط یاد آ گیا۔ یزید سے کہا کہ تمہارے ابن عم جریر نے بھی ان دونوں کی تعریف مجھ لکھ بھیجی ہے اور وہ ایسا شخص ہے کہ اس کی بات پر یقین کرنا چاہیے اور اس کی خیر خواہی کو مان لینا چاہیے اور تم نے بھی ابن عم اپنے مجھ سے مانگے ہیں لو میں نے دونوں کو تمہیں بخش دیا۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے ارقم کے لیے کہا اس کو ان کی خاطر چھوڑ دیا۔ ابو اعور السلمی [2] نے عتبہ بن اخنس کو مانگ لیا۔ اس کی بھی جان بخشی ہوگئی۔ حمرہ بن مالک ہمدانی [3] نے سعد بن نمران

---

[1]: یزید بن حجیہ تیمی، علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے، اور اُن افراد میں شامل تھے جنہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تحکیم میں شرکت کے لیے بھیجا تھا۔ الطبري : التاريخ . ٥/٥٤

[2]: عمرو بن سفیان، ابو الاعور السُّلمی، صحابی تھے۔ خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے دوران قبرص کی جنگ میں شریک ہوئے، صفین کی جنگ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے، اور ٦٥ ہجری میں مروان بن حکم کے ساتھ مصر آئے۔ ابن حجر : الإصابة . ٤/٦٤١

[3]: حُمرہ بن مالک الهمدانی، صحابی تھے اور قبیلہ ہمدان کے سرداروں میں سے تھے۔ المصدر السابق ٢/١٢٠

ہمدانی مانگا۔ اسے بھی معاف کر دیا۔ حبیب بن مسلمہ [1] نے ابن حویہ کے باب میں گفتگو کی اسے بھی رہائی مل گئی۔

اب مالک بن ہبیرہ سکونی نے کھڑے ہو کر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''امیر المومنین میرے ابن عم حجر کو میرے کہنے سے چھوڑ دیجیے'' معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تیرا ابن عم تو رئیس قوم ہے اگر اسے چھوڑ دوں تو مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ سارے شہر کو مجھ سے بدعقیدہ کر دے گا اور کل کو مجبور ہو کر مجھے اس کے مقابلے کے لیے پھر تجھی کو تمام اصحاب سمیت عراق میں بھیجنا پڑے گا۔ مالک نے کہا واللہ تم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اے معاویہ رضی اللہ عنہ میں نے تمہارے ساتھ شریک ہو کر تمہارے ابن عم سے قتال کیا۔ مجھے ان لوگوں کے مقابلے میں صفین کا سامعرکہ پیش آیا۔ آخر تمہارا ہاتھ اونچا رہا اور تمہارا پایہ [2] بلند ہو گیا اور پھر کسی بات کا تم کو خوف نہ رہا۔ اب میں نے اپنے ابن عم کے لیے جو تم سے سوال کیا تو تم خفا ہو گئے اور بات میں طول [3] دے دیا۔ جس سے مجھے نفع نہ پہنچا اور بے کار کا خوف تم نے کیا۔ مالک تو یہ کہہ کر چلا گیا اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھ رہا۔

حجر رحمہ اللہ کے ساتھیوں میں سے جنہیں قتل کیا گیا، ان کے نام یہ ہیں:

حجر بن عدی، شریک بن شداد حضرمی، صیفی بن فُسیل شیبانی، قَبیصہ بن ضُبَیعہ عبسی، محرز بن شِہاب سَعدی ثم منقری، کِدام بن حیّان عنزی، اور عبد الرحمن بن حسان عنزی یہ ساتوں افراد تھے جنہیں قتل کیا گیا، کفن دیا گیا اور ان پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

ان میں سے جو لوگ نجات پا گئے ان کے نام یہ ہیں:

کریم بن عفیف الخثعمی، عبداللہ بن حویہ التمیمی، عاصم بن عوف البجلی، ورقاء بن سمی البجلی، ارقم بن عبداللہ الکندی، عتبہ بن الاخنس (بنو سعید بن بکر سے)، اور سعید بن نُمران الہمدانی پس یہ سات افراد تھے۔ [4]

---

[1]: اگر مراد حبیب بن مسلمہ الفہری رضی اللہ عنہ ہیں، تو وہ ۴۲ ہجری میں وفات پا گئے۔ ابن حجر :الإصابة ٢٤/٢

[2]: رَجُلٌ عَالِي الكَعْبِ: یہ شخص عزت اور کامیابی کی علامت کے طور پر وصف کیا جاتا ہے۔ ابن منظور : لسان العرب. ٧١٨/١

[3]: سطوت: یہ لفظ غصے یا جبر کے ساتھ تکبر اور سختی کو ظاہر کرتا ہے۔ المصدر السابق ٣٨٤/١٤

[4]: ٢٧٨-٢٧١/٥

حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے قتل کی بازگشت:

[۲۲۳] قال أبو مخنف : وحدثني عبد الملك بن نوفل بن مساحق :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبد الرحمن بن حارث بن ہشام [1] کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس پہنچے، تو وہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) انہیں قتل کر چکے تھے۔ عبد الرحمن نے ان سے کہا: ابوسفیان کا حلم (بردباری) تم سے کہاں غائب ہو گیا؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرے جیسے قبیلے کے بردبار لوگ، جیسے تم، جب مجھ سے غائب ہو گئے تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا حلم بھی مجھ سے غائب ہو گیا۔ ابنِ سمیہ (زیاد) نے مجھے اس طرف مائل کیا تو میں اس پر آمادہ ہو گیا [2][3]۔

[۲۲۴] قال أبو مخنف : وحدثني عبد الملك بن نوفل ، عن سعيد المقبري :

معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب حج کیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے سے گزرے اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب وہ آ کر بیٹھے تو آپ نے کہا۔ معاویہ (رضی اللہ عنہ) تم کو اس کا اطمینان کیونکر ہوا کہ تمہارے قتل کے لیے میں نے یہاں کسی کو چھپا کر نہ رکھا ہوگا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو بیت الامن میں آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا معاویہ (رضی اللہ عنہ) حجر واصحاب حجر کے قتل کرنے میں خوف

---

[1]: عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام القرشی المخزومی، صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قریش کے خاندانِ مخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ صغار صحابہ میں سے تھے اور اپنی جوانی میں ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں پل کر بڑے ہوئے، کیونکہ ان کی والدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کر چکی تھیں۔ عبد الرحمن بن الحارث کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کی مصاحف کی نقل لکھنے کے لیے منتخب کیا تھا، جو ایک اہم اور اعزاز کی بات تھی۔ وہ قریش کے اشراف میں شامل تھے اور اپنے خاندان کی عزت و وقار رکھتے تھے۔ عبد الرحمن بن الحارث رضی اللہ عنہ 43 ہجری میں وفات پا گئے۔

[2]: یہ ابومخنف کی طرف سے شیعی وسوسوں میں سے ایک وسوسہ ہے، کیونکہ عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کی وفات 43 ہجری میں ہوئی، جبکہ حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی وفات 51 ہجری میں ہوئی۔

مترجم: یہ جملہ ایک تنقیدی بیان ہے جس میں مؤلف نے ایک روایت کو ''ابومخنف'' کی طرف منسوب کیا ہے اور اسے شیعی اثر (نزغہ شیعیہ) قرار دیا ہے۔ اس کی بنیاد تاریخی تضاد پر رکھی گئی ہے، یعنی: عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کی وفات سنہ 43 ہجری میں ہوئی، جبکہ حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت 51 ہجری میں ہوئی، لہٰذا وہ روایت کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبد الرحمن بن الحارث کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حجر کے معاملے میں بھیجا - یہ تاریخی لحاظ سے ناممکن ہے۔ پس مؤلف نے اس تضاد کو دلیل بناتے ہوئے اس روایت کو ابومخنف کی بنائی ہوئی ایک شیعی روایت قرار دیا ہے۔ (ابومصعب اثری)

[3]: ۲۷۸/۵

خدا تم کو نہ آیا۔ کہا میں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ جنہوں نے ان کے خلاف گواہیاں دیں انہیں نے ان کو قتل بھی کیا)[1]

نقد النصوص

(متون یا متنی مواد کی جانچ اور تجزیہ)

اکثر ذرائع نے حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں ذکر کیا ہے، اور ان ذرائع میں شامل ہیں: ابن سعد[2]، اور خلیفہ بن خیاط[3] جنہوں نے بہت مختصر انداز میں ذکر کیا، بلاذری[4] نے تفصیل سے بیان کیا، دینوری[5]، یعقوبی[6]، مسعودی[7]، اور ابوالفرج اصفہانی[8] نے تفصیل سے ذکر کیا، ابن عساکر[9] نے بھی تفصیل سے بیان کیا، ابن جوزی[10]، ابن اثیر[11] نے تفصیل سے بیان کیا، ابن عدیم[12] نے تفصیل سے ذکر کیا، ذہبی[13] اور ابن کثیر[14] نے بھی اس پر روشنی ڈالی۔

اس کے باوجود، چونکہ حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی حرکت کے بارے میں صحیح روایات کی کمی ہے، اور یہ روایات اس مسئلے کی مکمل تصویر فراہم نہیں کرتیں، اس لیے اس معاملے کی واضح تصویر حاصل کرنے کے لیے کچھ ضعیف روایات کی مدد لینا ناگزیر ہے۔

---

[1]: ٢٧٩/٥
[2]: الطبقات (تحقيق د.إحسان عباس) ٢١٧/٦
[3]: التاريخ ٢١٣
[4]: أنساب الأشراف ٢٤٢/٤
[5]: الأخبار الطوال ٢٢٣-٢٢٠
[6]: التاريخ ٢٣٠/٢
[7]: مروج الذهب ١٢/٣
[8]: الأغاني ١٣٣/١٧
[9]: تاريخ دمشق (مخطوط) ٦٦٨/٢؛ ٢٦١/٤
[10]: المنتظم ٢٤١/٥
[11]: الكامل في التاريخ ٤٧٢/٣
[12]: بغية الطلب ٢١٠٥/٥
[13]: سير أعلام النبلاء ٤٦٢/٣
[14]: البداية والنهاية ٤٩/٨

چاہے جو بھی ہو، مقتل حجر بن عدی رضی اللہ عنہ پر تحقیق کرنے والا محقق اس اچانک زوال پر ضرور غور کرے گا جو حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور عراق کے والی زیاد بن ابیہ کے درمیان تعلقات میں ہوا، یہ زوال ۵۱ ہجری میں آیا جس کے نتیجے میں حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا۔
اس مسئلے کو واضح کرنے کے لیے، میں نے حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے موقف کا جائزہ لیا جو انہوں نے خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ۴۱ ہجری سے شروع کیا، یہ وہ سال تھا جب حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح ہوئی، اور ۵۱ ہجری تک کا عرصہ شامل ہے۔ میں نے پایا کہ حجر کا موقف دو مراحل سے گزرا:

پہلا مرحلہ: قولی مخالفت کا مرحلہ (۴۱-۵۰ ہجری):

حجر بن عدي رحمہ اللہ اُن لوگوں میں سے تھے جو حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے صلح کے مخالف تھے، تاہم اس مخالفت کے نتیجے میں اس مرحلے میں کوئی عملی اقدام نہیں ہوا، بلکہ یہ مخالفت صرف زبانی حد تک محدود رہی۔
اور اس بارے میں بلاذری، جو کہ اپنی روایت ابو مخنف وغیرہ سے نقل کرتے ہیں، کہتے ہیں:
(حجر بن عدی برابر حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح پر نکیر کرتے رہے، اور اُنہیں اس پر ملامت کرتے اور کہتے: آپ نے قتال ترک کر دیا حالانکہ آپ کے ساتھ چالیس ہزار ایسے افراد موجود تھے جن کی نیتیں صاف اور دشمن سے قتال میں بصیرت رکھنے والے تھے! پھر اس کے بعد حجر، معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تو اُن پر طعن کرتے اور انہیں ظالم قرار دیتے۔) (یہی ان کی عادت بن گئی تھی [1] اور یہی ان کی گفتگو کا معمول بن گیا تھا [2])

دوسرا مرحلہ: عملی مخالفت کا مرحلہ (۵۱ھ):

یہ مرحلہ سنہ ۵۱ھ میں شروع ہوا، جب حجر بن عدی اور عراق کے گورنر زیاد بن ابیہ کے درمیان تعلقات میں اچانک تناؤ اور بگاڑ پیدا ہو گیا۔
اگرچہ یہ معاملہ نہایت اہمیت کا حامل ہے، مگر مصادر نے اس بگاڑ کی کوئی قانع کنندہ (مطمئن کرنے والی) توجیہ پیش نہیں کی، بلکہ صرف دو ایسے اسباب کا ذکر کیا ہے جن سے کسی بڑے

---

[1]: ہجیراہ کا مطلب ہے: اس کا معمول اور عادت۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٦٣٧
[2]: البلاذري : أنساب الأشراف ٢٤٣/٤

واقعے کا رونما ہونا بعید معلوم ہوتا ہے، اور وہ یہ ہیں:

(۱) جو بات ذکر [۱] کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور ان کے لیے رحمت کی دعا کی، جبکہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر طعن کیا۔ اس کے جواب میں حجر بن عدی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن کیا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی کے اس طرزِ عمل پر کوئی سختی نہیں کی۔ لیکن جب مغیرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور زیاد بن ابیہ والی بنا، تو اس نے بھی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں وہی باتیں کیں جو مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ اس پر حجر بن عدی نے بھی ان دونوں کے بارے میں وہی کچھ کہا جو وہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کہا کرتے تھے۔ پس یہی واقعہ حجر اور زیاد کے درمیان تصادم کی ابتدا کا سبب بنا۔

(۲) جو ذکر [۲] کیا گیا وہ یہ ہے کہ زیاد نے خطبہ کو طویل کیا اور نماز کو مؤخر کیا، اور حجر بن عدی نے زیاد پر اس کا انکار کیا، تو یہی وجہ بنی کہ دونوں کے درمیان پہلی بار مقابلہ شروع ہوا۔

یہ دونوں سبب ان باتوں سے متاثر ہیں جو درج ذیل ہیں:

الف: یہ کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اہلِ کوفہ کے ساتھ پالیسی میں معاف کرنے اور درگزر کرنے کی خصوصیت تھی، نہ کہ دشمنیوں اور کدورتوں کو بڑھانے کی۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے زیاد بن علاقہ [۳] کے ذریعے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

> (میں نے جریر بن عبد اللہ کو یہ کہتے سنا کہ جب مغیرہ بن شعبہ کی وفات ہوئی، تو وہ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا کی اور کہا: تم پر لازم ہے کہ تم اللہ سے ڈرو، جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور وقار و سکون کے ساتھ رہو، یہاں تک کہ تمہاری طرف امیر آ جائے، کیونکہ اب تمہارے پاس صرف یہی آنے والا ہے۔

---

[۱]: انظر الطبري : التاريخ ٢٥٤/٥-٢٥٦

[۲]: انظر الطبري : التاريخ ٢٥٦/٥

[۳]: زیاد بن علاقہ الثعلبی، ثقہ (معتبر) تھے، لیکن انہیں نصب (شیعہ مخالف) ہونے کا الزام لگایا گیا۔ وہ 135 ہجری میں وفات پا گئے۔ ان سے چھ اہلِ حدیث (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) نے حدیث روایت کی ہے۔ ابن حجر : التقريب . ٢٢٠

پھر فرمایا: اپنے مرنے والے حاکم کے لیے دعائے مغفرت کرو[1] کیونکہ وہ (مغیرہ) بھی معافی کو پسند کرتا تھا[2]۔
پھر کہا کہ اس کے بعد تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کے لیے شرط کی، پس میں نے اس شرط پر آپ سے بیعت کرلی (پس) اس مسجد کے رب کی قسم کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں[3] پھر استغفار کیا اور منبر سے اتر آئے)[4]

ب: یہ کہ کوفہ کو زیاد کے تحت شامل کرنا ۴۹ ہجری میں تھا، جیسا کہ فیل مولیٰ زیاد نے تصریح کی تھی، جب اس نے کہا:
(زیاد نے پانچ سال عراق کی حکمرانی کی، پھر ۵۳ ہجری میں وفات پائی)
یہ روایت جو کوفہ کی زیاد بن ابی سفیان کے ساتھ الحاق کی تاریخ کو واضح کرتی ہے، باب میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اور چونکہ زیاد کی کوفہ پر حکمرانی ۴۹ ہجری میں ہوئی تھی، تو پھر ۵۱ ہجری میں ہی حجر بن عدی کے ساتھ اس کا تصادم کیوں ہوا؟
اور حجر بن عدی رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، جو کہ کوفہ کے گورنر تھے، سے تصادم کیوں نہیں کیا، اور یہ تصادم ۵۱ ہجری تک کیوں مؤخر ہوا؟
ان دونوں سوالوں کا جواب دینے کے لیے ہمیں حسن بن علی اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والے صلح کی طرف واپس جانا ہوگا، خاص طور پر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے حامیوں کے موقف کو دیکھنا ہوگا۔ کیونکہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بہت سے حامیوں نے اس صلح کو قبول کیا تھا، حالانکہ وہ اس سے ناخوش تھے، اور انہوں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی زندگی بھر اس صلح پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ وہ حسن کو صلح کو توڑ کر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کی دعوت

---

[1]: استعفوا لأميركم: اپنے امیر کے لیے اللہ سے معافی طلب کرو۔۔۔ اور اس کے اچھے اعمال کے لیے دعا کرو۔ ابن حجر : فتح الباري ۱۶۹/۱
[2]: فإنه كان يحب العفو: اس میں یہ اشارہ ہے کہ جزا عمل کے مطابق ہوتی ہے۔ المصدر السابق
[3]: إني لناصح لكم: اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ اپنی اس بات کا وفادار ہے جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کے وقت کیا تھا، اور اس کی بات نیک نیتی سے خالص ہے۔
[4]: البخاري : صحيح البخاري مع الفتح ۱۶۸/۱

دیتے رہتے تھے۔

اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو طبرانی نے حسن سند کے ساتھ روایت کی ہے، کہا: ہم سے محمد بن عبد اللہ حضرمی [1] نے حدیث بیان کی، انھوں نے کہا: ہم سے عبد اللہ بن حکم بن ابو زیاد [2] نے حدیث بیان کی، انھوں نے کہا: ہم سے ابو اسامہ [3] نے حدیث بیان کی، انھوں نے کہا: سفیان بن عیینہ [4] نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن الاصم [5] سے روایت کی، انھوں نے اپنے چچا یزید بن الاصم [6] سے روایت کی، کہا:

(میں حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا جبکہ ایک لونڈی ان کے ناخنوں سے حنا کا کچھ اثر صاف کر رہی تھی، اتنے میں ان کے پاس خطوط کا ایک گٹھا [7] آیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لونڈی! مخضب [8] (پانی کا برتن) لے آؤ۔ پس اس میں پانی ڈالا، اور ان تمام خطوط کو اس پانی میں پھینک دیا، نہ تو ان میں سے کوئی خط کھولا اور نہ ہی اس کی طرف نظر کی۔ میں نے عرض کیا: اے ابو محمد! یہ خطوط کس کی طرف سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اہلِ عراق کی طرف سے، ایک ایسی قوم جو نہ حق کی طرف لوٹتی ہے اور نہ باطل سے باز آتی ہے۔ سن لو! مجھے ان سے اپنی ذات کے لیے کوئی اندیشہ نہیں، البتہ مجھے ان سے

---

[1]: محمد بن عبد اللہ بن سلیمان الحضرمی، صدوق ہیں۔ الجرح والتعديل ٢٩٨/٧

[2]: عبد اللہ بن حکم بن ابو زیا د القطوانی، صدوق تھے اور 255 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر :التقريب ٣٠٠

[3]: حماد بن اسامہ القرشی، مولاہم، ابو اسامہ، ثقہ اور ثبت تھے، البتہ ممکن ہے کہ انھوں نے تدلیس کی ہو۔ ابن حجر : تعريف أهل التقديس ٥٩

[4]: سفیان بن عیینہ الہلالی، ثقہ اور حافظ ہیں، اور ان کی ثقاہت میں کوئی کمی نہیں آتی باوجود اس کے کہ انھوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔ ابن حجر نے اپنی کتاب تعریف اہل التقدیس میں صفحہ 65 پر ذکر کیا ہے کہ وہ اہل مرتبہ دوم کے مدلسین میں سے ہیں، اور اس وجہ سے ان کے عدم تصریح بالسمع سے ان کی ثقاہت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ المصدر السابق ٦٥

[5]: عبد الله بن الأصم ، ثقة . ابن حبان : الثقات . ١٤٢/٧

[6]: یزید بن الاصم (اور ان کا نام عمرو بن عبید البکائی)، میمونہ ام المؤمنین کی بھتیجے تھے اور ایک ثقہ راوی تھے۔ ان کی وفات 103ھ میں ہوئی۔ ابن حجر : التقريب ٥٩٩

[7]: الإِضْبَارَة (بكسر الهمزة أو فتحها) کا مطلب ہے: کاغذوں کا گٹھا یا بندھی ہوئی گڈی۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ٥٤٩

[8]: المِخْضَب: المرکن کو کہتے ہیں، یعنی ایک مخصوص قسم کا برتن یا طشت جس میں عام طور پر ہاتھ پاؤں دھونے، یا خضاب (مہندی) وغیرہ لگانے کے لیے پانی رکھا جاتا ہے۔ المصدر السابق . ١٥٥٠ ، ١٠٣

اس کے بارے میں خوف ہے اور آپ نے حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا[1])
لیکن جب اہل عراق کو حسن رضی اللہ عنہ سے مایوسی ہوگئی تو انہوں نے پسپائی اختیار کی، اور سکون اختیار کرلیا، اور وہ ان کی وفات کا انتظار کرنے لگے تاکہ وہ ان عہدوں اور معاہدوں سے آزاد ہو جائیں جو انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت کرتے وقت کیے تھے۔ اس لیے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ جسے جنگ کریں گے، اس کے ساتھ جنگ کریں گے اور جس سے صلح کریں گے، اس سے صلح کریں گے۔
اور دوسرے لفظوں میں، حسن رضی اللہ عنہ کی موجودگی ہی صلح کے مخالف اہلِ بیت کے حامیوں کی تمام تر تحریکات کو روک دینے کے لیے کافی تھی، اور یہ ان کی قیادت و سیادت کی کامل شان کی دلیل ہے۔ رضوان اللہ علیہ اور ان کے والدین پر۔
رہی یہ بات کہ حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور زیاد کے درمیان ۵۱ ہجری سے پہلے کوئی ٹکراؤ کیوں نہ ہوا، حالانکہ زیاد ۴۹ ہجری میں عراق کا گورنر بن چکا تھا - تو میرے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہی وہ محرک تھی جس نے اہلِ بیت کے شیعوں کو، بالخصوص حجر بن عدی کو، محض زبانی مخالفت سے نکل کر عملی مخالفت کی طرف لے جانے پر آمادہ کیا۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ کی وفات، صحیح ترین روایات کے مطابق[2]، ۵۱ ہجری میں ہوئی، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ کی وفات وہ صفر کا لمحہ (یعنی آغازِ کار کا وقت) تھی جس کا حجر بن عدی انتظار کر رہے تھے تاکہ اپنی تحریک کا آغاز کر سکیں۔
یہ بات قابل ذکر ہے کہ البلاذری نے کوفہ کے شیعہ کی حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قولی مخالفت سے عملی مخالفت میں منتقل ہونے کے بارے میں دو روایات ذکر کی ہیں، اور ذیل میں ان دونوں روایات کا متن دیا جا رہا ہے:

پہلی روایت:

البلاذری نے اپنی سند کے ساتھ شعبی اور دیگر سے نقل کیا ہے، انہوں نے کہا:
جب زیاد کُوفہ پہنچا[3] تو اُس نے حجر بن عدی کو بلایا اور کہا: اے شخص! ہم وہ تھے جو تم نے جانا،

---

[1]: الطبراني : المعجم الكبير ٣/ ٧٠
[2]: اس باب میں حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیے جانے کے معاملے کو ملاحظہ کریں۔
[3]: اور یہ 49 ہجری میں ہوا۔

لیکن اب ایک نیا حکم آیا ہے۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اور تمھارے لیے یہی جگہ کافی ہے، یہ میرا تخت ہے اور یہ تمہاری نشست ہے۔ خبردار، اگر تمھیں کم درجے کے لوگ بہکانے کی کوشش کریں یا تمھیں برانگیختہ کریں، تو تمھارے لیے میری بات یہ ہے: اگر میں نے تمھارے حق کو کم سمجھا ہوتا، تو تمھارے معاملے کی کوئی وقعت نہ ہوتی، اور میں یہ بات تم سے نہ کہتا۔

جب حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اپنے مکان پر پہنچے تو شیعہ لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے: تم ہمارے بزرگ ہو اور اس معاملے کی مخالفت کرنے کے سب سے زیادہ حق دار ہو۔ [1]

جب زیاد بصرہ کی طرف روانہ ہوا تو اس نے عمرو بن حریث کو نماز اور جنگ کا والی مقرر کیا، اور اپنے غلام مہران کو خراج کا ذمہ دار بنایا، اور حکام کو عمرو سے خط و کتابت کرنے کا حکم دیا۔۔۔

عمرو نے زیاد کو لکھا: اگر آپ کو کوفہ میں کوئی ضرورت ہو تو فوراً آ جائیں، کیونکہ میں نے آپ کو لکھا ہے اور میرے ہاتھ میں حجر کے ساتھ سوائے قصر کے کچھ نہیں ہے۔

وہ فوراً روانہ ہوئے یہاں تک کہ کوفہ پہنچے، پھر انہوں نے عدی بن حاتم الطائی اور جریر بن عبداللہ البجلی کو بھیجا اور کہا: اس بوڑھے (مفتون) مغرور کے پاس جاؤ، میں ڈرتا ہوں کہ وہ ہمیں کسی ایسے کام پر مجبور کرے جو ہمارے لیے نہیں ہے۔

وہ ان کے پاس پہنچے۔۔۔ اور لوگوں نے ان سے بات کی، مگر ان میں سے کسی نے بھی ان سے کچھ نہیں کہا۔

پس وہ زیاد کے پاس آئے، تو اس نے کہا: مہیم؟ [2] (یعنی: کیا خبر؟ یا: کیا ہوا؟

عدی نے کہا: اے امیر! اسے نرمی [3] سے سمجھایئے، کیونکہ وہ (عمر میں) بڑا ہے۔

تو زیاد نے کہا: اگر میں نے (حجر کو معاف کر دیا) تو پھر میں ابوسفیان کا بیٹا نہیں! پھر اس نے اس کے پاس شُرط (پولیس) بھیجی، تو ان سے قتال ہوا۔ [4]

---

[1]: اس پیراگراف اور اس کے بعد کی سطور میں کوفہ کے شیعہ موقف میں تبدیلی کا آغاز نمایاں ہوتا ہے، یعنی انہوں نے زبانی مخالفت سے عملی مخالفت کی طرف رخ کیا۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی بڑا واقعہ پیش آیا جس نے انہیں اس پر آمادہ کیا، اور وہ واقعہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات تھی جو سنہ 51 ہجری میں ہوئی، اور یہی وہ سال تھا جس میں حجر بن عدی نے اپنی تحریک شروع کی۔

[2]: مہیم: ایک استفہامی کلمہ ہے، یعنی: تمہارے پیچھے کیا خبر ہے؟ (ما وراءك)۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط ١٤٩٩

[3]: استذمہ: یعنی اس کی ذمے داری کا لحاظ رکھو، اس کی امان کو نہ توڑو۔

[4]: البلاذري : أنساب الأشراف ٤/٢٤٦-٢٤٧

دوسری روایت:

بلاذری نے فیل، مولیٰ زیاد کے طریق سے روایت بیان کی، اس نے کہا: (جب زیاد کوفہ کا گورنر بن کر آیا[1] تو اس نے حجر بن الادبر کی عزت کی[2]، اسے قریب کیا، اور اس کی سفارش قبول کی۔ پھر جب وہ بصرہ[3] جانے کا ارادہ کرنے لگا تو اس نے اسے بلایا اور کہا: اے حجر! تم نے دیکھ لیا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا، اور اب میں بصرہ جانا چاہتا ہوں، تو میری خواہش ہے کہ تم بھی میرے ساتھ چلو، کیونکہ مجھے یہ ناگوار ہے کہ تم میرے بعد (یہاں) پیچھے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے بارے میں مجھے کوئی بات پہنچے جو میرے دل میں کھٹک جائے، اور اگر تم میرے ساتھ رہو گے تو تمہارے بارے میں میرے دل میں کچھ نہیں آئے گا۔ تم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنی رائے مجھے بتا چکے ہو، اور میرا بھی اس سے پہلے ان کے بارے میں وہی نظریہ تھا جو تمہارا ہے۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ اللہ نے حکومت ان سے ہٹا کر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دی ہے، تو میں نے اللہ کے فیصلے پر کوئی بدگمانی نہ کی اور اس پر راضی ہو گیا۔

اور تم دیکھ چکے ہو کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا انجام کیا ہوا۔ میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ تم ان فتنوں کے پیچھے نہ چلو جن کے آگے چلنے والے تباہ ہو چکے ہیں۔[4]

تو حجر نے اسے جواب دیا: میں بیمار ہوں اور سفر پر جانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اس (زیاد) نے کہا: سچ کہا، خدا کی قسم! تم واقعی دین، دل اور عقل کے بیمار ہو۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے تمہارے بارے میں کوئی ایسی بات پہنچی جو مجھے ناگوار گزرے، تو میں تمہیں قتل کروانے کی پوری کوشش کروں گا۔ پس دیکھ لو (کہ کیا کرنا ہے)، یا باز آ جاؤ۔

پھر زیاد کوفہ سے نکل کر بصرہ چلا گیا، اور (اس کے بعد) اہلِ کوفہ کے قُرّاء (دیندار و بااثر افراد) حجر کے گرد جمع ہو گئے، چنانچہ عاملِ زیاد (گورنر کا نائب) ان پر کوئی حکم نافذ نہ کر سکا، اور وہ جو

---

[1]: یہ واقعہ سنہ 49 ہجری میں پیش آیا۔

[2]: الادبر: عُدی والد حجر کا لقب تھا، اور انہیں الادبر اس وجہ سے کہا گیا کیونکہ انہوں نے اپنے غلام کے پیچھے (پچھواڑے) پر حملہ کیا تھا، اسی بنا پر ان کا یہ لقب رکھا گیا۔ ابن الأثير : أسد الغابة ٤٦١/١

[3]: یہ واقعہ سنہ 51 ہجری میں پیش آیا۔

[4]: یہ زیاد کا حجر کو دیا گیا انتباہ اس بات کی علامت ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر کوفہ تک پہنچ چکی تھی۔ اور زیاد کا حجر کو بصرہ ساتھ لے جانے کی خواہش صرف اس کے اندر فتنے کو ختم کرنے کی تڑپ کو ظاہر کرتی ہے، تاکہ معاملات میں مزید پیچیدگیاں نہ آئیں اور وہ اپنے حکومتی موقف کو مستحکم کر سکے۔

بھی کام کرنا چاہتا، وہ اسے اس سے روک دیتے۔
چنانچہ اس (عامل) نے زیاد کو لکھا: خدا کی قسم! میں حجر اور اس کے ساتھیوں کے معاملے میں کسی چیز میں شریک نہیں ہوں، اور آپ بہتر جانتے ہیں۔
پھر زیاد اپنے گدھے پر سوار ہو کر کوفہ میں داخل ہوا، اور جب وہ وہاں پہنچا تو حجر غائب ہو گیا۔ وہ اس کا پیچھا کرتا رہا مگر اسے ڈھونڈنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ [1]
حجر بن عدی اور اس کے حامیوں کے درمیان زیاد کی پولیس سے ہونے والی مقابلے کی تفصیلات میں ابو مخنف واحد مصنف ہیں جنہوں نے ان تفصیلات کو بیان کیا ہے، جیسا کہ دیگر تمام موجود ذرائع میں یہ معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ [2]
ابو مخنف کی روایتیں حجر بن عدی کی تحریک کے بارے میں خاص اہمیت رکھتی ہیں کیونکہ وہ اس تحریک کی تفصیلات ان گواہان سے نقل کرتے ہیں جنہوں نے خود ان واقعات میں حصہ لیا تھا۔ اس کے علاوہ، ابو مخنف کا شیعہ مسلک اسے حجر اور اس کے ساتھیوں کے خلاف کسی قسم کے تعصب یا جھوٹ بولنے سے محفوظ رکھتا ہے، کیونکہ اس کا شیعہ تعلق اسے ان لوگوں کے بارے میں منصفانہ اور غیر جانبدار رہنے کی ترغیب دیتا ہے، جنہوں نے اس تحریک میں حصہ لیا۔

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں فیصلہ:

چونکہ حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کا معاملہ انتہائی حساس اور خطرناک تھا، اس لیے زیاد بن ابیہ نے حجر بن عدی کے اس شرط پر رضامندی ظاہر کی جب انہوں نے خود کو زیاد کے آگے تسلیم (سرنڈر) کیا۔ یہ شرط یہ تھی کہ حجر اور اس کے ساتھیوں کا معاملہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جائے تا کہ وہ اس پر فیصلہ کریں۔ [3]
معاویہ رضی اللہ عنہ کے حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں فیصلے سے پہلے، ضروری ہے کہ ان پر لگائے گئے الزامات کا ذکر کیا جائے۔ ابو مخنف کی روایت کے مطابق یہ الزامات درج ذیل ہیں:

---

[1]: البلاذري : أنساب الأشراف ٤/ ٢٧٠-٢٧١
[2]: انظر الطبري : التاريخ ٥/ ٢٥٨-٢٦٤
[3]: انظر الطبري : التاريخ ٥/ ٢٦٤

(۔۔۔تو ان چار گواہوں نے گواہی دی کہ حجر نے لوگوں کو جمع کیا، خلیفہ کو گالیاں دیں، اور امیر المؤمنین کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ یہ معاملہ صرف آلِ ابی طالب کے لیے مناسب ہے، اور اس نے شہر میں فساد برپا کیا، امیر المؤمنین کے عامل کو نکال باہر کیا، ابو تراب (علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کا عذر [1] پیش کیا اور ان پر رحم ظاہر کیا۔ اور ان کے دشمنوں اور اہلِ جنگ سے براءت کا اظہار کیا۔ اس کے ساتھ جو لوگ تھے وہ اس کے نظریات اور حکم کے پیروکار تھے، اور یہی اس کے ساتھیوں کے سربراہ تھے) [2]

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں فیصلہ یہ تھا کہ انہوں نے فوراً ان کا قتل نہیں کیا، اور نہ ہی ان سے علی رضی اللہ عنہ سے براءت طلب کی، جیسا کہ بعض روایات [3] میں ذکر کیا گیا ہے۔ بلکہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں اللہ سے استخارہ کیا اور اپنے مشیروں سے مشورہ کیا۔ پھر ان کا فیصلہ یہ تھا کہ ان میں سے بعض کو قتل کیا اور بعض کو زندہ چھوڑ دیا۔

اور اس میں دلیل وہ روایت ہے جو صالح بن احمد بن حنبل [4] نقل کرتے ہیں، جس کی سند حسن ہے۔ انہوں نے کہا: حدثني أبي [5] قال : حدثنا أبو المغيرة [6] قال : حدثنا ابن عياش [7] قال : حدثني شرحبيل بن مسلم [8] ، قال :

(جب حجر بن عدی بن الادبر اور ان کے ساتھیوں کو عراق سے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا گیا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کے بارے میں لوگوں

---

[1]: ابو تراب: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا لقب ہے، جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرمایا۔

[2]: انظر الطبري : التاريخ ٢٦٨/٥-٢٦٩

[3]: انظر الطبري : التاريخ ٢٥٦/٥-٢٥٧ ، ٢٧٥

[4]: صالح بن احمد بن حنبل، امام، حافظ، فقیہ اور قاضی تھے، اور آپ قاضیِ اصبہان تھے۔ آپ 203 ہجری میں پیدا ہوئے اور 265 ہجری میں وفات پا گئے۔ ان کے بارے میں امام الرازی نے کہا: ''صدوق، ثقہ ہیں۔ الذهبي : السير . ٥٢٩/١٢

[5]: أحمد بن محمد بن حنبل ، ثقة حافظ فقيه حجة (تقدم) .

[6]: عبدالقدوس بن الحجاج الخولانی، ابو المغیرہ، ثقہ تھے اور 212 ہجری میں وفات پا گئے۔ ابن حجر : التقريب . ٣٦٠

[7]: اسماعیل بن عیاش العنسی، الحمصی، اپنے اہلِ بلدت سے روایت میں صدوق تھے، مگر دیگر لوگوں سے روایت میں مخلِط تھے۔ آپ 181 ہجری میں وفات پا گئے۔ ابن حجر : التقريب ١٠٩

[8]: شرحبیل بن مسلم الخولانی، الشامی، اسماعیل بن عیاش کے شیوخ میں سے تھے۔ وہ صدوق تھے، مگر ان میں کچھ لچک (لین) تھی۔ وہ طبقہ ثالثہ (تیسرے درجے کے رواۃ) میں شامل ہیں۔ ابن حجر : التقريب ٢٦٥

سے مشورہ کیا۔ بعض نے مشورہ دیا، بعض خاموش رہے۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قصر میں داخل ہو کر ظہر کی نماز پڑھی، اور پھر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ انہوں نے اللہ کی حمد وثنا کی، پھر منبر پر بیٹھ کر ایک منادی کو آواز دینے کا حکم دیا۔ منادی نے کہا: کہاں ہے عمرو بن الاسود العنسی[1]؟ عمرو کھڑے ہوئے، اور انہوں نے اللہ کی حمد وثنا کی، پھر کہا: یقیناً ہم اللہ کی پناہ میں ہیں جو نہایت مضبوط ہے، اور ہمیں اس کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اے امیر المؤمنین! آپ کا اہلِ عراق کے بارے میں قول یہ ہے کہ آپ ہی رہنما ہیں اور ہم آپ کی رعایا ہیں، اور آپ ہمارے مرض سے بہتر واقف ہیں اور ان کا علاج کرنے میں ہم سے زیادہ قادر ہیں۔ ہمارا فرض صرف یہ ہے کہ ہم کہیں: (سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا، غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ)[2]

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جہاں تک عمرو بن الاسود کا تعلق ہے، اس نے ہمارے سامنے ان کے خون سے براءت کا اعلان کیا اور اور اس نے اس الزام کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ بات رکھ دی۔

پھر منادی نے کہا: کہاں ہیں ابو مسلم الخولانی؟ ابو مسلم کھڑے ہوئے، اور اللہ کی حمد وثنا کی، پھر کہا: اما بعد، واللہ ہم نے تمہیں کبھی ناپسند نہیں کیا جب سے ہم نے تمہیں پسند کیا، نہ ہم نے تمہاری نافرمانی کی جب سے ہم نے تمہاری اطاعت کی، نہ ہم نے تمہیں چھوڑا جب سے ہم تمہارے ساتھ مل گئے، نہ ہم نے اپنی بیعت کو توڑا جب سے ہم نے تم سے بیعت کی۔ ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر ہیں، تم نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے تمہاری اطاعت کی، اگر تم نے ہمیں بلایا تو ہم نے جواب دیا، اور اگر ہم نے تمہیں پیچھے چھوڑ دیا تو ہم تمہارا خیال رکھیں گے۔ پھر وہ بیٹھ گئے۔

پھر منادی کھڑا ہوا اور کہا: عبداللہ بن مُخَیِّمر الشَّعرَ بی[3] کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کا ان عراقی لوگوں کی جماعت کے بارے میں فرمانا، اگر

---

[1]: عمرو بن الاسود العنسی، مخضرم، ثقہ، عبادت گزار، اور بزرگ تابعین میں سے تھے۔ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران وفات پا گئے۔ ان کی احادیث بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی، اور ابن ماجہ نے روایت کی ہیں۔ ابن حجر: التقریب ٤١٨

[2]: سورة البقرة : الآية (٢٨٥).

[3]: عبداللہ بن مُخَمِّر الشَّرعَبی ایک شامی مُخضَرم (یعنی وہ تابعی جو زمانۂ نبوت کو پایا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کر سکا) تھے۔ وہ صحابیِ رسول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن حجر: الإصابة ٢٠٩/٥

آپ انہیں سزا دیتے ہیں تو آپ نے درست کیا، اور اگر آپ معاف کر دیتے ہیں تو آپ نے احسان فرمایا۔

پھر منادی کھڑا ہوا اور اعلان کیا: عبداللہ بن اسد القَسرِی [1] کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا کی، پھر کہا: اے امیر المؤمنین! یہ آپ کی رعیت، آپ کی ولایت کے ماتحت، اور آپ کے اطاعت گزار لوگ ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو انہوں نے خود اپنے آپ کو سزا کے قابل بنایا، اور اگر آپ معاف فرمادیں تو یقیناً عفو و درگزر تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ اے امیر المؤمنین! ہمارے معاملے میں ایسے شخص کی بات نہ مانیے جو ظلم و زیادتی کرنے والا ہو، رات کو سویا رہنے والا ہو، اور آخرت کے عمل سے غافل ہو۔ [2]

اے امیر المؤمنین! دنیا کے میخیں ڈھیلی پڑ چکی ہیں، اس کے ستون جھک چکے ہیں، اس کے چاہنے والے اس سے محبت کرنے لگے ہیں، اور اس کا وعدہ قریب آچکا ہے۔ پھر وہ بیٹھ گئے۔

میں نے [3] شرحبیل سے پوچھا: پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا فیصلہ فرمایا؟ اس نے کہا: کچھ لوگوں کو قتل کر دیا، اور کچھ کو زندگی بخش دی۔ جنہیں قتل کیا گیا، ان میں حجر بن عدی بن ادبر بھی شامل تھے۔ [4]

ابن العربی نے حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

(۔۔۔اور وہ لوگوں کو فتنہ کے لیے اکسانا چاہتا تھا، اس لیے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے ان لوگوں میں شامل کیا جو زمین پر فساد پھیلانے والے تھے) [5]

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو بنیاد بنایا:

(جو تمہارے پاس آئے اور تم سب کا امر ایک شخص پر متفق ہو، اور وہ تمہاری جماعت کو منتشر کرنا چاہے یا تمہارے اتحاد کی لاٹھی کو توڑنا چاہے، تو اسے قتل کر دو) [6]

---

[1]: یہ عبداللہ بن یزید بن اسد بن کُرز البجلی القَسری ہیں (ان کا تعارف پہلے گزر چکا ہے)۔

[2]: (نوٹ: [سُوَّوما] کا مطلب ہے عملِ آخرت سے غافل یا سُستی برتنے والا) یہ اصل (یعنی ابتدائی نسخے) میں موجود نہیں ہے، اور یہ اضافہ ابن عساکر کی تاریخ دمشق (مخطوطہ) سے لیا گیا ہے۔ تاریخ دمشق (مخطوط) . ٢٧١/٤

[3]: کہنے والا اسماعیل بن عیاش ہے۔

[4]: أحمد بن حنبل : المسائل (رواية ابنه صالح) ٣٢٨/٢-٣٣١

[5]: ابن العربي : العواصم من القواصم ٢٢٠

[6]: مسلم : صحيح مسلم بشرح النووي ٢٤٢/١٢

اور ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے:

(جلد ہی فتنوں پر فتنے برپا ہوں گے [1]، تو جو شخص اس امت کے معاملے (نظام سلطنت) کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہے جبکہ وہ متحد ہو تو اسے تلوار کا نشانہ بنا دو، وہ جو کوئی بھی ہو، سو ہو [2]) [3]

اور اس موقع پر یاددہانی کے طور پر یہ بات کہنا مناسب ہوگا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہرگز حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل کا فیصلہ نہ کرتے، اگر حجر کی مخالفت محض قولی سطح تک محدود رہتی اور وہ عملی اقدامات تک نہ پہنچتے۔

اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ [4] کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس پر ایک واضح دلیل ہے۔

اور یہی وہ واقعہ ہے جسے ابن سعد نے عروہ بن زبیر کے طریق سے روایت کیا ہے کہ: مسور بن مخرمہ نے انہیں بتایا:

مسور بن مخرمہ نے مجھے خبر دی کہ وہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بطور وفد آئے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی ضرورت پوری کی، پھر انہیں بلایا اور فرمایا:

اے مسور! تمہاری وہ (پہلی) تنقید ائمہ پر کیا ہوئی؟

مسور نے جواب دیا: اسے جانے دیجیے، اور جس مقصد کے لیے ہم آئے ہیں، اس میں اچھا سلوک فرمائیے۔

---

[1]: ھنات: یہ ھنہ کی جمع ہے، اور یہاں مراد اس سے فتنہ اور نئے حالات یا امور ہیں۔ النووي : شرح صحیح مسلم ۲٤١/١٢. ۲٤١/١٢

[2]: اس حدیث میں اس شخص سے قتال کرنے کا حکم ہے جو امامِ وقت کے خلاف خروج کرے، یا مسلمانوں کی صف کو توڑنے کی کوشش کرے، اور اسی جیسے دیگر امور کرے۔ ایسے افعال سے روکا گیا ہے، اور اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے قتال کیا جائے، اور اگر اس کا شر محض قتل کے بغیر دفع نہ ہو تو پھر اسے قتل کیا جائے، اور اس کا خون ضائع (یعنی غیر محفوظ) ہوگا۔ النووي : شرح صحیح مسلم ۲٤١/١٢

[3]: مسلم : صحیح مسلم بشرح النووي ۲٤١/١٢

[4]: المسور بن مخرمہ الزہری القرشی، صحابہ کرام میں سے تھے اور عمر میں چھوٹے صحابی شمار ہوتے ہیں۔ ان کی والدہ عاتکہ بنت عوف تھیں، جو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خاص ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے اور فضیلت و دینداری میں ممتاز تھے۔ انہوں نے عبداللہ بن زبیر کے ساتھ مکہ کے محاصرے میں شرکت کی اور اسی دوران سنہ 64 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر : الإصابة ١١٩/٦

معاویہ نے کہا: نہیں، میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا جب تک تم وہ بات خود اپنی زبان سے نہ کہو جس پر تم مجھے عیب لگاتے ہو۔
مسور نے کہا: تو میں نے جو کچھ ان پر عیب شمار کیا تھا، اس میں سے کوئی بات باقی نہ چھوڑی، سب بیان کر دی۔
اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میں اپنے گناہوں سے بری نہیں ہوں۔ لیکن اے مسور! کیا تم ان کاموں میں سے جو ہم لوگوں کے معاملات کی اصلاح کے لیے کرتے ہیں، کسی ایک کو شمار کرتے ہو؟ کیونکہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ یا تم صرف گناہوں کو گنتے ہو اور نیکیوں کو چھوڑ دیتے ہو؟
مسور نے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! ہم تو صرف وہی بات ذکر کرتے ہیں جو گناہوں میں سے نظر آتی ہے۔
معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
تو ہم ہر اس گناہ کا اعتراف کرتے ہیں جو ہم سے سرزد ہوا۔ لیکن اے مسور! کیا تمہارے اپنے ذاتی اعمال میں ایسے گناہ نہیں ہیں جن سے تم ڈرتے ہو کہ اگر اللہ نے انہیں معاف نہ کیا تو وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے؟
مسور نے کہا: کیوں نہیں!
معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
تو پھر تمہیں کیا چیز مجھ سے زیادہ اللہ کی مغفرت کی امید رکھنے کا حق دیتی ہے؟
اللہ کی قسم! جو اصلاح میں کرتا ہوں وہ اس سے زیادہ ہے جو تم کرتے ہو۔
اور اللہ کی قسم! مجھے جب بھی اللہ اور کسی اور کے درمیان کسی ایک کو اختیار کرنے کا معاملہ پیش آیا، تو میں نے اللہ ہی کو ترجیح دی۔
اور میں ایسے دین پر ہوں جس میں عمل قبول ہوتا ہے، نیکیوں کا بدلہ دیا جاتا ہے، اور گناہوں کی سزا بھی دی جاتی ہے، الا یہ کہ اللہ انہیں معاف فرما دے۔
میں ہر نیکی جسے میں نے کیا، اس پر کئی گنا اجر کی نیت رکھتا ہوں۔
اور میں بڑے بڑے امور سرانجام دیتا ہوں، جنہیں میں شمار نہیں کر سکتا، اور نہ ہی کوئی اور شمار کر سکتا ہے جو اللہ کے لیے کام کرتا ہو، جیسے مسلمانوں کے لیے نمازوں کا قیام، اللہ کی راہ میں جہاد،

اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے کرنا، اور دیگر بے شمار امور، جنہیں اگر میں گننے لگوں [1] تو بھی شمار نہ کرسکوں [2]۔ پس تم اس پر غور کرو۔

مسور کہتے ہیں: تب مجھے معلوم ہوگیا کہ معاویہ نے مجھے (اپنی گفتگو سے) لاجواب کردیا ہے۔

عروہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے کبھی مسور کو معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے نہیں سنا، سوائے اس کے کہ وہ ان کے لیے دعا کرتے [3]۔ [4]

(محقق نے کہا: اس کی سند صحیح ہے) [5]

لیکن حجر رضی اللہ عنہ کے لیے وہ وسعت کافی نہ تھی جو مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے لیے کافی ہوگئی تھی، یعنی صرف قولی مخالفت پر اکتفا۔ بلکہ انہوں نے اس سے آگے بڑھتے ہوئے عملی مخالفت اختیار کی، اس کے بعد کہ کوفہ کے شیعوں نے انہیں اس پر آمادہ کیا، پس انہوں نے اُسے موت کی وادی میں دھکیل دیا، جبکہ خود اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔

اور کوفہ کے شیعوں نے یہی بدعملی ایک بار پھر حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ دہرائی [6]، جب انہوں نے انہیں خروج کی ترغیب دی، پھر انہیں بالکل اسی طرح ترک کردیا جیسے پہلے حجر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ چکے تھے۔ پس ہم اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہ کا موقف مقتل حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں:

بہت ساری روایات میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کا ذکر کیا گیا ہے، خاص طور پر مقتل حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، جہاں بعض روایات میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کی دھمکی دی جب وہ ۵۱ ہجری میں ان سے ملنے آئی تھیں، اور اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کی دھمکی بھی دی تھی۔ تاہم، ایسی کوئی روایت صحیح نہیں ہے جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہو۔

---

[1]: وإن عددتها : یعنی اے مسور! اگر میں ان کو شمار بھی کروں۔

[2]: الأمور التي لست أحصيها : یہ معاویہ کا قول ہے، اور اس سے ان کا مقصود وہ گناہ ہیں جو انہوں نے کیے۔

[3]: صلى عليه : یعنی اس کے لیے دعا کی۔

[4]: ابن سعد . الطبقات (تحقيق د.عبد العزيز السلومي) ١/١٤٨-١٤٩

[5]: المصدر السابق

[6]: خصوصاً امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی تحریک پر نظر ڈالیں: طبری: تاریخ 347 / 5؛ محمد الشیبانی: مواقف المعارضة في خلافة يزيد بن معاویہ، صفحہ 165

البتہ، ان کا اصل موقف وہ ہے جو ابن عسا کر نے بیان کیا ہے:

قال : أخبرنا أبو عبد الله البلخي[1] أنبأنا أبو القاسم بن العلاف[2] أنبأنا علي بن أحمد[3] نبأنا أبو القاسم سالم[4] نبأنا عبد الله[5] حدثني أبو الحسن العطار[6] نبأنا أحمد أحمد ابن شبويه[7] حدثني سليمان بن صالح[8] حدثني عبد الله بن المبارك[9] ، عن عبيد الله بن أبي زياد[10] عن ابن أبي مليكة[11] :

معاویہ رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اجازت طلب کرنے آئے، تو انہوں نے انہیں اجازت نہ دی۔ پھر ان کے غلام، جس کا نام ذکوان تھا، باہر آئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس غلام سے کہا: افسوس! مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہونے دو، کیونکہ وہ مجھ سے ناراض ہیں۔ وہ غلام مسلسل عائشہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرتا رہا، یہاں تک کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجازت دی، اور وہ غلام ان کے

---

[1]: الحسین بن محمد بن خسرو، ابوعبداللہ البلخی، محدث تھے اور ان سے بہت ساری حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں نرمی پائی جاتی تھی۔ ابن حجر : لسان الميزان ٣١٢/٢

[2]: عبدالواحد بن علی، ابوالقاسم بن العلاف، صدوق تھے اور 486 ہجری میں وفات پائی۔ الذهبي : ٦٠٤/١٨ السير

[3]: علی بن احمد بن الحمامی، صدوق تھے اور 417 ہجری میں وفات پائی۔ الخطيب البغدادي : تاريخ بغداد ٣٢٩/١١

[4]: وہ القاسم بن سالم، ابوصالح الاخباری تھے، عبداللہ بن احمد بن حنبل کے شاگرد تھے۔ الخطیب البغدادی نے ان کے بارے میں اپنی کتاب میں نہ تو کوئی جرح ذکر کی ہے اور نہ ہی کوئی تعدیل کی ہے۔ الخطيب البغدادي جرحا أو تعديلاً. المصدر السابق ٤٤٩/١٢

[5]: عبد الله بن أحمد بن حنبل ، ثقة (تقدم) .

[6]: وہ محمد بن محمد بن عمر بن الحکم ہیں، کنیت ابوالحسن ہے، ابن العطار کے نام سے معروف تھے۔ ثقہ تھے، اور 268 ہجری میں وفات پائی۔ المصدر السابق ٢٠٣/٣

[7]: أحمد بن شبويه المروزي ، ثقة (تقدم) .

[8]: سليمان بن صالح الليثي ، ثقة (تقدم) .

[9]: عبد الله بن المبارك المروزي ، ثقة (تقدم) .

[10]: عبیداللہ بن ابی زیاد الشامی الرصافی، بنی امیہ کے مولیٰ تھے، ثقہ ہیں، اور 158 ہجری میں وفات پائی۔ المزي : تهذيب الكمال ٣٩/١٩

[11]: عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ، عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے مولیٰ ذکوان سے روایت کرتے ہیں، ثقہ ہیں، فقیہ ہیں، 117 ہجری میں وفات پائی۔ صحاح ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔ المزي : تهذيب الكمال ٢٥٦/١٥؛ ابن حجر : التقريب . ٣١٢

سامنے مجھ سے زیادہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمانبردار تھا۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے آئے، تو انہوں نے کہا:

امی، آپ کو مجھ سے کیا شکایت ہے؟ اللہ آپ پر رحم کرے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم پر مجھے حجر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں غصہ تھا کیونکہ تم نے انہیں قتل کیا۔

تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جہاں تک حجر اور اس کے ساتھیوں کا معاملہ ہے، تو مجھے ان کے بارے میں خوف تھا، اور مجھے یہ اندیشہ تھا کہ ایک فتنے کا آغاز ہوگا، جس میں خون ریزی ہوگی اور حرمتیں پامال ہوں گی، اور آپ مجھ سے خوف زدہ ہیں، تو مجھے چھوڑ دیں، اللہ میرے ساتھ جو چاہے کرے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے تمہیں چھوڑ دیا، اللہ کی قسم، میں نے تمہیں چھوڑ دیا، اللہ کی قسم، میں نے تمہیں چھوڑ دیا، اللہ کی قسم۔ [1]

اسی سند کے ساتھ ابن عساکر نے بھی ایک روایت نقل کی ہے، اس طریق سے:

عبد الله بن أحمد بن حنبل ، قال : حدثنا أبي[2] نبأنا عفان[3] نبأنا إسماعيل بن إبراهيم بن علية[4] نبأنا أيوب[5] عن عبد الله بن أبي مليكة[6] أو غيره . شك إسماعيل[7] ، [8] قال :

جب معاویہ (رضی اللہ عنہ) مدینہ آئے تو عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس داخل ہوئے، تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے حُجر کو قتل کیا؟

---

[1]: ابن عساكر : تاريخ دمشق (مخطوط) ٢٧٤ ، ٢٧٣/٤

[2]: أحمد بن حنبل ، ثقة (تقدم) .

[3]: عفّان بن مسلم الباہلی، ثقہ اور ثبت ہیں، 219 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر : التقريب ٣٩٣

[4]: اسماعیل بن ابراہیم بن مُقسم اسدی، ابن عُلیہ کے نام سے مشہور، ثقہ حافظ ہیں، 193 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر : التقريب. ١٠٥

[5]: ایوب بن کیسان السختیانی، ثقہ، ثبت اور حجت ہیں، 131 ہجری میں وفات پائی۔ ابن حجر : التقريب ١١٧

[6]: عبد الله بن أبي مليكة ، ثقة (تقدم)

[7]: اسماعیل نے اس میں شک کیا ہے۔

[8]: خبر کا مصدر جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاویہ کو حجر کے معاملے میں عتاب کرنا بیان کیا گیا ہے، وہ ابن ابی ملیکہ ہیں جیسا کہ پچھلی روایت میں ذکر کیا گیا، اور اسی کے ساتھ اسماعیل بن عُلیہ کا شک بھی دور ہو جاتا ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا ام المؤمنین، میں نے یہ سمجھا ہے کہ لوگوں کی بہتری کے لیے کسی شخص کا قتل ہونا، ان کے فساد میں زندہ رہنے سے کہیں بہتر ہے۔ [1]

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا ولی عہد کے لیے انتخاب

[۲۲۵] قال الطبری:

(اور اسی سال [2] معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنے بیٹے یزید کی بیعت کی دعوت دی، اور اُسے ولی عہد مقرر کیا) [3]

[۲۲۶] حدثني الحارث ، قال : حدثنا علي بن محمد ، قال : حدثنا أبو إسماعيل الهمداني وعلي بن مجاهد ، قالا : قال الشعبي :

(مغیرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ضعیفی کی شکایت کی اور مستعفی ہونا چاہا معاویہ رضی اللہ عنہ نے استعفیٰ منظور کر لیا اور سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مقرر کرنا چاہا یہ خبر ابن اخنیس کاتب مغیرہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی یہ سعید بن عاص کے پاس پہنچا ان سے یہ حال بیان کر دیا اس وقت سعید رضی اللہ عنہ کے پاس ربیع یا ربیعہ خزاعی بیٹھا ہوا تھا اس نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ میں سمجھا ہوں کہ امیر المومنین اب تم سے آزردہ ہیں۔ میں نے تمہارے کاتب ابن اخنیس کو سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا اس سے یہ کہہ رہا تھا کہ امیر المومنین اب تم کو کوفہ کا امیر مقرر کرنے والے ہیں۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وہ ویسا ہی نہیں کہہ رہا جیسا کہ اعشیٰ نے کہا تھا؟ ؎

کیا تمہارا رب تم سے غائب ہو گیا ہے کہ تم پر تنگی آ گئی؟

شاید تمہارا رب دوبارہ تمہاری مدد کے ساتھ پلٹے۔ ذرا صبر تو کرو!

ٹھہرو میں یزید کے پاس جاتا ہوں مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے پاس جا کر بیعت لینے کا ذکر کیا۔ یزید نے یہ ذکر اپنے باپ تک پہنچا دیا اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر مغیرہ رضی اللہ عنہ کو امارت کوفہ پر واپس کیا اور حکم دیا کہ یزید کی بیعت کے لیے کچھ فکر کرے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ کا

---

[1]: ابن عساکر : تاریخ دمشق (مخطوط) ٢٧/٤

[2]: في سنة ٥٦هـ

[3]: ٣٠١/٥

دورہ کوفہ میں ہوا تو ابن اخنیس نے آ کر کہا: واللہ! میں نے کوئی خیانیت و بے وفائی آپ کے ساتھ نہیں کی نہ آپ کی امارت کو میں برا سمجھتا ہوں بات اتنی ہے کہ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کا مجھ پر احسان ہے انہوں نے میرے لیے زحمت اُٹھائی ہے۔ میں نے ان کی شکر گزاری کر دی مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فکر کی اور اسی باب میں ایک قاصد بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا)[1]

[٢٢٧] حدثني الحارث ، قال : حدثنا علي ، عن مسلمة ، قال :

(معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو خط لکھ کر اس باب میں مشورہ اس سے کیا زیاد نے عبید بن کعب نمیری[2] کو بلا کر کہا کہ مشورہ کے لیے کوئی نہ کوئی امین ضرور ہو جاتا ہے دو عادتیں ایسی ہیں جس نے لوگوں کو خراب کر رکھا ہے[3] افشائے راز اور نا اہل کی خیر خواہی بس محرم راز اگر ہو سکتے ہیں تو دو شخص ہو سکتے ہیں ایک تو مرد دیندار جو آخرت کا امیدوار ہو دوسرے دنیا دار شریف النفس جسے اپنی عزت بچانے کی عقل ہو۔ میں نے یہ دونوں وصف[4] تم میں دیکھے اور مجھے پسند آئے اس وقت میں نے تم کو ایک ایسی بات کہنے کے لیے لکھا ہے کہ یزید کے لیے بیعت لینے کا انہوں نے ارادہ مصمم کر لیا ہے اور ان کو لوگوں کے بیزار ہونے کا خوف بھی ہے اور ان کے اتفاق کرنے کی آرزو بھی ہے اور اس باب میں مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں لیکن اسلام کا تعلق[5] اور ذمہ داری[6] بہت بڑی چیز ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ یزید کی طبیعت میں کاہلی و سہل انگاری[7] بہت ہے اس پر طرہ یہ کہ سیر و شکار کا گرویدہ ہے میں چاہتا ہوں کہ تم میری طرف سے امیر المومنین کے پاس جاؤ اور یزید کے حالات جو میں نے بیان کیے ہیں ان سے بیان کر دو اور یہ کہو کہ ابھی تامل کیجیے آپ جو چاہتے ہیں یہ بات ہو کر رہے گی[8]۔ جلدی نہ کیجیے۔ جس تاخیر میں مطلب ہو وہ اس تعجیل سے بہتر ہے جس میں مقصود کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

---

[1]: ٣٠٢-٣٠١/٥

[2]: عبید بن کعب النمری، ان افراد میں سے تھے جنہوں نے عائشہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی حمایت کی تھی، جب وہ بصرہ آئے تھے۔ الطبري : التاريخ ٤٧٤/٤

[3]: أبدعتهم : یہ ایک مذمت کی صورت ہے۔ ابن منظور: لسان العرب ٧/٨

[4]: عجمتهما: اس کا مطلب ہے: انہوں نے انہیں خبر دی۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط ١٤٦٦

[5]: العلاقةُ: الدعوی کا ترجمہ ہے۔ ابن منظور : لسان العرب ٢٦٦/١٠

[6]: الضمان: حفاظت اور دیکھ بھال۔ المصدر السابق ٢٥٨/١٣

[7]: الرِّسلہ: نرمی اور آرام۔ المصدر السابق ٢٨٢/١١

[8]: أقمن : أحری کا ترجمہ ہے۔ المصدر السابق ٣٤٦/١٣

عبید نے کہا: کیا اس کے علاوہ اور کوئی بات آپ کے خیال میں نہیں۔
زیاد نے کہا: اور کیا بات ہو سکتی ہے۔
عبید نے کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ کے رائے پر اعتراض نہ کرنا چاہیے ان کے بیٹے کی طرف سے ان کو نفرت دلانا مناسب نہیں ہے۔ میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے چھپ کر یزید سے ملاقات کروں گا اور تمہاری طرف سے کہوں گا کہ اس سے کہ ''امیر المومنین نے تمہاری بیعت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے بعض امور سے لوگ بیزار ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری بیعت میں وہ مخالفت کریں گے میری رائے یہ ہے کہ جن باتوں سے لوگ بیزار ہیں تمہیں چاہیے کہ وہ سب باتیں ترک کردو۔ اس سے امیر المومنین کی بات بالا ہو جائے گی اور تم جو چاہتے ہیں وہ کام بھی آسانی سے ہو جائے گا اس طرح کرنے میں تم یزید کے بھی خیر خواہ ٹھہرو گے اور امیر المومنین کو بھی خوش رکھو گے اور ذمہ داری امت اسلام کا جو تمہیں خوف ہے اس سے بھی بچے رہو گے۔
زیاد نے کہا: ''تمہاری رائے تیر بہدف ہوگئی بس اب خیر و برکت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ اگر بہتری ہوئی تو کیا پوچھنا۔ جو چوک ہوگئی تو بھی یہ فعل بے لاگ ہوگا اور اللہ نے چاہا تو خطا سے محفوظ رہے گا''۔
عبید نے کہا: تم اپنی رائے سے یہ بات کہتے ہو اللہ کو جو منظور ہے وہ غیب میں ہے۔''
عبید یزید کے پاس پہنچا اور اس سے گفتگو کی۔ اور زیاد نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو تامل کرنے کے لیے لکھا اور جلدی کرنے کو منع کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو مان لیا اور یزید نے اکثر افعال کو ترک کر دیا۔ عبید جب زیاد کے پاس واپس آیا تو زیاد نے اسے جاگیر عطا کی[1])[2]

[٢٢٨] حدثني الحارث ، قال : حدثنا علي ، قال :

(زیاد جب مر گیا[3] تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک تحریر نکالی اور لوگوں کے سامنے پڑھی اس میں یزید کے جانشین کرنے کا مضمون تھا اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت واقع

---

[1]: القطیعة: بکریوں، اونٹوں اوران کے ہم جنس جانوروں کا گروہ۔ المصدر السابق ٢٨١/٨
[2]: ٢/٥، ٣٠٣-٣٠٣
[3]: زیاد کا انتقال سنہ 53 ہجری میں ہوا۔ الطبري : التاريخ ٢٨٨/٥

ہوتو یزید ولی عہد ہوگا۔ یہ سن کر پانچوں شخصوں [1] کے سواسب [2] لوگ یزید کی بیعت پر تیار ہوگئے) [3]

[۲۲۹] حدثني يعقوب بن إبراهيم ، قال : حدثنا إسماعيل بن إبراهيم ، قال : حدثنا ابن عون ، قال : حدثني رجل بنخلة ، قال :

حسین بن علی وابن عمر وابن زبیر وعبدالرحمٰن بن ابی بکر وابن عباس رضوان اللہ علیھم اجمعین نے بیعت نہیں کی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ آکر حسین بن ابن علی رضی اللہ عنہما کو بلا بھیجا اور کہا: اے فرزند برادر قریش میں سے پانچ شخصوں کے سوا جن کے سرگروہ تم ہو اور سب لوگ بیعت کرنے پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

کہا: میں کیا ان کا سرگروہ ہوں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! تمہیں ان لوگوں کے سرگروہ ہو۔

کہا: ان لوگوں کو بلاؤ اگر وہ بیعت کرلیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں ورنہ میرے بارے میں کسی امر کی تعجیل نہ کرنا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم ایسا کروگے؟

کہا: ہاں!

یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے پہلے انکار کیا [4] آخر قبول کرلیا اور باہر نکل آئے۔ یہاں ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی تاک میں راہ میں بٹھا دیا تھا۔ اس نے پوچھنا شروع کیا کہ تمہارے بھائی ابن زبیر رضی اللہ عنہما پوچھ رہے ہیں کہ کیا معاملہ ہے اور اصرار کرتا ہی رہا بآخر کچھ مطلب پا گیا۔

اب معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلا بھیجا۔ ان سے کہا پانچ شخصوں کے سوا جن کے تم سرگروہ ہو سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں آخر مطلب مخالفت کرنے سے تمہارا کیا ہے۔

---

[1]: ان کا ذکر اگلی روایت میں آئے گا۔

[2]: استوسق کا مطلب ہے: جمع ہوگئے، یکجا ہوگئے۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط ١١٩٩

[3]: ٣٠٣/٥

[4]: التُوی کا مطلب ہے: سستی یا بوجھ محسوس کرنا، یا کسی کام میں تردّد و تاخیر کرنا۔ الفيروز آبادي : القاموس المحيط . ١٧١٦

ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا میں ان کا سرگروہ ہوں۔
کہا: ہاں! تمھیں ان کے سرگروہ ہو۔ کہا: ان سب کو بلاؤ وہ بیعت کرلیں تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ ورنہ میرے بارے میں کسی امر کی تعجیل نہ کرنا۔
کہا: کیا تم ایسا کرو گے؟
کہا: ہاں!
معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں گے۔
کہا: اے امیر المومنین ہم لوگ اللہ عزوجل کے حرم میں ہیں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کے نام پر عہد کرنا امر عظیم ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے عہد سے انکار کیا اور باہر چلے گئے۔
اب معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بلا بھیجا۔ اور ان کے ساتھ بہت نرمی سے باتیں کیں۔ کہا میں نہیں چاہتا کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بعد اس طرح چھوڑ جاؤں۔ جیسے گلہ گوسپند جس کا چرواہا کوئی نہ ہو اور قریش میں پانچ شخصوں کے سوا جن کے سرگروہ تم ہو سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ایسی بات کیوں نہ کروں جس میں کچھ برائی بھی نہیں ہے خونریزی بھی نہ ہو تمہارا کام بھی ہو جائے۔
معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا ہی چاہتا ہوں۔
کہا: آپ اپنا تخت (بیعت کے لیے) نکالیں، پھر میں آ کر آپ کی بیعت کرلوں گا کہ تمہارے بعد جس بات پر قوم اتفاق کرے گی میں بھی اس اتفاق میں داخل ہو جاؤں گا۔ واللہ تمہارے بعد اگر کوئی غلام حبشی پر بھی قوم کا اجماع ہو جائے گا تو میں بھی اس اجماع میں داخل ہوں گا۔
کہا: تم ایسا کرو گے؟
کہا: ہاں! ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہہ کر باہر نکل آئے گھر پر آ کر دروازہ بند کر کے [1] بیٹھ رہے۔ لوگ آیا کرتے تھے تو اجازت نہ ملتی تھی۔
اب معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بلا بھیجا۔ کہا اے پسر ابی بکر رضی اللہ عنہما کس دل سے کس جگر سے میری مخالفت تم کر رہے ہو۔ کہا: میں سمجھتا ہوں میرے حق میں یہی بہتر ہے۔ کہا: میں ارادہ کر چکا ہوں کہ تم کو قتل کروں گا۔ کہا: تو ایسا کرے گا تو ساتھ ہی اللہ تجھ

---

[1]: أُطْبِقَهُ: اس کا مطلب ہے اسے ڈھانپ دیا، یا پوری طرح ڈھک دیا۔ ابن منظور: لسان العرب ۲۰۹/۱۰

پر دنیا میں لعنت بھی بھیجے گا اور آخرت میں تجھے دوزخ میں ڈال دے گا۔
اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔ [۱]

نقد النصوص

(متون یا متنی مواد کی جانچ اور تجزیہ)

اکثر مصادر نے ولایتِ عہد کے مسئلے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے اپنے بیٹے کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنے کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ ان مصادر میں سے: خلیفہ بن خیاط [۲] ہیں جنہوں نے یہ خبر تفصیل سے نقل کی ہے، یعقوبی [۳] نے مختصر ذکر کیا ہے، جبکہ مسعودی [۴]، ابن جوزی [۵]، ابن اثیر [۶]، ذہبی [۷] نے اسے مفصل بیان کیا ہے، اور ابن کثیر [۸] وسیوطی [۹] نے مختصراً ذکر کیا ہے۔

یہ اور اس مسئلے کی اہمیت کے پیشِ نظر، میں اس پر گفتگو درج ذیل نکات کے ذریعے تفصیل سے پیش کروں گا:

اوّل: خلفائے راشدین کی خلافت کے انعقاد کا ایک مختصر جائزہ۔

دوم: معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کرنا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر موقف۔

سوم: معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے اپنے بیٹے کو ولی عہد نامزد کرنے کے اسباب۔

اوّل: خلفائے راشدین کی خلافت کے انعقاد کا ایک مختصر جائزہ:

---

[۱]: ۳۰۴-۳۰۳/۵

[۲]: التاریخ ۲۱۳-۲۱۸

[۳]: التاریخ ۲۲۸/۲

[۴]: مروج الذهب ۳۶/۳

[۵]: المنتظم ۲۸۵/۵

[۶]: الكامل في التاريخ ۵۰۳/۳-۵۱۱

[۷]: تاريخ الإسلام (عهد معاوية) ۱۴۷-۱۵۲

[۸]: البداية والنهاية ۷۹/۸

[۹]: تاريخ الخلفاء ۲۲۴

① ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے انعقاد کا طریقہ:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے انعقاد کے بارے میں فرمایا:
مسلمانوں نے ان کی بیعت کی، اور انہیں منتخب کیا، ایسا انتخاب جس کی بنیاد انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان کی فضیلت کے علم پر رکھی۔ اور یہ کہ وہی اس معاملے (خلافت) کے سب سے زیادہ حق دار ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک۔ چنانچہ ان کی خلافت نص اور اجماع، دونوں کے ساتھ ثابت ہوئی۔[1]

② عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیعت کے انعقاد کا طریقہ:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے انعقاد کے بارے میں فرمایا:
(اور جہاں تک عمر رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے خلافت کا عہد کیا، اور مسلمانوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی بیعت کی)[2]

③ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے انعقاد کا طریقہ:

ابن حجر نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے انعقاد کے بارے میں فرمایا:
(ابن بطال[3] نے فرمایا: اس کا حاصل یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فتنہ سے بچنے کے لیے اعتدال کی راہ اپنائی، اور انہوں نے دیکھا کہ خلافت کا تعین مسلمانوں کے معاملات کو بہتر طریقے سے منظم کرے گا، لہٰذا انہوں نے اس کا معاملہ چھ افراد[4] پر معلق کر دیا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کو ترک نہ کیا جائے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا ایک پہلو اختیار کیا، یعنی تعین سے اجتناب، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عمل کا ایک پہلو اختیار کیا، یعنی چھ افراد میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا، اگرچہ اس پر نص نہ ہو)[5]

اور یہ طریقہ جو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنایا، وہ ایک ایسا طریقہ ہے جو عہد اور انتخاب دونوں کو جمع کرتا ہے۔[6]

---

[1]: ابن تيمية : منهاج السنة النبوية ٥٢٤/١
[2]: المصدر السابق ٥٣٢/١
[3]: علی بن خلف بن بطّال البکری، القرطبی پھر البلنسیی (تقدم)۔
[4]: وہ چھ افراد ہیں جنہیں عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کے لیے منتخب کیا تھا۔
[5]: ابن حجر : فتح الباري ٢٢٠/١٣
[6]: د.عبد الله الدميجي : الإمامة العظمى ١٥٤

④ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیعت کے انعقاد کا طریقہ:

عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے خوشی سے اور رضا مندی کے ساتھ ان کی بیعت کی۔

اور یہ وہ حدیث ہے جو احمد بن حنبل نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کی، انہوں نے فرمایا:

(۔۔۔تو لوگ ان کے پاس آئے اور دروازہ پر دستک دی، پھر اندر داخل ہوئے اور کہا: اس شخص کو قتل کر دیا گیا ہے، اور لوگوں کو خلافت کے لیے کسی نہ کسی کو منتخب کرنا ضروری ہے، اور ہم نہیں جانتے کہ اس کا حق دار آپ سے زیادہ کون ہے۔

علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ لوگ مجھے نہ چاہیں، کیونکہ میں آپ کے لیے وزیر بننا امیر بننے سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔

انہوں نے کہا: نہیں، واللہ! ہم نہیں جانتے کہ اس کا حق دار آپ سے زیادہ کوئی اور ہو۔

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ میرے ساتھ متفق نہیں ہیں، تو میری بیعت خفیہ نہیں ہوگی، بلکہ میں مسجد میں جاؤں گا، اور جو چاہے میری بیعت کرے۔

چناں چہ وہ مسجد میں نکلے، اور لوگوں نے ان کی بیعت کی)[1]

(فضائل صحابہ کے محقق نے فرمایا: اس کی سند صحیح ہے)[2]

اور یہ طریقہ جس کے تحت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی، وہ انتخاب کا طریقہ تھا، اور یہ وہی طریقہ ہے جس کے تحت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہوئی۔ کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے بعد کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا۔[3]

اور جو کچھ ابھی ذکر کیا گیا، اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خلافت کے ابتدائی دور میں، خلفائے راشدین کے زمانے میں خلافت کے انعقاد کے دو طریقے تھے، جو کہ یہ ہیں:

الف: انتخاب کا طریقہ

ب: خلافت اور عہد کا طریقہ

دوسرا: معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانے کے لیے انتخاب

---

[1]: أحمد بن حنبل : فضائل الصحابة (تحقيق د.وصي الله بن محمد عباس) ٥٧٣/٢

[2]: المصدر السابق .

[3]: د.عبد الله الدميجي : الإمامة العظمى ١٥٧

اور صحابہ کرام کا اس پر موقف:

معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانے کا انتخاب، حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تھا، یعنی ۵۱ ہجری کے بعد، وہ سال جس میں حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا[1]۔ اس وقت، حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کے شرائط میں یہ شامل تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلافت حسن رضی اللہ عنہ کو منتقل ہو جائے گی۔

اور اس بارے میں ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا:

> (جب معاویہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی تھی، تو انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلافت کا عہدہ دے دیا تھا۔ پھر جب حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو معاویہ کے نزدیک یزید کا معاملہ مضبوط ہو گیا)[2]

اور یہ بات اس الزام کو رد کرتی ہے جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر یہ عائد کیا گیا کہ وہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو ولی عہد بنانے کے خیال کے حامل تھے[3]، کیونکہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۰ ہجری میں ہوا تھا[4]، یعنی حسن رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے۔

یزید بن معاویہ کو ولی عہد بنانے کا تاریخ کا وقت:

مختلف مصادر میں یزید بن معاویہ کو ولی عہد بنانے کی تاریخ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، جو درج ذیل طریقے سے ہے:

1. خلیفہ بن خیاط[5] اور ذہبی[6] نے ذکر کیا ہے کہ یہ ۵۱ ہجری میں تھا۔
2. ابن عبد ربہ[7] نے ذکر کیا ہے کہ یہ (عہد) ۵۵ ہجری میں ہوا تھا۔

---

[1]: اس کی تصدیق پہلے کی جا چکی ہے۔

[2]: ابن كثير : البداية والنهاية ٨٠/٨

[3]: اس فصل کی روایت نمبر [۲۲۶] کو ملاحظہ کریں، اسی طرح ابن أبي الدنيا : الإشراف في منازل الأشراف ۱۲۱؛ الذهبي : تاريخ الإسلام (حوادث ووفيات ٨٠-٦١هـ) ٢٧٢؛ السيوطي : تاريخ الخلفاء .

[4]: خطیب بغدادی نے فرمایا: مغیرہ کا انتقال ۵۰ ہجری میں ہوا، اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ تاريخ بغداد . ١٩١/١

[5]: التاريخ ٢١٣

[6]: تاريخ الإسلام (عهد معاوية) ١٤٧

[7]: العقد الفريد ٣٣٨/٤

(۳) طبری[۱]، ابن جوزی[۲]، ابن اثیر[۳] اور ابن کثیر[۴] نے ذکر کیا ہے کہ یہ (ترشیح) ۵٦ ہجری میں ہوا تھا۔

یہ اور سابقہ تواریخ کے مطالعے کے بعد یہ بات واضح ہوئی کہ یزید بن معاویہ کی ولایتِ عہد کے لیے ترشیح ۵۱ ہجری میں درست نہیں ہے، مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر:

الف: حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات اسی سال ہوئی تھی، یعنی ۵۱ ہجری میں، اور ترشیح کا فیصلہ کرنے کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ کو وقت درکار تھا تاکہ وہ اس پر غور کریں اور مشورہ لیں۔ نیز یہ حکمت کے خلاف ہے کہ ترشیح کا فیصلہ حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے فوراً بعد اعلان کر دیا جائے۔

ب: حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کا قتل بھی اسی سال، یعنی ۵۱ ہجری میں ہوا؛ لہٰذا اس سال یزید بن معاویہ کا ترشیح کرنا بھی حکمت عملی کے خلاف ہے، کیونکہ عوام ایسے جرات مند فیصلوں کے لیے تیار نہیں تھے، جہاں وقت پر اعلان کو کامیابی کے اہم عوامل میں شمار کیا جاتا ہے۔

ج: یزید بن معاویہ کی ولایتِ عہد کے لیے ترشیح مروان بن حکم کی حجاز پر گورنری[۵] کے دوران ہوئی، اور یہ بلاشبہ مروان بن حکم کی دوسری مدتِ ولایت کے دوران پیش آئی، جو ۵۴ سے ۵۷ ہجری تک جاری رہی؛ کیونکہ مروان بن حکم کی پہلی مدتِ ولایت ۴۲ سے ۴۹ ہجری تک تھی۔

اس کے بعد یزید بن معاویہ کی ولایتِ عہد کے اعلان کے لیے دو تاریخیں باقی رہ جاتی ہیں: ۵۵ ہجری اور ۵٦ ہجری۔ یہ دونوں تاریخیں ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں - جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا - لیکن اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کرنے کے اعلان میں تاخیر کیوں کی، یعنی اسے ۵۵ ہجری یا ۵٦ ہجری تک مؤخر کیوں کیا، حالانکہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات ۵۱ ہجری میں ہو چکی تھی؟

اس سوال کا جواب ۵۵ ہجری میں ہونے والے اہم واقعے میں چھپا ہوا ہے، جہاں اس سال سعد

---

[۱]: اس فصل کی روایت نمبر [۲۲۵] ملاحظہ کریں۔

[۲]: المنتظم ۲۸۵/۵

[۳]: الكامل في التاريخ ۵۰۳/۳

[۴]: البداية والنهاية ۷۹/۸

[۵]: البخاري : صحيح البخاري مع الفتح ۴۳۹/۸

بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ [۱] کی وفات ہوئی، جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے خلافت کے لیے منتخب کیے گئے چھ افراد میں آخری تھے۔

بیعتِ امصار:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ۵۵ ہجری میں، معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لینے کا آغاز کیا، اور اس کے بارے میں مختلف علاقوں کو خطوط لکھے۔ یہ بات ابن عبدربہ نے المدائنی کے ذریعے ذکر کی ہے، انہوں نے کہا:

(جب ۵۵ ہجری آئی، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام علاقوں کو لکھا کہ وہ اس کے پاس آئیں، اور ہر علاقے سے کچھ لوگ اس کے پاس آئے۔۔۔ پھر اس نے مروان بن حکم، جو مدینہ کا گورنر تھا، کو لکھا کہ اہل مدینہ کو یزید کی بیعت کی طرف بلاؤ، کیونکہ اہل شام اور عراق نے بیعت کر لی تھی) [۲]

بیعت اہل حرمین:

جیسے ہی معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط مروان بن حکم کے پاس پہنچا جس میں اس سے یزید کی بیعت کے لیے لوگوں کو بلانے کی درخواست کی گئی تھی، مروان بن حکم نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ یہ حدیث بخاری نے صحیح میں یوسف بن ماہک [۳] کے ذریعے نقل کی ہے، انہوں نے کہا:

(مروان حجاز کا والی تھا، اسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا۔ ایک دن وہ خطبہ دے رہا تھا اور یزید بن معاویہ کا ذکر کر رہا تھا تا کہ لوگ ان کی بیعت کریں بعد ازاں ان کے والد (معاویہ رضی اللہ عنہ) کے۔ اس پر عبدالرحمن بن ابی بکر [۴] نے کچھ کہا [۵]، تو (

---

[۱]: ابن سعد: الطبقات (تحقيق د.إحسان عباس) ۱۴۹، ۱۴۸/۳؛ الذهبي: السير ۱۲۴، ۱۲۳/۱؛ ابن حجر: التقريب: ۲۳۲ اسی طرح اس فصل میں حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ کا مبحث بھی ملاحظہ کریں۔

[۲]: ابن عبد ربه: العقد الفريد ۳۳۷/۴-۳۳۹

[۳]: یوسف بن ماہک بن جزاد، فارسی نژاد، مکی، ثقہ تھے، اور ان کی وفات ۱۰۶ ہجری میں ہوئی، بعض روایات کے مطابق ان کی وفات اس سے پہلے ہوئی۔ ان کے بارے میں چھ کتب حدیث میں روایات موجود ہیں۔ ابن حجر: التقريب ۶۱۱

[۴]: عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

[۵]: کہا گیا کہ وہ (یعنی عبدالرحمن بن ابی بکر) نے کہا: اے بنو امیہ کے گروہ، تمہارے لیے تین میں سے ایک کا انتخاب کرنا ضروری تھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، یا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت، یا عمر رضی اللہ عنہ کی سنت۔۔۔ خبردار، تم چاہتے تھے کہ اسے قیصرانہ بنا دو، جیسے ہر بار جب قیصر مر جائے، تو قیصر آجاتا ہے۔

مروان) نے کہا: انہیں پکڑ لو۔ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے، مگر وہ انہیں پکڑ نہ سکے [1]۔ پھر مروان نے کہا: یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِيٓ) [2]۔ عائشہ رضی اللہ عنہا پردے سے کہنے لگیں: اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں کوئی آیت نازل نہیں کی، سوائے اس کے کہ اللہ نے میری براءت نازل کی ہے [3]) [4]

مذکورہ بالا سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ مروان بن حکم وہ ذمہ داری پوری کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے جو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کے سپرد کی تھی۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود حجاز جانے اور اس اہم مسئلے میں صحابہ کے موقف کو جاننے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ عمرہ کے لیے ۵۶ ہجری کے ماہ رجب [5] میں آئے، اور یہی بات ابونعیم الاصبہانی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے، اُس نے کہا:

---

[1]: ''فلم یقدروا علیہ'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس پر قابو نہیں پا سکے یا وہ اس کے پیچھے داخل ہونے سے رک گئے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا احترام کرتے ہوئے ان کے پیچھے داخل نہیں ہونا چاہتے تھے۔

[2]: سورة الأحقاف : الآية (١٧).

[3]: اللہ نے ہمارے بارے میں قرآن میں کوئی ایسی چیز نازل نہیں کی جس سے ہمیں عیب لگا ہو، سوائے اس کے کہ اللہ نے میری براءت نازل کی، یعنی وہ آیت جو سورہ النور میں اہلِ افک کے بارے میں آئی، اور میری بے گناہی کو اس بات سے برأت دی جس کا انہوں نے مجھے الزام لگایا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا مقصد فینا سے مراد بنی ابوبکر ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی ایسی آیت کے نزول کا انکار کر رہی ہیں جو ان کی توہین یا ذم کے طور پر آئی ہو۔

[4]: البخاري : صحيح البخاري مع الفتح ٤٣٩/٨

[5]: اليعقوبي : التاريخ ٢٣٨/٢؛ الطبري : التاريخ ٣٠١/٥؛ ابن الجوزي : المنتظم ٢٨٥/٥؛ ابن الأثير : الكامل في التاريخ ٥٠٣/٣؛ ابن كثير : البداية والنهاية ٧٨/٨

حدثنا محمد بن علي[1] حدثنا الحسين بن مودود[2] حدثنا سليمان بن يوسف[3] حدثنا يعقوب بن إبراهيم بن سعد[4] حدثنا أبي[5] عن صالح بن كيسان[6] عن ابن شهاب[7] قال : أخبرني القاسم بن محمد بن أبي بكر[8]:

(جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ عبداللہ بن عمر، عبدالرحمن بن ابی بکر، اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے بچنے کے لیے مدینہ سے نکل کر کعبہ کی پناہ لی ہے، تو جب معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ پہنچے تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تنعیم[9] کے مقام پر ان سے ملے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ہنسی مذاق کیا، اور اموال[10] کے بارے میں گفتگو کی، لیکن اس معاملے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا جو اُن تک پہنچ چکا تھا (یعنی بیعت سے انکار کا معاملہ)

پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے ہوئی، اور ان سے یزید کے معاملے پر گفتگو ہوئی۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر کو

---

[1]: محمد بن علی بن حُبیش، ابوالحسین النّاقد، کے بارے میں ابونعیم اصفہانی نے فرمایا: وہ ثقہ ہیں، اور ان کا انتقال ۳۵۹ ہجری میں ہوا۔ الخطيب البغدادي : تاريخ بغداد ۸٦/۳

[2]: الحسین بن محمد بن أبي معشر، مودود السُّلمی، ابوعُروبہ، نیکوکار ثقہ راویوں میں سے تھے۔ ان کا انتقال ۳۱۸ ہجری میں ہوا۔ الذهبي : تذكرة الحفاظ ۷۷٤/۲

[3]: درست نام سلیمان بن سیف ہے، نہ کہ یوسف بن یحییٰ۔ سلیمان بن سیف، کنیت ابوداود الحرانی، ثقہ ہیں، اور ان کا وصال ۲۷۲ھ میں ہوا۔ المزي :تهذيب الكمال . ٤٥٠/١١

[4]: یعقوب بن ابراہیم بن سعد الزہری، ثقہ اور فاضل ہیں، ان کا وصال ۲۰۸ھ میں ہوا۔ ابن حجر : التقريب . ٦٠٧

[5]: ابراہیم بن سعد الزہری، ثقہ اور حجت ہیں، ان پر کلام کیا گیا مگر وہ قادح (جرح کے قابل) نہیں، ان کا وصال ۱۸۵ھ میں ہوا۔ ابن حجر : التقريب ۸۹

[6]: صالح بن کیسان مدنی، ثقہ، ثبت اور فقیہ (بہت پختہ راوی اور فقیہ) ہیں، ان کا انتقال ۱۳۰ھ یا ۱۴۰ھ کے بعد ہوا۔ ابن حجر : التقريب ۲۷۳

[7]: محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، فقیہ اور حافظ، جن کی جلالت اور امانت پر متفق ہیں، ان کی عظمت اور پختگی پیشتر ذکر ہو چکی ہے۔

[8]: القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، ثقہ اور مدینہ کے ایک بڑے فقیہ تھے۔ انہوں نے بہت سی اہم علمی خدمات انجام دیں اور ان کی وفات 106 ہجری میں ہوئی۔ ابن حجر نے انہیں التقریب میں ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن حجر : التقريب ٤٥١

[9]: التنعیم ایک مقام ہے جو مکہ مکرمہ میں شہر سے باہر، شہر کی طرف آنے والے راستے پر واقع ہے۔ ياقوت : معجم البلدان ٤٩/٢

[10]: لعل الصواب: شاید صحیح بات احوال ہے۔

بلایا اوراس سے کہا: یہ سب تمہارا ہی کام ہے، تم نے ان دونوں آدمیوں کو بہکا دیا، اور اس (انکارِ بیعت) کی بنیاد تم نے ہی رکھی ہے۔ تم تو ایک چالاک لومڑی ہو، جو ایک بل سے نکلتا ہے تو فوراً دوسرے میں گھس جاتا ہے۔

ابن زبیر نے جواب دیا: میرے اندر کوئی بغاوت نہیں، لیکن مجھے یہ گوارا نہیں کہ دو افراد کی بیعت کر بیٹھوں۔ (اگر ایسا کیا تو) ہم تم دونوں میں سے کس کی اطاعت کریں گے، جبکہ تمہیں عہد و پیمان دے چکا ہوں؟

اگر تم (معاویہ) امارت سے اکتا گئے ہو تو یزید کی بیعت کر لو، ہم بھی تمہارے ساتھ اس کی بیعت کر لیں گے۔ پھر جب ان لوگوں نے (یزید کی بیعت سے) انکار کیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: خبردار! لوگوں کی باتیں گہرائی رکھتی ہیں [1]، اور مجھے ان چند لوگوں کے بارے میں کچھ ایسی باتیں پہنچی تھیں جنہیں میں نے جھوٹ پر مبنی پایا، اور یہ لوگ (پہلے) سن چکے، اطاعت کر چکے، اور اس صلح میں داخل ہو چکے تھے جس میں امت داخل ہوئی تھی) [2]

اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی حجاز آنے کی خبر تاکہ وہ اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لے سکیں، اسے بھی بخاری نے حسن سند کے ساتھ نقل کی ہے، کہا:

حدثني يحيى بن صالح [3] حدثنا إسحاق بن يحيى الكلبي [4] حدثنا الزهري [5] حدثنا القاسم بن محمد بن أبي بكر [6] :

(کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے جب انہیں خبر ملی کہ ابن عمر [7]، عبدالرحمن بن ابو بکر، اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے بچنے کے لیے کعبہ کی طرف پناہ لی۔ ابن ابو بکر رضی اللہ عنہ زیادہ دیر تک نہ رہے اور تھوڑی مدت کے بعد

---

[1]: الغور: کا مطلب ہے کسی چیز کا گہرا اور دور تک پھیلا ہوا ہونا۔ ابن منظور : لسان العرب ۳۳/۵

[2]: أبو نعيم الأصبهاني : حلية الأولياء ١/٣٣٠-٣٣١

[3]: یحییٰ بن صالح الوحاظی، صدوق ہیں۔ (تفصیل گذر چکی ہے)

[4]: اسحاق بن یحییٰ الکلبی، صدوق ہیں۔ ابن حجر : التقريب ١٠٣

[5]: محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، جن کی جلالت اور اتقان پر اتفاق ہے۔

[6]: القاسم بن محمد بن أبي بكر الصديق ، ثقة (تقدم)

[7]: عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

وفات پا گئے، اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہو گئے)[1]

اور یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یزید بن معاویہ کی بیعت کی صحت کا کیا معیار ہے؟

اور اس سوال کا جواب دینے سے پہلے محقق منصف کو چاہیے کہ وہ اس مسئلے کو ان واقعات سے الگ کرے جو یزید بن معاویہ کے دور میں پیش آئے، جو کہ غمگین تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۚ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ)[2]

اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، انصاف کرو کہ یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اس سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

اور شاید اس اہم سوال کا سب سے بہتر جواب ہمیں جلیل القدر صحابی عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما دے سکتے ہیں، اور یہی بات امام بخاری نے اپنی صحیح میں نافع کے طریق سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا:

(جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو توڑا[3] تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خادموں[4] اور بچوں کو جمع کیا اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،

---

[1]: البخاري : التاريخ الصغير ١/١٢٩-١٣٠

[2]: سورة المائدة : الآية (٨).

[3]: اور یہ واقعہ 63 ہجری میں پیش آیا۔

[4]: الحشم: اس سے مراد عصبہ یعنی قریبی لوگ ہوتے ہیں، اور یہاں مراد ہے اس کے خادم اور وہ لوگ جو اس کے لیے غصہ کرتے ہیں۔ ابن حجر : فتح الباري ٧٦/١٣

آپ فرما رہے تھے: ''ہر دھوکہ دینے والے کے لیے قیامت کے دن[1] ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔'' یقیناً ہم نے اس آدمی کی اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی ہے[2] اور میرے علم کے مطابق اس سے بڑھ کر کوئی غدر (دھوکہ) نہیں کہ کسی شخص کی اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی جائے اور پھر اس کے خلاف جنگ کی جائے۔ اور جو کوئی تم میں سے اس کی بیعت توڑ کر کسی دوسرے کی بیعت خلافت کرتا ہے تو میرے اور اس کے درمیان کوئی تعلق[3] نہیں، میں اس سے علیحدہ ہوں)[4]

تیسرا: معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کرنے کے اسباب:

اس میں کوئی شک نہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کرنا اجتہاد کے دائرے میں آتا ہے، اور انہوں نے اجتہاد کیا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جب کوئی حاکم فیصلہ کرے، پھر اجتہاد کرے اور درست نتیجے پر پہنچے تو اسے دو اجر ملتے ہیں، اور اگر وہ اجتہاد کرے اور خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے)[5]

اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا ولی عہد کے بارے میں سوچنا اس کا جواز رکھتا ہے، کیونکہ وہ امت کو بے راہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ اور ولی عہد کی اہمیت کے بارے میں ابن حزم کہتے ہیں:

(اور یہی وہ راستہ ہے جسے ہم اختیار کرتے ہیں اور دیگر راستوں کو ناپسند کرتے ہیں، کیونکہ اس راستے میں امامت کا تسلسل، اسلام اور اس کے پیروکاروں کے امور کا استحکام، اختلافات اور فساد کا خدشہ کم ہوتا ہے، جو کہ دوسرے راستوں میں امت میں

---

[1]: ينصب لكل غادر لواءٌ يوم القيامة: اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر غدار کے لیے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا تاکہ وہ سب کے سامنے رسوا ہو۔ اس میں غداری کی شدید مذمت ہے، چاہے غداری کرنے والا خود حکم دینے والا ہو یا کسی کے حکم پر عمل کرنے والا۔

[2]: على بيع الله ورسوله: اس کا مطلب ہے اس شرط پر بیعت کرنا جو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کی بیعت کے لیے مقرر کی ہے۔ یعنی جب کوئی شخص کسی امیر سے بیعت کرتا ہے تو گویا اس نے اس کی اطاعت پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور اس کے بدلے میں اسے کچھ عطا ملا، تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص کوئی چیز بیچ کر اس کی قیمت وصول کرے۔

[3]: الفیصل: یعنی فیصلہ کن بات، مراد ہے وہ چیز یا بات جو قطعیت کے ساتھ دو موقفوں میں فرق کر دے۔ ابن حجر: فتح الباري ٧٧/١٣

[4]: البخاري: صحيح البخاري مع الفتح ٧٤/١٣

[5]: البخاري: صحيح البخاري مع الفتح ٣٣٠/١٣

انتشار، معاملات کے بگڑنے، نفوس کے بڑھنے اور طمع کی ابتدا کا باعث بن سکتا ہے)[1]
اس کے علاوہ، چونکہ یہ عمل جو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا حساس نوعیت کا تھا، بعض مصادر نے اس جرات مندانہ فیصلے کے پیچھے چھپے ہوئے اسباب کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور اس بارے میں اپنے خیالات پیش کیے ہیں۔
اور ابن کثیر بھی ان مسائل پر غور کرنے والوں میں سے تھے، اور اس پر انہوں نے کہا:

(اور جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی تھی، تو انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ کو خلافت کا عہد دے دیا تھا۔ اور جب حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید کا معاملہ مضبوط ہو گیا، اور انہوں نے یزید کو اس کا اہل سمجھا۔ یہ والد کی اپنے بیٹے سے محبت کا نتیجہ تھا، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید میں دنیاوی ذکاوت، بادشاہوں کی خصوصیات، جنگوں کی سمجھ، اور حکمرانی کے انتظام میں اس کی مہارت کو دیکھا تھا۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا گمان تھا کہ صحابہ کے کسی اور بیٹے میں یہ صلاحیت نہیں ہو سکتی تھی)

اور اسی لیے انہوں (معاویہ رضی اللہ عنہ) نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی تقریر میں کہا: مجھے خوف تھا کہ میرے بعد رعایا کو بے راہ چھوڑ دیا جائے گا جیسے بارش کے بعد بکریوں کا ریوڑ ہوتا ہے جس کے لیے کوئی چرانے والا نہیں ہوتا۔[2]
ابن کثیر نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانے کے فیصلے کی تین اہم وجوہات بیان کیں:

1. عاطفة الأبوة: (والد کی محبت) معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی ایک اہم وجہ تھی۔
2. جو دنیوی خوبی معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید میں دیکھی۔
3. معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس بات کا خوف کہ اگر انہوں نے امت کو بغیر رہبر کے چھوڑ دیا تو وہ تفرقے اور اختلاف کا شکار ہو جائیں گے۔

جو لوگ اس مسئلے پر بحث کرنے والے تھے ان میں ابن خلدون بھی شامل ہیں، جنہوں نے ابن کثیر کے بعض خیالات سے اتفاق کیا اور بعض میں ان سے اختلاف کیا۔ یہاں ابن خلدون کا

---

[1]: ابن حزم : الفصل ١٦/٥
[2]: ابن كثير : البداية والنهاية ٨٠/٨

قول پیش کیا جارہا ہے:

(۔۔۔ اوراس معاملے میں امام پر کوئی تہمت نہیں لگائی جاسکتی، چاہے وہ خلافت اپنے باپ یا بیٹے کے سپرد کرے؛ کیونکہ وہ اپنی زندگی میں اُمت کے معاملات کے سلسلے میں امانت دار سمجھا جاتا ہے، تو اس کے بعد وفات کے بعد تو بدرجہ اولیٰ اس پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ برخلاف اُن کے جنہوں نے باپ اور بیٹے دونوں کی طرف سے وصیت کو موردِ تہمت ٹھہرایا ہے، یا جنہوں نے خاص طور پر بیٹے کی جانب وصیت کو مشکوک قرار دیا ہے، تو یہ سب کچھ تہمت سے دور ہے، خاص طور پر جب کوئی مصلحت اس طرف بلاتی ہو، یا کسی فساد کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، تو اس صورت میں تہمت کا جواز بالکل ختم ہو جاتا ہے، جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے یزید کو خلافت سونپنا اسی نوعیت کا تھا۔۔۔)

جس چیز نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے بیٹے یزید کو دوسروں کے بجائے ولی عہد مقرر کریں، وہ صرف لوگوں کی اجتماعیت اور ان کی خواہشات کے اتفاق کی مصلحت کو ملحوظ رکھنا تھا؛ کیونکہ اس وقت اہلِ حل وعقد میں سے بنوامیہ کا اس پر اتفاق ہو چکا تھا۔ اس لیے کہ اُس وقت بنوامیہ کسی اور پر راضی نہ ہوتے، اور وہ قریش کا منظم گروہ اور پوری امت کے اہلِ ملت اور غلبے والے لوگ تھے، چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُسی بنا پر یزید کو دوسروں پر ترجیح دی، ان لوگوں کو چھوڑ کر جو بظاہر اس کے زیادہ حقدار معلوم ہوتے، اور فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو صرف اس لیے منتخب کیا تاکہ اتفاق اور خواہشات کی اجتماعیت برقرار رہے، اور یہی چیز شارع (یعنی شریعت) کے نزدیک زیادہ اہم ہے۔

اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کے سوا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ان کی عدالت اور صحبتِ نبوی ﷺ اس کے خلاف گمان کی ممانعت کرتی ہے۔ [1]

اورانہوں نے یہ بھی کہا:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو (اپنا) جانشین مقرر کیا اس خوف سے کہ کہیں امت کا کلمہ منتشر نہ ہو جائے، کیونکہ بنوامیہ اس بات پر راضی نہ تھے کہ معاملہ کسی اور کے سپرد کیا جائے، چنانچہ اگر

---

[1]: ابن خلدون : المقدمة ١/٢٦٢-٢٦٣

انہوں نے کسی اور کو جانشین مقرر کیا ہوتا تو وہ اس کے خلاف اختلاف کرتے۔

مندرجہ بالا عبارت سے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ابن خلدون نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کرنے کی وجوہات کو درج ذیل نکات میں خلاصہ کیا ہے:

بنی امیہ کی مضبوط عصبیت، ان کا غلبہ اور دوسروں کی اطاعت سے ان کا انکار، یہ سب اس بات کا سبب بنے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لیے بنی امیہ ہی میں سے کسی کو، یعنی اپنے بیٹے یزید کو، بطور امیدوار منتخب کیا، تا کہ امت کو فرقہ بندی اور اختلاف سے بچایا جا سکے۔

ابن کثیر اور ابن خلدون کے نظریات پر بحث:

ابن کثیر کے نزدیک پہلے سبب یعنی شفقتِ پدری کے بارے میں، ابن خلدون نے اس کا رد کیا ہے۔

رہا وہ سبب جسے ابن خلدون نے بیان کیا ہے کہ بنو امیہ کی عصبیت کی قوت ہی وہ چیز تھی جس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے یزید کو نامزد کرنے پر آمادہ کیا، تو اس کا جواب درج ذیل ہے:

(۱) معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت، عدالت اور امانت اسے اس کام سے روکنے والی تھی۔

(۲) ابن خلدون کا بنو امیہ کی عصبیت کے بارے میں کلام مبالغہ آمیز ہے، اور دورِ صحابہ کو اپنے دور پر قیاس کرنا ہے۔ اس بارے میں استاذ محمد العبدہ کہتے ہیں:

(ابن خلدون کے نزدیک نظریۂ عصبیت وہ مرکزی نکتہ ہے جس کی روشنی میں وہ ریاستوں کے قیام اور ان کے ظہور کی وضاحت کرتا ہے ... اور یہ نظریہ- باوجود اس کے کہ وہ مغربِ عربی میں جن ریاستوں کا مطالعہ کرتا ہے ان کے بارے میں قرینِ قیاس اور درست ہے- لیکن یہ ہر واقعے کی وضاحت نہیں کر سکتا، اور نہ ہی یہ کوئی عمومی قاعدہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ جب ابن خلدون نے دیکھا کہ خلفائے راشدین کی ریاست عصبیت پر قائم نہیں ہوئی، تو اس نے اس سے بچنے کے لیے ایک حیلہ اختیار کیا اور کہا: یہ ایک استثنا ہے، کیونکہ اس وقت لوگوں نے دین داری کی بنیاد پر خلیفہ کی اطاعت کی ...

پس ابن خلدون اپنی عصبیت کے نظریے میں اس صورتِ حال کو بیان کرتے ہیں جو انہوں نے خلفائے راشدین کے بعد اکثر اسلامی ریاستوں میں دیکھی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اموی اور عباسی دونوں ریاستوں کے مقابلے میں کوئی مزاحمت یا مخالفت سامنے نہیں آئی، اور یہ عصبیت کی قوت کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ اس لیے کہ اکثر مسلمانوں

کا یہ موقف تھا کہ خروج (بغاوت) فتنہ انگیزی کا باعث بنتی ہے، اس لیے وہ اسے درست نہیں سمجھتے تھے)[1]

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن کثیر کے بیان کردہ دوسرا اور تیسرا سبب اس امر کی توجیہ کر سکتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کرنے کا اقدام کیوں کیا۔ اس بارے میں ابن کثیر کے کلام کا اصل متن یہ ہے:

اور کیونکہ وہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) یزید میں دنیوی ذہانت، بادشاہوں کے بیٹوں کی وجاہت، جنگوں کے علم، سلطنت کے نظم اور اس کی ذمہ داری کو نبھانے کی صلاحیت کو دیکھ رہے تھے، اور ان کا گمان یہ تھا کہ صحابہ کے بیٹوں میں سے کوئی بھی اس معاملے میں یزید کے ہم پلہ نہیں ہوگا۔

اسی لیے انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خطاب کرتے ہوئے کہا: مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ میں اپنی رعیت کو اپنے بعد اس حال میں چھوڑ دوں جیسے بارش میں بھیگنے والی بکریاں ہوں جن کا کوئی چرواہا نہ ہو)[2]

الخاتمہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس کی حمد کے ذریعے نیکیاں کامل ہوتی ہیں، اور درود وسلام ہو خاتم النبیین اور مرسلین، ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، اور آپ کی آل وصحابہ پر، اور بہت زیادہ سلام ہو۔ اما بعد۔

اس تحقیق سے جو نمایاں نتائج سامنے آئے، ان میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں:

١) صدرِ اسلام کی تاریخ کے مطالعے میں کتبِ سنت کی اہمیت۔

٢) روایات کے اسناد ومتن کے تنقیدی جائزے میں محدثین کے منہج کی اہمیت۔

٣) حسن رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والی صلح، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی علامتوں میں شمار ہوتا ہے۔

٤) حسن رضی اللہ عنہ کا صلح کی طرف پیش قدمی کرنا کوئی وقتی فیصلہ نہ تھا جو خلافت سنبھالنے

---

[1]: المرجع السابق ، ص ، ٦٠ هامش . ٥

[2]: ابن كثير : البداية والنهاية ٨/٨٠

کے بعد حالات کے دباؤ میں کیا گیا ہو، بلکہ یہ حسن رضی اللہ عنہ کا ایک پختہ منہج تھا جس کی طرف وہ پہلے ہی دن سے کوشش کر رہے تھے جب انہوں نے خلافت سنبھالی۔

۵ صلح کی طرف پیش قدمی حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مسلمانوں کے خون کو بہنے سے روکنے کی مشترکہ خواہش کا اظہار ہے۔

۶ حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دستبردار ہو کر معاویہ رضی اللہ عنہما کو دینا ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو مسلمانوں کی امامت کو صرف آلِ بیت تک محدود کرتے ہیں۔

۷ حسن بن علی رضی اللہ عنہ مرحلہ نبوت کے آخری خلفاء میں شمار ہوتے ہیں، اور اسی لیے وہ پانچویں خلیفہ راشد ہیں۔

۸ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان بارہ خلیفوں میں شمار کرنے کی ترجیح دی جاتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مضبوط کرنے کے لیے معزز فرمایا۔

۹ علی رضی اللہ عنہ کے امراء کے صلح کے بارے میں موقف کی وضاحت۔

۱۰ خوارج کا اہلِ قبلہ کے خلاف لڑائی کو مشرکین کے خلاف جہاد پر ترجیح دینا۔

۱۱ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران جو انتظامی فیصلے کیے گئے، وہ خواہشات و جذبات کی بنا پر نہیں بلکہ اسلامی ریاست کے اعلیٰ مفاد کی بنا پر کیے گئے۔

۱۲ معاویہ رضی اللہ عنہ کا اہلِ خبرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترجیح دینا اور انہیں غیر اہل پر مقدم رکھنا۔

۱۳ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جہاد کا رواج دوبارہ قائم ہوا، جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد رک چکا تھا۔

۱۴ معاویہ رضی اللہ عنہ کے اوپر یہ الزام صحیح نہیں کہ انہوں نے زیاد بن ابیہ کا استلحاق ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہے۔ اور الزام کو صرف زیاد تک محدود کیا گیا ہے۔

۱۵ معاویہ رضی اللہ عنہ کے اوپر اس الزام کا بطلان، کہ انہوں نے عبدالرحمن بن خالد بن الولید رضوان اللہ علیہم اجمعین کو زہر دلوایا تھا۔

۱۶ معاویہ رضی اللہ عنہ کے اوپر حسن بن علی رضوان اللہ علیہم کے بارے میں الزام کی بطلان، اور ساتھ ہی حسن رضی اللہ عنہ کی موت کو زہر کے علاوہ کسی اور سبب سے قرار دینا، نیز حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کو سنہ ۵۱ ہجری میں موت کا ترجیحی سال قرار دینا۔

۱۷ حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کا براہِ راست سبب ہونا، جس کی بنا پر حجر بن عدی رضی اللہ عنہ نے اپنی تحریک شروع کی۔

۱۸ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یزید بن معاویہ کو ولی عہد مقرر کرنے کی خبر درست نہیں ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد منتخب کرنے کا اعلان سنہ ۵۵ یا ۵٦ ہجری میں کیا، جو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہوا، جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نامزد کردہ چھ افراد میں سے آخری تھے جو ان کے بعد خلافت کے لیے منتخب کیے گئے تھے۔

والحمد اللہ رب العالمين ،،،

المصادر والمراجع

أولاً : القرآن الكريم .
ثانيًا : المخطوطات :
الأصبهاني (أبو نعيم أحمد بن عبد الله ت ٤٣٠هـ) .
. معرفة الصحابة .
مكتبة الجامعة الإسلامية ، المدينة النبوية .
البلاذري (أحمد بن يحيى ت ٢٧٩هـ) .
. أنساب الأشراف ، ترجمة الحسن بن علي .
دار الكتب المصرية ، القاهرة .
ابن عساكر (علي بن الحسن ت ٥٧١هـ) .
. تاريخ دمشق .
تصوير مكتبة الدار ، المدينة النبوية ، ١٤٠٧هـ .
ثالثًا : المصادر :
ابن الأثير (أبو الحسن عز الدين علي بن محمد ت ٦٣٠هـ) .
. أسد الغابة في معرفة الصحابة ، دار الفكر ، بيروت .
. الكامل في التاريخ ، دار صادر ، بيروت ، ١٣٩٩هـ .
. اللباب في تهذيب الأنساب ، دار صادر ، بيروت ، ١٤٠٠هـ .
الأزرقي (أبو الوليد محمد بن عبد الله ، توفي بعد سنة ٢٥٠هـ) .
. أخبار مكة ، تحقيق الأستاذ رشدي ملحس ، دار الثقافة ، مكة ، ط٤ ، ١٤٠٣هـ .
الأشعري (أبو الحسن علي بن إسماعيل ت ٣٢٤هـ) .
. مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين ، تحقيق الأستاذ هلموت ريتر

، دار التراث العربي ، بيروت ، ط.٣
الأصبهاني (أبو نعيم أحمد بن عبد الله ت ٤٣٠هـ) .
. حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ، دار الكتب العلمية ، بيروت .
. معرفة الصحابة ، تحقيق د.محمد راضي بن حاج عثمان ، مكتبة الدار ، المدينة ، ط١٤٠٨ ، ١هـ .
الأصفهاني (أبو الفرج علي بن الحسن ت ٣٥٦هـ) .
. الأغاني ، دار إحياء التراث العربي ، بيروت .
. مقاتل الطالبين ، تحقيق الأستاذ السيد أحمد صقر ، دار المعرفة ، بيروت .
ابن أبي أصيبعة (أبو العباس أحمد بن القاسم ت ٦٦٨هـ) .
. طبقات الأطباء ، تحقيق د.نزار رضا ، دار مكتبة الحياة ، بيروت .
ابن أعثم (أبو محمد أحمد بن أعثم الكوفي ت ٣١٤هـ) .
. الفتوح ، دار الندوة الجديدة ، بيروت .
ابن إياس (محمد بن أحمد بن إياس ، توفي بعد سنة ٩٢٨هـ) .
. بدائع الزهور في وقائع الدهور ، تحقيق الأستاذ محمد مصطفى ، الهيئة المصرية العامة للكتاب ، القاهرة ، ط١٤٠٢ ، ٢هـ .
البخاري (أبو عبد الله محمد بن إسماعيل ت ٢٥٦هـ) .
. التاريخ الصغير (الأوسط) ، تحقيق د.محمود إبراهيم زايد ، دار المعرفة ، بيروت ، ط١٤٠٦ ، ١هـ .
. التاريخ الكبير ، مؤسسة الكتب الثقافية ، بيروت .
. صحيح البخاري مع شرحه فتح الباري ، تحقيق الأستاذ محب الدين الخطيب ، دار الريان ، القاهرة ، ط١٤٠٧ ، ١هـ .
البغدادي) عبد القاهر بن طاهر البغدادي ت ٤٢٩هـ (.
. الفَرق □بين الفـ□رق ، دار الآفاق الجديدة ، بيروت ، ط١٤٠٢ ، ٥هـ .

البكري) أبو عبيد الله بن عبد العزيز ت ٤٨٧هـ (.
. المسالك والممالك) الجزء الخاص بصفة المغرب (، دار الكتاب الإسلامي ، القاهرة .
. معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع ، تحقيق الأستاذ مصطفى السقا ، عالم الكتب ، بيروت ، ط١٤٠٣ ، ٣هـ .
البلاذري (أحمد بن يحيى ت ٢٧٩هـ) .
. أنساب الأشراف ، تحقيق د.إحسان عباس ، المطبعة الكاثوليكية ، بيروت ، ١٤٠٠هـ .
. فتوح البلدان ، تحقيق د.صلاح الدين المنجد ، مكتبة النهضة المصرية ، القاهرة ، ١٩٥٦م .
البياسي (أبو الحجاج يوسف بن محمد ت ٦٥٣هـ) .
. الإعلام بالحروب الواقعة في صدر الإسلام ، تحقيق د.شفيق جاسر أحمد ، عمان ، ط١٤٠٧ ، ١هـ .
البيهقي (أبو بكر أحمد بن الحسين ت ٤٥٨هـ) .
. دلائل النبوة ، تحقيق د.عبد المعطي قلعجي ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ط١٤٠٥ ، ١هـ .
الترمذي (محمد بن عيسى بن سورة ت ٢٧٩هـ) .
. السنن مع شرحها تحفة الأحوذي ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، . هـ١٤١٠ ، ١ط
ابن تغري بردي (جمال الدين يوسف بن تغري بردي ت ٨٧٤هـ) .
. النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة ، تحقيق الأستاذ محمد حسين شمس الدين ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ط١٤١٣ ، ١هـ .
ابن تيمية (أبو العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم ت .) هـ ٧٢٨
. الفتاوي ، تحقيق الشيخ عبد الرحمن بن محمد بن قاسم ، دار

عالم الكتب ، الرياض ، ١٤١٢هـ .
. منهاج السنة النبوية ، تحقيق د.محمد رشاد سالم ، جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية ، الرياض ، ط١٤٠٦ ، ١هـ .
الجاحظ (أبو عثمان عمرو بن بحر ت ٢٥٥هـ) .
. البيان والتبيين ، تحقيق الأستاذ حسن السندوبي ، دار إحياء العلوم ، بيروت ، ط١٤١٤ ، ١هـ .
الجريري (أبو الفتوح المعافى بن زكريا ت ٣٩٠هـ) .
. الجليس الصالح الكافي والأنيس الناصح الشافي ، تحقيق د.إحسان عباس ، عالم الكتب ، بيروت ، ط١٤٠٧ ، ١هـ .
ابن الجوزي (أبو الفرج عبد الرحمن بن علي ت ٥٩٧هـ) .
. المنتظم في تاريخ الأمم والملوك ، تحقيق محمد عطا ، مصطفى عطا ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ط١٤١٢ ، ١هـ .
الحاكم (أبو عبد الله محمد بن عبد الله ت ٤٠٥هـ) .
. المستدرك على الصحيحين ، دار المعرفة ، بيروت .
ابن حبان (محمد بن حبان التميمي ت ٣٥٤هـ) .
. الثقات ، دار الفكر ، بيروت .
. المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين ، تحقيق د.محمود زايد ، دار المعرفة ، بيروت .
ابن حبيب (محمد بن حبيب البغدادي ت ٢٤٥هـ) .
. المنمق في أخبار قريش ، تحقيق الأستاذ خورشيد أحمد فاروق ، عالم الكتب ، بيروت ، ط١٤٠٥هـ .
ابن حجر (أحمد بن علي ت ٨٥٢هـ) .
. الإصابة في تمييز الصحابة ، تحقيق الأستاذ علي البجاوي ، دار الجيل ، بيروت ، ط١٤١٢ ، ١هـ .
. تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة ، دار الكتاب العربي ،

بيروت .
.تعريف أهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس ، تحقيق د.عبد الغفار البنداري ، الأستاذ محمد عبد العزيز ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، . هـ١٤٠٥ ، ١ط
. تقريب التهذيب ، تحقيق الأستاذ محمد عوامة ، دار الرشيد ، حلب ، . هـ١٤٠٦ ، ١ط
.تهذيب التهذيب ، دار صادر ، بيروت .
. فتح الباري بشرح صحيح البخاري ، تحقيق الأستاذ محب الدين الخطيب ، دار الريان ، القاهرة ، ط١٤٠٧ ، ١هـ .
.لسان الميزان ، مؤسسة الأعلمي ، بيروت ، ط١٣٩٠ ، ٢هـ .
. المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية ، تحقيق الأستاذ حبيب الرحمن الأعظمي ، دار المعرفة ، بيروت .
ابن أبي الحديد (أبو حامد عبد الحميد بن هبة الله ت ٦٥٦هـ) .
. شرح نهج البلاغة ، تحقيق الأستاذ حسين الأعلمي ، مؤسسة الأعلمي ، بيروت ، ط١٤١٥ ، ١هـ .
ابن حزم (أبو محمد علي بن أحمد ت ٤٥٦هـ) .
. أسماء الصحابة الرواة وما لكل واحد منهم من العدد ، تحقيق الأستاذ سيد كسروي حسن ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ط١٤١٢ ، ١هـ .
. جمهرة أنساب العرب ، تحقيق الأستاذ عبد السلام هارون ، دار المعارف ، القاهرة ، ط١٩٨٢ ، ٥م .
. الفصل في الملل والأهواء والنحل ، تحقيق د.محمد إبراهيم نصر ، د.عبد الرحمن عميرة ، دار الجيل ، بيروت ، ١٤٠٥هـ .
الحميري (محمد بن عبد المنعم ت ٨٢٧هـ) .
. الروض المعطار في خبر الأقطار ، تحقيق د.إحسان عباس ، مكتبة

لبنان ، بيروت ، ط١٩٨٤ ، ٢م .
ابن حنبل (أحمد بن محمد ت ٢٤١هـ) .
. العلل ومعرفة الرجال ، تحقيق د.طلعت قوج ، د.إسماعيل جراح ، المكتبة الإسلامية ، استانبول ، ١٩٨٧م .
. فضائل الصحابة ، تحقيق د.وصي الله بن محمد عباس ، جامعة أم القرى ، مكة ، ط١٤٠٣ ، ١هـ .
. المسائل) رواية ابنه صالح (، تحقيق د.فضل الرحمن دين محمد ، الدار العلمية ، دلهي ، ط١٤٠٨ ، ١هـ .
. المسند ، المكتب الإسلامي ، بيروت .
. المسند ، تحقيق الأستاذ أحمد شاكر ، مؤسسة قرطبة ، القاهرة .
الخطابي (أبو سليمان أحمد بن محمد ت ٣٨٨هـ) .
. غريب الحديث ، تحقيق د.عبد الكريم العزباوي ، جامعة أم القرى ، مكة ، ١٤٠٢هـ .
الخطيب البغدادي (أبو بكر أحمد بن علي ت ٤٦٣هـ) .
. تاريخ بغداد ، دار الكتاب العربي ، بيروت .
الخلاَّل (أبو بكر أحمد بن محمد ت ٣١١هـ) .
. السنة ، تحقيق د.عطية الزهراني ، دار الراية ، الرياض ، ط١٤١٠ ، ١هـ .
ابن خلدون (عبد الرحمن بن محمد ت ٨٠٨هـ) .
. العبر وديوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر) تاريخ ابن خلدون (، تحقيق الأستاذ خليل شحادة ، دار الفكر ، بيروت ، ط١٤٠١ ، ١هـ .
. المقدمة (وقد نشرت مع تاريخه بالدار نفسها) .
ابن خلكان (أبو العباس أحمد بن محمد ت ٦٨١هـ) .
. وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان ، تحقيق د.إحسان عباس ، دار

صادر ، بيروت .
خليفة بن خياط (أبو عمر خليفة بن خياط الليثي ت ٢٤٠هـ) .
. التاريخ ، تحقيق د.أكرم العمري ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، ط ، ١٣٩٧هـ .
أبو داود (سليمان بن الأشعث السجستاني ت ٢٧٥هـ) .
. السنن مع شرحها عون المعبود ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ط١٤١٥ ، ٢هـ .
ابن أبي الدنيا (أبو بكر عبد الله بن محمد ت ٢٨١هـ) .
. الإشراف في منازل الأشراف ، تحقيق د.نجم عبد الرحمن خلف ، مكتبة الرشد ، الرياض ، ط١٤١١ ، ١هـ .
الدينوري (أبو حنيفة أحمد بن داود ت ٢٨٢هـ) .
. الأخبار الطوال ، تحقيق د.عبد المنعم عامر ، دار المسيرة ، بيروت .
الذهبي (أبو عبد الله بن محمد أحمد ت ٧٤٨هـ) .
. تاريخ الإسلام ، تحقيق د.عمر عبد السلام التدمري ، دار الكتاب العربي ، بيروت .
. تذكرة الحفاظ ، تحقيق الأستاذ عبد الرحمن بن يحيى المعلمي ، دار إحياء التراث العربي ، بيروت .
. سير أعلام النبلاء ، تحقيق مجموعة من الباحثين بإشراف الأستاذ شعيب الأرنؤوط ، مؤسسة الرسالة ، بيروت .
. ميزان الاعتدال ، تحقيق الأستاذ علي البجاوي ، دار المعرفة ، بيروت .
الرازي (أبو محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم ت ٣٢٧هـ) .
. الجرح والتعديل ، دار إحياء التراث العربي ، بيروت .
الراغب الأصفهاني (الحسين بن محمد بن المفضل ت ٤٢٥هـ تقريبًا) .

. مفردات ألفاظ القرآن ، تحقيق الأستاذ صفوان داوودي ، دار القلم ، دمشق ، ط١٤١٢ ، ١هـ.

الزبيري (أبو عبد الله المصعب بن عبد الله ت ٢٣٦هـ) .

. نسب قريش ، تحقيق الأستاذ ليفي بروفنسال ، دار المعارف ، القاهرة ، ط. ٣

السبكي (أبو نصر عبد الوهاب بن علي ت ٧٧١هـ) .

. طبقات الشافعية الكبرى ، تحقيق د.محمود الطناحي ، د.عبد الفتاح الحلو ، دار هجرة ، القاهرة ، ط١٤١٣ ، ٢هـ.

ابن سعد (محمد بن سعد منيع الزهري ت ٢٣٠هـ) .

. الطبقات الكبرى ، تحقيق د.إحسان عباس ، دار صادر ، بيروت ، ١٤٠٥هـ .

. الطبقات الكبرى (وتشمل الطبقة الرابعة من الصحابة) تحقيق د.عبد العزيز السلومي ، رسالة دكتوراة ، جامعة أم القرى ، مكة ، ١٤١٠هـ.

. الطبقات الكبرى (وتشمل الطبقة الخامسة من الصحابة (تحقيق د.محمد السلمي ، مكتبة الصديق ، الطائف ، ط١٤١٤ ، ١هـ.

. الطبقات الكبرى) وتشمل القسم المتمم لتابعي أهل المدينة ومن بعدهم) تحقيق د.زياد منصور ، مكتبة العلوم والحكم ، المدينة ، ط١٤٠٨ ، ٢هـ.

ابن سلام (أبو عبيد القاسم بن سلام ت ٢٢٤هـ) .

. الأمثال ، تحقيق د.عبد المجيد قطامش ، دار المأمون ، دمشق ، ط، ١ . ١٤٠٠هـ

ابن سلام (محمد بن سلام الجمحي ت ٢٣١هـ) .

. طبقات الشعراء ، تحقيق الأستاذ جوزف هل ، دار الكتب العلمية ، . ١٤٠٢هـ ، ١ط

السمعاني (أبو سعد عبد الكريم بن محمد ت ٥٦٢هـ) .
. الأنساب ، تحقيق الأستاذ عبد الله البارودي ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ط١٤٠٨ ، ١هـ .
السيوطي (جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر ت ٩١١هـ) .
. تاريخ الخلفاء ، دار التعاون ، مكة .
. حسن المحاضرة في تاريخ مصر والقاهرة ، تحقيق الأستاذ محمد أبو الفضل إبراهيم ، دار إحياء الكتب العربية ، القاهرة ، ط١٣٨٧ ، ١هـ .
الشهرستاني (أبو الفتح محمد بن عبد الكريم ت ٥٤٨هـ) .
. الملل والنحل ، تحقيق الأستاذ محمد سيد كيلاني ، دار المعرفة ، بيروت . ١٤٠٢هـ
الصفدي (صلاح الدين خليل بن أبيك ت ٧٦٤هـ) .
. الوافي بالوفيات ، تحقيق مجموعة من الباحثين بإشراف جمعية المستشرقين الألمانية ، دار صادر بيروت .
ابن الصلاح (تقي الدين عثمان بن عبد الرحمن ت ٦٤٣هـ) .
. المقدمة ، تحقيق د.عائشة عبد الرحمن ، الهيئة المصرية العامة للكتاب ، القاهرة ، ١٩٧٤م .
الطبراني (أبو القاسم سليمان بن أحمد ت ٣٦٠هـ) .
. المعجم الكبير ، تحقيق الأستاذ حمدي عبد المجيد السلفي ، ط. ٢
الطبري (محمد بن جرير ت ٣١٠هـ) .
. تاريخ الرسل والملوك (تاريخ الطبري) ، تحقيق الأستاذ محمد أبو الفضل إبراهيم ، دار سويدان ، بيروت .
. تاريخ الرسل والملوك ، تحقيق مجموعة من المستشرقين ، مكتبة خياط ، بيروت .
ابن أبي عاصم (أبو بكر عمرو بن أبي عاصم ت ٢٨٧هـ) .

. الآحاد والمثاني ، تحقيق د.باسم الجوابرة ، دار الراية ، الرياض ، ط، ١ . هـ١٤١١
ابن عبد البر (أبو عمر يوسف بن عبد الله ت ٤٦٣هـ) .
. الاستيعاب في معرفة الأصحاب ، تحقيق الأستاذ علي البجاوي ، دار الجيل ، بيروت ، ط١٤١٢ ، ١هـ .
ابن عبد الحكم (أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله ت .) هـ٢٥٧
. فتوح مصر وأخبارها مكتبة المثنى ، بغداد .
ابن عبد ربه (أبو عمر أحمد بن محمد ت ٣٢٨هـ) .
. العقد الفريد ، تحقيق : أحمد أمين ، إبراهيم الأبياري ، عبد السلام هارون ، دار الكتاب العربي ، بيروت ، ط١٤١١ ، ١هـ .
عبد الرزاق) أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني ت . (هـ٢١١
. المصنف ، تحقيق الأستاذ حبيب الرحمن الأعظمي ، المكتب الإسلامي ، بيروت ، ط١٤٠٣ ، ٢هـ .
ابن عدي (أبو أحمد عبد الله بن عدي ت ٣٦٥هـ) .
. الكامل في ضعفاء الرجال ، دار الفكر ، بيروت ، ط١٤٠٤ ، ١هـ .
ابن العديم (كمال الدين عمر بن أحمد ت ٦٠٦هـ) .
. بغية الطلب في تاريخ حلب ، تحقيق د.سهيل زكار ، دار الفكر ، بيروت ، . هـ١٤٠٨
ابن عذاري المراكشي (توفي نهاية القرن ٧هـ) .
. البيان المغرب في اختصار أخبار ملوك الأندلس والمغرب ، تحقيق ج.س . كولان ، وليفي بروفنسال ، دار الثقافة ، بيروت ، ط١٤٠٠ ، ٢هـ .
ابن العربي (أبو بكر بن العربي المالكي ت ٥٤٣هـ) .
. العواصم من القواصم ، تحقيق محب الدين الخطيب ، محمود الإستانبولي ، د.محمد جميل غازي ، دار الكتب السلفية ، القاهرة ،

ط١٤٠٥ ، ١هـ .
ابن عساكر (علي بن الحسن بن هبة الله الشافعي ت ٥٧١هـ) .
. تاريخ دمشق (قسم تراجم النساء) ، تحقيق د.سكينة الشهابي ، مجمع اللغة العربية ، دمشق ، ط١٩٨٢ ، ١م .
العسكري (أبو هلال الحسن بن عبد الله ، من رجال القرن ٤هـ) .
. جمهرة الأمثال ، تحقيق محمد أبو الفضل إبراهيم ، عبد المجيد قطامش ، المؤسسة العربية الحديثة ، القاهرة ، ط١٣٨٤ ، ١هـ .
أبو الفداء (عماد الدين إسماعيل بن محمد ت ٧٣٢هـ) .
. تقويم البلدان ، دار صادر ، بيروت .
ابن الفرضي (أبو الوليد عبد الله بن محمد ت ٤٠٣هـ) .
. تاريخ علماء الأندلس ، الدار المصرية للتأليف والترجمة ، القاهرة ، م١٩٦٦.
الفيروز آبادي (مجد الدين محمد بن يعقوب ت ٨١٧هـ) .
. القاموس المحيط ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، ط١٤٠٧ ، ٢هـ .
القالي (أبو علي إسماعيل بن القاسم ت ٣٥٦هـ) .
. ذيل الأمالي والنوادر ، دار الآفاق الجديدة ، بيروت ، ١٤٠٠هـ .
ابن قتيبة (أبو محمد عبد الله بن مسلم ت ٢٧٦هـ) .
. الشعر والشعراء ، تحقيق د.مفيد قميحة ، نعيم زرزور ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ط١٤٠٥ ، ٢هـ .
. عيون الأخبار ، دار الكتاب العربي ، بيروت .
ابن قدامة (موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد ت) هـ٦٢٠ .
. التبيين في أنساب القرشيين ، تحقيق محمد الدليمي ، عالم الكتب ، بيروت ، هـ١٤٠٨ ، ٢ط .
. المغني ، تحقيق د.عبد الله التركي ، د.عبد الفتاح الحلو ، دار هجر ، القاهرة ، ط١٤١٢ ، ٢هـ.

قدامة بن جعفر (أبو الفرج قدامة بن جعفر بن قدامة ، توفي سنة ٣٢٨هـ أو سنة ٣٣٧هـ) .
. الخراج وصناعة الكتابة ، تحقيق د.محمد الزبيدي ، دار الرشيد ، بغداد م١٩٨١ .
القزويني (زكريا بن محمد ت ٦٨٢هـ (.
. آثار البلاد وأخبار العباد ، دار بيروت ، بيروت ، ١٣٩٩هـ .
القلقشندي (أبو العباس أحمد بن علي ت ٨٢١هـ) .
. مآثر الإنافة في معالم الخلافة ، تحقيق عبد الستار فراج ، عالم الكتب ، بيروت ، ١٩٨٠م .
ابن القيم (أبو عبد الله محمد بن أبي بكر ت ٧٥١هـ) .
. زاد المعاد في هدي خير العباد ، تحقيق شعيب الأرنؤوط ، عبد القادر الأرنؤوط ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، ط١٤٠٦ ، ١٣هـ .
ابن كثير (عماد الدين إسماعيل بن عمر ت ٧٧٤هـ) .
. البداية والنهاية ، مكتبة المعارف ، بيروت ، ط١٤٠٢ ، ٤هـ .
. تفسير القرآن العظيم ، دار المعرفة ، بيروت ، ط١٤٠٧ ، ٢هـ .
الكلبي (أبو المنذر هشام بن محمد ت ٢٠٤هـ (.
. جمهرة النسب ، تحقيق د.ناجي حسن ، عالم الكتب ، بيروت ، ط، ١ هـ١٤٠٧ .
الكندي (أبو عمر محمد بن يوسف ت ٣٥٠هـ) .
. ولاة مصر ، تحقيق د.حسين نصار ، دار صادر ، بيروت .
اللالكائي (أبو القاسم هبة الله بن الحسن ت ٤١٨هـ) .
. شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة ، تحقيق د.أحمد حمدان ، دار طيبة ، الرياض ، ط١٤١١ ، ٢هـ .
المالكي (أبو بكر عبد الله بن محمد توفي بعد سنة ٤٨٤هـ) .
. رياض النفوس في طبقات علماء القيروان وإفريقية ، تحقيق بشير

البكوش ، محمد العروسي المطوي ، دار الغرب الإسلامي ، بيروت ، ١٤٠٣هـ .
المبرد (أبو العباس محمد بن يزيد ت ٢٨٥هـ) .
. الكامل ، تحقيق ، د.محمد الدالي ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، ط، ٢ هـ١٤١٣ .
المزي (أبو الحجاج يوسف المزي ت ٧٤٢هـ) .
. تهذيب الكمال في أسماء الرجال ، تحقيق د.بشار عواد معروف ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، ١٤١٣هـ .
المسعودي (أبو الحسن علي بن الحسين ت ٣٤٦هـ) .
. مروج الذهب ومعادن الجوهر ، تحقيق محمد عبد الحميد ، دار المعرفة ، بيروت ، ١٤٠٣هـ .
مسلم (أبو الحسين مسلم بن الحجاج ت ٢٦١هـ) .
. صحيح مسلم ، دار الريان ، القاهرة ، ط١٤٠٧ ، ١هـ .
معمر بن المثنى (أبو عبيدة معمر بن المثنى التميمي ت ٢١٠هـ) .
. نقائض جرير والفرزدق ، مكتبة المثنى ، بغداد .
ابن منظور (أبو الفضل جمال الدين محمد بن مكرم ت) هـ٧١١ .
. لسان العرب ، دار الفكر ، بيروت .
المنقري (نصر بن مزاحم ت ٢١٢هـ) .
. وقعة صفين ، تحقيق عبد السلام هارون ، مكتبة الخانجي ، القاهرة ، ط، ٣ هـ١٤٠١ .
الميداني (أبو الفضل أحمد بن محمد ت ٥١٨هـ) .
. وقعة صفين ، تحقيق عبد السلام هارون ، مكتبة الخانجي ، القاهرة ، ط، ٣ هـ١٤٠١ .
الميداني (أبو الفضل أحمد بن محمد ت ٥١٨هـ) .

. مجمع الأمثال ، تحقيق محمد أبو الفضل إبراهيم ، دار الجيل ، بيروت ، ١٤٠٧هـ ، ٢ط .
مؤلف مجهول .
. أخبار مجموعة في فتح الأندلس ، تحقيق إبراهيم الأبياري ، دار الكتاب اللبناني ، بيروت ، ط١٤٠١ ، ١هـ .
ابن ناصر الدين (محمد بن عبد الله القيسي ت ٨٤٢هـ) .
. توضيح المشتبه ، تحقيق محمد نعيم العرقسوسي ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، ط١٤١٤ ، ٢هـ .
ابن النديم (أبو الفرج محمد بن أبي يعقوب ت ٣٨٥هـ) .
. الفهرست ، تحقيق د.ناهد عباس ، دار قطري بن الفجاءة ، الدوحة ، م١٩٨٥ ، ١ط.
النرشخي (أبو بكر محمد بن جعفر ت ٣٤٨هـ) .
. تاريخ بخارى ، عربه عن الفارسية وحققه د.أمين بدوي ، نصر الله الطرازي ، دار المعارف ، القاهرة ، ط. ٣
النوبختي (الحسن بن موسى ت ٤٠٢هـ) .
. فرق الشيعة ، تحقيق د.عبد المنعم الحفني ، دار الرشاد ، القاهرة ، ط، ١هـ١٤١٢ .
النووي (أبو زكريا يحيى بن شرف ت ٦٧٦هـ) .
. شرح صحيح مسلم ، دار الريان ، القاهرة ، ط١٤٠٧ ، ١هـ .
الهيثمي (نور الدين علي بن أبي بكر ت ٨٠٧هـ) .
. كشف الأستار عن زوائد البزار ، تحقيق حبيب الرحمن الأعظمي ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، ط١٤٠٤ ، ١هـ .
. مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، مؤسسة المعارف ، بيروت ، ١٤٠٦هـ .
. موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان ، تحقيق حسين الداراني ، عبده كوشك ، دار الثقافة العربية ، دمشق ، ط١٤١١ ، ١هـ .

الوزان (الحسن بن محمد ، توفي بعد سنة ٩٥٧هـ) .
. وصف إفريقيا ، تحقيق د.محمد حجي ، د.محمد الأخضر ، دار الغرب الإسلامي ، بيروت ، ط١٩٨٣ ، ٢م .
ياقوت (أبو عبد الله ياقوت بن عبد الله الحموي ت ٦٢٦هـ) .
. معجم الأدباء ، دار الفكر ، بيروت ، ١٤٠٠هـ .
. معجم البلدان ، دار صادر ، بيروت ، ١٤٠٤هـ .
اليعقوبي (أحمد بن واضح ت ٢٨٤هـ) .
. التاريخ ، دار بيروت ، بيروت ، ١٤٠٠هـ .

رابعًا : المراجع :

إبراهيم الأبياري .
. معاوية الرجل الذي أنشأ دولة ، المركز العربي ، للثقافة والعلوم ، بيروت . د.إبراهيم العدوي .
. الدولة الإسلامية وإمبراطورية الروم ، دار رياض الصالحين ، الفيوم ، ه١٤١٤ ، ١ط .
بسام العسلي .
. فن الحرب الإسلامي ، دار الفكر ، بيروت ، ١٤٠٨هـ .
. معاوية بن أبي سفيان ، دار النفائس ، بيروت ، ط١٤٠٠ ، ٢هـ .
د.جميل المصري .
. أثر أهل الكتاب في الفتن والحروب الأهلية في القرن الأول الهجري ، كتبة الدار ، المدينة ، ط١٤١٠ ، ١هـ .
د.حسين عاصي .
. أبو جعفر محمد بن جرير الطبري وكتابه تاريخ الأمم والملوك ، دار لكتب العلمية ، ط١٤١٣ ، ١هـ .
د.حسين مؤنس .
. فتح العرب للمغرب ، مكتبة الثقافة الدينية ، القاهرة .

د.دولت صادق .
.أطلس العالم الإسلامي ، دار البيان العربي ، جدة ١٤٠٣هـ .
رمزية الخيرو .
.إدارة العراق في صدر الإسلام ، دار الحرية ، بغداد ، ١٣٩٨هـ .
د.سعد زغلول .
.تاريخ المغرب العربي ، منشأة المعارف ، الإسكندرية . سعيد الأفغاني
.
. أسواق العرب في الجاهلية والإسلام ، دار الكتاب الإسلامي ، القاهرة ، . هـ١٤١٣ . إدارة العراق في صدر الإسلام ، دار الحرية ، بغداد ، ١٣٩٨هـ .
د.سعد زغلول .
.تاريخ المغرب العربي ، منشأة المعارف ، الإسكندرية .
سعيد الأفغاني .
. أسواق العرب في الجاهلية والإسلام ، دار الكتاب الإسلامي ، القاهرة ، هـ١٤١٣ .
صالح الرواضية .
.زياد بن أبيه ودوره في الحياة العامة في صدر الإسلام ، جامعة مؤتة ، الأردن ، ط١٤١٤ ، ١هـ .
د.صالح الدين المنجد .
.معجم أماكن الفتوح ، مكتبة النهضة المصرية ، القاهرة ، ١٩٥٦م .
عاتق البلادي .
.معجم معالم الحجاز ، دار مكة ، ط١٣٩٨ ، ١هـ .
عباس العقاد .
. معاوية بن أبي سفيان (معاوية في الميزان) ، المكتبة العصرية ، بيروت .